

U0086

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اگر حقیقت و علم آدمی آسمان و کلمات و کشف رموز علمه شد بید القوی سیدنا و مولانا
 حضرت سید غوث علی شاه صاحب قلندرقادری قدس سره کی تعلیم
 بزرگوار و معروض به

تسلیت

تسلیت

بزرگوار و تالیف شریف خلیفه خاص و وصی بالاختصاص سید تبریزی
 شیخ مکمل مدوح مرشدی و مولانی حضرت سید شاه گل حسن صاحب قلندرقادری
 بزرگوار و معروض به

سنة ۱۹۱۹
 در روز دوشنبه ۱۹۱۹

فہرست مضامین کتاب تسلیم غوثیہ الموسوم بہ مرقاة الوحیدت

صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	موضوع
۱	۱۵۱	تسلیم غوثیہ	۱	۱۵۱	باب اول - در تعلیم علم الیقین جس میں بات تفصیل میں
۲	۱۵۲	نعت	۲	۱۵۲	فصل اول - تمہید تشریحات و تعینات میں
۳	۱۵۳	وصف پیر کامل	۳	۱۵۳	فصل دوم - وحدت وجود و وحدت شہود کے بیان میں
۴	۱۵۴	سبب تالیف کتاب	۴	۱۵۴	فصل سوم - در تشریحات تعینات تفسیر مجتہدین
۵	۱۵۵	نقصیت راقم	۵	۱۵۵	فصل چہارم - در بیان تشریحات بعد از دیگر
۶	۱۵۶	تسمیہ و تفصیل بیانات باب و فصول	۶	۱۵۶	فصل پنجم - در بیان تشریحات بطریق قطعے مابین
۷	۱۵۷	مقدمہ الکتاب جس میں تیرویاں ہیں	۷	۱۵۷	فصل ششم - در بیان تشریحات بطریق درجہ تفصیل
۸	۱۵۸	بیان اول علم تصوف کو علم دین سے کیا نسبت ہے	۸	۱۵۸	فصل ہفتم - در بیان مہد سہ الہیہ
۹	۱۵۹	بیان دوم تحقیق تصوف ارکان تصوف معنی	۹	۱۵۹	باب دوم - در بیان مہد سہ الہیہ
۱۰	۱۶۰	صوفی معنی متصوف معنی تقیر معنی سلوک	۱۰	۱۶۰	فصل اول - در بیان ثبوت اذکار
۱۱	۱۶۱	بیان سوم در فضیلت علم تصوف	۱۱	۱۶۱	فصل دوم - در بیان طریق اذکار
۱۲	۱۶۲	بیان چہارم در فضیلت تصوف و صوفی و مجتہد	۱۲	۱۶۲	فصل سوم - در بیان ذکر صلوات داغی
۱۳	۱۶۳	فہرست و علامت فقہار	۱۳	۱۶۳	فصل چہارم - در بیان اشغال
۱۴	۱۶۴	بیان پنجم فضیلت صحبت فقہار	۱۴	۱۶۴	فصل پنجم - در بیان مراقبات
۱۵	۱۶۵	بیان ششم وجہ تفرق معانی آیات قرآنی	۱۵	۱۶۵	فصل ششم - در بیان تجلیات الہی و تشریحات تعینات
۱۶	۱۶۶	در بیان اہل تصوف و علماے ظواہر	۱۶	۱۶۶	فصل ہفتم - در بیان تشریحات ایہنا مع لوازمات و تسلیم
۱۷	۱۶۷	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۱۷	۱۶۷	فصل ثامن - در بیان تشریحات ایہنا مع لوازمات و تسلیم
۱۸	۱۶۸	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۱۸	۱۶۸	باب سوم - در بیان تشریحات ایہنا مع لوازمات و تسلیم
۱۹	۱۶۹	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۱۹	۱۶۹	فصل نواں - در بیان تفکرات
۲۰	۱۷۰	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۰	۱۷۰	فصل دہم - در بیان تشریحات ایہنا مع لوازمات و تسلیم
۲۱	۱۷۱	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۱	۱۷۱	فصل یازدہم - در بیان صورت تفکر
۲۲	۱۷۲	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۲	۱۷۲	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۲۳	۱۷۳	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۳	۱۷۳	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۲۴	۱۷۴	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۴	۱۷۴	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۲۵	۱۷۵	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۵	۱۷۵	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۲۶	۱۷۶	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۶	۱۷۶	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۲۷	۱۷۷	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۷	۱۷۷	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۲۸	۱۷۸	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۸	۱۷۸	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۲۹	۱۷۹	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۲۹	۱۷۹	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۰	۱۸۰	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۰	۱۸۰	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۱	۱۸۱	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۱	۱۸۱	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۲	۱۸۲	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۲	۱۸۲	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۳	۱۸۳	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۳	۱۸۳	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۴	۱۸۴	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۴	۱۸۴	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۵	۱۸۵	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۵	۱۸۵	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۶	۱۸۶	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۶	۱۸۶	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۷	۱۸۷	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۷	۱۸۷	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۸	۱۸۸	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۸	۱۸۸	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۳۹	۱۸۹	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۳۹	۱۸۹	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۰	۱۹۰	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۰	۱۹۰	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۱	۱۹۱	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۱	۱۹۱	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۲	۱۹۲	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۲	۱۹۲	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۳	۱۹۳	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۳	۱۹۳	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۴	۱۹۴	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۴	۱۹۴	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۵	۱۹۵	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۵	۱۹۵	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۶	۱۹۶	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۶	۱۹۶	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۷	۱۹۷	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۷	۱۹۷	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۸	۱۹۸	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۸	۱۹۸	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۴۹	۱۹۹	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۴۹	۱۹۹	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت
۵۰	۲۰۰	بیان ہفتم فقر تصوف کی تعلیم خاص کے لئے	۵۰	۲۰۰	فصل سولہم - در بیان تسلیم معرفت



بہر نامی کہ خوانی سر بر آرد
کہ نام اوست در ہر اسم جاری
بہر اسمی کہ خوانی اسم او دان

بنام آنکہ او نامے ندارد
کہ ذات اوست در ہر ذات ساری
بہر ذاتی کہ ذاتی ذات او خوان

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ؕ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؕ كُلُّ آمِرٍ ذِي بَالٍ
لَمْ يُبْدَلْ أَمْحَدُ اللَّهِ قَهْقَرُ أَقْطَعُ۔ یعنی کوئی شاندار کام چنند کی حمد کے ساتھ
شروع نہ کیا جائے سو وہ قَطُوعِ البرکت ہے۔ **حکم** بمعنی ستونوں یعنی کسی کی بزرگی
یا تعریف یا صفت ثنایان کرنا اور یہ دونی میں ہو سکتا ہے کیونکہ ایک واعصی ہو ایک
موصوف ایک مد ہو ایک محمود پس شریعت میں اس دنی کے بغیر چارہ نہیں اس لیے
عبد و معبود یا خدا و رسول کا اثبات واجب شرعاً تھا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۝۱۵ یعنی اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر
 یعنی اللہ اور رسول کو یقین دل مان لو۔ اور جو ان دونوں کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ **تَحْمَلُ** قَالَ
 اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ
 وَرَسُوْلِهِ وَیَقُوْلُوْنَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّتَّخَذَ ذَا
 الَّذِکَ سَبِیْلًا ۝۱۶ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ
 عَذَابًا اَلَمًا ۝۱۷ یعنی جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ
 اور ارادہ کرتے ہیں یہ کہ جدائی ڈالیں اللہ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان اور کہتے
 ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں بعض کے ساتھ اور ہم کفر کرتے ہیں بعض کے ساتھ اور چاہتے ہیں
 یہ کہ پچھریں درمیان اس کے کچھ راہ یہ وہ ہی ہیں اہل کفر اور ہم نے تیار رکھی ہے۔
 منکروں کے واسطے ذلت کی مار یعنی جو خدا کو یا رسول کو نہیں مانتے اور جدائی دیتے
 ہیں وہ کافر مطلق ہیں نرضی اللہ عنہم کہ خدا اور رسول دونوں کو بلا فرق ماننا فرض عین ہے **تَحْمَلُ** قَالَ
 اللّٰهُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِکَ
 سَوْفَ یُؤْتِیْنٰهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَظِيْمًا رَّحِيْمًا ۝۱۸ اور جو لوگ کہ یقین لائے
 اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جب مانے کیا کسی کو ان میں سے ان کو دیگا ثواب
 ان کے اور اللہ بخشے والا مہربان ہے اور اسی پر گواہ ہے **کَلِمَاتُ** اللّٰہِ اَلَا اللّٰہُ
 مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مگر طریقت میں دینی شرک ہے اور شرک سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے
تَحْمَلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا تَشْرَکْ لَیَّ شَیْئًا ۝۱۹ یعنی مت شریک کر میرے ساتھ کسی شے
 کو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شریک کرے گا اس کو کبھی معافی نہ ہوگی **تَحْمَلُ** قَالَ اللّٰهُ
 تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۝۲۰
 یُّشْرَکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ صُلٰکًا بَعِیْدًا ۝۲۱ یعنی تحقیق اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک لایا جا
 اس کے ساتھ اور خشتا ہے سوا اس کے جس کے واسطے چاہے اور جو کوئی شریک
 لائے اللہ کے ساتھ پس گمراہ ہوا مگر ابھی دور کا شرعیت میں عبدیت و معبودیت کا

ثابت کرنا ہے اور طریقت ہیں دونوں کو مٹانا وہ شریعت کا حکم یہ طریقت کا گویم مشکل
 وگرنہ گویم مشکل لیکن اہل طریقت وہ لوگ ہیں کہ شرک کی بیخ و بنیاد تختہ دل سے اٹھایا
 کر گلبن توحید لگاتے ہیں اور رسول علیہ السلام کو مرتبہ وحدت میں نزول اول قرار دیتے
 ہیں اور ان کو خدا سے جدا نہیں جانتے بلکہ مرتبہ احدیت میں اسم مسمی کا فرق بھی اٹھا
 دیتے ہیں اور شریعت کو لباس پرودہ پوش طریقت جانتے ہیں کٹی کی آڑ میں شکار
 کیلنا بہتر ہوتا ہے اور اگرچہ شریعت نزول میں منحوس ہے مگر عروج میں مقدم۔ لہذا
 تقدم شریعت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ۵

شریعت را مقتدم دارا کنون۔	طریقت از شریعت نیست بیرون
کسے کو در شریعت را سخ آید۔	حقیقت را ہر وہ خود کشاید

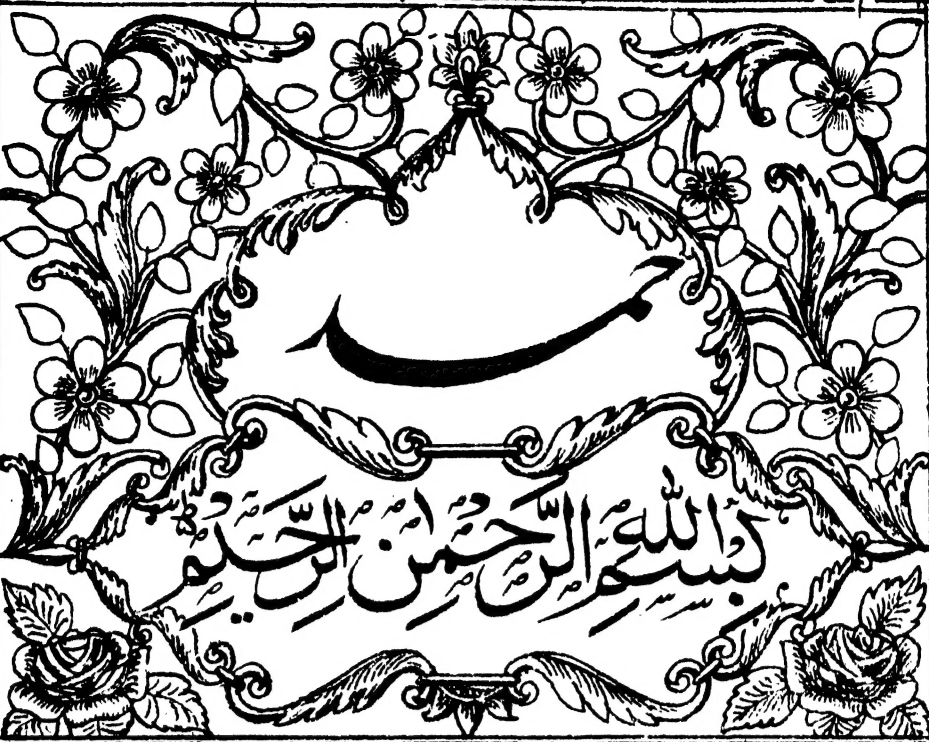
الْحِکْمَةُ أَبْلَغُ مِنَ الْقُوَّةِ ۵

خوشتر آن باشد کہ بترو ببران	گفتہ آید در حدیث دیگران
پس میں بھی بقتضائے آداب شریعت اول حمد میں رطب اللسان ہوتا ہوں ۵	

از حد را خواہیم توسیع ادب	بے ادب محروم گشت از لطف رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد	بلکہ آتش در ہبہ آفاق زد

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ إِنَِّّي سَمِعْتُ اللَّهَ يَقُولُ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَلَا تَكُونُوا يُقْسِمُ بِاللَّهِ الْكَاثِبُونَ





الْحَمْدُ مَنْ هُوَ الْأَوَّلُ بِالْبَاطِنِ وَالْآخِرُ بِالظَّاهِرِ وَهُوَ وَاحِدُ الوجودِ عَزِيدُهُ
لَيْسَ بِموجودٍ لَوْ كَانَ فِيهِمَا إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ لَعَسَدَ تَاهُوا الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ
وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

پس حمد و ثنا کمالِ جمالِ نپس کر کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور مرتبہ احدیت میں حدت
و واحدیت اور صفات و اسما سب گم ہیں نہ علم ہے نہ خبر نہ بے علمی کا علم نہ بے خبری کی خبر
نہ حمد ہے نہ حامد نہ محمود نہ خدا نہ رسول نہ عبد نہ معبود نہ عدم نہ وجود نہ عبارت نہ اشارت
نہ بیان ہے نہ زبان کیونکہ احدیت حقیقت ہستی ہے جسکی ساتھ کوئی شے نہیں وہ اور کسی
حقیقت بھی جدا نہیں بلکہ متحد ہے نہ کل ہے نہ جزو نہ عام ہے نہ خاص ہے۔ اوس کا
نام ذات مطلق ہے بلکہ اطلاق سے بھی پاک۔ محال ہے کہ عقل او سکوپا سکے نہ اوس کا
اثبات کیسکتی ہے نہ نفی وہ خود شاہد و خود مشہود ہے اور خود ظاہر و خود منظر اپنے ظہور کی
شدت میں آپ مخفی مستور ہے کوئی غیر نہیں جو باعث ظہور ہو یا سوا انہیں جو اس کا جواب
ہو سکے وہ اپنا جواب آپ ہی ہے اسلئے عجائبات میں ظاہر تر ہے اور بے جوابی میں نہایت
ظہور میں خفا ہے اور خفا میں ظہور اطلاق میں مخفی تعینات میں ظاہر پس عقول و افہام

تقریر تحسیر حقیقت ہستی کا خاکہ نہیں کھینچ سکتی اور تا وقتیکہ حامد کو محمود سے آگاہی نہ ہو حمد و ثنا ممکن نہیں اگر آگاہی اجالی حاصل ہوئی تو احادیث نہ ہی مرتبہ وحدت میں نزول ہوا۔ جہاں سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں سب کچھ اس اعتبار سے کہ بمع و اجمال محیط کل ہے اور کچھ بھی نہیں اس لحاظ سے کہ نہ متفرق ہے نہ تفصیل حامد و محمود جدا نہیں اس لئے اِنَّا لِلّٰہِ اَوْرُسُجْنَا مَا عَظُمَ شَأْنِیْ یہی اس مرتبہ کی حمد ہے اور اگر آگاہی تفصیلی ہے تو مرتبہ وحدت و احادیث میں نزول ہوا جہاں عابد و معبود ساجد و مسجود حامد و محمود میں فرق و امتیاز ہے اس لئے یسائی حمد الحمد للہ سبب العلمین ہے پہرہ لحاظ احوال حامد حمد کی یمن قسمیں ہیں اگر کمال جمال محمود کو ملاحظہ کر کے صرف اسکی بیان پر اکتفا کی اور کوئی عمل اوس کے اوصاف جمیلہ کے مناسب نہ کیا تو یہ حمد قولی ہے اور اگر ایسے اعمال و افعال بجالایا جو اس کے کمال و صفات کے شایاں ہوں تو یہ حمد فعلی ہے اور اگر ان اوصاف کاملہ سے جو محمود میں پاتا ہے خود بھی متصف ہو گیا اور مَخْلُقُوا اِبَا خُلَاقِ اللہ کے رتبہ پر پہنچا تو یہ حمد حالی ہے ۵

حمد قولی چیست تشرار زبان حمد حالی اتصاف جان و دل در حقیقت حمد آن باشد کہ تو گفت بنمیب کہ لا حصی ثنا چون بجا نم نیست غیر یا کس جملہ ذرات جہان مرآت اوست	حمد فعلی طاعت و اعمال دان بر صفات پاک برتر از آب و گل بودہ باشی در کران اغیار و حامد تو ہم توئی یا ربنا حامد محمود ہم خود بود و بس ہر چہ بینی مصحف آیات اوست
---	---

اشعار

خدایا اول و آخر بھی تو ہے وہ اول تو کہ ہے آخر سے آخر وہ اول تو کہ نامحرم بدایت نہیں اول کو آخر سے جدائی	خدایا باطن و ظہر بھی تو ہے وہ آخر تو کہ ہے اول سے و فاتر وہ آخر تو کہ ناپید انہایت ورائے عقل ہے تیری خدائی
--	---

جو آخر ہے وہی اول بھی تھا تو
 ہے تیرا اول و آخر مطابقت
 جو اول ہے تو پہلی اور تھا کون
 جو باطن ہے تو باطن کا پتہ کیا
 ہے تو باطن میں ظاہر بلکہ اظہار
 ترا اخفا ہے گویا عین اظہار
 کہلا جتنا ہوا اتنا ہی مستور
 ازل سے تا ابد ہے ایک ہی شان
 متبرقید اور اطلاق سے تو
 مگر مطلق میں ہے تو عین مطلق
 مقید میں مقید ہے تری ذات
 ہے اصل روح تو رطونیوں میں
 اگر ناسوت میں ہے موج پر جوش
 اگر حیرت میں بانگ آنا ہے
 تو ہی ہے علم و عالم بلکہ معلوم
 تجھے نسبت لاشے سے نہ شو سے
 تری وحدت ہے کثرت میں نمودا
 نہ وجودت تو کثرت بھی عدم ہے
 زمین و آسمان کا نور ہے تو۔
 سوائے تیرے نہیں موجود کوئی
 ازل سے دایم ہے و رفت تو
 تری رحمت ہے یہ جلسہ دکھائی
 مسلم ہے بقی کو حکمرانی

وہی جو آج ہے سوکل بھی تھا تو
 نہ تیرے ساتھ لاحق ہے نہ سابق
 جو آخر ہے تو پیچھے رہ گیا کون
 جو ظاہر ہے تو ہے تیرے سوا کیا
 بظاہر بن گیا تو عین منظر
 ترا اظہار ہے اخفا کے اسرار
 چمپا جتنار ہا کھلتا بدستور
 ترا طغرا ہے الا ان کما کان
 منزہ نفس و آفاق سے تو
 نہ جامد ہے نہ مصدر ہے نہ مشتق
 نہیں ہوتا کسی خانہ میں تو مات
 ہے قید جسم تو جسمانیوں میں
 تو ہے لاہوت میں دریا کا موش
 صف ارواح میں حمد و ثنا ہے
 تو ہی ہے رحم و راحم بلکہ مرحوم
 غنی ہے تو نہیں سے اور ہے سے
 کہ بے کثرت نہیں وحدت کا اظہار
 حدوث آئینہ حسن قدم ہے
 مگر خود ناظر و منظور ہے تو
 نہ عابد ہے نہ ہے معبود کوئی
 ابد تک خود بخود موصوف ہے تو
 ہے قہاری تری سب کو مٹاتی
 کہ تیری سلطنت ہے جاودانی

ہو الموجد ہے تجھ سے عبارت
 احد ہے تو نہیں زہار محدود
 عیاں و بچا تو پہنچا غیب ہو میں
 نہ پایا ہے نہ پائے گا کبھی تو
 تصور قرب کا دوری ہی تجھے
 نہ دوری ہے نہ نزدیکی نہ مابین
 حقیقت کہیں ہے کوئی آگاہ
 نہ وجب فرق ہی تو راہ کیوں ہو
 پتہ لگتا نہیں تنہا یہ میں بھی
 یہ ہنگامہ اور اسپر بے نشانی
 نیم کر کہ خاک تر ہے دریا
 نہ صحرا ہے نہ دریا ہے نہ میں تو

ہو المقصود ہے تجھ سے اشارت
 حمد ہے تو نہ والد ہے نہ مولود
 نہاں ڈھونڈا تو آیا رنگ بھو میں
 کہ ہے معروف عارف آپ ہی تو
 خیال بعد مجوری ہے تجھ سے
 عبارت منقطع لا غیر ولا عین
 مشبہ اور موحد سب ہیں گمراہ
 نہ کوئی تو پہرہ راگاہ کیوں ہو
 خبر ملتی نہیں شبیہ میں بھی
 ہوا ہے عقل کل کا خون پانی
 لگا غوطہ کہ ہے گرد اب صحرا
 نہ یاد و بود باقی ہے نہ ماہو

نعت

احدیت ذات مرتبہ لائقین ہے جبکہ صفت علم کا ظہور ہوا تو اس نے اپنی ذات و صفات کو آپ ہی جانا اور جملہ موجودات کو بر سبیل جمال اپنی آپ ہی میں پایا۔ اس مرتبہ کا نام وحدت حقیقی ہے اور یہ برزخ ہے احدیت و وحدیت کا جہاں ظہور و بطون برابر ہے وہ ہر ظاہر میں ظاہر ہے اور ہر باطن میں باطن جمادات میں جمادات نباتات میں نباتات حیوانات میں حیوانات انسانوں میں انسان فرشتوں میں فرشتہ صورت میں صورت معنی میں معنی روحانیوں میں وہی روح ہے تو حیوانوں میں وہی جسم ہے کیونکہ وہ ہستی مطلق ہے جس قید میں چاہے مقید ہو جائے نہ عرض کہ جملہ صفات و تعینات اجالی کے ساتھ اپنے آپ کو جانا وحدت حقیقی ہے مگر اس تعین میں تفصیل نہیں ہے بلکہ اسماء

وصفات ارواح و مثال سب متحد ہیں بلا فرق و امتیاز مثلاً تخم میں اجڑے شجر یعنی تنہ شاخ و برگ و غمیرہ بالا جمال سب موجود ہیں اور وہ سب متحد یہی وحدت و حقیقت محمدی ہے کیونکہ وہ اصل ہے حقیقت انسانی کی اور حقیقت انسانی اصل ہے شہود عالم کی یعنی جو ظہور عالم میں بتفصیل ہے اس کا خلاصہ حقیقت انسانی میں موجود ہے اور حقیقت انسانی میں جو کمال و جمال مندرج ہے وہ سب ختم ہے حقیقت محمدی پر اور وہی اصل الاصول ظہور و شہود ہے شعر

اگر یہ در صورت باختر زادہ ام

من بمعنی جہد افتادہ ام

پس حقیقت محمدی کی نصرت حقیقی کیا ہے اَنَا اَحْمَدُ بِلَا مِیْمٍ مِّنْ لَاَ اَنِّیْ نَقَعْتُ دَاخِیَ الْحَقِّ اِسْ لَئِیْ کَہ اِس کا اوصاف سے مجھ کو ہونا احدیت ہے اور تصف بصفات ہونا احدیت ✽



وصف پیر کامل



مشرق الالوار نور ذوالمنن
بے سکلف کھل گئی دل کی کلی
بلغ معنی میں بہار آنے لگی
پر وہی باد بہاری چل پڑی
ناقہ سرست و عہدی خواں سراں
دشت چشیل اور ویرانہ نگر
قفل ٹوٹا قبۃ اسرار کا۔
پھر لگی ہوئے دُر معنی نثار
ریشک سے حاتم کا دم گھٹنے لگا
عارفانہ رمز و مردانہ نکات
ذرہ ذرہ بن گیا منصور دم

اے ضیاء شمس نجم الدین حسن
لب پہ آیا نام شہ غوث علی
پہر صبا سبزہ کو لہر آنے لگی
پہر لگا دی ابر حرمت جھڑی
پہر وہی محل وہی ہے کاروان
پہر اسی منزل میں جا کہنولی کمر
پھر کھلا درجہ سہ انوار کا
پھر وہی صحبت وہی لیل و نہا
پھر سحرانہ غیب کا لٹنے لگا
پھر لگی سا پند میں ڈھلنے بات بتا
پھر الاپے نے اسرار قائم

وصف پیر کامل حقیقت انسانی

پہر وہی سا غروہی بزم سُردور
 پہر وہی ساقی وہی دیر نیہ خم
 ہو گئے بلِ جَل کے پہر سب ایک
 طبع حاضر میں بھی لکھ اب چند بیت
 اے تجلیِ آخِر زوِ الجلال
 ہاں محمد وار تو نامِ خدا
 ترک دنیا ترک عقلی ترک جاں
 خوب توڑا تو نے ہر بند کہن
 ہر توسل سے تجھے غرض تھا
 داد حق تھی تیری قوت اور قوت
 فقر فخری کی صدا بھائی تجھے
 مدتوں کے بعد ایک آدم بنا
 ساز و نادر کوئی شہباز جلال
 شیخ و صوفی پار ساز اہد بیت
 غوثِ اعظم یا حبیب و بایزید
 یا معین الدین و عطار و شہاب
 جمع لہجہ برین تجھ سا بعد ازان
 لاکھ چکر بھائیگا جب چرخِ پیر
 اے محیطِ اولیں و آخرین
 ذات کا آئینہ کامل بنا
 حامل و معمول میں یاں فرق کیا
 تہا نہایت معتبر کیا میں
 ظرفِ عالی بسکہ دریا نوش تھا

پہر لگا بہنے وہی دریائے نور
 کفر و ایماں کا ہوا سرِ شستہ گم
 دور سا غر و دست ساقی مست مے
 تو ہی لکھ خود ما ر میکت اذ دُمیت
 تھا کمالِ بندگی تیرا کمال
 کر گیا ہے بندگی کا حق ادا
 قولِ فعل و حال سے تیرے عیاں
 تھا مگر تو حیثِ رخبر شکن
 شیر خوارِ مبداءِ فیاض تھا
 تھا خیالِ غیر بیتِ عنکبوت
 حق نے بخشی ارثِ آبائی تجھے
 ہفت خوانِ فقر کا رستم بنا
 کہو لٹا ہے اس ہوا میں تیرا بال
 ہے مگر مرد خدا عنقا صفت
 یا نظام الدین یا بابا فرید
 اپنے اپنے وقت کے تھے آفتاب
 گردشِ دوار نے دیکھا تھا کہاں
 لائیکا تجھ سا کوئی مہرِ بنیر
 آفریں صد آفریں صد آفریں
 یہ امانت تھی کہ تو حامل بنا
 شمسِ ربانی کو غروب و مشرق کیا
 تیرا پیمانہ کبھی چھلکا نہیں
 خُلمدے خالی کیسے پر ہوش تھا

اے تیری آواز آواز خدا
تھے لب شیریں لبِ دریا ذات
جو حکایت جو مثل جو بات تھی
مردہ روحوں کے لیے تھی زندگی
تیرے دم سے حشر روحانی ہوا۔
صور پہونکا تو نے جس کی جانیں
جذب حق ہوسے طالب سے غلط
جس کسی پر تو نے پہونکا ہوسوں
رسم و عادت کا گریباں پھاڑ کر
کفر پیاروں کے ایماں لائے گا
لے مشکل تجھ کو ایماں کی قسم
جو نہ بے تجھ کو کھلا کا فر بنا
فقر کو ہے کفر سے نسبت قوی
فقر محتاج خدا ہے گز نہیں
ہے یقین بھی عین یکتائی میں عار
فقر فقر آیا تو کیسا باقی رہا
سر گیا تو در دس جاتا رہا
اے فنا فقر تجھ کو مر جا
مر جا اے خازنِ سرِ غیب
ہاں خزانہ کا چھپا نافرص تھا
یہ چھپا نا کم نہ تھا اظہار سے
وہ چھپے کیا جو کہ ہو خود پردہ
دیکھ کیا کہنا تھا کیا کہنے لگا

اور خاموشی تری راز خدا
اسیلتے ہر بات تھی آپ حیات
عالم معنی کی اک سونات تھی
زندگی وہ جس کو ہو پائندگی
صاف و صقیل گوہر کافی ہوا
جو ہو اسو ہو گیا اک آن میں
چشم حق میں کا اشارہ تھا فقط
اک نہ اک دن اسکو ابھر گیا جنوں
دین تقلیدی سے دین جہاڑ کر
وار مردوں کا نہ خالی جائے گا
کا فردیر فنا کے لے قدم
تو مری کھینچ کر کا محض بنا
ہے مگر وہ کفر کفر معنوی
فقر عین ذات حق ہے با یقین
فقر سے بھی چاہیے پھر افتقار
بادہ کش باقی نہ خود ساقی رہا
اٹھ گئی امید ڈر جاتا رہا
عین عربانی ہے بس تیری عبا
کیا چھپا یا ہے ہنر کو مثلِ عیب
گرچہ بیرونِ سما و ارض تھا
آگ بھڑکی گرمی بازار سے
باہم بے پردگی ہو مستتر
نالہ بل کہا کہا کے کیوں بنے لگا

کچھ نہ تھا واں کچھ نہ ہونے کے سوا
تو نہ تھا کچھ عین عین اللہ تھا
بندگی کے بھیس میں اجامہ بزب
تجھ کو دیکھا پر نہ دیکھا خلق نے
تو دہتر بید تھا کھاتے اگر
کسی طاقت تھی کہ تجکو دیکھتا
سب گنوں میں تو فرید وہر تھا
تو قلندر زند تھا کونین سوز
تو بہر ہی محفل میں سب کچھ کہہ گیا
مَنْ رَافِی کے معانی صاف صفا
مَنْ رَافِی منہ زبانی جس کے ہے
تو ہی خود کہہ یا لکھ سُن یا نہ سُن
نغمہ لیلیٰ ہے ہر بانگِ جبریں
سطح پر جاری ہے ساری لہر بہر
سطح کیسی قس کر کیا سا جل کج
تیسری مجلسِ مجلسِ اللہ تھی
اوس کے ہوتے ہستی عالم کہاں
آپ غالب ہے وہ اپنے امر پر
تالپ دریا ہیں آثارِ طویلق
راہ گم ہونا ہے راہِ مستقیم

کچھ نہ ہونا بھی وہاں باقی نہ تھا
غاہر بندہ نہانی شاہ تھا
مے گیا واللہ تو سب کو فریب
لبے چکھا پر نہ کہا یا خلق نے
سب دھتر بید بن جاتے مگر
لاکھ پردوں میں ہیں خاصانِ خدا
جانفزا امر سے تیرا زہر تھا
سیف قاطع تھا نہ تھا تو بجنیہ دوز
گوش جان میں کہ جو باقی رہ گیا
شرح فرما تو ہی لے غمقائے قات
ہے اُسید کا آئینہ ہر ایک شے
لوٹ ہے جب آسماں برسے ہُن
ہے چین کا آئینہ ہر خار و خس
قعر میں چپ رہ کہ ہے دریا ئی قہر
بحر ہے لا ابد لا انتہا
دونوں عالم کی جہاں گم راہ تھی
دن نکل آیا تو پھر شبنم کہاں
لیکن کشتہ آدمی ہیں سنجیدہ
عین دیبا میں سب امیں غریق
حاشِ بند شرم یا اللہ اعظم

آپ کو گم کر کہ تو ہی راہ ہے
راہ کو طے کر کریم شاہ ہے



غزل

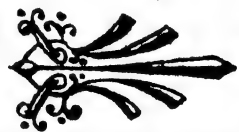


روز آدینہ تھا مسجد میں امام
تاقیامت اوسپہ ہشیاری حرام
معجزات عیسیٰ گردوں مقام
جنے دیکھا سر وقامت کا خرام
وہ عبارت وہ اشارت وہ کلام
ہے معطر جس سے روحانی مشام
ذوالفقار حیدری تھی بے نیام
اوسنی پایا رمز قلبی کا نیام
ہو گئیں سب خوبیاں اس پر تمام
تلخی دوران سے ہو کیوں تلخ کام
کس طرف ہیں وہ سرادق وہ خیام
تو یہ کہہ دینا ہمارا بھی پیام
تو بھی جل بہر خدا دو چار گام
حبذا رشحات کاسات الکرام

ساتی خم خانہ تھا صبح و شام
جنے چشم مست ساتی دیکھ لی
اوس لب جان بخش کی باتیں تھیں یا
ہو گیا اوسکو قیامت کا یقین
چشمہ آب بقا کی لہر تھی
مر جا عطر گریباں کی شمیم
تھی زباں یا و طاع او ہام یا۔
جنے دیکھا نرگس شہلا کا خواب
قال اشممت علیکم نعمتی
جنے چائی عتبہ علیا کی خاک
لے صبا صحرائے مانیں کر تلاش
خلوت یلی میں تو گندے اگر
تشنگان شوق ہیں گم کردہ اہ
بحر میں برپا ہوا جوش و خروش



سو پندی تہی دست قدرت نے بجھے
ناقہ کیلائے معنی کی زمام



بعد اوائے ماوجب یہ خاکسار خام لہفت از بندہ شہاد گل حسن قلندر قادری
اہل بصیرت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اگر یہ کتاب سرمایہ دارین نظر سے گزرے
تو قسم جبارت پر غور فرمائیں مقصود اصلی کو مد نظر رکھیں اور کوئی مضمون دو راہ قیاس بصیر
از فہم پائیں تو دیوانہ خود رستہ کی بڑبھکر معذور فرمائیں وَاِذَا تَوَلَّيْنَا لِلْغَوَّيِّمِ وَ اَكْرَمًا
عَالَمًا عَنِ عَشْرٍ كَرِہَامِ النَّاسِ مَقْبُولًا حاضر اہل نظر کے پیش نظر کر دیا

۶۔ گر قبولِ اُفتِ ربیٰ عز و شرف۔

سَبَبُ تَالِیْفِ کِتَابِ

جب یہ فقیر تندرست نہ ہو گیا تو غوثیہ کی تالیف سے فلاح ہوا اور نسخہ ہائے مطبوعہ کو انہوں نے طرقت و اصحابِ مودت و اربابِ عقیدت کی خدمت میں نذر کر چکا تو بے شغلی سے طبیعت کسمائی اور دل نے پھر یہ دھوم مچائی کہ اگر یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہو گے تو عمرِ دل کاٹنے پہاڑ ہو جائیں گے ابھی ہتیار ڈال دینے کا موقعہ نہیں ہے ۵ بیت

میر نہیں پیرم کاہلی اللہ سے نام خدا ہو جو ان کچھ تو کیا چاہیے ۵

ہمت کرو اور ایامِ گذاری کی کوئی سبیل نکالو۔ ورنہ پیر وہی اندوہ الم نصیب وقت ہوگا

شمع و بزم و جام و ساقی گر نہیں باقی نہو دل کے بہلانے کو آخر نعم سی کھایا چاہیے

ادھر تو دل نے یہ دہائی دی اور دھرم غیبیے درِ دل کھٹکھٹایا کہ خبردار گھر او نہیں ابھی تو

تَعْلِیْمِ غوثیہ کی تدوین و تالیف باقی ہے جس کا انصرام ضرور دایم کا سرمایہ اور

عیشِ قائم کا پیرایہ ہے جب اسکی ترتیب و تکمیل سے فراغت پاو گے تو پاؤ گے جو کچھ

پاؤ گے۔ پھر نہ یہ ماتم ہو گا نہ یہ نعم و الم و فکر و دام و عمل مدام کا انعام اور جمالِ حق تعالیٰ جسکو حق تعالیٰ

کا خلعت موجود ہے۔ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۵

نعم کے کھانے کا نعم نہ کھا اے دل یہ بھی دو چار دن کا مہان ہے۔

جسوقت یہ معاملہ رو بکار ہوا تو میں بھی ہوشیار ہوا اور تعمیلِ حکم کے لئے فوراً تیار ہو دل

کہا کہ اب وقت ہے کہ وہ جو اہر معانی نورانی روحانی اور نقد و حقانی جو ایک نقاد لاثانی و

مفتاح کنوز ربانی یعنی جناب قبلہ و کعبہ سیدنا و مولانا سید غوث علی شاہ

صاحب قلندر قادری قدس سرہ العزیز کی فیضانِ صحبت و اثر تربیت

سینہ کے خزانہ میں مخنثروں اور دل کے گنجینہ میں مکنون ہیں۔ اون کو زبانِ قلم سے

نکال۔ اور سفینہ اوراق میں بار کر کے ساحلِ اظہار پر لا آتا رہے تاکہ اس ذکر و فکر کے طفیل

اور اس جدوجہد کی برکت سے تمکو عجیب ترقی کی طرف مشغولی ہو۔ اور طالبان تحقیق و سالکانِ طریقی درہروانِ جاوہِ تدقیق حصولِ صدق و یقین سے تیزگام و فائز المرام و شاد کام ہوں
 لیکن اس کے ساتھ ہی اس صوبت کی بجا آوری کی تصمیرِ دل میں پیدا ہوئی جو حضرت
 اقدس نے سفر بغداد کی نسبت فرمائی تھی اس لئے امرِ اول کو چندے ملتوی رکھ کر
 بتاریخ ۲۲ شہرِ جمادی الثانی ۱۳۲۲ ہجری مطابق ۹ اپریل ۱۸۸۵ء عیسوی عازمِ بغداد
 شریف ہوا۔ اور بصرہ اور بغداد و کاظمین و کربلائے معلیٰ و نجف اشرف و غیرہ مقامات
 متبرکہ میں بزرگانِ دین کی خاکِ پاک سے مشرفِ بزیارت ہو کر پونے دو برس کے بعد
 پھر سرگرمی میں واپس آیا۔ اور آتے ہی بے چین اور بیتاب ہو گیا۔ کہ قبلہ و کعبہ کی
 بارگاہِ والا اور آستانہ علیا سے بچھڑے ہوئے سات برس کا عرصہ ہو گیا آخر اس
 ہجرت کی غایت اور اس محرومی کی کچھ انتہا بھی ہے۔ پس چند اجاب کے ہمراہی میں سفر
 پانی پت کا اتفاق ہوا۔ مزارِ متبرکہ کی زیارت کے دو ہفتہ تک لکھنؤ اور آنکھوں کو نور
 بخشا۔ پھر میرٹھ کی راہ لی اور اسکے بارہاں ٹھکان لی کہ ایک البین یعنی چلہ بھی کرنا
 چاہیے۔ ہر چند کہ اپنا مسلک تو یہ ہے ۵

چلہ میں بیٹھ گوشہ سے کیا دل لگائیے | میدان کیا بُرا ہے کششِ دل کی چاہیے

لیکن ضرورت یہ آن پڑی کہ واپسی بغداد شریف کے بعد جملہ اجاب نے نہایت خلوص اور
 مودت کے ساتھ عمدہ اور پرتکلف دعوتیں کیں۔ تکررِ نوا لے کھائے جسم نے فریبی پانی
 آنکھوں نہیں چربی چھائی۔ نفس میں تازگی آئی۔ پیٹ پہلے لکڑیا ہو گیا جب میں نے
 یہ کیفیت دیکھی تو نفس کی طرف خطاب کیا کہ کوچہ اتنا کہ تو تہنہ خوب چکھو تہیاں کیں اور
 خوب مزے اڑائے۔ یہاں تک کہ اشتہا میں قصور اور ہاضمہ میں فتور واقع ہوا۔ اب
 یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حُبِّ الدُّنْیَا رَأْسُ كُلِّ خَطِیئَةٍ لَہُ کو کیسے دل سے
 نکال کر اس کے اہل کو سپرد کرو۔ اور منضج ہو۔ اور سہل ہو۔ تاکہ معدہ صاف اور ہاضمہ درست
 یقین ہے کہ چالیس روز میں تم چاق و چوبند ہو جاؤ گے اس بار میں منشی نجم الدین صاحب

۱۵ اس حدیث کو بھیقی نے بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ اور حسن نے مرسل ۱۲۔

کہ میرے دوست دلی ہیں مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کام کے واسطے حضرت قطب الاقطاب جناب قطب جمال الدین صاحب قدس سرہ کی خانقاہ کی مسجد کا حجرہ جو صبح پھلاؤدہ کے علاقہ میں ہے اور چاروں طرف اوس کے ایک بن نہایت سرسبز تہا دل کشا درختوں سے بہر لور اور خوشنما پرندوں اور اقسام اقسام کے جانوروں سے معمور و موزوں معلوم ہوتا ہے جب اوس حجرہ کو اس کیفیت کیساتہ دیکھا تو بہت پسند آیا۔ آخر ایشی بیٹھ گیا اور قریب اختتام چلے گئے اسی خود بخود یہ ندا پیدا ہوئی کہ **تَعْلِیْمُ غَوْثِکَ** میں کیا دیر ہے۔ مجیب نے یہ جواب دیا کہ کچھ بھی دیر نہیں۔ البتہ مصمم ارادہ پر مشروط ہی چنانچہ چند امور ضروری اوسی وقت قلمبند کر لیے۔ بفضلہ تعالیٰ جب چلے ختم کر چکا اور باہر آیا تو یہ سبب ناتوانی کے سستی و کاہلی دامن گیر ہوئی کہ ایسی کیا جلدی ہے یا باقی صحبت باقی دیکھا جائیگا۔ لیکن میرے دوست دلی و محبت قلبی ڈپٹی نجم الدین صاحب رقی و میر نصیر الدین صاحب ہاشمی و بخاری اور مولوی محمد اسماعیل صاحب صدیقی کہ راقم کے پیرو بھائی اور حضرت معلیٰ کے مرید خاص منظر یافتہ ہیں سب بات کے درپے ہوئے کہ اہل جہاں کو اس فیض سے محروم رکھنا مردوں کی ہمت سے بعید ہے جناب قبلہ و کعبہ سید محمد غوث علی شاہ صاب قلندر قادری قدس اللہ سرہ اس عزیز کے فیضانِ صحبت و تربیت کا بحر جو تیرے دلیس جوش زن ہے اپنے جوش قلبی سے بخار کو نکال اور ابرو بہار کی طرح بارانِ رحمت تمام کرہ زمین پر برساتا کہ اہل جہاں سیراب ہوں اور کوئی شخص ہمارے حضرت کے فیض سے محروم نہ رہے۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ آزدون دل دوستان جہل ست و کفارہ یمن پہل بہمت تمام قلم اوٹھایا۔ اور اس سالہ کی تحریر کا اتفاق ہوا۔ یکم رجب ۱۳۸۵ مطابق ۲ مارچ ۱۹۶۵ عیسوی روز یکشنبہ کو شروع کر کے بعون اللہ تعالیٰ۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ ہجری کو بروز دوشنبہ بوقت ۱۰ بجے دن کے ختم کیا **وَمَا تَوْفِیقِیَ إِلَّا بِاللّٰهِ**۔ یہ رسالہ منبرِ شریعت ہے۔ نردبانِ طریقت ہے۔ نقطۂ حقیقت ہے۔ کند معرفت ہے۔ یہ قاصدِ معبود کی خبر دیتا ہے۔ موجود کو بتاتا ہے۔ مقصود کو دلاتا ہے۔ مطلوب کو ملاتا ہے۔ محبوب کا وصل کراتا ہے۔ اس فرمان سے اپنی حقیقت کھلتی ہے

خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کا راز کھلتا ہے۔
 ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ
 الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ هَٰذَا لِمَنْ يُؤْمِنُونَ إِنَّمَا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ وَمَا أَنزَلَ
 مِنْ قَبْلِكَ هَٰذَا بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ هَٰذَا أَوَّلُكَ عَلَىٰ هَدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
 الْمُفْلِحُونَ ۝ جو اس پر عمل کرے گا بے شک اپنے مقصود اصلی کو پہنچے گا۔

نَصِيحَاتُ رَاقِمٍ

اے مشتاقانِ شریعت طریقت و اے عاشقانِ حقیقت و معرفت
 میں آپ صاحبوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جو صاحبِ علم و کم حوصلہ اور
 کوچہ فقر و فنا سے بے بہرہ ہو یا علم تصوف و معرفت سے منکر ہو وہ اس صحیفہ
 مقدس کو جو طلسمِ ابوقلمون اسرارِ الہی سے معمور و نیرِ نجات گوناگون
 رازِ گہنا متناہی سے بہرہ ور ہے ہرگز نہ دیکھے و نہ دین دنیسا کا تھ دھو کر زندہ اور
 الحاد کے مناک میں جا کر گیا اور بختِ شر و دنیا و آخرت اسکو کچھ حاصل نہ ہوگا

نصیحت گوش کن جانان از جاں دوست داند

اور جو شخص کہ صاحبِ علم اور بلند حوصلہ اور الفقرِ فخری و الفقرِ مہنی کے راز
 آگاہ اور سپرلِ ادہ جان نثار اور عبدیت کی شان میں ثابت قدم و شریعت کے

لباس سے آراستہ پہن رہا ہے وہ اگر اس مخزن اسرار معرفت کو
بنظر غائر و فکر و تامل ملاحظہ فرمائے گا تو میں یقین کا بل کہتا ہوں کہ وہ باضرو
مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ کے انوار سے متور ہو کر شرک و طغیان کی خندق
سے باہر نکل آئے گا اور میدان کفر حقیقی میں قدم ثبات کھکھرش چتا
میں توحید حقیقی کا جلوہ دیکھے گا

اگر کافر شہوی در آخر کار حقیقت کافر رفت و فنا شو	براندازی حجاب از خود بیک بار تو در وحدت بکل عین بقاشو
---	--

عشق را با کافری نسبت بود عشق را با کافری خویشی بود کافر عین مسلمان بود کفر در بیع حق باشد حرام کفر پوشیدن خج دی خود بحق ہر کرا کفر حقیقی شد بدست چند چند از کفر و ایمان چند چند کفر و ایمان را ہل بالا برا	عاشقان را انجین قسمت شود کافر عین خود عین درویشی بود کافر عین خود نور ایمانی بود مسلمان بجا کفر تمام رو بگیری دین از بر خوان سبق معنی نبوت شد و رخصت پیرت ہر دو غلین تو باشد پائے بند معنی صافی بخوان از رہنما
---	---

کفر کا فراودین دین دار را
ذرّہ درود دل عطار را

وَالسَّلَامُ

اس کتاب کا نام

تعلیم غوثیہ و مرآۃ الوحید

رکھا۔ اس کی تقسیم ایک مقدمہ میں باب ایک خاتمہ پر کی گئی ہے۔

مُقَدِّمَةُ الْكِتَابِ۔ اس میں تیرہ بیان ہیں

بیانِ اول۔ علم تصوف کو علم دین سے کیا نسبت ہے؟

بیانِ دوم۔ تحقیق تصوف۔ ارکان تصوف۔ معنی صوفی۔ معنی متصوف۔ معنی فقیر۔ معنی سلوک

بیانِ سوم۔ فضیلت علم تصوف

بیانِ چہارم۔ فضیلت تصوف۔ صوفی۔ صحبت۔ فقر۔ علامت فقر۔

بیانِ پنجم۔ فضیلت صحبت فقر۔

بیانِ ششم۔ وجہ اختلاف معانی آیات قرآنی درمیان علمائے تصوف و علمائے خواہر

بیانِ ہفتم۔ فقر و تصوف کی تعلیم خاص کے لئے ہے نہ عام کے لئے۔

بیانِ ہشتم۔ تعلیم تصوف باندازہ عقل و حوصلہ طالب۔

بیانِ نہم۔ طریق تحصیل علم تصوف متقام۔ سلیم شریعت میں۔

بیانِ دہم۔ اقسام طریقت۔

بیانِ یازدہم۔ پیر کامل کی تلاش موی طلب میں اور آکی فرمان برداری ہر وادی میں۔

بیانِ دوازدہم۔ سامان سفر کی تیاری و سفر کے حیا ج ضروری میں۔

بیانِ سیزدہم۔ دیوال و جواب مسافر طریقت (یعنی سالک) کی مزید آگاہی کے لئے۔

باب اول در تعلیم علم التقیین

فصل اول تنہذات کی تہذیبیں۔

فصل دوم - وحدت وجود و وحدت شہود کے بیان میں دو مکتوبات ہر دو کو دو فیصلہ مولانا شاہ ولی اللہ
فصل سوم - در نزلات و تعینات خمسہ ذات بحت بالا جمال -
فصل چہارم - در بیان تنزلات بطرز دیگر -
فصل پنجم - در بیان تنزلات بطریق قدماے سالکین رحمہم اللہ علیہم -
فصل ششم - در بیان تنزلات بطریق دیگر بتفصیل -
فصل ہفتم - در بیان ہندسہ الہیہ -

باب دوم در بیان عین الحقین

فصل اول - در بیان ثبوت اذکار -
فصل دوم - در بیان طریق اذکار -
فصل سوم - در بیان ذکر صلوة دائمی -
فصل چہارم - در بیان شغال -
فصل پنجم - در بیان مراقبات -
فصل ششم - در بیان شغل - یا مراقبہ خمسہ جودات - و تشریح آن و تعلیم من عرف نفسہ
فقد عرف ربہ

باب سوم در تلقین حق الیقین و بیان اسرار حقیقت

فصل اول - در بیان تفکرات -
فصل دوم - در تشریح تعلیم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بختہر امام حسن و امام حسین علیہما السلام -
فصل سوم - در بیان صورت تفکر -
فصل چہارم - در بیان تسلیم معرفت -

فصل پنجم - خلاصہ حصول ماتقدم بطرز تمثیل و بقیہ حالات طلسم مذکور و خیال شب
خاتمہ الكتاب - برکلام مولانا عطار رحمتہ اللہ علیہ۔

مقدمۃ الكتاب

بیان اول - علم تصوف کو علم دین سے کیا نسبت؟ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ
عمنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ناگاہ جبریل علیہ السلام بصورت انسان رسول علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں مودب و مبہر چند سوال کیئے۔
سوال اول - یا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ - یعنی اے محمد مجھ کو خبر دو
اسلام سے (یعنی حقیقت اسلام سے)

جواب - قَالَ - الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
وَتَقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَقُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ
إِلَيْهِ سَبِيلًا - قَالَ صَدَقْتَ - یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اسلام یہ ہے
کہ تم سب بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں - اور یہ کہ محمد اللہ کا رسول ہے - اور
اچھی طرح نماز ادا کرو - اور زکوٰۃ دو - اور رمضان کے روزے رکھو - اور بیت المقدس حج
کرو - اگر سفر چھ کی استطاعت ہو جبریل علیہ السلام نے کہا - سچ فرمایا آپ نے
سوال دوم - قَالَ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ - کہا مجھ کو خبر دو ایمان سے۔

جواب - قَالَ - أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ
بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ - قَالَ صَدَقْتَ آپ نے فرمایا - کہ ایمان لاؤ اللہ پر - اور
اوس کے فرشتوں پر - اور اوس کی کتابوں پر - اور اوس کے رسولوں پر - اور قیامت کے دن پر
اور ایمان لاؤ اوس کی تقدیر پر بہلی ہو یا بُری - کہا سچ فرمایا آپ نے۔

سوال سوم - قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ - پھر پوچھا کہ مجھ کو خبر دو احسان سے

لے اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے ۱۲ منہ

علم تصوف کو علم دین سے کیا نسبت؟

یعنی نکوئی کی حقیقت کیا ہے،

جواب۔ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا نَظَرْنَا اَنْ تَرَكَ لَمْ تَكُنْ تَرَكَ فَإِنَّهُ يَرَاكَ
 قَالَ صَدَقْتَ آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ نواسی کی عبادت یوں کر گویا تو اس کو
 دیکھ رہا ہے جو یوں نہ کر سکے تو یوں سہی کہ گویا وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے کہا سچ فرمایا آپ نے
 اس پارہ حدیث میں تین سوال ہیں۔ یعنی حقیقت اسلام کیا ہے؟ اور ایمان کس کو کہتے
 ہیں؟ اور احسان کیا چیز ہے؟ علمائے محققین فرماتے ہیں کہ دین کی بنیاد تین
 ارکان پر ہے فقہ۔ کلام۔ تصوف۔ چنانچہ اس پارہ حدیث میں ان تینوں ارکان کا
 بیان ہے یعنی اول سوال حقیقت اسلام سے ہے۔ اور یہ اشارہ ہے فقہ کی طرف میں
 اعمال و افعال و احکام و آداب شرعیہ کا بیان ہوتا ہے۔ اگر انسان فقیہ نہ ہوگا تو حقیقت
 اسلام سے بچھڑ رہے گا۔ اس لیے کہ بغیر فقہ کے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
 شہادت اور قواعد و شرائط و آداب احکام وغیرہ نماز و زکوٰۃ و روزہ و حج کے معلوم نہیں گے
 دوسرے سوال ایمان کی نسبت ہے اور یہ اشارہ ہے عقائد کی طرف۔ کہ وہ مسائل اصول
 کلام ہیں یعنی اللہ پر ایمان لانا۔ اور بالیقین اعتقاد رکھنا۔ کہ اس کی ذات و صفات برحق
 ہے اور ایمان لانا اس کے فرشتوں پر۔ کہ وہ نورانی بندے اللہ کے فرماں بردار
 ہیں۔ اور اس کی کتابوں پر ایمان لانا۔ کہ یہ اس کا کلام قدیم ہے جو اپنے رسولوں پر
 نازل فرمایا قرآن شریف سب سے افضل ہے اور کل آسمانی کتابیں ایک سوچا رہیں۔
 اور جمیع رسولوں پر ایمان لانا۔ کہ ان کو اللہ نے خلقت کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ وہ
 معصوم و گناہوں سے پاک تھے اور ایمان لانا کہ قیامت و بہشت و دوزخ و عذاب
 ثواب سب برحق ہیں تیسرا سوال احسان کی نسبت ہے۔ اور یہ اشارہ ہے اصول تصوف
 کی طرف کہ وہ بصدق دل توجہ الی اللہ ہے اور یہ بات بغیر تصوف کے حاصل نہیں
 ہو سکتی۔ جانتا چاہیے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا نَظَرْنَا اَنْ تَرَكَ۔ یہ مرتبہ شہود و مقام شاہدہ
 ہے۔ اور فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَكَ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔ یہ مقام مراقبہ ہے اور پہلے مرتبہ سے
 فروتر ہے۔ کیونکہ اس مراقبہ میں بندہ نظر الہی یا علم الہی سے جو اس کی جانب آگاہی

حاصل کرتا ہے۔ کہ طاعت اور عبادت میں تین درجے ہیں ایک یہ ہے کہ ابراہیمؑ ذمہ ہو
واجبات سے۔ ایسی عبادت بے سود ہے بجز اس کے کہ سزا لے شریعہ سے بچ گیا۔ آخرت
میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ دوسرا درجہ عبادت میں یہ ہے کہ جمیع ارکان و احکام کو شراعت
و آداب کے ساتھ بجالائے۔ تاکہ رضائے خداوندی و ثواب جزیل حاصل ہو۔ اور نیز باطن
ذوق و شوق عبادت سے پر ہو جائے۔ تیسرا درجہ عبادت میں مقام مشاہدہ ہے اس سے
اعلیٰ و افضل کوئی مقام نہیں پس اس حدیث سے ثابت ہے کہ فقہ اور اصول کلام اور تصوف
ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں اس لیے کہ ایک بغیر دوسرے کے تمام نہیں ہوتا
احکام شریعہ کا جانتا بدو نہ اعتقاد صحیح کے بے سود ہے اور یہ دونوں یکا میں جب تک توجہ
إِلَى اللَّهِ پورے طور پر نہ ہو۔ اور تصوف بدون فقہ بے اصل ہے۔ اس لیے کہ حکام الہی
بغیر فقہ کے معلوم نہیں ہوتے اور فقہ بغیر تصوف کے بے سود ہے۔ اس لیے کہ
عمل بے صدق دل کافی نہیں۔ اور یہ دونوں بغیر ایمان کے صحیح اور درست نہیں ہو سکتے
جیسے جسم و جان کہ بدون ایک دوسرے کے صورت نہیں بچتے کیونکہ لازم و ملزوم ہیں
چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهُ فَقَدْ
تَزَيَّنَّ وَ مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفَ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ
تَحَقَّقَ۔ یعنی جو صوفی ہوا اور فقیہ نہ ہوا۔ پس وہ زندق ہوا (یعنی بڑا بدین) اور جو فقیہ ہوا
صوفی نہ ہوا۔ وہ بڑا فاسق ہوا۔ اور جس نے ان دونوں کو حاصل کیا پس وہ بڑا محقق ہوا
پس ہر عالم کے واسطے ضرور ہے کہ حصول علم دین کے بعد تصوف حاصل کرے ورنہ۔ ۴۔
چار پائے بروکتا بے چند بد کا مصداق ہوگا۔ اور جسکو شوق تصوف ہو اس پر فرض ہے
کہ اول علم دین حاصل کرے ورنہ زندق اور گمراہی میں گرفتار ہوگا یا ہمیشہ علمائے محققین
کی صحبت ختم یا کرے تاکہ اس کو دونوں باتیں حاصل ہوں۔ صوفیہ کرام فرماتے ہیں
کہ ظاہر اپنا شریعت سے اور باطن اپنا طریقت سے آراستہ رکھو چنانچہ حضرت شیخ
فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ۵۔

شوہر قول و فعل متبع سلف

غیر باطن بظاہر تباہت بسپار

شوہر باطن ربوبیت پرواز

کن لباطن ربوبیت قرار

کیونکہ شریعت صفات ہے طریقت ذات شریعت۔ م ہے طریقت جان شریعت ظاہر و طریقت باطن چونکہ فی زمانہ ملک ہند میں اس علم دین جا بجا قائم ہیں ہر شخص علم دین حاصل کر سکتا ہو۔ اس سالہ میں مسائل شرعیہ کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں صرف ضروری مسائل تصوف و طریقی تعلیم بیان ہونگے تاکہ طالبان حق اسے مستفید ہو کر اپنے دلی مقصد کو پہنچیں اللہ سبحانہ ساقی ہوسا دل اس بات پر یقین کامل کر لینا چاہیے کہ شریعت بنیاد طریقت ہو اور راہ نئے حقیقت ہو اور پردہ کشائے معرفت ہو بغیر اتباع شریعت حصول کمال تصوف امر محال ہے۔ بلکہ زندقہ والی حد سے ۲

بیان و تم تحقیق تصوف ارکان تصوف معنی صوفی معنی متصوف معنی فقیر معنی سلوک

تصوف مصدر ہے جو لفظ صوف باضم سے بنایا ہے صوف کے معنی ہیں ایک قسم کا جامشیرینہ اور اصلاح صوفیہ کرام میں خواہش نفسانی سے پاک ہونا اور اشیائے کل عالم کو منظر حق جاننا۔ چونکہ اکثر بلکہ جمیع انبیاء علیہم السلام کو لباس صوف پسند تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ لباس ایسا مرغوب تھا کہ وہ پسندیدہ خدا ہو گیا۔ اور آپ کو اسی لباس سے منسوب کر کے پیار سے پکارا چنانچہ سورۃ مزمل و سورۃ مدثر۔ شاہد حال ہے اور آپ کے اکثر صحابہ کرام مثل اصحاب صفہ وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جمعین کو بھی یہی پسند خاطر رہا بعد ازاں اولیاء اللہ سلف نے بھی اِن کُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِیْ پر خیال کر کے اسی پوشش کا شوق رکھا چونکہ یہ لوگ بعد صحابہ کبار کے مخلوق ہیں ممتاز و حاجت والے خاص و عام تھے لہذا مردمان زمانہ ان کو صوفی اور اُن کے اعمال و افعال و اقوال کو تصوف کہنے لگے۔ یا تصوف صوف بالفتح سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں یک سو ہونا۔ اور ماسوائے اللہ سے روگردانی کرنا۔ چونکہ واصلمان حق ماسوائے اللہ سے یک سوئی و خواہشات دنیا اور حظوظ نفسانی سے روگردانی کرتے تھے۔ اس لیے ان کی عادت و احوال و اقوال و افعال کا نام تصوف رکھا۔ التَّصَوُّفُ تَصْفِیَّةُ الْحَيَاةِ عَنْ مَاسِوِیِ اللّٰهِ لَا یَا تُیُّهَا الْمَرْءُ قِیْلُ۔ اے کلمی والے ۱۲

یعنی اپنے خیالات کو غیر امد سے پاک و صاف رکھنا۔ اس کا نام تصوف ہے۔ اور یہی لوگ۔
 الْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْأَنْبِيَاءِ کے مصداق ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علوم
 ظاہری و باطنی کے جامع ہی لوگ ہیں۔ اور بعض کا قول ہے چونکہ اکثر فقراء متقی
 صوف پسند کرتے تھے۔ بسبب لباس صوف کے ان کو صوفی کہا گیا ہے۔ اور بعض نے
 کہا ہے کہ صفائے باطن کی وجہ سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے۔ لیکن اصل اسلام سے
 پہلے کچھ لوگ خانہ کعبہ کی صفائی اور جھاڑ پونچھ صوف سے کیا کرتے تھے۔ اس لیے
 وہ لوگ صوفی کے نام سے نامزد تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں
 رونق منورہ وزہونے تو ان میں سے بیالیں آدمی کی ایک جماعت مدینہ منورہ میں
 حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئی اور عرض کیا کہ ہم لوگ دنیا سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی
 میں یاد آہی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اجازت دی۔ اور انہوں نے صحرا میں استقامت
 اختیار کی اور اپنے گردہ کا نام صوفی رکھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت
 میں اس گردہ کو فیوض باطنی آپ سے حاصل ہوئے۔ چونکہ اس عہد میں جہاد کم ہو گیا
 تھا اس لیے اکثر لوگ ترقی عبادت کا مشغلہ ڈھونڈھنے لگے اور فرائض و سنن کے
 بعد نازل کو ترقی ہونے لگی اور شیوخ اور علمائے مغلین گرم رہنے لگیں ۱۲۹ھ ہجری
 میں حضرت شیخ الوان رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام جدہ طریق تصوف کو ایک سلسلہ کی
 صورت میں مرتب کر کے اس سلسلہ کا نام الوانیہ رکھا کئی لاکھ آدمی اس سلسلہ عالیہ میں
 داخل ہو گئے۔ اور اپنے ہر ایک کو علی قدر مراتب طریق مجاہدہ و مکاشفہ وغیرہ کی
 تعلیم ملتی پھر بتدریج اور سلاسل قائم ہوئے۔ بہر حال تصوف نے خدا کی توحید
 میں عجیب و غریب پسندیدہ خیالات ظاہر کیے ہیں۔ جو کم و بیش ہر ملت و مذہب میں
 پائے جاتے ہیں۔ اور اپنے اصول کو کچھپ بنانے میں بڑے بڑے و قایق
 حکیمہ سے کام لیا ہے۔ ایک بڑے فلاسفر جرنی کا قول ہے کہ خدا کی طرف کتنی
 ہی آنکھیں کیوں نہ بند کیجاویں۔ لیکن اوس کا اثر ہر جگہ موجود ہے ایک ہی
 اثر ہے جو جادات میں غیر محسوس نظر آتا ہے۔ اور حیوانات میں ناقص اولیٰ ان

میں کامل حالت کو دکھلا رہا ہے۔ یہی مسئلہ کہ خدا سب میں موجود ہے۔ بڑے بڑے جھگڑوں اور بڑے بڑے مذہبی تفرقوں کا باعث ہوا ہے۔ سب کو اس میں سمجھنا اور اس سے کسی کو غالی نہ جانتا اس وقت بھی بہت سے مذاہب کا عقیدہ ہے۔ مسکائیسنی نے بودہ مذہب میں اسی عقیدہ کی تعلیم پر بہت کچھ زور دیا ہے۔ کہتا ہے کہ ہم فنا ہوتے ہیں اور اس میں مل جاتے ہیں اور اسی کا نام غایت عیش ہے جس سے زبان۔ یعنی توجید و فنا مراد ہے یورپ میں ایروٹس نامی ایک فلاسفر نے عیسائی مذہب کا مدار بھی اسی مسئلہ پر ثابت کیا ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں خلیفہ الحاکم ثانی کے عہد میں بطرس بزرگ عیسائی اور میمونیدس یہودی کا مذہب بھی یہی تھا۔ آخر کار ایسے عقائد والوں کو رومن کیتھولک پوپوں نے برباد کر کے نکال باہر کیا۔ اور اسلام میں بھی اکثر عقائد دوسروں کے عقائد سے ملتے جلتے ہیں اور جیسے اسلام نے غیر مذاہب کو چھانا۔ ویسے ہی اسلام کے تصوف نے بھی غیر مذاہب کے عقائد کی چھان بین کر کے ایک خاص مسلک اختیار کیا ہے۔ اسپین کے اقبال مندر مسلمانوں نے جہان اور علوم و فنون میں ترقیان حاصل کیں۔ وہاں تصوف کی تحقیقات میں بھی سب سے آگے نظر آتے ہیں عقائد صوفیہ یعنی مسائل ہمہ اوست و ہمہ ازوست وغیرہ کی ترقی اول اندلس میں ہوئی ترقی جب علماء یہود و نصاریٰ و اسلام ایک جا جمع ہوئے۔ تو خواہی نخواہی ایک غلط بحث پیدا ہوا جن کو فلسفہ کی طرف توجہ تھی وہ عقائد ارسطو پسند کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہر چیز کا ایک ہی مخزج ہے۔ دنیا میں ہم جو کچھ دیکھتے ہیں سب میں ایک ہی اثر کا ظہور ہے وہی ہر چیز میں سایا ہوا ہے۔ اور ہم سب اوستی سے نکلے ہیں اور اوستی میں جا لین گے فیئرڈیک ثانی کے زمانہ میں ان عقائد کا زور اول سلی میں ہوا اور خود بادشاہ ہی ان عقائد کا معتقد ہو گیا۔ آخر کار ان کا ایسا عروج ہوا کہ اس کے اثر سے عمومیت حاصل کر لی۔ فنا فی الشیخ۔ فنا فی الرسول۔ و فنا فی اللہ۔ ان سب کا وجود فلسفہ میں موجود ہے جس کا سب سے بڑا عقیدہ یہ ہے کہ تمام عالم کا مخزج ایک ہی ہے اور اس میں سب کو جذب ہونا ہے بلکہ اب بھی ایک ایسا نامعلوم جاذب ہے کہ مغہبات کلی اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ چنانچہ علامہ حلی و علامہ نصیر الدین طوسی و صاحب صد

نے تصوف کی نسبت جو کچھ حکیمانہ خیالات ظاہر کئے ہیں ان کو صاحب مجمع البحرین نے
 علی الترتیب نقل کیا ہے۔ غرض خمس تصوف خدا کی زمین میں ہزاروں برس سے نمودار
 نظر آتا ہے اور جیسے دنیا کی آبادی میں فارس کو سب پر تقدم ہے ایسے ہی تصوف کا
 نشو و نما بھی سب سے پہلے نہیں پایا جاتا ہے اور کتب مذاہب مختلفہ سے معلوم ہوتا ہے
 کہ اس درخت طوبی کا بیج حکماء اشراقیین نے بویا اور حکماء مشائیین نے سینچا۔ اور
 فارس میں اس کا نشو و نما ہوا۔ اور مصر و یونان کی آبپاری نے شاخ و برگ پیدا کئے۔
 ہندوستان کی نسیم نے گل شکفتہ کر کے بوباس پیدا کی۔ شریعت اسلام نے خوشبو
 سونگھی متکلمین نے بہار دیکھی۔ صوفیوں نے پھل کھائے۔ بیج تو یہ ہے کہ تصوف حکیم بن کر
 آیا اور فقیر ہو کر رہا اور شہنشاہی شان بنا کر گیا۔ تصوف کا بحر ناپیدائنا شریعت کے دریائے
 ذخایں بڑی خوش آہنی اور صفائی سے موجیں مارتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ شریعت کے درخت
 میں تصوف کی قلم بڑی کاریگری سے چڑھائی گئی ہے۔ شریعت کی شاہراہ مستقیم
 سے طریقت کے راستہ کی دل غیل نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ قابل قدر فلاسفران
 کے ہاتھوں سے لگائی گئی ہے۔ طوبائے شریعت پر صوفیوں کی نغمہ سرائی۔ طایر ان
 سدرہ کی زمزمہ سنجی سے بالاتر ہے۔ خودی میں خدائی اور عیت میں بادشاہی کے
 مرنے جو صوفیوں نے لوٹے دوسروں کو خواب میں بھی نصیب نہیں ہوئے اور باوجود پابندی
 مذہب جو نکات انہوں نے بیان فرمائے ہیں کسی حکیم کے وہم و خیال میں بھی
 نہیں گذرے انتہائے شریعت آغاز تصوف ہے اور تصوف کی انتہا میں وجود شریعت
 فانی اللہ نظر آتا ہے۔ اس کے اصول پانچ میں گرسنگی۔ خاموشی۔ بیداری۔ تنہائی۔
 یاد آہی۔ اور بعض کا قول ہے کہ تصوف کے ارکان پانچ ظاہری ہیں۔ اور پانچ باطنی۔ پانچ
 ارکان ظاہری یعنی اول خدمت پیروں کی ذریعہ یاروں کی اور عاجزوں کی دوستیم۔
 پیروں سے خرقہ ارادت پہنا۔ سوکھ۔ ذکر و فکر و عبادت کرنا خلوت میں چہاڑم
 تربیت پانا پیروں کی صحبت میں بے اعتراض و بلا اختیار گامائت بیدار لغتسال
 یعنی جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں سچے شفتوت یعنی سخاوت و بذل و ایثار میں مشرقی

کرنا۔ اور ارکان باطنی یہ ہیں۔ اول علم یعنی حکام شریعت و طریقت کا جانتنا۔ دوم حکم عمل کرنا
 اخلاص و صبر و دل کے ساتھ سوچنا۔ اپنے باطن میں حال پیدا کرنا چہارم علم دل کے
 مقام میں پہنچنا پنجم حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا۔ جب تک یہ ارکان ظاہری
 و باطنی سالک کی ذات میں جمع نہیں ہوتے وہ صوفی نہیں ہوتا شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمہ
 فرماتے ہیں کہ ابتدائی تصوف علم ہے اور اوسط عمل خالص۔ اور آخر بخشش خلاق۔ علم تو مرید کی
 مراد کھوتا ہے اور عمل طلب تو فیض پر مدد کرتا ہے اور بخشش خدا امید کی غایت پر پہنچا دیتی ہے
 بنص کا قول ہے کہ صوفی اپنے دل میں سوائے خدا کے کسی کو جگہ نہیں دیتا
 جس مقام پر پہنچتا ہے اُس کی نفی کرتا ہے یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ تک پہنچ
 جاتا ہے بعض فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ ہمیشہ بغیر کسی علاقہ کے خدا تعالیٰ کے ساتھ
 ہو بعض فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ اخطونا نفسانی سے نانی
 اور اپنے مشاہدہ میں باقی کر دے اور حضرت حنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے۔
 کہ جو متواضع ہو اور جفا سے خلق کے برداشت کرنے پر ایسا بردبار ہو جیسے زمین۔ شیخ
 ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صوفیوں کے تین گروہ ہیں۔ اول۔ مرید۔
 جو اپنی مراد کو طلب کرتا ہے۔ دوسرا۔ متوسط جو آخرت کی راہ میں چلتا ہے ہمیشہ متنتہی جو
 اپنے مقصود کو پہنچ گیا ہے مرید اپنے وقت کا متوسط اور اپنے حال کا متنتہی ہے۔ اور پاس
 انفاس میں اپنے سانس کا نگہبان اور اس کو سب احوال میں فاضل جانتا ہے اور مراد کی
 طلب میں سختیاں برداشت کرتا ہے۔ مرید کا کام ہے مجاہدات میں متقام کرنا۔ یا تھا
 و عبادات میں تکلیف اٹھانا۔ صبر کی تلخی چکھنا۔ نفسانی لذتوں سے بچنا۔ متوسط سے
 منازل آداب کا مطالبہ ہے اور وہ صاحب تلوین ہے کہ اونے حال سے اعلیٰ کی طرف
 ترقی پاتا ہے اور ہمیشہ زیادتی میں ہوتا ہے۔ اس کا مقام مرادات کی طلب میں سختیاں
 اٹھانا ہے اقوال و افعال میں سچا رہنا کمال کے مقامات میں ادب برتنا۔ منتی درجہ صعود
 تمکین میں ہے ظاہر مع الخلق اور باطن مع الحق جیسے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے
 غار حرا میں تنہا گوشہ نشین رہتے تھے پھر مخلوق کے شامل ہونے لگے۔ حضرت حنید رحمہ

صوفی

اشعار صوفی

فرماتے ہیں کہ صوفیوں کے اصول پانچ ہیں ایک صوم دوم قیام شب بعبادت سوم
 اخلاص عمل بہ تقرب الی اللہ چہارم رعایت اعمال اور کسی رکن میں خدا سے غافل نہ ہونا
 پنجم معشوق۔ شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذہب کے لیے
 ظاہر و باطن ہے۔ ظاہر تو یہ ہے کہ خلق خدا سے ادب برتنے اور باطن یہ ہے
 کہ کل اصول و مقامات میں اللہ کے ساتھ ہو۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی شخص کو
 نماز میں لعب یعنی بیہودہ حرکت کرتے دیکھا فرمایا کہ اگر اس کا دل خواشع ہوتا۔ تو نماز میں
 اس کے اعضا بھی خواشع ہوتے۔ صاحب مصباح الہدایہ فرماتے ہیں کہ صوفیوں سے
 مراد واسل و کامل ہے اور قرآن مجید میں مقربین اور سابقین انہیں لوگوں سے مراد
 ہے نہ وہ جماعت کہ بجز واسم و رسم و دوسروں سے متمیز اور مخصوص ہوں۔ بلکہ اصحاب حقیقت
 صوفی اس کو کہتے ہیں جو بدرجہ مقربین حضرت تقدس و تعالیٰ اور بہ صفت کمال سابقین
 پہنچا ہو۔ خواہ وہ کسی رسم و صوفیہ کرام ہو یا نہ ہو۔ اور عوام الناس اس کو صوفی کہتے ہیں
 جو مترسم بہ رسم صوفیہ کرام ہو اگرچہ اہل حقیقت سے نہ ہو البتہ جو کہ وہ خاص جو دور سنی
 صوفیوں کو صوفی نہیں بلکہ مشبہ کہتے ہیں صاحب مجمع سلوک فرماتے ہیں کہ صوفی
 وہ ہے جو اپنے آپ سے فانی اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو اور متصوف وہ ہے
 کہ اس درجہ کو مجاہدہ میں طلب کرے اور حصول جاہ اور حظ و نیا کے واسطے صوفیوں
 کی سنی صورت بنائے اور صوفیوں کے کام اور معنی سے خالی ہو۔ حضرت قشیری حضرت
 جلیلیہ سے روایت کرتے ہیں کہ التَّصَوُّفُ اَنْ يَكُنَّ نِيَّتُكَ الْحَيُّ عَنكَ وَحَيِّكَ بِہ یعنی
 تصوف وہ ہے کہ اللہ تجھ کو تیرے نفس سے مار دے اور اپنے ساتھ زندہ کرے یعنی
 بخود فانی و بحق باقی۔ اور ولی کی بھی یہی تعریف ہے پس صوفی اور ولی اور تصوف و ولایت
 شے واحد ہونی اور جمہور اہل اللہ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ ولایت سے تصوف مراد
 خاص ہے۔ اور بعض کے نزدیک تصوف یہ ہے کہ دل کی حفاظت غیر سے کرے
 اور حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر فرماتے ہیں کہ سات سو مشایخ طریقت نے ماہیت
 تصوف بیان کی ہے ان سب میں بہتر قول یہ ہے اَلتَّصَوُّفُ صَرْفُ الْوَقْتِ بِمَا

هُوَ اَوَّلٰی بِہ یعنی تصوف وقت کا صرف کرنا ہے اوس چیز میں جو اوس کیلئے بہتر ہے۔ صوفی فقیر و زاہد کی تعریف میں بھی قول مختلف ہیں بعض کا قول ہے کہ صوفی تارک الاشیاء عیوض موعود کے واسطے نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے وقت میں خوش ہوتا ہے اور صوفی خدا تعالیٰ کے ارادہ سے قائم بہ اشیا ہوتا ہے نہ اپنے ارادے سے۔ پس صورت فقر و غنا میں کوئی فضیلت نہیں دیکھتا اور فقر و تصوف میں بہت فرق ہے اس لیے کہ فقیر اشیا میں بخود قائم اور بارادہ خود واقف ہے برخلاف صوفی کے کہ وہ بمراد خود خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ کس طرح رہتے ہیں۔ کہا کہ جیسے وہ رکھتا ہو۔ کہا کیسے رکھتا ہو؟ جواب دیا کہ جس طرح وہ چاہتا ہو۔ کہا کس طرح چاہتا ہے۔ کہا کہ مجھ کو اسکی چاہ سے کیا مطلب حضرت سلطان العارفين بايزيد بسطامي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال یہ کہتا رہا کہ الہی ایسا کرو یا کر جب اقل مرتبہ معرفت میں پہنچا تو میں نے کہا خدایا تو میرا ہوا اور جو چاہے سو کر۔ یہ علم شریف فقیر و زاہد کے پاس نہیں پایا جاتا اس لیے کہ زاہد بزرگ کو انفس جانتا ہے اور اخذ کو بیع۔ اور یہی حال فقیر کا ہے حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ اگر مجھ کو بہشت و دوزخ پرخت یا دین تو میں دوزخ اختیار کروں کیونکہ بہشت میرے نفس کی مراد ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے بخلاف فقیر و زاہد کے کہ وہ صفت میں تمیز نہیں کرتے بلکہ اُس چیز کو اختیار کرتے ہیں جو بزرگ کو برہم ہے اور دنیا کے دہندوں سے بچے۔ فقر اور زہد کی حقیقت ایک خاص وصف ہے جو صوفی کی حالت کے لیے لازم ہے مگر صوفی کا مرتبہ زہد میں زاہد کے مرتبہ سے بہتر ہے کہ خط انفس صوفی سے دور ہے۔ اَللّٰہُ تَبَّاحًا اَہْلًا عَلٰی اَہْلِ الْاٰخِرَةِ وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰی اَہْلِ الدُّنْیَا وَہَا حَرَامٌ عَلٰی اَہْلِ الدُّنْیَا حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ فقر اور چیر ہے اور تصوف اور چیر۔ فقر کی نہایت تصوف کی بدایت ہے اسی طرح زہد اور ہے اور فقر اور۔ فقر صرف محتاج کی اور نہ ہونے کو کہتے ہیں بلکہ فقر محمود ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اوس کی بانٹ پر رضی ہو اسی طرح صوفی اور ہے اور ملامتی اور صوفی وہ ہے کہ مخلوق میں مشغول نہیں ہوتا اور ان کے رد و قبول کی پرواہ

نہیں کرتا اور ملا متی وہ ہے کہ اپنی نیکی کو دکھاتا نہیں اور بدی کو چھپاتا نہیں مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ اہل شام تصوف اور فقہ میں کچھ فرق نہیں کرتے اور اس آیت سے تمسک کرتے ہیں لِفَقْرَةِ اِءِ الَّذِیْنَ اُحْضِرُوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۝ حالانکہ یہ سب اہل تصوف تھے۔ اور اسم صوفی کا اطلاق اہل معرفت کے ساتھ اس لیے ہے کہ اکثر مشائخ قدما دنیا کے تعطل و زہد و غیر اقتداے انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے لباس صوف پہنتے تھے اور ایک دوسرے کو صوفی کہتے تھے۔ فقیر کے معنی محتاج کے ہیں اور فقیر بمعنی محتاجی یعنی ماسوائے اللہ میں سے کوئی چیز اس کے پاس نہیں اور بجز خدا کسی کو دوست نہیں رکھتا دنیا و آخرت دونوں کو اللہ تعالیٰ پر قربان کر دیتا ہے۔ پس ذات کے سوا کسی سے سروکار نہیں رکھتا اسکی ذات کا محتاج اور اسی کی ذات کی محتاجی رکھتا ہے اور جس وقت ذاتِ خدا میں فانی ہوتا ہے تو حجابِ بندگی اور خدائی کام رفع ہو جاتا ہے۔ سلطان الاتقیاء تاج الاولیاء سید الاصفیاء ابن المصطفیٰ والمرحۃ فیہ فرحت دل فاطمہ زہرا جگر گوشہ حسن المجتبیٰ و حسین شہید کہ بلا محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی سید عید القادر جیلانی سلام اللہ تعالیٰ علیہم جمیع اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ متصوف وہ ہے جو صوفی بننے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی مشقت سے صوفی بنتا ہے اور صوفیانہ لباس پہنتا ہے اسی لیے وہ متصوف کہلاتا ہے جیسے قمیص پہننے کے لیے لفظ تَقَشَّصُ اور دامن پہننے کیلئے لفظ تَدْرَعُ بولتے ہیں اسی طرح جو شخص زہد میں آیا اس کو مُتَزَهِّد کہتے ہیں جب وہ اپنے زہد میں منتہی ہوا تو سب چیزیں اس کی دشمن ہو گئیں اور وہ اُن سے فانی ہوا پس ہر ایک نے اپنے یار کو چھوڑ دیا اُس وقت وہ شخص زہاد کہلاتا ہے اور اس کے لیے بے خواہش ہر چیز موجود ہوتی ہے اور اُن چیزوں سے نہ اُسے محبت ہوتی ہے نہ بغض بلکہ خدائے تعالیٰ کی فرمان برداری اور اس میں فعلِ خدا کا انتظار کرتا ہے اس کو متصوف کہتے ہیں اور جب اس معنی سے موصوف ہوتا ہے تب صوفی ہوتا ہے پس لفظ صوفی ماخوذ مصافات سے ہے بمعنی پاکی یعنی وہ بندہ کہ حق تعالیٰ نے اس کو نفس

کی آفتون اور برائیوں سے پاک کر دیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ تصوف یہ ہے کہ خدا کے ساتھ سجائی اور خلقت کے ساتھ نگوئی کرے۔ اور فرق متصوف اور صوفی میں یہ ہے کہ متصوف مبتدی ہے اور صوفی منہتی متصوف نے وصال کا راستہ شروع کیا ہے اور صوفی راہ کو قطع کر چکا ہے اور جس کی طرف قطع وصل ہے اس کے پاس پہنچ گیا ہے صوفی سب بھاری اور ہلکے بوجھ کو اٹھا چکا ہے اور متصوف باندہ بوندہ کے اٹھانے والا ہے لیکن جب اُس نے اٹھایا اور نفس کو مار دیا اور خواہشوں کو مٹا دیا امیدوں کی ستیا ناس کر دیا تو اس کا نام صوفی رکھا گیا اور حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرید متصوف اپنی خواہشات و ہوا کے نفس و شیطان و خلق و پروردگار و دنیا و آخرت کو فریب دینا ہے اور عبادت خدا کے لیے مخصوص کرتا ہے واسطے جدا ہونے شش جہات کے تمام اشیاء سے اور اُن سے ترک عمل کرنا اور ان کی موافقت سے دل کو جدا کرنا اور دل کو اُن کی محبت سے جدا رکھنا اور دنیا کو ترک کرنا اور شیطان کی مخالفت کرنا ہے اور مفارقت کرنا تمام خلقت خدا سے بموجب حکم خدا کے عزوجل بغرض طلب آخرت پھر اپنے نفس کو مجاہدہ میں ڈالتا ہے اور آخرت سے اور جو کچھ کہ آمادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے دوستوں کے لیے مفارقت کرتا ہے پھر باہر آتا ہے کہ اُن سے اور صاف ہوتا ہے احداث سے اور پاک ہوتا ہے خاص خدا کے واسطے پھر جدا ہو جاتے ہیں تمام علایق و اسباب و اولاد و اہل اور بند ہو جاتے ہیں اس سے تمام اطراف اور کھل جاتے ہیں تمام جہات کی طرفین اور تمام دروں کے دروازے اور وہ رضا ہے بمقتضائے پروردگار۔ اور کام کرتا ہے اس میں اُس کا جو دال ہے ماضی و استقبال کا اور خبر دے اسرار خفیات سے اور پھر وہ دروازہ کھل جاتا ہے جس کا نام ہے باب قربت اس بادشاہ کا جو نیک جزا دہندہ ہے پھر نشست گاہ انس کی طرف بلند کیا جاتا ہے پھر بیٹھتا ہے کرسی توحید پر اور اٹھائے جاتے ہیں اُس سے حجاب اور داخل ہوتا ہے دار فردانیت میں اور اس کو مشکف ہوتا ہے جلال و عظمت پروردگار۔ اور جب نظر جلال و عظمت پر پڑتی ہے تو بے ہستی خود باقی رہتا ہے

اور اپنے نفس و صفات و بازگشت و قوت و حرکت و ارادہ و آرزوئے دنیا و آخرت

باز رہتا ہے پھر ہو جاتا ہے اس ظرف بلور کی مانند جو صاف پانی سے بھر ہو۔ اور

اس میں ہر چیز صاف ظاہر نظر آئے پس حکم نہیں کرتی اُس پر بجز تقدرِ حق اور موجود نہیں

رہتا اُس کو غیر حق پس وہ فانی ہے از خود و از بہر خود اور موجود ہے بہ امر مولائے خود و از بہر

چاہتا خلوت کو اس لیے کہ خلوت واسطے موجود کے ہے خاص خدا کے لیے پس

وہ بچہ کے مانند ہے کہ اگر کوئی کچھ نہ کہلائے تو نہیں کھاتا اور اگر کوئی کچھ نہ پہنائے

تو نہیں پہنتا پس اُس نے اپنے سر کو دیدیا اور سپرد کر دیا اوس وقت اس آیت کے مصداق

ہو جاتا ہے کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی ثَقُلَتْ مَوَازِئُ الْيَمِينِ وَذَاتُ الشِّمَالِ مگر باوجود موجودگی جسم

درمیان آفرینش حق کے کہ در اعمال و اسرار و خواہر و پوشیدگیوں اور نیتوں سے جدا

ہے پس اس وقت اس کل نام صوفی اس لیے رکھا جاتا ہے کہ وہ صاف کیا گیا ہے تکرار

خلایق سے۔ تَحَنَّنَ اللَّهُ عَلَیْ صُفْوٰتٍ۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللَّهِ یُؤْتِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ

الْعَظِیْمُ۔ ان بیانات سے ثابت ہوا کہ تصوف کے چار درجہ ہیں۔ شریعت طریقت

نیقت۔ معرفت۔ چنانچہ امام محمد مغرالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان چار مراتب کو

اسے مثال دی ہے یعنی جیسے اخروٹ کے چار درجہ ہیں پوست۔ استخوان۔ مغز۔

روغن۔ اسی طرح تصوف کے بھی چار مراتب ہیں شریعت پوست ہے طریقت استخوان۔

حقیقت مغز معرفت روغن اگر پوست نہ ہو تو استخوان کا پیدا ہونا محال ہے اور استخوان

نہ ہو تو مغز کہاں اور جب مغز ہی نہیں تو روغن کجا پس تصوف ایک درخت ہے جس

سے سب شاخ طریقت اور پھول حقیقت اور پھل معرفت بہر حال شریعت

اصل اصول تصوف ہے بغیر شریعت تصوف حاصل نہیں ہو سکتا عالم باطنی قسم کے ہیں

یعنی عالم دنیا عالم شریعت۔ عالم طریقت۔ عالم حقیقت۔ عالم معرفت۔ عالم دنیا وہ جو

کہ بجز بغض و نفاق کی دستار سر پہ ہو اور کفر اکفر اکفر بگ بغل میں اور علم دین کے

ذریعہ سے دنیا حاصل کرے یہ دنیا کے کتے ہیں الدُّنْیَا جِیفَةٌ وَطَالِبُهَا کَلَابٌ یعنی

دنیا مردار ہے اور اوس کے طلب کرنے والے کتے ہیں یعنی وہ دنیا جو غیر مشروع

طور پر حاصل کی جائے وہ حیفہ ہے اور اس کے طالب گتے ہیں ورنہ جو پاک دُنیا ہے وہ
 مَنَازَعَةُ الْاٰخِرَةِ ہے عالم شریعت وہ ہے کہ بعد حصول علم و بینات کے مسائل
 بچوڑ و کالجوڑ کے جھگڑے میں گرفتار نہ ہو اور مدعی کو علم کلام کے ذریعہ
 کرے ان کو علمائے ظواہر کہتے ہیں ان کی مثال اخروٹ کے پوست کی سی ہے
 یعنی زائد خشک عالم طریقت وہ ہے جو ان علمائے کٹر کے الگ ہو اور جامہ تقاضا
 بن کر مجاہدہ نفس پر کمر باندھی وصلیٰ میں داخل ہوا لیکن ابھی انانیت باقی ہے کہ گناہگار
 سے بھاگتا ہے اور غیر شرع سے نفرت کرتا ہے یہ نفرت دلیل اس بات کی ہے کہ
 اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ طریقت میں پہلا قدم ورنہ اور انانیت
 مٹانا ہے مثال اس کی استخوان کی ہے اب مغز پیدا ہونے کا یقین ہوا عالم
 حقیقت وہ ہے کہ رہبر کمال کے وسیلہ سے طریقت سے حقیقت میں آوے۔
 اس وقت جملہ مخلوقات کو اپنے آپ سے بہتر و افضل جانتا ہے یہ مرتبہ مغز کا ہے یعنی
 ابراہیم میں پہنچا اور پرمغز ہوا عالم معرفت وہ ہے کہ حقیقت سے مقام معرفت
 میں پہنچے یہاں نہ کچھ برا ہے نہ بھلا سب درجہ مساوات میں ہیں یعنی اس مقام میں
 اسرار مشیت سے واقف ہو کر ابراہیم سے مقررین میں داخل ہوتا ہے اور مقام قرب
 حاصل کرتا ہے یہ مثال روغن کی ہے اس طریق کو راہ سلوک و تصوف کہتے ہیں
 اور ایسے عالم کو صوفی و عالم ربانی و وارث انبیاء و خلیفۃ اللہ و قطب مدار و قطب الاقطاب
 کہتے ہیں جب تک تصوف کے یہ چار مراتب کماحقہ حاصل نہیں کرتے تصوفی نہیں کہلاتا
 و اگر کسی کو مثلاً مغز یا روغن کھلا نکال لیا گیا بقول سعدی علیہ الرحمۃ - ۶ - ابلہ اند
 خرابہ یافتہ گنج کا مضمون ہو جائے تو وہ بے بھاگو اٹھائی گیرہ رندہ کھلایگا اور ہر شخص
 یہی کہیگا کہ معلوم نہیں یہ شخص کس کا مال چرالا ہے اگرچہ اس وقت وہ مالدار و دولت مند
 ہو گیا ہے لیکن قابل اعتبار نہیں ہاں خود کھا و چدین اڑاؤ یہ نہیں ہو سکتا کہ نامی نجیب
 صاحب وقار و گرامی و کاندار یا عطار نامدار ہو کہ جو چاہو سو موجود ہے یہ مرتبہ صوفی کا ہے
 ہر ایک اس کے لائق نہیں ہے سلوک لضمین راہ رفتن و در تمام امور نیک

رہی ختمسار کردن عیطلاح صوفیہ کرام میں اس کے معنی طلب تقرب حق ہو
یہ ایک علم شریف ہے کہ جس کا طالب دل ہے نہ زبان یہ وہ صراط پریم ہے کہ جس کا
سالک قلب ہے نہ پائو۔ اسی کا نام علم قلب و حکمت و فقر و علم باطن ہے اسی کے مقامات
کا نام شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت ہے اسی علم کے ابواب کا نام طالب و
عشق و عرفان و توحید و استغنا و فنا و بقا ہے اسی علم کے حصول کو تذکرہ و تصور و تفکر
و استغراق و سکارت و بیاداری و خوشی و محبت و صحت و حیرت کہتے ہیں اسی علم سے
اپنی شناخت اور عرفان الہی ہوتا ہے اسی علم کے فاضل کو سالک و صوفی و فقیر
و انسان کامل کہتے ہیں یہ علم شریف عزیز الوجود ہے لہذا قال علیہ السلام مَا أَنْزَلَ اللَّهُ
شَيْئًا أَقَلَّ مِنَ الْيَقِينِ وَلَا فَتَنَ بَيْنَ النَّاسِ أَقَلَّ مِنَ الْحِكْمَةِ یعنی اللہ تعالیٰ نے
کوئی چیز یقین سے کم نہیں اتاری اور نہ کوئی چیز لوگوں میں حکمت یعنی معرفت سے کم تقسیم
کی ہے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس علم کی کچھ فضیلت اور صاحب علم کی تعریف
اور ان کی صحبت کی بزرگیان بیان کی جائیں تاکہ اہل دنیا کو اس کے حصول کا شوق پیدا
ہو اور خواہشات نفسانی کو ترک کر کے اپنی جان و مال کو محبوب حقیقی کی طلب و تلاش
میں صرف کریں اور معشوق ازل کے شوق ویدار میں مسرور و شاد کام رہیں۔

بیان سویم علم تصوف کی فضیلت میں

پہلے اس سے کہ میں فضیلت تصوف و صوفی و صحبت فقر میں کچھ بیان کر دوں یہ بات
بیان کرنا ضرور ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم و علماء کی بہت فضیلت بیان
فرمائی ہے بہت احادیث اس باب میں مروی ہیں لکھا قال علیہ السلام فَضِيلَةُ الْعُلَمَاءِ
عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنٰكُمْ یعنی فضیلت عالم کی عابد پر اسی ہے جیسے فضیلت
میری تم میں سے اونے آدمی پر اہل تصوف فرماتے ہیں کہ یہاں عالم علم معرفت مراد

۱۔ یہ حدیث ابن عبد البر نے بروایت معاذ بیان کی ہے۔

ہے نہ محض عالم علم رسمی پس ہر ایک علم کا عالم اس فضیلت کا دعوے دار ہے اس
 بائے میں ہم کو کوئی ایسی معیار و میزان مقرر کرنا چاہیے جس سے ہر شخص صلی اللہ علیہ
 وسلم کا اصل منشأ معلوم ہو جائے کہ وہ کونسا علم و عالم ہے جس کو سب علم و علمار پر
 فضیلت و برتری ہے اور اس کو عقل سلیم بھی تسلیم کرے پس ہم اسی غرض کے لیے
 ایک میزان قائم کرتے ہیں جس سے منشأ رسول خدا صلعم ظاہر ہو۔ وہ میزان یہ ہو
 کہ جمیع علوم میں سے جس علم کا معلوم باقی علوم کی معلومات پر فضیلت رکھتا ہو اسی
 قدر وہ علم اور اس کا عالم باقی اور علوم اور ان کے علمار پر فضل ہوگا اس معیار سے پورا
 پورا معلوم ہو جائیگا کہ رسول علیہ السلام نے کس علم و عالم کی فضیلت بیان فرمائی ہے
 یہ بات ظاہر ہے کہ سب فضل و برتری ذات باری تعالیٰ اعز اسمہ ہے تو جس علم
 سے اس ذات کا عرفان ہو وہ علم اور اس کا عالم باقی سب علوم و علمار سے فضل ہوگا
 اور وہ علم علم معرفت ذات الہی ہے جس کو تصوف و فقر کہتے ہیں اور اس کے عالم کو
 عارف و فقیہ و صوفی۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے علم معرفت و عارف کی
 فضیلت بیان فرمائی ہے اور نیز سب علوم ظاہری ہیں جن میں علم دین بھی شامل ہے
 اور صرف معرفت ہی علم باطن ہے اور باطن کو ظاہر پر تقدم ذاتی ہے ذات الہی
 بطون سے ظہور میں جلوہ گر ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ علم معرفت فضیلت میں سب علوم
 سے اول درجہ پر ہے اور علم دین یعنی شریعت دوم درجہ پر اور باقی اور علوم اور علمار
 کی فضیلت اسی میزان کے ذریعہ سے درجہ بدرجہ معلوم ہو سکتی ہے چنانچہ
 حضرت امام محمد غوثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمیع علوم معارف علم معرفت ذات
 الہی کے خادم ہیں اور علم معرفت ذات الہی سب سے افضل ہے حدیث شریف
 مذکورہ میں جو فضیلت عالم کی عابد پر آئی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا علم
 ایسا ہو جس کا نفع عام ہو پس ایسا علم البتہ کسی خاص عبادت کنندہ پر افضل ہوگا ورنہ
 اس کا علم اگر عمل سے قاصر ہے تو یہ عالم محض علم کی وجہ سے افضل نہیں ہو سکتا پس
 اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عارف ذات الہی جمیع علمائے ظواہر سے افضل ہے

اور جو علم جس قدر معرفت الہی کے قریب ہے اسی قدر اس کی فضیلت باقی اور علوم و علماء پر ہے اور عرش الہی کی یہ چار سیڑھیاں ہیں جو نہایت بلند اور دشوار گذار ہیں۔ اول شریعت۔ دوم طریقت۔ سوم حقیقت۔ چارم معرفت۔ جو پہلی سیڑھی یعنی شریعت سے لغزش نہ کھا کر گھرے گا قعر جنم میں پہنچے گا اس کے محافظ اور طریق موصول الی المطلب کے راہ نما علمائے دین متین ہیں جو باعمل و باخلاص ہوں اور باقی تینوں سیڑھیوں کا محافظ و پیر کامل ہے جو طالب صادق کو اس قنطرہ سخنناک سے بھفاظت تمام سلامت لے جا کر عرش برین عرفان پہنچا دیتا ہے انہیں صوفیوں کی شان میں ہے

عَلَمَاءُ اَقْبَتِ مَا بَيْنَهُمَا بَنِي اِسْرَآئِیْلَ حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم بے عمل عقیم یعنی بانجہ ہے اور عمل بے علم بیمار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں طَلَبُ الْعِلْمِ قَبْلُ تَحِيَّةٍ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ یعنی علم کا طلب کرنا مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ یعنی علم دین و معرفت۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اَخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةٌ یعنی علماء کا اختلاف رحمت ہے۔ ایک عارف سے پوچھا گیا کہ وہ کون سے عالم ہیں جن کا اختلاف رحمت ہے کہا وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ سے سنہ لیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور صحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کوشش کرتے ہیں اور ان علماء کے تین گروہ ہیں۔ اصحاب حدیث۔ فقہاء۔ علمائے صوفیہ۔ حدیث تو وہ ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر حدیث سے چمٹے ہوئے ہیں کہ حدیث دین کی بنیاد ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا یعنی جو تم کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔ اصحاب حدیث حدیث کے سماع و نقل و تالیف اور صحیح کو موضوع ضعیف سے جدا کرنے میں مشغول ہوئے یہ لوگ دین کے نگہبان ہیں۔ راقم کہتا ہے کہ یہ کام تو علمائے سلف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر ختم ہو چکا ہو ہمارے زمانے کے علماء کو بجز بحث و جدال اور کھیر ہمدگر کے کوئی مشغلہ باقی نہیں رہا اعمال صالح و خلاق محمدی لے پل و پیڑھی۔ لے یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے

کی ان حضرات کو ضرورت ہی نہیں اسلاف کے قصے ان کے فحسے واسطے کافی
 میں فقہاء۔ اگرچہ اصحاب حدیث سے علم کو لیتے ہیں لیکن اس گروہ سے بہتر ہیں کیونکہ
 یہ لوگ سمجھ بوجھ معنی کی ان سے زیادہ اور اچھی رکھتے ہیں اور حدیث کی دلالت سے
 مسائل کو استنباط کرتے ہیں اور نظر تعمق سے غور کے ساتھ احکام و حدود کی ترتیب دیتے
 ہیں اور ناسخ و منسوخ و مطلق و مقید و محل و مفسر و خاص و عام و محکم و متشابہ میں تمیز کرتے
 ہیں سو یہ لوگ دین کے حاکم و نشان ہیں اور صوفیہ کرام نے ان لوگوں کا مذہب اختیار کیا
 ہے جو فقہ و حدیث کے جامع ہیں اور فروع میں جو علماء کا اختلاف ہے اس کا انکار نہیں
 کرتے اور وہ دونوں فریق سے ان علوم و رسوم کو لیتے ہیں جو معصوب سے دور اور کتاب
 و سنت و اجماع کے موافق ہوں صوفیہ میں سے جو حضرات علم فقہ پر عادی نہیں ہیں وہ
 احکام شرع اور حدود دین میں فقہاء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔
 یہ بھی اتفاق کرتے ہیں اور جس میں اختلاف ہے اس میں قول بہتر اور مرجع کو یا جس
 میں احتیاط زیادہ ہو اختیار کرتے ہیں ان کا یہ مذہب نہیں کہ خواہی نخواستہ ہی بعید
 ماہلین و ہونددین اور شہوت کو اختیار کریں ان علوم کے سوا جن کا ذکر ہوا صوفیہ میں علوم
 عالیہ و اصول شریعہ اور بھی ہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مرجع البحرین میں لکھتے
 ہیں کہ راہ راست وہ ہے کہ عقل کو نقل کے تابع کریں عقل پر اعتماد کلی نہ کریں محبت سے
 پیش نہ آئیں بلکہ اس بارہ میں غلامی اور انقیاد و تسلیم کو اختیار کریں ۵

ازبان تانہ کردن باقرار نو | نہ انگیزتن علت اذکار تو

اور یہ صفت اہل سنت و جماعت کے مذہب میں موجود ہے تمام ائمہ دین و مشائخ
 طریقت جن کا ذکر صفحات روزگار پر مسطور ہے اسی مذہب پر مستقل ہے میں اور
 اسی اعتقاد پر گزرے ہیں اور کتب مشائخ میں جہاں انہوں نے اپنے عقاید بیان
 فرمائے ہیں وہاں یہ بھی اعتقادات نظر آتے ہیں اور کوئی شخص ارباب بدعت و
 اہل ہوا سے مقام قرب کو نہیں پہنچا مشائخ فرماتے ہیں کہ ظلمت بدعت کا جو و
 مانع نور ولایت و ہدایت ہے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ طریقہ تصوف مذہب اہل سنت

و جماعت کے خلاف ہے اور فرقہ صوفیہ اس فرقہ کے سوا ہے یا دوسرا فرقہ ہے جو کچھ اعمال و اخلاق و احوال و مقامات و مواجید و اذواق و نکات و اشارات و سائر کمالات سے ان کو حصہ ملا ہے دوسرے کسی فرقہ کو نہیں ملا شیخ جلال الدین سیوطی کہ اعظم علمائے متاخرین حدیث میں سے ہیں اپنے اعتقادات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرا اعتقاد ہے کہ طریق حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا صراط مستقیم ہے حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالابدمنہ کے آخر میں بعد بیان مسائل شریعیہ کتاب الاحسان و التقرب میں لکھتے ہیں۔ ہدایہ اللہ تعالیٰ این ہمہ کہ گفتہ شد صورت ایمان و اسلام و شریعت است و مغز و حقیقت آن در خدمت درویشان باید جست و خیال نباید کرد کہ حقیقت خلاف شریعت است کہ این سخن جہل و کفر است بلکہ ہمین شریعت است کہ در خدمت درویشان رنگ و بھر پیدا میکنند چون قلب از تعلق جسم و علم کہ با سوائے اللہ داشت پاک شود و زایل نفس بر طرف گشتہ نفس مطہیہ شود و اخلاص ہم رساند دور رکعت او بہتر از یک رکعت دیگران باشد چھنیں صوم او صدقہ اور رسول علیہ السلام فرمود کہ اگر شامش کوہ احد زرد رازہ خدا نخرج کنید برابر یک سیر یا نیم سیر جو نباشد کہ صحابہ در راہ خدا دادہ اند این از جہت قوت ایمان و اخلاص شان است و نور باطن پیغمبر صلعم را از سینہ درویشان باید جست و بدان نور سینہ خود را روشن باید کرد تا ہر خیر و شرف بر است صحیحہ دریافت شود۔ ولی در قرآن شریف متقی را فرمودہ و در حدیث علامت اولیاء اللہ را فرمودہ کہ از صحبت او خدایا و آید یعنی محبت دنیاد صحبت او کم شود و محبت حق زیادہ گردد مولائے رحم رحمۃ اللہ علیہ می فرمایند

و انکہ با حق اند جو مطلق اند
او برین در نیست نقش پردہ است
ہست و ایم از خدایش کار رست
او حقیر و ابلہ و بے خیر شد

پس گدایاں آئینہ جو حق اند
و انکہ جز این ہست او خود مردہ است
لیک ویشے کہ او تشنہ خدا است
لیک ویشے کہ تشنہ غیر شد

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ مُنْقِذُ مِنَ الضَّلَالِ میں لکھتے ہیں کہ جب میں علوم مشہورہ کی تحصیل و تکمیل سے فارغ ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہوا اور ہر ایک مذہب کی چھان بین کرتا رہا آخر کار تصوف کی طرف متوجہ ہوا اور اس طریق کی کتابیں دیکھنی شروع کیں اور اسی طریق پر چلنا اختیار کیا اور ترک تعلق کیلئے دس سال تک خلوت و مجاہدہ و مشاغلہ کرتا رہا اثنا خلوت میں مجھ پر ایسے امور کا انکشاف ہوا جن کو احاطہ محدود و حساب میں لانا ناممکن ہے چنانچہ مجھ کو یقینی طور سے معلوم ہو گیا کہ صرف علمائے صوفیہ سالکان راہ خدا میں ان کی سیرت سب سیرتوں سے عمدہ ان کا طریق سب طریقوں سے سیدھا ان کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں اگر تمام عقلا کی عقل اور سائے حکما کی حکمت اور جملہ علماء کا علم جو اسرارِ شرع سے واقف ہیں جمع کیا جائے کہ علمائے صوفیہ کی سیرت و اخلاق کی اصلاح کر سکیں اور حالت موجودہ سے بہتر بنادیں تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے تمام حرکات و سکنات ظاہر و باطن نور شمع نبوت سے منور ہیں اور سوائے نور نبوت کے تمام روئے زمین پر کوئی نور ایسا نہیں ہے جسکی روشنی قابل طلب ہو مثلاً سالک طریقت کے حالات میں سے ایک حالت طہارت ہے جسکی اول شرط یہ ہے کہ قلب کو ماسوائے اللہ سے پورے طور پر پاک کرنا اور فنا فی اللہ ہو جائے حقیقت یہ اس طریق کا پہلا درجہ ہے۔

اکثر آیات و حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ علم حکمت سے کوئی علم بہتر و افضل نہیں تھا قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی اِذَا مَاتَ الْحَكَمَةُ مَن تَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا یعنی اللہ تعالیٰ علم حکمت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے اور جسکو حکمت ملی بہت خوبی ملی یہاں حکمت سے مراد علم قلب ہے یعنی توجید و معرفت الہی جسکو فقر کہتے ہیں۔ اور مخاطب وہ لوگ ہیں جن کو یہ حکمت عطا ہوئی۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِذْعُرُّوا اِلٰی سَبِيلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۚ یعنی بلا لے کر

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی راہ پر ساتھ حکمت اور نصیحت نیک کے اور جھگڑہ کران سے اس چیز میں کہ وہ بہت بہتر ہے حکمت کے لغوی معنی راز اور ہید کے ہیں چونکہ اس علم سے راز انسانی اور سرسبحانی کھلتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس علم کو بہ لفظ حکمت ارشاد فرمایا۔ اور تفسیر حسینی اور جواسہر التفسیر و مصوص الحکم میں حکمت کو نفی شرک و شناخت توحید و معرفت الہی لکھا ہے اور تفسیر بحر الحقائق میں نور معرفت و فوائد السلوک میں زردبان معرفت لکھا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ یَعْنِی اور البتہ وہی ہم نے لقمان کو حکمت یعنی نفی شرک و شناخت توحید و معرفت الہی قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً مِنْ الْحِكْمَةِ تَعْلَمُهَا الرَّجُلُ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکمت کا ایک کلمہ اگر آدمی سیکھے تو اُس کے حق میں دُنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور

۱۔ حکمت اصطلاح میں دانائی و درست کرداری کو کہتے ہیں اور نام ایک علم کا جو جس میں احوال شہار موجودات خارجیہ میں بحث کی جاتی ہے جس کا نفس الامری بقدر طاقات بشری ہے۔ اسکی تین قسمیں ہیں طبی۔ ریاضی۔ آسمانی طبی ایک علم ہے کہ بحث کی جاتی ہے اُن امور سے جو کہ نقل و جو خارجیہ میں مادہ کی طرف متعلق ہوں مثلاً آب و ہوا اور دیگر اجسام بسیطہ مرکبہ ریاضی وہ علم ہے کہ جس میں بحث کی جاتی ہے ایسے امور سے جو کہ نقطہ وجود خارجی میں محتاج بسبب مادہ ہوں چنانچہ مقدار عدد و خاص کہ جو جوہر مادیات میں سے ہیں مطلق عدد کیونکہ بعض عدد مطلق موجود فی الخالی بنج بغیر مادہ کے ہیں جیسے عقول عشرہ اور علم آسمانی ایک علم ہے کہ میں بحث کی جاتی ہے ایسے امور سے جو کہ وجود خارجی نفع و دونوں میں محتاج بسبب مادہ نہ ہوں مثلاً وجود باری تعالیٰ و عقول۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ حکمت کی دو قسمیں ہیں ایک علمی و دوم عملی علمی یہ جو کہ جس میں تصور بارین موجودات کا ہوا اور اُسی کو نظری بھی کہتے ہیں اور حکمت عملی یہ جو کہ جس میں عمل ہو۔ مارت حرکات و ممرات و صناعات کا اور حکمت نظری کی ہئی تین قسمیں ہیں اول علم مابعد الطبیعیات۔ دوم ریاضی۔ سوم طبی اصول علم مابعد الطبیعیات و ہیں ایک علم الہی دوم علم فلسفہ۔ اول چند فرع پر ہے معرفت۔ نبوت۔ وحی۔ امامت۔ وحوال معاد۔ اور اصول ریاضی تین ہیں علم ہندسہ علم عدد علم موسیقی اور اسکی فروع علم مناظرہ و مریا و علم جہت و قیاس و علم طبیعی آسمانی و علم کون علم آثار و علم طبی علم معاون علم نباتات علم حیوانات علم نفس اور فرج اسکے علم طب علم حکام نجوم علم فلاحات و قیود ہیں اور علم منطق حکمت نظری کے تحت میں جو اور حکمت نظری کی تین قسمیں ہیں اول تہذیب اخلاق و دوم تدبیر منازل سوم سیاست مدن فقط ۱۷ پت ۱۷

۱۸ اس حدیث کہ امام بخاری اور مسلم نے سیل بن سعد سے روایت کیا ہے ۱۸

وہ علم توحید اور معرفت الہی ہے جس کو علم قلب کہتے ہیں کما قال علیہ السلام اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَا لِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی اِبْنِ اِذْمَوْ عَلَہٗ فِی الْقَلْبِ فَذَا لِكَ الْعِلْمُ نَافِعٌ یعنی علم دو میں ایک علم زبان پر ہے۔ سو یہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اولاد آدم پر اور ایک علم دل کے اندر ہے پس یہی علم نافع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک علم عام زبانی یعنی شریعت ہے جس کو حجت فرمایا اور ایک علم خاص باطن یعنی طریقت ہے جسکو علم قلب اور نافع کہا گیا۔ پس طریقت میں ایک مرتبہ یقین ہے جسکو معرفت الہی کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے اَلْیَقِیْنُ اِلَآیْمَانُ کُلُّہٗ یعنی یقین ایمان کامل ہے۔ اسی واسطے رسول صلعم نے حصول یقین کے لئے حکم فرمایا ہے کَمَا قَالَ تَعْلَمُوْنَ اَلْیَقِیْنِ تَمَّ یَقِیْنٌ کُوْسیکُمْو یعنی توحید اور معرفت الہی حاصل کرو۔ یہ مرتبہ خاص الخاص موقدین کا ہے۔ اور یقین حاصل نہیں ہو سکتا جب تک معرفت الہی حاصل نہ ہو۔ یقین کے تین درجے ہیں۔ علم یقین۔ عین یقین۔ حق یقین طالب علی قدر مراتب یقین مراتب پائے گا۔ امام محمد غزالی کتاب احیاء میں بقول یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ یقین سے مراد نور توحید ہے جس طرح مشرکین کی نیکیاں شرک کی آگ سے جل جاتی ہیں۔ اسی طرح موحدین کی سیئات نور توحید میں فنا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ رسول خدا صلعم پر جب توحید الہی اور معرفت ذات ناقصا ہی منکشف ہوئی تو آپ کو اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا مشرودہ اور عصمت لازوال کی بشارت دی گئی۔ کَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا نَقَدْتَ مِنْ ذَنْبٍکَ وَمَا تَاَخَّرَ یعنی ہم نے فیصلہ کر دیا ہے تیرے واسطے صریح فیصلہ تمام عاف کرے تجھکو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے پس گناہوں کی مغفرت کے یہ معنی ہیں کہ آفتاب توحید و معرفت کی درخشانی میں گناہ مثل سلیہ کے محو اور نابود ہو جاتے ہیں۔ یہاں گناہ سے مراد گناہِ صغیرہ و کبیرہ و عوام الناس نہیں

۱۵ اس حدیث کو حکیم ترمذی نے مرسل اور خطیب نے جابر سے بسند صحیح روایت کیا ہے اور دارمی نے حسن کہا ہے ۱۱

۱۵ اس حدیث کو ابونعیم نے شورہ بن یزید سے روایت کیا ہے ۱۲

۱۳ ف ۲۶ - ۹۴ - ۱۲

دیکھو کہ آنحضرت صلعم معصوم تھے، بلکہ میرا وہی حسناتِ اَلْبَرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ یعنی ابراہیم کی حسناتِ مقربین کی سیئات ہیں۔ جسوقت عارف منزلِ قرب میں قدم رکھتا ہے تو اپنی نیکیاں بھی مثلِ گناہ کے معلوم ہوتی ہیں۔ اسی لئے رسول صلعم ہر نماز کے بعد تین بار تہنغار پڑھا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کو جسقدر قرب ہوتا تھا کچھلی عبادتِ گناہ معلوم ہوتی تھی۔ عاصیان اگر گناہ تو بہہ کنند | عارفان از عبادت استغفار | پس یہ علم جمیع علوم پر بدرجہا فضیلت رکھتا ہے کہ تمام علوم اس علم کے لئے خادم و مقدمہ بخش و ملازم و پیش فحیمہ ہیں ❖

بیانِ چہار فضیلتِ وضوئی و صحبتِ فقر اور انکی علامت

وَلَمَّا مَلَآ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ تَعَالَى مَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَكْفُرْ بِهِ كَيْفَ يَشْرَحُ صَدْرَهُ لِلدِّسْلَامِ فَقِيلَ لَهُ مَا هَذَا الشَّرْحُ فَقَالَ إِنَّ التَّوْرَ إِذَا قَدَّتْ فِي الْقَلْبِ انْشَرَحَ لَهُ الصَّدْرُ وَانْفَتَحَ قِيلَ فَقُلْ لَنَا إِلَيْكَ مِنْ عَلَامَتِهِ قَالَ صَلَّيْتُ نَعَمَ النَّبِيُّ فِي عَنِ دَارِ الْغُرُورِ وَالْأَنَابَةِ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ إِلَّا اسْتَعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلُ نَزُولِهِ يَعْنِي جِسْمُوتِ سَوَّلِ صَلَّيْتُ لَمْ يَكُنْ يَرَى مَعْنَى يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ كَيْفَ يَشْرَحُ صَدْرَهُ لِلدِّسْلَامِ يَعْنِي جِسْمُوتِ اللَّهُ چاہے راہ دے کھول دے اُس کا سینہ حکمِ برواری کو۔ تو کسی نے عرض کیا کہ کہ اس شرح سے کیا مراد ہے۔ تو اپنے فرمایا کہ نورِ جسومتِ دل میں ڈالا جاتا ہے تو اُس کے لئے سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا گیا کہ اسکی کوئی علامت بھی ہے۔ اپنے فرمایا کہ ہاں۔ دنیا سے علیحدہ رہنا اور دارِ پائدار کی طرف رجوع کرنا۔ اور موت کے آنے سے پہلے اسکی تیاری کر لینا اور یہی علامت اولیاء اللہ کی ہے۔ یہاں اسلام سے مراد نورِ توحید و معرفتِ الہی ہے۔ نہ یہ کہ ظاہر صورتِ آرسنہ اور باطن کوور کیونکہ جنابِ نورِ توحید و معرفتِ الہی دل میں جلوہ گر نہ ہو یقین و ایمانِ کامل محال ہے۔ اور جب یہ نہیں تو پوری اطاعت کہاں۔ پھر دنیا سے علیحدہ رہنا اور موت سے پہلے دارِ پائدار

لے اس حدیث کو حاکم و بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے ۱۲

تقویٰ و صوفی و صحبتِ فقر

کی تیاری کرنا بے شکل البتہ یہ جتنی ولیا راہم کا ہے جن کے سینے نور سے معمور ہیں اور خدا کی باتوں کو یہ لوگ خوب سمجھتے ہیں۔ کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَئِكَ الْأَمْثَلُ نُصْرُ مَجَالِ النَّاسِ وَمَا يَقِفُهَا إِلَّا الْعُلَمَاءُ طیعنے اور یہ کہا و میں ہم نے بٹھائی میں لوگوں کے واسطے اور اُن کو وہی سمجھتے ہیں جن کو علم ہے۔ یہاں عالموں سے مُراد عالمِ علمِ معرفت ہیں نہ وہ عالم جو حصولِ دنیا کے لئے علم پڑھتے ہیں اور دنیا ہی کو پایہ افتخار سمجھتے اور در بدر پڑھ پھرتے ہیں۔ ایسے عالم تو اس آیت کے مصداق ہیں مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ كَذَّبُوا بِهَا فَوَضَّعْنَاهَا سِفَافًا یَعْنِی مَثَل اُن لوگوں کی جن پر لا و دی تو ریت پھر نہ اُٹھائی اُنھوں نے جیسے مثال گدھے کی کہ پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں اور خلیکو اللہ تعالیٰ نے علم معرفت عطا فرمایا ہے وہ لوگ خدا اور رسول کے حبیب و عزیز ہیں کَمَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ مِنْ اَعْلَمَ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُونِ لَا یَعْلَمُهُ اِلَّا اَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِاللّٰهِ تَعَالٰی فَاِذَا انْطَقُوا بِهِ كَمْ یَجْهَلُهُ اِلَّا اَهْلُ الْاَعْزَارِ بِاللّٰهِ تَعَالٰی فَلَا تَحْقِرُوا عَالِمًا اَنَّا هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَمًا مِّنْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ كَمْ یُحْقِرُهُ اِذَا اَتَاهُ اَيُّاهُ یَعْنِی البتہ بعض علم دکنوں کی مانند ہیں اُن کو بجز عارفانِ خدا کے اور کوئی نہیں جانتا جب وہ عارف اس علم کو بیان کرتے ہیں تو سولے اُن لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کی نسبت و صو کا کھانے والے ہیں اور کوئی اس علم سے جاہل نہیں رہتا۔ پس جس عالم یعنی عارف کو خدا نے اُس علم میں سے حصہ دیا ہو اُس کو حقیر مت جانو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو حقیر نہیں کیا جبکہ اُس کو علم مذکور غایت فرمایا ہے۔ و لے بر حال اُن لوگوں کے جو حقیر کو حقیر جان کر برائی سے پیش آتے ہیں۔ اور حال فقر و خراب و بچہ کر کفر کا حکم لگاتے اور تیر ملامت کا نشانہ بناتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ع بردہ و براں خراج و عشر منیت دیکھو رسول صلعم اہل یقین کی شان میں کیا فرماتے ہیں اِنَّ مَنْ اَقْلَ مَا اُوْتِیْتُمْ اَلْیَقِیْنُ

۱۔ سورہ عنکبوت پ ۲۱-۳۶

۲۔ سورہ جمعہ پ ۲۸-۱۶

۳۔ اس حدیث کو عبد الرحمن سلمی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے

۴۔ اس حدیث کو امام محمد غزالی نے اجابہ العلوم میں نقل کیا ہے ۱۲

وَعَزَّيْتُمُ الصَّبْرَ وَمَنْ أَعْطَى حَطَّهُ مِنْهَا لَكُمْ يُبَالِ مَا فَاتَهُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَمَسِيٍّ
النَّهَارِ عِنِّي جَوْشِنْ تَمَّ لَوْ كُنَّ كَوْمِ دِي كَمِي وَهَ لَقَيْنِ اَوْ غَرَمِ صَبْرِهِ - اَوْ جَن كُو اِنْ
دُونُوں مِیں سَہ مَہ مَہ اُسکو پِروا ہ نہیں اگر شب بیداری یا دن کے روزے اِس سے
نقصا ہوں اَوْ حَضَرَتِ عَلِی کَرَم اللہ وَجْہِ عَارِفُوں کی شَان مِیں اِس طَرَح فرماتے ہیں وَهُمْ
قَوْمٌ جَعَلَهُمُ اللَّهُ عَلَى الْحَقِّقَاتِ الْأَمْرِ فَبَاشَرُوا وَارْوَحُوا الْيَقِينِ وَاسْتَلَاؤُا مَا اسْتَوْعَمُوا
الْمُتَرَفُونَ وَاسْتَوْعَمُوا اسْتَوْحِشَ مِنْهُ الْجَاهِلُونَ صَحَبُوا اللَّهَ نَبَا بَابُ اِنْ اَرْوَحُوا مُعَلَّفَةً
بِالْحَلِ الْأَعْلَى اُولَئِكَ خُلَفَاءُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ وَالِدَاعَةُ اِلَى دِينِهِ عِنِّي وَهَ لَوْ كَمِ
جَن پَر حَقِيقَتِ اَمْر کا ہجوم کر گیا ہے۔ پس یقین کی آسائش سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔
اَوْ جَن چَپِیز کو اہل دُنیا نے شُکَل جاتا ہے اِس کو اُنہوں نے آسائش سمجھا ہے
اَوْ اِس زَوَات سے اُنس حَاصِل کیا ہے جس سے جاہلوں نے وحشت اختیار کی ہے
اَوْ دُنیا کو حَشت یا کر یا صرف آسائش اِجَام کے لئے اَوْ رُو حِیں اُنکی مَحَل اعلیٰ مِیں لٹکی
ہوئی ہیں۔ یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے نَاب ہیں اُسکی زمین مِیں اَوْ اُسکی راہ مِیں ملانے
والے ہیں اَوْ حدیث شریف مِیں آیا ہے عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ اِنِّي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ آخِرُ قَوْمٍ شُعْثُهُ دُوسُومُهُ وَلَسْتُ شَيْئًا بَعْدَهُمْ كَوَاقِسُهُمْ
بِاللَّهِ لَا تَرَهُمْ عِنِّي اَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم سے
سُنا ہے کہ فرماتے تھے میری امت مِیں ایسے لوگ ہونگے جن کے سروں کے بال
پراگندہ اَوْ کپڑے میلے ہونگے اگر کسی بات پَر خدا کی فِہم کھائیگے تو خدا نے تعالیٰ اُن کو سچا
کر دیگا اَوْ دوسری حدیث مِیں آیا ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَسْخَعْتُ اَخْبَرَ مَدْفُوعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا تَرَهُ عِنِّي اَبِي هُرَيْرَةَ سے روایت
ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ بہت فقرا پراگندہ بال غبار الودہ دھکیلے گئے دُوزخوں
سے اَوْ روایے ہیں کہ اگر قسم کھاویں اللہ کی تَوَالِب تہ سچا کرے اللہ تعالیٰ اُنکو قسم مِیں

۱۲۔ اس روایت کو امام غزالی نے اپنی اچھا علوم میں نقل کیا ہے ۱۲

۱۲۔ اس حدیث کو ابن ابی الدنیائے کتاب الاولیاء میں نقل کیا ہے ۱۲

۱۲ اس حدیث کو مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ۱۲

پس ظاہر حال کو ابنہ و خراج پریشان و خستہ و یکساں فقیر کو خوارتے و مذکر یا چاہئے کیلئے اکثر مدافع و قطب
 الاقطاب ہی ہی صوفیوں میں متبع نہیں فقیر دوست خدا اور سپردیدہ الکا کبریا میں اپنی اتجاہت دعا کیلئے
 وسیلہ بنائے کیونکہ یہ معمول رسول اکرم صلی علیہ وسلم ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے عَنْ ابْنِ مَالِكٍ
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا عَلَى الْأَعْدَاءِ بَعِيدٌ لَكَ الْفَقِيرُ أَيْ الْمُهَاجِرِينَ ابْنِ مَالِكٍ
 سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ مدد کر ہماری دشمنوں پر بوسطہ اپنے
 بندگان فقیر و مہاجرین کے سبحان اللہ کیا مرتبہ ہے فقر کا کہ مہاجرین میں سے
 بھی اہمیں کو واسطہ اجابت دعا بنایا جو فقیر تھے اور حدیث میں آیا ہے عَنْ اُمِّتَيْهِ ابْنِ خَالِدٍ
 ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَفِيزُهُ بِصَوَاعِدِ الْمُهَاجِرِينَ يَنْفَعُ
 اُمِّتَهُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أُسَيْدٍ سے روایت ہے کہ البتہ رسول خدا صلی علیہ وسلم اللہ تعالیٰ
 سے فتح طلب کرتے تھے بہرہ و برکت دعا کے فقرے مہاجرین پس معلوم ہوا کہ اہل توحید
 و معرفت ظاہری سبکی و ندلت کی وجہ سے گواہ دنیا کے نزدیک بے قدر ہوں لیکن
 خدا و رسول کے نزدیک یہی لوگ عزیز ہیں عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حَصِينٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدُ الْمُؤْمِنِ الْفَقِيرُ الْمُتَعَفِّفُ أَبَا لَيْعَالٍ روايت ہے عمران
 ابن حصین سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی علیہ وسلم نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بندہ
 مؤمن کو کہ فقیر یا ساعیال وار ہو اور حدیث میں آیا ہے قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَقِيرُ شَيْنٌ عِنْدَ
 النَّاسِ وَذَيْنٌ عِنْدَ اللَّهِ يَقُومُ الْقِيَامَةُ وَقَالَ الْفَقِيرُ خَيْرٌ حَيٍّ وَبِهِ اِنْقَضَ فَرَمَا یا رسول خدا
 صلی علیہ وسلم نے کہ فقیری عیب ہے نزدیک لوگوں کے اور اللہ کے نزدیک زینت ہے قیامت
 کے دن اور فرمایا کہ فقیری میرا فخر ہے اور سبب اسکے میں فخر کرتا ہوں اور حدیث شریف
 میں آیا ہے عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ إِذَا
 أَحَبَّ عَبْدًا أَدَا جَبْرَيْلُ فَهَالَ إِنِّي أَحَبُّ فَلَا نَافِلَ فَاجِبُهُ قَالَ فَيَجِبُهُ جَبْرَيْلُ ثُمَّ مَنَادَنِي

۱۵۔ اس حدیث کو ملا علی قاری نے نقل کیا ہے۔

۱۶۔ اس حدیث کو ابنی نے اپنی کتاب شرح السنن میں نقل کیا ہے ۱۲

۱۷۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے ۱۳

۱۸۔ اس حدیث کو ابی نعیم نے روایت کیا ہے ۱۴

۱۹۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے ۱۵

فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَجْبُوهُ مُحِبِّبُهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يَضَعُ لَهُ الْقَبُولُ
 فِي الْكَادِخِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ يَعْنِي رَوَايَتُ هِيَ ابْنِ مَرْزُوقٍ سَمِعَ كَهَا فَرَمَا يَابِ رَسُولِ أَصْلَى شَرِ
 عَلَيْهِ سَلَمَ لَمْ تَحْقِيقُ اللّٰهُ جَبَّ كَسِي بَدْرَهُ كُو دُوسْت رَكْمَتَا هُ تُو جَبَّ رِل كُو پَكَار تَا هُ اُور
 فَرَمَا هُ كَه مِيں فُلَان شَخْص كُو دُوسْت رَكْمَتَا هُوں تُو بِي اُسكو دُوسْت رَكْمَتَا فَرَمَا يَابِ حَضْرَتُ
 نَے پَس جَبَّ رِل اُسكو دُوسْت رَكْمَتَا هُ پَحْر جَبَّ رِل اَسْمَان مِيں مَنَادِي كَر تَا هُ اُور
 كَه تَا هُ تَحْقِيقُ اللّٰهُ تَعَالٰی فُلَان شَخْص كُو دُوسْت رَكْمَتَا هُ تَم بِي اُسكو دُوسْت رَكْمَتُو
 اُسكو اہل آسْمَان دُوسْت رَكْمَتَا هُ پَس بَعْد اَز اُسكو زَمِيں مِيں قَبُولِيَت دِي جَانِي
 هُ اَب فَرَمَا يَے كَه وَه كُون لُوكْ هِيں جَن كُو خُدا وَرَسُول صَلَّعُمْ وَجَبَّ رِل اُور آسْمَان كَه
 فَرَشْتِے اُور زَمِيں كَه آدمي دُوسْت رَكْمَتَا هُ اُور جَن وَرَشْرَانِي خُدمَت مِيں دُور دُور
 كَر جَاتِے هِيں وَه هِيں نَقَر اُور جَوهر وَرَقْت خُدا كُو يَاد كَر تِے رَه تِے هِيں يَه لُوكْ خُدا كَه
 نَزْدِيكْ بَهْت بَلَد وَرَجَر كَه تِے هِيں چَنَا پَحْر حَدِيثُ شَرِيف مِيں وَار دُوبَ عَنْ اَبِي
 سَعِيدٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اَحْمَدَ الْعَبَادِ اَفْضَلَ وَادْفَعُ دَرَجَةً
 عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ الَّذِي هُوَ وَنَ اللّٰهُ كُنْتُمْ اَوَّلَ الدَّائِمَةِ اِتِّفَقَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
 وَمِنْ الْغَارِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ سَيْفُهُ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِينَ حَتَّى يَنْكَلِسَ
 وَتُخَصِّبَ دِمَافَانٌ ذَاكَ لَ لِلّٰهِ اَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً يَعْنِي ابْنِ سَعِيدٍ سَمِعَ يَه رَوَايَتُ هُ كَه
 كَه رَسُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَمِعَ اُور جَوَّهَا كِيَا كَه كُونَا بَدْرَهُ بَهْت بَهْت رَجَبِے دَرَجِے مِيں خُدا كَه
 نَزْدِيكْ قِيَامَت كَه دَن اُسپَن فَرَمَا يَابِ خُدا كُو بَهْت يَاد كَر تِے وَالے مَرْد اُور بَهْت يَاد كَر تِے
 وَالِي عَوْرَتِيں كَه كِيَا يَارَسُول اللّٰهُ اُور كِيَا خُدا كِي رَاه مِيں جَبَّار كَر تِے وَالے سَمِعَ بِي اَفْضَل
 هِيں رَفَرَمَا يَابِ اَكْفَار وَشُرَكِيں مِيں وَه تَلَوَار كَر تِے يِهَاں تَك كَه لُوثُ جَا ئِے اُور خُون
 مِيں رَنگ جَا ئِے پَحْر بِي خُدا كَا يَاد كَر تِے وَالَا اُس سَمِعَ دَرَجِے مِيں اَفْضَل هُ اُور
 حَدِيثُ ابْنِ دُرَّار سَمِعَ رَوَايَتُ هُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا

۱۷ اس حدیث کو امام محمد و ترمذی نے نقل کیا ہے

۱۸ اس حدیث کو امام احمد و مالک و ترمذی نے ابن ماجہ سے نقل کیا ہے

اَسْتَبْلَغْتُمْ خَيْرَ اَعْمَالِكُمْ وَاَذْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَاَدْفَعَهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرُكُمْ لَكُمْ مِنْ
 اَنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَخَيْرُكُمْ لَكُمْ مِنْ اَنْ تُلْقُوا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْهُ اَعْنَاقَهُمْ وَتَنْفِرُوا
 اَعْنَاقَهُمْ قَالُوْا اِلٰى قَالَ ذِكْرُكُمْ اَللّٰهُ يَنْفَعُ فَرَمَا يَرْسُولُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لے کیا میں
 تجکو خبردار کروں ساتھ بہترین عملوں تمھارے کے اور بہت پاکیزہ عملوں کے نزدیک
 بادشاہ تمھارے کے اور بہت بلند عملوں کے بچ درجوں تمھارے کے اور بہتر واسطے
 تمھارے خرچ کرنے سونے اور چاندی سے۔ بہتر واسطے تمھارے اس سے کہ ملو تم
 دشمنوں سے اور تم گردنیں اُنکی اور وہ ماریں گردنیں تمھاری عرض کیا صحابہ نے ہاں خبر
 دیجئے۔ فرمایا ذکر خدا کا۔ یہ درجے فقرا کے ہیں جن کے دل خدا کے ذکر سے صفائی پاتے
 ہیں۔ چنانچہ عبداللہ ابن عمرؓ اس حدیث کے راوی ہیں اِنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ
 حَقَّالَةً وَصِفَالَةً الْقُلُوْبِ ذِكْرُكُمْ اَللّٰهُ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اَنْجُوْا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ
 وَقَالُوْا اَوْ لَا جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنْ يَضْرَبَ بِسَيْفِهِ حَتّٰى يَنْقَطِعُ يَنْفَعُ رَسُوْلُ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ فرماتے تھے کہ ہر چیز کے واسطے صفائی ہے اور دلوں کی صفائی خدا کا ذکر ہے۔
 اور کوئی چیز عذاب الہی سے نجات دینے والی ذکر اللہ سے بڑھ کر نہیں صحابہ نے عرض
 کیا۔ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ فرمایا نہیں گو اتنی تلوار مارے کہ ٹوٹ جائے پس
 خدا کے عذاب سے نجات یافتہ یہی فترتیں ہیں۔ جو ہر وقت خدا کے ذکر میں مشغول
 رہتے ہیں اور اُن اولیاء اللہ کے دل راہ ہدایت کے چرلغ ہیں جو اُن کا دشمن ہے
 وہ خدا و رسول کا دشمن ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بن الخطاب معاذ بن جبل سے روایت
 کرتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے مَنْ عَادَ اللّٰهَ وَلِيَائِهِ فَقَدْ
 بَارَزَ اللّٰهَ مُحَارِبَةً اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتَّقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوا لَمْ
 يَتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يَدْعُوْا وَاَوْكَلُوْا لِيُفَرِّجُوْا قُلُوْبَهُمْ مَّصَابِيْحُ الْهَدٰى
 يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءٍ مُّظْلَمَةٍ یعنی جو شخص کہ دشمنی رکھے کسی دوست خدا کے
 ساتھ بے شک اُسے اللہ کے ساتھ لڑائی مٹانی۔ تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے ابراہ

۱۷ اس حدیث کو بیہقی نے نقل کیا ہے ۱۸ اس حدیث کو ابن ابی وہب قتی نے شعلہ بیان میں ذکر کیا ہے ۱۹

اتقیا سے پوشیدہ حال کو جو غائب ہوں تو پوچھے نجائیں اور جو حاضر ہوں تو بلائے
 نجائیں نہ پاس بٹھائے جائیں۔ حالانکہ انکے دل ہدایت کے چراغ ہیں جو ہر فتنہ
 تاریک سے نکلنے میں۔ اب خود غور کر لو کہ اولیاء اللہ کا دشمن خدا و رسول کا دشمن ہے
 یا نہیں۔ پس ان آیات و احادیث و روایات سے واضح ہوتا ہے کہ اس فضیلت کے
 مصداق بھی صوفی ہیں جنکے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور و حید و اسرار معرفت سے
 بھر دیا ہے ❦

بیان چشم فضیلت صحبت و فترا

عَنْ أَبِي ذَرْدَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغَوْنِي فِي ضَعْفَاءٍ كَمَا فَا تَأْتُرُ زُقُونِ أَوْ
 تَنْصُرُونَ یعنی ابی ذر دوار سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ مجھ کو اپنے
 فقیروں میں ڈھونڈو۔ پس انہیں کی بدولت تم کو روزی اور نصرت نصیب ہوتی ہے
 یعنی فقیر میرے دوست ہیں۔ میں انکے پاس بیٹھتا ہوں اور وہ ایسے ہیں کہ انکے
 طفیل تم کو رزق یا نصرت ملتی ہے۔ ایک روز بعض امراء عرب حضرت رسول
 خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں حاضر
 ہو کر رہوں لیکن ہر وقت یہ صحابہ صفہ رزق حقیر و فقیر و شکستہ حال آپ کے ہم نشین رہتے ہیں انکے ساتھ
 بوجہ عار کے ہم نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر انکو اس وقت اٹھا دیا جائے تو آپ کے کچھ مسائل دینی حاصل
 کر لیا کریں۔ معاً اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَى الْحَبْلِ
 بِالْعَلَاوَةِ وَالْعَتَبَةِ يَرْجُونَ وَجْهَكَ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ
 حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ یعنی مت ہانک
 اے محمد ان کو جو پکار رہے ہیں اپنے رب کو صبح و شام۔ چاہتے ہیں اس کا دیدار۔
 تجھے نہیں انکے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ تو
 انکو ہانک دے پھر ہو جاوے تو ظالموں سے۔ اب جائے غور ہے کہ اگر فقر و تنگدستی

اے اس حدیث کو ابو داؤد نے نقل کیا ہے ۱۲۵۷ پ ۴۷۳ سورہ النعام۔

ضمیمہ صحبت و فترا

دہر کے لیے اٹھائے جاتے تو کیا حج تھا بڑے بڑے عرب کے امراء مسلمان ہو جاتے۔ لیکن غیرت الہی نے لقمانہ کیا کہ یہ ہمارے خاص دوست و صہبائے خاص ہیں۔ کوئی دین سیکھے یا نہ سیکھے کسی کے کام میں خارج نہیں ہیں نہ یہ کسی کو رنج دیں نہ انکو کوئی رنج دے کہ یہ ہمارے محبت خاص ہیں۔ بلکہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فقر کی صحبت کو غنیت جان۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَصْبَحَ نَفْسُكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ رَبَّهُمْ بِالْعَدَاوَةِ وَالْعِشْيَةِ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ قَرْحًا طَاهًا یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام رکھ اپنے آپ کو انکے ساتھ جو چکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام طالب ہیں ویدار کے اور نہ دوڑیں آنکھیں تیری آنکو چھوڑ کر تلامش میں رونق دنیا کی زندگی کی اور نہ کہان اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے لگا ہے وہ اپنی خواہشوں کے اور اس کا کام ہے صدر نہ رہنا۔ **ف** صاحب کشف نے لکھا ہے کہ ایک قوم نے جو رؤسا رکھار سے تھے آن حضرت صلعم سے کہا کہ ان پٹمینہ پوشوں بے قدروں کو جیسے صہیب و بلال و عمار و جناب صنی ائمہ ہیں کہ انکے لباس و خرقوں کی بدبو ہم کو تکلیف پہنچاتی ہے دُور کر دو تاکہ ہم آپ کے پاس آن کر بیٹھیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور سبب نزول یہ تھا کہ ایک گروہ مولفۃ الخلوب سے جیسے عیینہ بن حسن و اقرع بن حاس وغیرہ نے آن حضرت صلعم سے عرض کیا کہ ہم شہ اف عرب ہیں مسلمان و ابوذر اور فقیر مسلمانوں کے پاس نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر آپ ان لوگوں کو الگ کر دیں تو ہم آن کر احکام شرع کی تعلیم پائیں۔ اس وقت حکم نازل ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صحبت پر صبر کر اسی واسطے رسول خدا صلعم ہمیشہ دعا کرتے تھے عَنْ آتِشِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبَنِي مَسْكِينًا وَأَمَّنَنِي مَسْكِينًا وَاحْتَرَانِي فِي زُهْرَةٍ لِّلْمَسَاكِينِ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق فرمایا آن حضرت صلعم نے یا اللہ زندہ

رکھ مجھ کو مسکین اور مار مجھ کو مسکین اور شکر کر میرا گروہ مساکین میں۔ جبکہ رسول خدا صلعم نے فقر کا مرتبہ خدا کے نزدیک بلند دیکھا تو اپنے بھی ان میں شامل ہونے کی دُعا مانگی۔ یہاں مساکین و فقیر سے بھاری و طلع و حریص دنیا اور فقیر بے معرفت مراد نہیں بلکہ اُن فقرار سے مراد ہے جو صاحب معرفت ہیں اور انوار الہی سے اپنے سینے معمور رکھتے ہیں وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوا عِنْدَ كُلِّ عَالِمٍ إِلَّا عَالِمٌ يَدْعُوَكُمْ مِنْ خَمْسٍ إِلَى خَمْسٍ مِنَ اللَّهِ إِلَى الْبَقِيَّةِ وَمِنَ الرَّيَاءِ إِلَى الْإِخْلَاصِ وَمِنَ الرَّغْبَةِ إِلَى الزُّهْدِ وَمِنَ الْكِبَرِ إِلَى التَّوَاضُّعِ وَمِنَ الْعَدَاوَةِ إِلَى التَّصَيُّحَةِ يَعْنِي فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ ہر ایک عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اُس عالم کے پاس بیٹھو جو پانچ چیزوں سے دوسری پانچ چیز کی طرف بلائے۔ اول شک سے یقین کی طرف دوسرا ریا سے اخلاص کی طرف تیسرا دنیا کی خواہش سے زہد کی طرف چوتھے تکبر سے تواضع کی طرف پانچویں عداوت سے خیر خواہی کی طرف۔ اور یہ پانچوں باتیں حاصل نہیں ہو سکتیں مگر فقر اور اولیاء اللہ کی خدمت میں۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَآبِي خَلَادٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمْ الْعَبْدَ يُعْطَى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنَاطِقٍ فَأَقْبِرُوا أَمْنَهُ فَإِنَّهُ يُلْقَى الْحِكْمَةَ يَعْنِي روایت ہے ابی ہریرہ و ابی خلاد سے کہ تحقیق فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ جس وقت تم کسی بندے کو دیکھو کہ اُس کو بے رغبتی دنیا اور کم گونی عطا ہوئی ہے تو اُس کے پاس رہو البتہ اُس کو حکمت یعنی معرفت سکھائی جاتی ہے۔ پس نزدیکی ڈھونڈو اُس سے اس لیے کہ وہ البتہ سکھایا جاتا ہے اور دی جاتی ہے اُس کو حکمت یعنی معرفت۔ غرض اور بہت سی حدیثیں فقر کی شان میں آئی ہیں جس کو شوق ہو کتب احادیث میں دیکھے۔ اس مختصر میں نقل کی گنجائش نہیں اس دعوے کے ثبوت کو یہ چند حدیثیں بھی کافی ہیں تاکہ انسان صحبت فقرار کو بہتر اور غنیمت سمجھے اور انکی حالت ظاہری پر اعتراض نہ کرے۔ اور چشم حقارت سے نہ دیکھے۔

۱۱۵۱ اس حدیث کو ابونعیم نے علیہ میں بجا کر سے نقل کیا ہے ۱۱۵۲ اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ۱۱۵۳

فاکساران جہاں را بھقتارست منکر | توحید دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اور اگر فقر را ربانی سے شرع شریف کے خلاف کوئی قوا، یا فصل نظر آئے تو بھی اہل ظواہر کو اس کا انکار و تحقیر مناسب نہیں کیونکہ وہ لوگ سوختہ آتش عشق و محبت و غریق بحر فنا ہوتے ہیں۔ عاشق غلبہ عشق و محبت میں ادب کا پابند نہیں رہتا عین محض عاشق ہے کہ برے جدید اور اہل فنا چونکہ خودی سے گم جاتے ہیں وہ خود مغدور و مرفوع القلم ہیں ایسے لوگوں کو برا کہنے والا حکیم خدا و رسول صلعم سے انحراف کرتا ہے اور خود مبتلائے معصیت ہوتا ہے لَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ ذٰلِكَ الْفٰسِقِ بیان بالا سے فضیلت فقر اور اہل فقر کی ظاہر ہے کیونکہ انکو تعلیم مثل عام لوگوں کے صرف احکام شرعیہ کی نہیں ہے بلکہ انکو علم حکمت و معرفت یعنی اسرار ربانی و رموز حقانی سے بھی حصہ ملا ہے جس سے عام لوگ محروم ہیں پس ہر آدمی کو لازم ہے کہ فقر کی تعظیم و تکریم بوجہ حسن بجالائے ورنہ خدا و رسول صلعم کا دشمن ہوگا۔ چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادَى وَلِيًّا فَقَدْ اَدْبَنَهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَى عَبْدِيْ شَيْْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَنْتَقِرُبُ اِلَيَّ بِالتَّوَّافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهُ فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ فَلَنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَيَبْصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلْنِيْ لَا عُوْظِيَّتَهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِيْ لَا عِيْدَتَهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْْءٍ اَنْ اَفَاعِلَهُ تَرَدَّدَنِيْ عَنْ نَفْسِ الْمَوْتِ مِنْ يَكْرُهُ الْمَوْتُ وَاَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ وَكَأَبَدَ لَهُ مِنْهُ لِيْنِ رَوَايَتِ هِيَ ابْنِ بَرَبْرَه سے کہہ فرمایا ہے رسول خدا صلعم نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میرے ولی کو تکلیف دے (یعنی میرے ولی سے دشمنی رکھے) پس تحقیق میں اُسکو خبردار کرنا ہوں ساتھ لڑائی کے اور نہیں نزدیکی حاصل کی میری طرف میرے بندہ نے ساتھ کسی چیز کے کہ بہت محبوب ہو میری طرف اُس چیز سے کہ میں نے فرض کیا اُسپر اور ہمیشہ میرا بندہ میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے میری

طرف بسبب نوافل کے یہاں تک کہ میں اُسکو دوست رکھتا ہوں۔ اور جب میں اُسکو دوست رکھتا ہوں تو میں ہو جاتا ہوں اُسکے کان جن سے وہ سنتا ہے اور میں ہو جاتا ہوں اُسکی آنکھیں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اُس کے ہاتھ جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اُسکے پاؤں جن سے وہ چلتا ہے اور یہ بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو البتہ میں اُسکو دیتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ پناہ پکڑتا ہے تو البتہ میں اُسکو پناہ دیتا ہوں اور میں کسی چیز میں توقف و تردد نہیں کرتا کہ میں اُس کا فاعل ہوں میرا تردد و مؤمن کے نفس سے ہے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ میں اُسکی ناخوشی کو ناپسند رکھتا ہوں اور اُسکو موت سے چارہ نہیں بھینسا جیسے غور ہے کہ جو خدا کا دوست ہو اور دوست بھی کیسا کہ خدا اُسکے کان بھینسے ہاتھ پاؤں ہو جائے اُسکے ساتھ دشمنی رکھنا خدا و رسول صلعم کا دشمن بننا نہیں تو اور کیا ہو گا یا خدا و رسول صلعم کے ساتھ لڑائی کرنا ہے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ ذٰلِکَ اَنْفُسِهِمْ اے عزیز خدا و رسول صلعم کے دوستوں سے محبت کرنا اور انکی خدمت میں حاضر ہونا۔ ان کی صحبت کو خدا و رسول صلعم کی صحبت سمجھنا خدا و رسول کی خوشنودی کا باعث ہے۔

بیان شہم و اختلاف فی آیات قرآنی در میان اہل تصوف و علماء

اہل تصوف آیات قرآنی کے معانی جو خلاف علماء ظواہر بیان فرماتے ہیں اُسی وجہ کیا ہے اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کے کئی لفظ ہیں جس کو جس لفظ کے معانی کھلے اُسی کو وہ بیان فرماتا ہے۔ علماء ظواہر معانی ظاہری اور اہل باطن معانی باطنی بیان فرماتے ہیں کسی عقل مند کو اس میں تردد و تعجب نہیں۔ تَمَّا قَالْ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرَافٍ لِّکُلِّ اَیْتَةٍ فَنَحْنُ ظَہِرٌ وَ بَاطِنٌ وَ لَکُلِّ حَدٍّ مَّقْلَعٌ یعنی امارا اگیا قرآن شریف سات طرح پر ہر آیت کے لئے اُس میں ظاہر ہے اور باطن اور واسطے ہر مقام کے ترقی۔ اور ابن حبان بروایت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے اِنَّ الْقُرْآنَ اَنْ ظَہِرًا وَّ اَوْ بَاطِنًا وَّ کُلٌّ مَّقْلَعٌ یعنی قرآن شریف کا ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ اور

لے اس حدیث کو شرح سند میں بروایت ابن مسعود بیان کیا ہے

وجہ اختلاف معانی آیات قرآنی در اہل تصوف و علماء ظواہر

ایک نہایت و متعام ترقی ہے اور بعض معانی ایسے ہیں کہ سوائے خدا کے ان کو کوئی نہیں جانتا۔ ایک حدیث میں سات بطن تک آئے ہیں لَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ - اِنَّ لِلْعَرَبِ اَنْ ظَهَرَ اَوْ بَطَنًا وَ لِبَطْنِهِ بَطْنًا اِلٰى سَبْعَةِ بَطْنٍ یعنی تحقیق واسطے قرآن شریف کے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور باطن میں باطن سات بطن تک ہیں۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۵

حرف قرآن را ہاں کہ ظاہر است زیر آں باطن یکے بطن دیگر زیر آں باطن یکے بطن سوم باطن چارم از بطن خود کس ندید ہم چنین ناسبت بطن لے بوالکرم تو قرآن لے پیر طہا ہر مبین ظاہر قرآن چو شخص آدمی است مرد را صد سال غم و خال او آنکہ گویند اولیاد کہہ روند پیش خلق ایشان فر از صد کہ اند	زیر باطن باطن ہم قاہر است خیرہ گرد و اندر و فکر و نظر کہ در آن گرد و نہ دہا جملہ گم جز خدائے بے نظیر و بے ندید مے شمر تو زین حدیث معصم دیو آدم را نہ بنید غیر طین کہ لقاوش ظاہر و باطنش خفی است یک سر مومے نہ بیند حال او تا چشم مردمان نہاں شوند گام خود و بر جرح سہنتم می نہند
---	---

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ مِیْنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ فرماتے ہیں کہ اگر میں اس آیت کی پوری تفسیر کروں تم لوگ مجھ کو کا فر بتاؤ اور سنگسار کرو۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان معانی کے سوا اور بھی قرآن شریف کے معانی ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے ناواقف لوگ سنگسار کریں اور کا فر کہیں جو قرآن شریف کے باطنی معانی پہل بل ظواہر کو اسکی ہوا بھی نہیں لگی یہ اولیاء اللہ کا حصہ ہے۔ اگر وہ خلافت ظاہر کچھ مطالب قرآن مجید کے بیان کریں تو عجب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انکو علم ظاہر و باطن دونوں عطا فرماتا ہے

۱۲ اس حدیث کو مولانا روم نے سنوئی میں لکھا ہے ۱۲ پ ۲۸ ع ۲ سورہ طلاق ۱۲

بیان مہتمم فرقہ و تصوف کی تعلیم خاص ہر عام نہیں

اکثر آدمی جو قرآن شریف و حدیث سے ناواقف اور علم معرفت سے بے بہرہ ہیں وہ تعجب کرتے ہیں کہ ایسا کونسا علم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخفی رکھا۔ اور علانیہ بیانات نہیں فرمایا بلکہ خاص کو تعلیم کیا ہے۔ اس مدعا کے ثبوت کے لئے یہ حدیث کافی اور جواب شافی ہے قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَصَحِيحَكُمُ قَلِيلًا وَلَكِنَّكُمْ كَثِيرًا یعنی مہتمم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا سنا اور بہت رووا اب جائے غور ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے اسکو بیان کیوں نہ فرمایا۔ بجز اسکے کوئی جواب طمانیت بخش نہیں کہ وہ بات عام طور پر بیان کرنے کی بیتی ورنہ پوشیدہ فرماتے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ عہد سخن جائے وہ نہ مکہ مقامے داروہ اذ ایک حدیث شریف میں اردو۔ عَنْ مَعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رَدِفْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مَوْخِرَةٌ الرَّحْلُ فَقَالَ يَا مَعَاذُ هَلْ تَدْرِي مَا حَقَّ اللَّهُ عَلَى عِبَادِهِ وَمَا حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنْ حَقَّ اللَّهُ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشِيرُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشِيرُ بِهِ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا بُشْرَ لَهُمْ فَيَنْتَكِلُوا مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ تھامیں سوار پیچھے رسول علیہ السلام کے ایک حمار پر اور نہ تفاخری درمیان میرے اور اس کے مگر کاٹھی کی پچھلی لکڑی کا۔ پس فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ اہم اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتا ہے۔ فرمایا پس تحقیق اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسکی عبادت کریں اور نہ شریک کریں

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے ۲۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے ۱۱

مہتمم فرقہ و تصوف خاص ہر عام

اُس کے ساتھ کسی شے کو اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ نہ عذاب کرے اللہ اُس کو جو نہیں شرک کرتا اللہ کے ساتھ کسی شے کو پس نے کہا یا رسول اللہ صلعم۔ آیا نہ خوشخبری دوں اسکی لوگوں کو۔ فرمایا کہ مست خوشخبری ہے ان کو کہ اسی پر بھروسہ کر سکیں گے۔ اب فرمائیے کہ رسول علیہ السلام نے حضرت معاذ کو کیوں ممانعت فرمائی۔ حالانکہ جمیع انبیاء علیہ السلام شرک کی بجائے کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں اس سے بہتر اور کیا بات تھی کہ لوگ شرک فی العبادات سے چھوٹ جانے اور خالص عبادت الہی میں مشغول ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ اُس میں کوئی راز مخفی تھا۔ جو حضرت معاذ کو تو تعلیم فرما دیا اور عوام کو اس کے قابل نہیں سمجھا۔ پس یہ تعلیم خاص تھی نہ عام کیونکہ علم توحید و نفی شرک دریاے ناپید اکنا رہے اور عوام الناس کی عقل ناقص ورنہ کوئی وجہ ممانعت معلوم نہیں ہوتی۔ چونکہ فقر بھی اسرار الہی میں سے ایک راز ہے اسکی تعلیم بھی خاص ہے نہ عام۔

آں راز کہ در سینه نهان است نه و غلط است
 بردار تو اں گفت و به منبر متوال گفت

چونکہ عبادت بلا شُرک پر بھروسہ کرنا بھی شُرک میں داخل تھا اور توحید میں نقص - لہذا حضور صلعم نے منع فرما دیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی کہہ دے اے محمد اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنے والے ہو تو میری متابعت کرو تا کہ خدا تعالیٰ انتم کو دوست رکھے۔ اس آیت کریمہ کے حکم سے متابعت ظاہر و باطن آنحضرت صلعم اہل ایمان پر فرض ہوئی۔ ظاہر متابعت بمرتبہ نبوت ہی۔ اور باطنی متابعت بمرتبہ ولایت ہی۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں مرتبہ نبوت وہ ہے کہ رسول علیہ السلام بواسطہ جبریل حق تعالیٰ سے اسرار توحید ظاہر اخذ کرتے تھے پس وہ ظاہر شریعت ہے اور ولایت کا مرتبہ وہ ہے کہ آنحضرت صلعم بلا واسطہ جبریل اسرار باطن خدا سے تعالیٰ سے تعلیم پاتے تھے چنانچہ حدیث میں مَعْرِ اللّٰهِ وَقَدْ سَمِعْتُمْ شَیْءًا مِنْ رَّبِّیْ اَوْ سِیِّئًا مِنْ نَفْسِیْ سے ثابت ہوا یہ مرتبہ ولایت ہی پس اکثر لوگ آنحضرت صلعم کی ظاہری متابعت میں مشغول رہے لیکن وہ لوگ تھوٹے ہیں جو آنحضرت صلعم کی متابعت باطنی میں ولایت سے بہرہ مند ہوئے کیونکہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی ہوئے تھے کہ غیر طلبِ صداقت کسی کو مرتبہ ولایت کے اسرار سے مطلع

نفرائیں۔ چنانچہ صوفیوں کے فرقہ میں یہ سنت اب تک جاری ہے۔ جو اہر غیبی میں لکھا ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فکر میں منعم بیٹھے تھے کہ احکام شریعت تو شریعت دریافت کرتا ہے مگر اسرار باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ اسوقت حضرت اسد اللہ الغالب شمس المشرق والمغرب علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے دل میں خایخیال پیدا ہوا کہ بموجب فرمان الہی ظاہر شرع کے احکام میں تو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی لیکن اپنے اپنے اسرار باطن سے کچھ خبر نہ دی۔ اگر خبر دیتے تو شاید یقین متابعت اسرار باطن سے بھی منتفع ہوتے۔ پس کمال صدق و اخلاص سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور وہی سوال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو بھی یہی حکم تھا کہ یہ راز مخفی بجز طالبا صلب دق کسی پر ظاہر نہ ہو۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وہ سب راہ تعلیم فرمائے پس اسرار ربانی بوسیۃ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرقہ صوفیہ کرام میں پہنچے اور قیامت تک اُن سے فیض جاری رہے۔ کَالْعُلَمَاءِ وَرِثَةُ الْاَنْبِيَاءِ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ جو انبیاء علیہ السلام کے علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغفر صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ نجات از نقل طبعی گناہاں کہ مانند آب غرق کنندہ اند و دفعہ ہاویہ اندازند بدو ن آنکہ توسل بکمال کردہ آید کہ خود را طرف الطف اللطفا ساختہ باشند مانند چوب کہ خود را طرف ہولے لطیف کردہ است ممکن نیست پس بہر نوع کہ ممکن شود خود را در دل آن ظروف لطیفہ جا باید داد کہ برکت آل لطیف کہ منظوف آن ظروف است شامل حال ماہم شود۔ بحکم آنکہ ماہم منظوف آن ظروف ایم و آن لطیف ہم منظوف آن ظروف است اتحا وظرف آن لطیف ہم رسانیم و خود را از نقل گناہاں و اربانیم و آن ظروف لطیفہ در ہر وقت کیاب و نادر الوجود می باشند لاجرم مطلب تفتیش آل بابا شد و بدل و جان و متابعت و محبت آنہا باید کوشید کہ در دل ہائے آن بابا پیدا کنیم و ہلے این اہمست مرحومہ آن ظروف لطیفہ اہل بیت مصطفویؐ اند علیہ السلام کہ محبت ایشان و متابعت ایشان موجب آل می گردد کہ در دہائے ایشان این کس را جائے پیدا شود۔ چوں آل دہا را کہ از نور لطیف حضرت

باری علی سہ معور و معلو است بسبب مشارکت ظرف و مجاورت مکان با نجاب مناسبے پیدا آید کہ در دفع ثقل طبعی گناہاں حکم تزیایق وار و نفس ماقال شعرے

مورے چارہ ہو س کر و کہ در کعبہ رسد دست در پائے کو تیز و ناکاہ رسد

ولہذا در حدیث شریف وار و است کہ مثل اہل بیٹی فیکم مثل سفینۃ نوح من زکھائجا و من تخلف عنہا غرق یعنی مثال اہل بیت من در شما مثال کشتی حضرت نوح است ہر کہ سوار شد و ران کشتی از طوفان نجات یافت و ہر کہ پس ماند از ان کشتی غرق طوفان گشت و وجہ تخصیص اہل بیت علیہ السلام باین مراتب و فضیلت آن است کہ کشتی حضرت نوح صورت کمال علمی آنجانب بود و حضرات اہل بیت را نیز حق تعالی صورت کمال علمی جناب خاتم المرسلین صلعم گردانیدہ بود کہ عبارت از طریقت است زیرا کہ کمال علمی آنجانب صلعم بدون مناسب شخص آنجانب در قوس روجیہ و عصمت و حفظ و قوت و سماعت متصور نیست کہ در کسے جلوہ گر شود و این مناسبیت بدون ولادت و علاقہ اصیبت و فرعیبت ممکن الوصول نیست پس این کمال را با جمیع شعب آن کہ مومن ولایات مختلفہ است درین مجری جاری کردند و از ہمیں ناوداں نختند و ہمیں است معنی اماست کہ یکے مرویگرے را از ایشان بآں وحی ساخت و ہمیں ست سر تکہ بزرگوں مرجع سلاسل اولیائے امت شدند و ہر کہ متک بحبل امری نماید چار و ناچار سبب استفاضہ او بآں بزرگوں را نہی میگرد و در بر کشتی می نشیند بخلاف کمال علمی آنجانب کہ پیشتر در صحابہ کرام جلوہ گر ماند زیرا کہ انبیاء آل کمال را صحبت تلیذ با و ستاؤ نہادت دراز و تظن بر صیانت او و آموختن آئین و آردہ و حل مشکلات و استخراج مجہولات از وضوہر است و لہذا فرمودہ اند کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدی ثم اھتدیتہم و چون قطع در پائے حقیقت بدون جناح علمی و جناح علمی ممکن نیست مرد مسلمان را بہر دو جناح تسک ضرور افتاد چنانچہ قطع دریا بدون سواری کشتی و مراعات حال نجوم نامست توجہ را از غیر سمت اتیانے حاصل شود ممکن نیست و لہذا فرمودہ اند و تعیقل یعنی و یاد و ادراک قصہ کشتی را کیفیت نجات از غرق طوفان کہ مومنین را بدین تدبیر حاصل شود اذن و اعیہ

یعنی گوشتے کی یاد دارندہ این قسم امور است۔ و حدیث شریف واردست کہ چوں این آیت نازل شد آنحضرت ع۔ حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ را پرسیدند کہ سَأَلْتُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَہَا اُذُنًا لِّیَ اَسْمَعِ وَتَخْفِیصُ حضرت امیر المؤمنینؑ باین شرف و مرتبہ برائے سین مکتہ است کہ معنی کشتی بودن اہل بیت بدون توسط حضرت امیر متصور نبود زیرا کہ اہل بیت آنحضرتؑ کہ قابل امامت این طریق بودند در آن وقت صغیر السن بودند و تربیت ایشان بدگیرے حوالہ کردن منافی شان کمال آنحضرتؑ بود۔ لاجرم قواعد نجات از نقل گناہاں بحضرت امیر المؤمنین القافر مودون و ایشان را امام ساختن و کمال علی خود را بصورت ایشان متصور نمودن ضرور افتاد کہ ایشان حکم اَبُو تُتْ اَن کمال را نرو نازہ بصاحبزادہ ہارسانند و این سلسلہ تا قیام قیامت توسط ایشان جاری ماند و لہذا حضرت امیر المؤمنین رَاٰ یَعْسُوْبَ الْمُؤْمِنِیْنَ خطاب دادہ اند و معہذا جناب امیر سبب آنکہ و کنایہ آنحضرتؑ پرورش یافتہ بودند و علاقہ و اداوی با جناب داشتہ و از طفلی و برادر فریق و شریک ماندہ حکم فرزندی گرفتہ بودند و بسبب قرابت قریبہ کہ داشتند مناسبت کلی در قولے روحانی با جناب ایشان حاصل بود پس جناب حضرت امیر گویا ظل و صورت کمال علی آنجناب بودند کہ عبارت از ولایت و طریقت است و بدعاے آنحضرتؑ آن امتداد ایشان تضاعف پذیرفت و بہایت مرتبہ کمال رسید۔ چنانچہ شمار آن در ظاہر باطن اولیاد اللہ از ہر طریقہ و سلسلہ ظاہر و ہوید است وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ { اِن روایات سے ثابت ہوا کہ طریقت کی تعلیم خاص ہے نہ عام ۛ

بیان ششم تعلیم تصوف باندان عقل و حوصلہ طالب

یہ بات مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمیع انبیاء علیہ السلام کو نبی شرک و تعلیم توحید کے واسطے نوبت بنوبت مبعوث و متعین فرمایا ہے۔ اور شرک و توحید ہر ایک کی چار چار قسمیں ہیں۔ اول شرک شریعت خدا کی ذات و صفات و افعال میں کسی کو شریک کرنا۔ اور یہ ایسی ہیائے بے درماں اور مرض لا دوا ہے۔ جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ تُشْرَکَ بِهِ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَ مَنْ
یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اِفْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا یعنی شہیق اللہ نہیں بخشتا ہے یہ کہ اس کا شریک
پکڑے اور کھینچتا ہے اس کے سوا جسکو چاہے جس نے شریک ٹھیرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان
باندھا اور دوسری جگہ فرماتا ہے فَقَدْ ضَلَّ صُلٰٓا کَۢبِیْعًا یعنی پس تحقیق گمراہ ہوا اگر اسی
دُور کا یعنی ایسے شرک کی ہرگز بخشش نہیں اسی لحاظ سے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو
یعنی شرک کی نصیحت فرمائی ہے چنانچہ اس پند و لبند کو اللہ تعالیٰ نے بعینہ نقل فرمایا ہے
یٰۤاِبْنٰی لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ یعنی اے فرزند اللہ کے ساتھ شریک
مت کر بلا شک شرک بڑا ہی ظلم ہے۔ اور شرک شریعت کے مقابلہ میں توحید شریعت ہے۔
دوم شرک طریقت خدا و رسول صلعم عبد و معبود خالق و مخلوق کا ثابت کرنا شرک جلی ہے اور
اسکے برعکس توحید طریقت ہے۔ سوم شرک حقیقت صفات کو غیر ذات سمجھنا یہ شرک خفی ہے اور
اسکے برعکس توحید حقیقت ہے۔ چہارم شرک معرفت۔ ہم و مسمیٰ میں تمیز نہ کرنا یہ شرک اخفی ہو
اور اسکے برعکس توحید معرفت ہے۔ پس ان چاروں قسموں کی شرک کی باز پرس ان چاروں تہذیب
والوں سے ہوگی۔ پس ہر ایک نبی نے شرک کے مٹانے اور توحید تنزیہی کی تعلیم میں
سعی و کوشش میں فرمائی۔ مگر کسی کافر و مشرک کے خیال میں نہ آئی بلکہ مقابلہ پیش آئے
آخر ہلاک و تباہ ہو کر فی النار و السعیر ہوئے جبوقت آنحضرت سرور کائنات منجھ موجود
رحمت عالمیان خاتم النبیا احمد مجتہد مصطفیٰ صلعم مشرف مبعراج ہوئے تو آپ کو تین
قسم کے اسرار عطا ہوئے۔ ایک لائق تعلیم عام۔ دوم قابل تلقین خاص و اخص۔ سوم مناسب
اخفی۔ چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس ستودہ صفات کو انسان کامل بلباس وحدت
مبعوث فرمایا تھا بموجب غفل خدا واد کے دیکھا کہ افراد بشر عقل قیاس و فہم و ادراک میں مختلف
الافرع ہیں پس ہر ایک کے حوصلہ و استعداد کے موافق تعلیم میں مشغول ہوئے۔ عامہ
خلایق کو حکم اول یعنی شریعت غرا کی تعلیم فرمائی اور جو حکم بارگاہ کبریائی سے صادر ہوا تھا۔ ہر
ایک کو سنا دیا اور اسی کا نام تبلیغ رسالت تھا۔ پھر خواص کو دعوت شریعت کے بعد فیضان

سرشتہ طریقت سے سیراب کر کے اخص کو درباب فقر و قس میں غوطہ دیا گھا قال علیہ السلام یَخْنُ مَعَانِهِمُ الْاَنْبِیَاءُ اَمْ هُنَا اَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ وَنُكَلِّمُهُمْ عَلٰی قَدْرِ عَقْلُوْلِهِمْ یعنی ہم گروہ ہن بیا رکھو حکم ہے کہ لوگوں کو اُنکے مرتبوں میں رکھیں اور اُن سے اُنکی عقلوں کے موافق کلام کریں۔ اور بہت حدیثوں میں آیا ہے کہ جسکی عقل زیادہ ہے اُنکے مراتب بھی زیادہ ہیں اس لئے کاملین علی قدر مراتب عقل ہر ایک کو تعلیم فرماتے ہیں اور اپنی عقل کے موافق ہر ایک ٹھہر پاتا ہے اسی واسطے رسول صلعم نے بھی علی قدر مراتب عقل و ادراک ہر ایک کو تعلیم فرمائی ورنہ کم فہم لوگ خراب و ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے مَا حَدَّثْتُ قَوْمًا يَحْدِثُ كَاَيْفَهُمْ وَنَدَّ اِلَا كَانَ فِتْنَةً عَلَيْهِمْ یعنی جو کوئی قوم میں سے کسی قوم سے ایسی بات بیان کرے گا جسکو وہ نہ سمجھیں تو وہ اُن پر ایک بلا ہوگی۔ اور دوسری حدیث میں یوں فرمایا ہے مَا أَحَدٌ يُحَدِّثُ قَوْمًا يَحْدِثُ عَلَيْهِمْ لَأَنْبِئَهُمْ عَقْلُ لَّهُمْ اِلَّا كَانَ فِتْنَةً عَلَيْهِمْ یعنی جب کوئی شخص کسی قوم کے سامنے ایسی بات کہتا ہے کہ جسکو اُنکی عقل نہیں پہنچتی تو اُن میں سے بعض آدمیوں پر وہ بات فتنہ ہو جاتی ہے اسی واسطے حکم ہے نُكَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عَقْلُوْلِهِمْ یعنی سامعین کی عقل کے موافق تم کلام کرو تاکہ وہ سمجھ جائیں ایسی بات نہ کہو کہ جس سے وہ تشویش میں پڑ کر خراب ہو جائیں پس آنحضرت صلعم نے اسرا معرفت یعنی فقر کو جس سے اَلْفَقْرُ فَحْرٌ حِیْ وَالْفَقْرُ هَمٌّ مَتٰی مراد ہے عام طور پر تعلیم نہیں فرمایا کیونکہ یہ نہایت باریک اسرار ہیں ہر ایک کا فہم و ادراک اُسکے کنگرہ تقدیس تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہذا خاص خاص صحابہ کرام مثل حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ و حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت سلمان فارسیؓ و حضرت زیدؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم کو علی قدر مراتب فہم و ادراک تعلیم فرمایا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے مَا صَبَّحْتُ اِلَّا

۱۔ اس حدیث کو ابو بکر بن شیخ نے بیان کیا ہے اور ابو داؤد نے بروایت عائشہ صدیقہؓ اور لفظوں سے روایت کیا ہے ۲۔ اس حدیث کو ابو نعیم و ابن السنی نے بروایت ابن عباس بیان کیا ہے ۳۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے بروایت ابن عباس بیان کیا ہے ۴۔ اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے ۵۔

وَقَدْ صَبَّبْتُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ يَفِي رَسُولٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَأَيْتُهُمْ فِي كَهْنِ ذِي الْأَشْهَانِ
 مِيرے دل میں کوئی علم مگر ڈالا میں نے ابوبکر کے سینے میں۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے
 مَا فَضَّلْتُ أَبَا بَكْرٍ بِكَثْرَةِ صِيَامِهِ وَلَا صَلَواتِهِ وَلَكِنْ بِبَيْتِهِ وَقَرْنِي فِي صَدْرِي يَفِي
 فرمایا رسول خدا صلعم نے ابوبکر پر روزہ اور نماز کی زیادتی سے غفلت نہیں ہوا بلکہ ایک بھید
 اور علم کی وجہ سے جو اسکے سینہ میں ڈالا گیا ہے۔ پس وہ رازِ علم فقر ہے جس سے حضرت
 کو غریب و قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَوةً
 وَعَائِينَ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَشْتُهُ وَأَمَّا الْآخَرُ كَوَبَشْتُهُ لِقُطْعِهِ هَذَا الْبَلْعُومُ يَعْنِي حَضْرَتِ
 ابوبکر پر یہ نظر مانتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم سے دو ظرف علم یعنی ظاہری و باطنی کے
 حاصل کئے ہیں۔ ایک کو تو میں نے بیان کر دیا ہے اور اگر دوسرے کو بیان کروں تو میرے
 گلے کی مری کٹ جائے۔ اب فرمائیے کہ حضرت ابوبکر پر ہونے کو کتنا علم بیان کیا اور کس علم
 کے بیان کرنے سے کلا کشتا تھا۔ بجز اسکے اور کوئی جواب کافی نہیں کہ علم ظاہری یعنی شریعت
 کو تو بر ملا علی الاعلان بیان کر دیا اور علم باطن یعنی فقر کو بیان نہ کر سکے ورنہ نادان لوگ اپنی
 کم فہمی کی وجہ سے قتل کر ڈالتے۔ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھی ایک ایسی ہی
 حدیث کے راوی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ لَوْ حَدَّثْتُكُمْ مَا أَعْلَمُ لَا فَتَرَقَلْتُمْ
 عَلَى ثَلَاثِ فَرَقٍ فَرَقَةٌ ثَقَاتِي وَفَرَقَةٌ كَاتِبَتِي وَفَرَقَةٌ تَكْذِيبِي يَعْنِي حَضْرَتِ
 حذیفہ فرماتے ہیں کہ اگر میں تم سے وہ حدیثیں بیان کروں جو میں جانتا ہوں تو البستہ تم تین
 گروہ متفرق بن جاؤ گے۔ ایک گروہ تو میرے قتل کرنے پر آمادہ ہو جائیگا۔ اور ایک میری
 امداد سے دست بردار ہو جائیگا۔ اور ایک مجھ کو جھٹلائے گا۔ دیکھو شرح کنز العمال صفحہ ۵۵ جلد
 آپ اصحابِ صفہ کے ایک بڑے آزاد قلندر مہر تھے۔ رسول علیہ السلام اکثر اوقات فرصت
 اور تنہائی کے وقت میں حضرت حذیفہ کو اسرارِ الہی و موزاتِ باطن کی تعلیم فرمایا کرتے
 تھے۔ اسی لئے آپ کا خطاب صاحب السر رسول اللہ صلعم قرار پایا ہے حضرت امیر المؤمنین عمر

۱۵ اس حدیث کو بیہقی اور ابن عدی نے بروایت ابن عمر بیان کیا ہے ۱۶

۱۷ اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ۱۸

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ نے مسجد نبوی میں طالبین و متماثلین کو اسرارِ بطون کی تلقین بڑے زور شور سے شروع کر دی۔ ۵

قد عن ہے کہ کوئی میں ترے آئے نہائے | اگر بے خبر آجائے تو پھر جانے نہائے

یہاں تک نوبت پہنچی کہ عشاقین امورِ دنیاوی سے دست کن ہو کر صحرائِ نبوی اختیار کرنے لگے رفتہ رفتہ اس امر کی شکایت حضرت عمر فاروق کو پہنچی۔ آپ نے حضرت حذیفہؓ کو بلا کر فرمایا کہ کیا تم لوگوں کی دنیا خراب کرتے ہو یہاں سے چلے جاؤ۔ آخر کار ہام مجبوری مدینہ منورہ کو خیر باد کر کے مدائن میں جہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ عامل تھے جا کر قیام فرمایا۔ اور وہیں آپ کا مزار پر انوارِ زیارت گاہ فاضل عام بنایا گیا جسکی زیارت سے یہ راقم الحروف بھی مشرف ہو چکا ہے۔ علماءِ ظواہر ان دونوں حدیث کی نسبت یہ فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں چونکہ حالات و مناقبات و مجاہدات بنی امیہ مندرج تھے جن کا طور و بعد میں ہوا۔ اس خوف کے مارے کہ ہمیں یہ لوگ ہماری گلو تراشی نہ کر ڈالیں ان احادیث کو بیان نہیں کر سکے اَشْتَغِفُ اللہ بزرگانِ دین پر سیاہت بے سرو پا حملہ کرنا علما کی شان سے بہت بعید ہے۔ اب میں چند باتیں علمائے ظواہر سے دریافت کرنا چاہتا ہوں اول تو یہ کہ اس دوسرے طرف میں بحرِ حالات بنی امیہ اور کچھ بھی نہ تھا۔ دوم یہ کہ حضرت حذیفہؓ کو صاحبِ السِّر رسول اللہ کا خطاب جو دیا گیا ہے یہ کیوں کیا یا اس لحاظ سے کہ انھوں نے ان احادیث کو بنی امیہ کے خوف سے افشا نہیں کیا اور پوشیدہ رکھا۔ اور اگر اس خطاب کی یہی وجہ ہے تو پھر حضرت ابو ہریرہؓ کو کیوں یہ خطاب نہیں ملا۔ حالانکہ اس حدیث گلو تراشی والی میں آپ بھی شریک ہیں۔ اور اس طرف حدیث کو آپ نے بھی افشا نہیں کیا۔ سوم یہ کہ رسول علیہ السلام نے ان دونوں صاحبوں کو اپنا امین سمجھ کر اسرارِ باطن سے اس لئے آگاہ فرمایا تھا تا کہ ان احادیث کا فیضان دوسروں کو پہنچائیں۔ پس بغیر ممانعت حضور انور صلعم و فیض کیوں مخفی رکھا۔ ظاہر کیوں نہیں کیا گیا۔ کیا اپنی جان کے خوف سے هَذَا أَهْتَانٌ عَظِيمٌ ہمارے نزدیک تو ان حضرات نے اُس فیضِ باطن کو ہرگز بند نہیں رکھا۔ یہ اہل ظواہر کی ایک من گھڑت بات ہے پس ان احادیث میں چونکہ اسرارِ باطن پوشیدہ تھے لہذا عوام الناس ناقص

العقل و کم فہم کے سامنے بر ملا ظاہر کر دینے میں اپنی ہلاکت کا باعث سمجھے اور خواص کو خفیہ طور پر تنہائی میں جیسا کہ رسول علیہ السلام کا وطیرہ تھا فیض یاب فرمایا۔ چنانچہ وہ سہرات الہی و رموزات باطن جسکو فقر و تصوف و علم باطن کہتے ہیں اولیاء اللہ کے ذرائع سے سینہ بسینہ آج تک چلے آ رہے ہیں اور تاقیام قیامت یہ فیضان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جاری و ساری رہے گا۔ البتہ عوام الناس کو نہ اندیشوں کے سامنے علم باطن کا اظہار کرنا اب بھی موجب ہلاکت ہے اور قابل وار۔ جیسے حضرت منصور حلاجؒ نے سنواؤا سمجھے گئے سچ ہے

آں راز کہ در سینہ نہان ست نہ و خط است | بردار تو اں گفت و بہنہر نتواں گفت

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ قُتَيْبَةَ وَآخَرُ إِلَى صَدْرِهِ أَنَّ هَذَا لَعَلُّهُ مَبَاحَةٌ لَوْ وَجَدْتُ لَهَا حَلَّتْهُ
وَقَالَ قُلُوبُ الْأَبْرَارِ قُبُورُ الْأَكْثَرِ اِرْیَیْے حضرت علیؑ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ
کر کے فرمایا کہ یہاں بہت سے علوم ہیں اگر پتا میں انکے متحمل ہو اور فرمایا اولیاء اللہ کے سینہ
اسرار الہی کی قبریں ہیں یعنی عام لوگ ان علوم کے متحمل نہیں۔ اسی واسطے آپ نے بھی
خاص خاص کو مثل حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ و حضرت خواجہ امام حسن بصریؒ و
حضرت کمال ابن زیادؒ وغیرہم کو تعلیم فرمایا۔ کیونکہ جو چیز بیش بہا ہوتی ہے وہ عام طور پر نہیں
کہتی بلکہ خاص طور پر خاص خاص ہی کو ملتی ہے۔ اور اُس درمکون کے لئے سراپا عقل و
فراخی و حوصلہ و بہت بلند درجہ ہے۔ اس علم میں ایک شعبہ کشف ہے جسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک
کشف کوئی و دوسرا کشف ذاتی۔ کوئی وہ ہے کہ سالک کو احوال عالم سے روز اطلاع ہو جائے
اور ذاتی وہ ہے کہ عارف کو ذات حق و حقیقت اشیا عالم کا انکشاف ہو۔ رسول صلعم نے
اسی طرف اشارہ فرمایا ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ لَیْنِے اے اللہ مجھ کو دکھا حقیقت
اشیا بعینہ جب حضرت زید کو کشف کوئی منکشف ہوا تو ایک روز جوش میں آکر کہنے لگے کہ یا
رسول اللہ صلعم اگر حکم ہو تو بہشت تینوں اور روزخوبوں کو جدا جدا اور حال نشر و حشر کا بالتفصیل بیان
کر دوں۔ آپ نے فرمایا بس بغیر گھڑا بہت گرم ہو گیا ہے۔ اسکو ذرا ٹھنڈا کر۔ چنانچہ اس قصہ کو

۱۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے ۱۲۔ اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے

۳۔ اس حدیث کو شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنی کتاب آداب ارشاد المریدین میں نقل کیا ہے ۱۲

مولنا روم نے لکھا ہے ۵

گفت پنہیر صبا سے زید را
گفت عبد اموثا بازو شن گفت
گفت نشہ بودہ ام من روز ہا
تاز روز و شب جد گشتم چناں
کہ ازاں سو جہ ملت ہا کیے است
ہست ازل را و ابد را اتحاد
گفت ازیں رہ کورہ آوردی بیار
گفت خلقاں چون بنیذ آسماں
ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
یک بیک درے شناسم خلق را
کہ بہشتی کمیت بیگانہ کمیت
ایں زماں پیدا شدہ بر این گروہ
جلہ را چوں روز رستاخیز من
یا رسول اللہ بگویم سہ حشر
ہل مرا تا پردہ ہا را ہر درم
نہا کسوف آمد من خورشید را
و انہایم روز رستاخیز را
وست ہا ببردہ اصحاب شمال
و اکشایم ہفت سوراخ نفاق
و انہایم من پلاس اشتقا
دوزخ و جہات و برزخ در میان
و انہایم حصن و کوثر را بچشش

کیف اصبحت اے رفیق با صفا
گو نشان از باغ ایماں گر شکفت
شب نمی خستم ز عشق و سوز ہا
کہ ز اسپر بگزد نوک سنان
صد ہزاراں سال یک ساعت کی است
عقل را رہ نیت سوئے اعتقاد
و خور فہم و عقل این دیار
من بہ بیم عرش را با عرشیاں
ہست پیدا چو بت پیش شمن
ہچو گندم من ز جوہر آسیا
پیش من پیدا چو مورماہی است
یوم تلیص و تسود و وجوہ
فانش می بیستم عیاں از مرد و زن
در جہاں پیدا کنم امروز نشر
تا چو خورشید سے بتابد گوہرم
تا انہایم خسل را و بید را
نقد را و نقد قلب آمیز را
و انہایم رنگ کفر و رنگ آل
و ضیائے ماہ بے خف و محاق
بشنو انم طبل و کوس انبیاء
پیش چشم کافراں از رم عیاں
کاب براونشان زندہ با گشش مجوش

وانکہ تشنہ گرد کوثر سے روند
می بسایند ووش شاں بردوش من
اہل جنت پیش چشم انتظار
دست یکدیگر زیارت می کنند
کر شد این گوشم ز بانگ آہ آہ
ایں اشارت ہست گویم از نقول
ہم چنین میگفت سرست و خراب
ہیں بگویم یا فر و بندم نفس
گفت دم در کش کہ اسپت گرم شد
آئینہ توجست بیرون از غلاف

یک بیک را و انما یم تائیکند
نعرہ باشاں میرسد و گوش من
در کشیدہ یک بیک را در کنار
وزلباں ہم بوسہ غارت می کنند
از چنین و نعرہ و حستزناہ
لیک می ترسم ز آزار رسول
و انہم غیر گریانش بہ تاب
لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس
عکس حق لایستی زوشم شد
آئینہ و سینہ انی گوید خلاف

جملادہ کنشی بات حق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تعلیم فرمائی۔ اور فرمایا کہ
اسکو کسی کے سامنے بیان نہ کرنا۔ آپ نے بہت ضبط کیا۔ آخر دینیہ منورہ کے باہر جنگل میں ایک
کنوے کے کنارہ پہنچ کر اُس راز کو بیان کیا۔ اُس کنوے کا پانی خون ہو گیا۔ آجنگ پینہ
منورہ میں بیر علی مشہور ہے۔ آخر وہ کونسا علم تھا کہ جبکی وجہ سے حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ
کو جوشش آیا تھا اور حضرت اویس قرنیؓ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جتہ کیوں غمایت فرمایا تھا
اور حضرت عمر فاروقؓ و حضرت اویس کے سلسلے اپنی خلافت کو ایک دینار کے بدلے
کیوں فروخت کرتے تھے۔ اس قصہ کو شیخ فرید الدین عطارؒ نے لکھا ہے :

چوں عمر پیش اویس آمد بجوشش
گر خلافت را خریدار سے بود
چوں اویس ایں حرف بشنید از عمرؓ
تو بیگن ہر کمرے خواہ در راہ
چوں خلافت خواست انگدش امیر
جملہ گفتندش مکن لے پیشوا

گفت افکندم خلافت را زدوشش
میفروشم گر بدینار سے بود
گفت رو بگذار و فارغ در گذر
بار برگیر و روڈنا پیش گاہ
آں زماں برخواست از یار اں نصیر
خلق را سے گشتہ از بحر خدا

عمدہ درگرونت صابق کرو
گرتو پیچھی سرازفرمان او
چوں مشنید این حجت محکم عمر

آں نہ برعہد ا کہ برحقیتق کرد
ایں زماں از تو برنجد جان او
کار ازین حجت برو نشا سخت تر

حضرت امام محمد غزالی اچھا ہیں کہتے ہیں کہ بعض عارفوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ ربوبیت کا ایک راز ہے اگر وہ ظاہر ہو تو نبوت بیکار ہو جائے۔ اور نبوت کا ایک بھید ہے اگر وہ ظاہر ہو تو علم نکٹا ہو جائے۔ اور عارفوں کا ایک ستر ہے اگر وہ اسکو افشا کریں تو احکام شرع بیکار ہو جائیں۔ اور حضرت ہسپل تشتریؒ کا قول ہے کہ عالم یعنی عارف کو تین علم غایت ہوتے ہیں۔ ایک علم ظاہر یعنی شریعت ہے کہ جمیع جن و انس کو تعلیم فرماتا ہے۔ دوسرا علم باطن یعنی طرفیت ہے کہ سولے اُسکے اہل کے عام کو تعلیم نہیں کر سکتا تیسرا علم معرفت یعنی فقر و فنا ہے کہ تصوف میں اس سے افضل و اعلیٰ مرتبہ نہیں اور یہ راز الہی ہے کہ اسکو بغیر حکم خاص کے تلقین نہیں کر سکتا۔ جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے کہ ماموز حکم خدا ہیں حضرت موسیٰؑ کو حکم خداوندی راز مخفی سے مطلع کیا۔ چنانچہ یہ قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ اگر ایسا علم عام طور پر تعلیم کیا جاتا تو احکام شرع درجہ و برہم ہو جاتے اور عوام الناس ہلاک و تباہ۔ اسی واسطے فقر کی تعلیم سینہ بسینہ ہوتی ہے۔ اور یہ امانت اسی کو سپرد کی جاتی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اُسکے حصوں کی قابلیت عطا فرمائی اَللّٰہُ یُوْنِیْہِ مِنْ تَنْبَیْہِا اگر کوئی کہے کہ جب علم فقر و معرفت راز الہی ہے۔ تو پھر تم نے اُسکو کیوں لکھا اُس کا جواب یہ ہے کہ اسرافقر نہ کبھی تحریر میں آئے اور نہ آسکتے ہیں۔ بلکہ جو کچھ تحریر میں آیا ہے وہ عبارت و اشارت ہی حصول اسرار کی تشوین کے لئے نہ کہ عین اسرار کے لئے۔ اور بالآخر اگر اس تحریر کو بھی علم اسرار کہا جائے تو بہت ہی خواص کے واسطے لکھا ہے نہ عوام کے لئے عامی جہلا بجز سطور و حروف کے اور کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اگر ٹھہ بھی لیں تو مقصود کا سمجھنا محال۔ ہاں جو شخص صاحب عقل سلیم اور صحبت فقر کا فیض یافتہ ہوگا اُس کو ان مضامین میں کسی طرح کا شک و تردد پیدا نہ ہوگا۔ بلکہ خاطر خواہ اپنا مطلب اس میں سے اخذ کر لے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے اس کتاب میں لکھا ہے اُس سے کڑوڑوں حصے زیادہ قرآن

صلعم من اولہ الی آخرہ اسرار سے معمور اور بھرپور ہیں۔ مگر ان میں سے بھی خاص ہی لوگ وقائق سے واقف ہیں ورنہ عام بجز تلاوت قرآن کے اور کچھ نہیں جانتے۔ غرض کہ اسرار تصوف علم کتابی نہیں اور نہ کتابوں کے دیکھنے سے حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ سمجھ میں آ سکتے ہیں اور نہ کسی صاحب مذہب نے ایسی کئی کتاب لکھی ہے کہ جسکے دیکھنے سے اسرار تصوف منکشف ہو جائیں۔ ۷

شافعی را در روایت نیست

بو حنیفہ ز عشق درس نگفت

مالکی را در وحایت نیست

جنبل از عشق تیر بے خبرست

بیسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث سے رسول صلعم کا نشانہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی امر میں تم سے سوال کرے تو تم اسکی عقل کے موافق ایسا جواب دو کہ وہ سمجھ جائے اور دوبارہ دریافت کرنے کی اسکو حاجت نہ رہے ایسا ہیچ یہ جواب نہ دو کہ وہ خرابی میں پڑے اور اسی تردد میں تباہ و ہلاک ہو جائے۔ یعنی جہان تک اسکی عقل کی رسائی ہو وہاں تک سمجھا دو تا کہ وہ تردد سے محفوظ رہے یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے دل کی کوئی بات کتاب میں نہ لکھو اگر ایسا ہوتا تو کوئی شخص قلم نہ اٹھاتا اور کاغذ سیاہ نہ کرتا۔ اور تمام علوم اسرار و دنیا کے صفحہ جہاں سے یک قلم مفقود ہو جاتے اور کسی علم کا نام و نشان باقی نہ رہتا چنانچہ بزرگان سلف نے اپنے اپنے رسائل و کتب میں ہر قسم کے نکات و اسرار بیان کئے ہیں ہمنے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ انہیں بزرگان دین سے جو حصہ ملا ہے اور انھیں اولیا اللہ کا فیض و اسرار جو دل نشین ہوئے۔ اس بحر متولج میں سے ایک نہر صحرائے عالم میں ہم نے بھی جاری کی ہے تاکہ طالبان تشنہ دل سیراب ہوں اور تشنگی بجھائیں۔ پس جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے یا لکھا جاتا ہے۔ یا لکھا جائے گا۔ یہ سب اس علم اسرار و فقر و تصوف کے آداب و ارکان و آثار و اطوار و منازل و مقامات و قواعد و آلات و اسباب و وسائل ہیں تاکہ طالب کو شوق زیادہ پیدا ہو ۷

بساکین دولت از گفتار خیزد

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

بوقت تحصیل زیادہ وقت نہ اٹھائے اور آسانی سے مراحل فقر کو طے کر کے اپنے مقصود

اصلی کو پہنچ جائے ورنہ یہ نوشت کچھ فقر نہیں ہے نہ نوشت میں آسکتا ہے کیونکہ فقر ایک راز ہے جو تحریر و تقریر سے باہر ہے بلکہ وہ ایک روحی اثر ہے جو پیر کا دل مرید کے دل میں ڈالتا ہے اور اسکو سیر الی اللہ و سیر مع اللہ و سیر فی اللہ کر کے خدا کے سپرد کر دیتا ہے اس کے بعد جو راز و نیاز اس کے اور خدا کے درمیان پیش آتا ہے اسکو فقر کہتے ہیں اور یہ حد تحریر و تقریر سے باہر ہے جیسے کیفیت سر و صحبت عاشق و معشوق پس یہ علم فقر فقر و انبیا کا علم سینہ ہے نہ علم سفینہ کسی عاقل و صاحب فہم سلیم کو کچھ تر و دو شک اس میں نہیں ہوتا پس جہاں تک ممکن ہے میں بھی اس میں قلم فرسانی کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ جانا چاہیے کہ اس دنیا میں مسافر تین قسم کے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ **الْاِنْسَانُ ثَلَاثَةٌ اَقْسَامٍ قِسْمٌ يُشَبِّهُونَ الْبَهَائِمَ وَقِسْمٌ يُشَبِّهُونَ الْمَلَائِكَةَ وَقِسْمٌ يُشَبِّهُونَ الْاَنْبِيَاءَ** یعنی آدمی تین قسم کے ہیں بعض بہائم کے مانند ہیں کہ مجبہ اکل و شراب و خور و خواب و شہوت رانی کے دوسرا کام نہیں رکھتے **اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلٰ هُمْ اَضَلُّ** اور بعض فرشتوں کے مانند ہیں کہ انکی ہمت بیع و تہلیل و نماز و روزہ وغیرہ صفات ملائکہ کے حصول میں مصروف رہتی ہے۔ اور بعض مثل انبیاء کے ہیں کہ انکی ہمت عشق و محبت و رضا و تسلیم میں مصروف ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے **الْمُسَافِرُ ثَلَاثَةٌ اَصْنَافٍ صِنْفٌ يُسَافِرُ فِي الدُّنْيَا رَاسُ مَالِهِ الدُّنْيَا وَرِجْلُهُ الْمَعْصِيَةُ وَ النَّدَامَةُ وَ صِنْفٌ يُسَافِرُ فِي الْاٰخِرَةِ رَاسُ مَالِهِ الطَّاعَةُ وَالْعِبَادَةُ وَ رِجْلُهُ الْجَنَّةُ وَ صِنْفٌ يُسَافِرُ اِلَى اللّٰهِ رَاسُ مَالِهِ الْمَعْرِفَةُ وَ رِجْلُهُ لِقَاءُ اللّٰهِ** تعالیٰ بینے مسافر تین قسم کے ہیں بعض سفر کرتے ہیں دنیا میں اور انکا راس المال دنیا ہے اور اسکا سود گناہ و ندامت یہ لوگ بہائم و انعام کے مثال ہیں کہ بجز حرص و ہوا و نفس پرستی کے اور شغلہ نہیں رکھتے اور بعض آخرت کا سفر کرتے ہیں۔ انکا راس المال طاعت و عبادت ہے اور اسکا سود جنّت یہ لوگ حصول صفات ملائکہ میں کوشش کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگ خدا کی طرف سفر کرتے ہیں انکا راس المال معرفت ہے اور اس کا سود دیدار الہی۔ یہ لوگ انبیاء کے مانند ہیں کہ رضا و تسلیم کا لباس اپنے تن پر آ رہنہ کر کے عشق و محبت کی ریل گاڑی میں سوار ہو کر حصول

یعنی کُنْتُ كَمَزًا خَفِيًّا جو طلسماتِ بوقلموں سے معمور ہے۔ اِدادِ الہی کا نوشتہ کے کر
 بہت تمام اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ کی دعا مانگتے ہوئے خدا کی طرف سفر کرتے ہیں
 یہ تو تم معلوم کر چکے کہ اس دنیائے ناپائدار میں مسافرینِ قسم کے ہیں اول طالبِ دنیا
 جن کا سفر و مجاہدہ دنیا کے واسطے ہے وہ محنت ہیں۔ اور اکثر ایسے ہی ہیں دوم طالبِ
 عقبہ جو آخرت کے لئے دوڑتے ہیں یہ مؤمن ہیں۔ اور کمتر سوم طالبِ مولیٰ جو معرفتِ
 الہی حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں یہ بہت ہی قحوطے بلکہ ثناء و نادر ہیں۔ انکو نہ کر
 کہتے ہیں۔ کہ قولِ کاملے طَالِبُ الدُّنْيَا تَحْتَنُّ وَطَالِبُ الْعَقْبَى مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ الْمَوْلَى
 مُذَكَّرٌ اور ہر ایک مسافر علی قدر استعداد و مراتب مجاہدہ اپنے مطلوب کو حاصل کرتا
 ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا فُتَاتٌ مِّنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ
 الْآخِرَةِ فُتَاتٌ مِّنْهَا وَتَسْتَجِبُ الشَّكْرِ يَنْتَہ یعنی اور جو کوئی چاہے جزا و نیا کی
 دینگے ہم اسکو اُس میں سے اور جو کوئی چاہے جزا آخرت کی دینگے ہم اسکو اُس میں سے
 اور شتاب بہ لا دینگے ہم شکر کرنے والوں کو یعنی جو لوگ ہماری بانٹ پر شکر کرتے ہیں
 اور جز ہمارے کسی کی طلب و تلاش میں نہیں دوڑتے بلکہ ہماری ہی جانب سفر کرتے
 ہیں تو ہم انکو بہت جلد بدلادیں گے کہ وہ علمِ معرفت و دیدارِ الہی ہے وَتَسْتَجِبُ الشَّكْرِ
 سے مراد یہ تیسرا گروہ ہے جسکو طالبِ مولیٰ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ
 جَاهَدُوا فَاَفْنَيْنَا عَنْهُمْ اَيُّهُمْ مَّسْبُوكَاتِ اللّٰهِ مَكْرَ الْمُحْسِنِينَ یعنی اور جن لوگوں
 نے محنت اور مجاہدہ کیا ہماری راہ میں (راہِ معرفت میں) تو ابستہ دکھا دینگے ہم انکو اپنی
 راہ (راہِ توجید و معرفت) اور تحقیق اللہ تعالیٰ البتہ ساتھ احسان کرنے والوں کے ہے
 یہاں احسان کے معنی ہیں اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ یعنی جسکی عبادت بخلوص
 دل اس شان و شوکت کی ہوگی تو بالضرور ہم اسکو بالعلم و العین بمرتب حق لائقین
 دکھا دینگے کہ ہم اُنہم ساتھ ہیں پس اسی معرفت کا نام بدلہ ہے اور کیا ہی بہتر و نظیر
 بدلہ ہے یعنی دیدارِ الہی یا یوں سمجھو کہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فَاِنْ اَنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ مَّسْبُوكَاتِ

صِبْغَةَ اللَّهِ یعنی رنگ سرکاری جلوہ افروز ہے

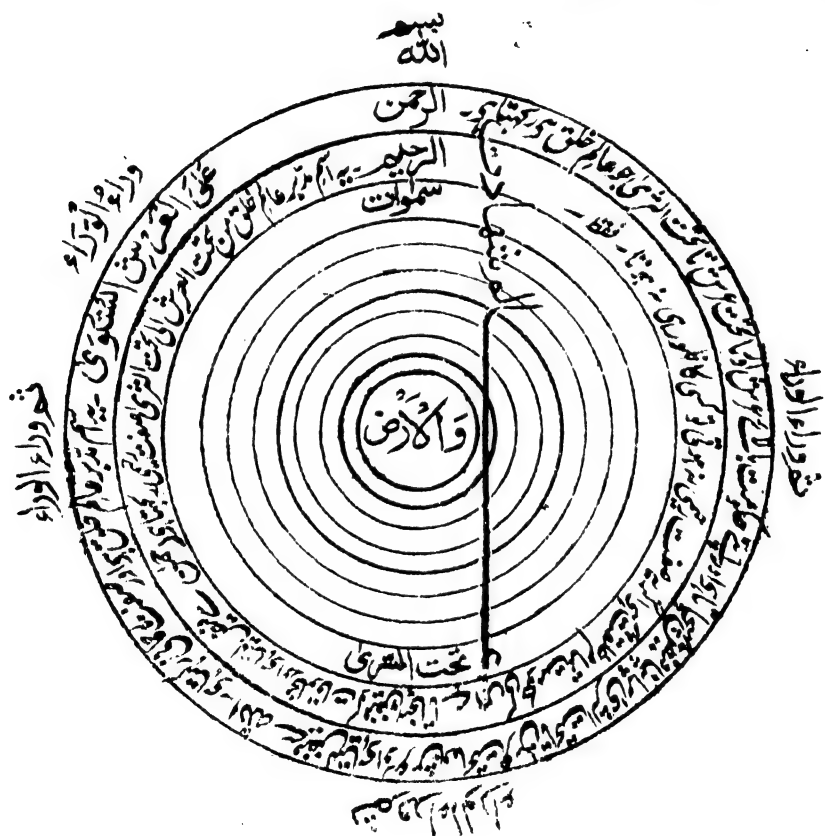
من اذ ارقت راي شمس

بہر رنگے کہ خواہی جامہ درپوش

پوشیدہ نہیں کہ اسماء الہی احاطہ محدود سے باہر ہیں اور ہر ایک اسم الہی ہر ایک
شے اور ہر ایک شخص کا رب و مدبر و تربیت و پرورش کنندہ ہے یعنی جلہ اسماء الہی
صفاتی عالم امر و عالم خلق کے ارباب ہیں اور جمیع اشیاء عالم امر و عالم خلق مرئوس و اواب
کہ اسم احدیت ذات رکھا گیا ہے رب الارباب کہلاتا ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کا رب ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا رب علیؑ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان
میں فرماتا ہے وَكَانَ عِندَ رَبِّهِمْ صَفِيًّا یعنی وہ تھا اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ
کہ اپنے رب کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتا تھا۔ لہذا ہر ایک شخص نبیؐ کی مرضی کے موافق
عمل کرتا ہے مگر موانع خلاف نہیں کر سکتا پس جس شخص نے اپنی حالت کے اعتبار سے
اپنے نفس کو شناخت کر لیا ہے کہ میں کس رب کا مرئوس ہوں یعنی میں اسماء حسنیٰ کے کون سے
اسم سے تعلق رکھتا ہوں اگر حالت ہدایت پر ہے تو اسم ہادی اس کا رب ہو اور اگر اسی پر ہے
تو اسم مضل اس کا رب ہے علیٰ ہذا القیاس تجار و قہار و منتقم و حسیم و کریم وغیرہ۔ اسی لیے
ہر شخص اپنی حالت کے اعتبار سے اپنے رب کا عرفان حسب استعداد حاصل کر سکتا ہے۔
مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کے یہی معنی ہیں۔ اور پرہیزگیا مت بھی ہر ایک
شخص اپنے رب کے دیدار سے حسب حیثیت عرفان مشرف ہو گا۔ اسی لحاظ سے بہشتی
بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں جابٹینگے۔ اور اولیاء اللہ بھی دنیا و آخرت میں اپنے اپنے
رب کے دیدار سے حسب استعداد مشرف ہوتے ہیں اور ہونگے۔ یعنی صفاتی انوار کا جلوہ
پائیں گے نہ ذاتی جلوہ کہ قدرتِ انسانی سے برتر اور جو اس ظاہری اور باطنی کے احاطہ
ادرک سے پاک اور منفرہ ہے۔ اسی بنا پر موسیٰ علیہ السلام کو لیلِ ترائی کا حکم ہوا تھا۔ بلکہ اپنے
رب کے جلوہ کی ہی دہشت نگر کے گما قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَمَّا جَاءَهُ مُوسَىٰ بِبَيِّنَاتٍ مِّنْ لَّدُنْهُ
رَبُّهُ قَالَ رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرْ اَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اَسْتَقَرَّ

مَكَانَهُ قَسَمْتُ نَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا
 یعنی جب آیا موسیٰ واسطے وعدہ ہمارے کے اور کلام کیا اس سے رب اُسکے نے کہا
 اے رب میرے دکھلائے مجھکو دیکھو میں طرف تیرے کہا اللہ نے ہرگز نہ دیکھ سکے گا
 تو مجھکو لیکن نظر کر طرف پہاڑ کے پس اگر قائم رہے جگہ اپنی پر پس لہستہ دیکھ سکے گا تو
 مجھکو پس جب تجلی کی پر ورگہا اُسکے نے طرف پہاڑ کے کیا اُسکو ریزہ ریزہ اور گڑبڑا سی
 بہوش۔ چہ جائیکہ ذاتی جلوہ۔ اس لئے کہ وہاں نمائے کلی ہو "نہ تو مانی ونہ من" کے
 مضمون میں دیدار کہاں۔ ہاں الہامات والذات والاکرام والنعام الہی بدرجہ غایت ہونگے
 البتہ انحضرت علیہ السلام کہ قرب ذاتی رکھتے ہیں اور معراج شریف میں ذاتی جلوہ
 پا چکے ہیں اور پاتے تھے اور پائیں گے لے مع اللہ وقت شاہد حال ہے اور اولیاء اللہ
 مکملین جو دنیا میں اپنے رب کے جلوہ دیدار کے متحمل ہو چکے ہیں قیامت کے روز
 بطیف رسول علیہ السلام حسب استعداد ذاتی جلوہ سے مشرف ہونگے۔ اور انبیاء علیہم السلام
 بمی بطیف رب خود حسب حوصلہ خود ذاتی جلوہ پائیں گے پاؤ رکھو کہ چار اہم اہمات اسماء
 ہیں یعنی اول۔ آخر۔ باطن اور آسم اللہ اور رحمٰن جامع جمیع اہمات ہیں
 اور یہ چاروں اسم جمیع اسماء کو شامل ہیں اس لئے کہ جو اسم کہ منظر اس کا ازلی وابدی ہے
 پس ازلیت اسکی اسم اول سے ہوگی اور ابدیت اسکی اسم آخر سے اور ظہور اسکا اسم ظاہر
 سے اور بطون اس کا اسم باطن سے اور جو اسم کہ بابت وایجاد متعلق ہیں وہ اسم اول کے
 تحت ہیں داخل ہیں اور جو جزا و معاد کے ساتھ متعلق ہیں وہ اسم آخر کے تحت ہیں داخل ہیں
 اور جن کا تعلق ظہور و بطون سے ہے وہ اسم ظاہر و باطن کے تحت میں ہیں۔ اور کوئی چیز
 اولیت و آخریت و ظہور و بطون سے خالی نہیں اور یہ چاروں اسماء اہمات مذکورہ اسم اللہ
 و اسم رحمٰن کے تحت میں ہیں۔ کیونکہ جیسے اسم اللہ جامع جمیع اسماء الہی و کوئی ہے۔ اسی طرح
 اسم رحمٰن بھی جامع جمیع اسماء الہی و کوئی ہے اسم رحمٰن اسم اللہ کے تابع ہے اور اسم رحیم
 وغیرہ اسم رحمٰن کے چنانچہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ثابت ہوتا ہے اسم الرحمن
 بمنزہ ہے دیمان اسم اللہ اور اسم الرحیم وغیرہ کے۔ اسم اللہ مجازاً اسم احدیت ذات ہے اور

اسم الرحمن وغیرہ اسماء حسنیٰ اجملاً صفات احدیت ذات ہیں الرحمن صفت رحمانی رکھتا ہے اور عرش سے تا تحت الثریٰ عالم خلق پر حکومت رکھتا ہے اللہ سے فیض لیتا ہے اور عالم امر و عالم خلق کو جو رحیم وغیرہ اس کے متعلق ہیں فیض پہنچاتا ہے اور آخر عالمہ جیم کی رحمت پر موقوف ہے غرض اسم اللہ کے سوا جمیع اسماء حسنیٰ اسم الرحمن کے ماتحت کا فروغ عالم میں اور اللہ ذات غنی عن العلمین ہے۔ اب تھوڑی دیر اس دائرہ بشیرہ اللہ الرحمن الرحیم کو نظر غور سے دیکھئے تاکہ آپ کو اس آیت کریمہ کے معنی کھل جائیں
الْجَمُّعُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرَىٰ وہ دائرہ یہ ہے ۔



آول اس بات کو یاد رکھو کہ تخت الشری سے لیکر عرش تک عالم شہادت ہے اور بالائے عرش عالم امر یعنی عالم مثال اور اس کے محیط عالم ارواح اور اس پر مرتبہ ربوبیت ہے جس کو الٰہیہیت و حقیقت انسانہ و اعیان ثابۃ و واحدیت بھی کہتے ہیں اور اس سے برتر وحدت

یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سے اعلیٰ تر احدیت صرف وہویت محضہ وجود مطلق ذات بحت و ورار اور اربے۔ اور ذات حق کا نام مرتبہ واحدیت میں اللہ قرار پایا ہے اور اسم اللہ کے تابع اسم الرحمن ہے اور اسم الرحمن کے تابع باقی کل اسماء حسنیٰ ہیں۔ کہیت مذکورہ بالا کے معنی جو علامہ رظوان رحیم اللہ نے ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذات خود عرش پر تکیہ لگائے ہوئے جلوس فرماتا ہے یعنی ہرگز نہیں۔ بلکہ اس آیت کریمہ کے یہ مضمون کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم الرحمن کو جو صفت رحمانی رکھتا ہے عرش پر حکم راں قرار دیا ہو اور باقی کل اسماء حسنیٰ اسی اسم کے متعلق کر دیے ہیں ۛ

باز آدم بر سر مطلب پس ہم اس قسیری فتم کے مسافر یعنی طالب مولیٰ کے واسطے راہِ مستقیم اور سکے منازل و مقامات و وادیات و عقیبات جو اس راہ میں پیش آتے ہیں تحریر کرتے ہیں تاکہ سالک صادق الارادہ اس کتاب کو ملاحظہ کر کے راہِ راست میں منزل و مقام کرتا ہوا اور دشواری عقیبات و خوف رہنماں سے بچتا ہوا اپنے مطلوب تک پہنچ جائے پوشیدہ نہ رہے کہ اس راہ میں چار مقام اور نہفت وادی خونخوار ہیں۔ اول مقام شریعت طالب صادق پر فرض ہے کہ اس مقام میں حواس ظاہری کی طہارت حاصل کرے کیونکہ بغیر اسکے حواس باطنی کا روشن ہونا محال ہے۔ اور حواس ظاہری کی پاکی احکام شرع کی متابعت سے حاصل ہوتی ہے پس ہر صاحبِ مذہب کو اپنی شریعت کی فرمانبرداری اور اطاعت ضرور ہے تاکہ اول حواس ظاہری صاف ہوں اور ان کے سبب سے حواس باطنی منور ہوں اور طلب صادق پیدا ہو۔ پھر اس سفر کی تیاری کرے کیونکہ یہ منزلیں حواس سے طے ہوتی ہیں نہ کہ پاؤں سے۔ اور اگر حواس ظاہری و باطنی میں کچھ بھی میل و کدورت باقی رہیگی تو منزلوں کے طے کرنے میں بہت وقت اٹھائے گا۔ بہر حال شریعت کو اپنا معاون و مددگار جانے تاکہ مراحل کے طے کرنے میں کچھ حرج و قلع نہ ہو ۛ

بیانِ ہنم طریق حصولِ علم تصوف

اول مقام تسلیم شریعت میں۔ شریعت کے لغوی معنی نہر جاری اور پانی یا گھاٹ

جہاں مخلوق پانی پئے اور صلیح میں اُس قانون کا نام ہے جس میں اوامر و نواہی و قواعد سستہ
 دین و حفاظت مالی و ملکی و طریقہ عبادت و تزکیہ حواس ظاہری و باطنی و مکارم اخلاق ہوں
 اور اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندہ کی معرفت انتظامِ خلائق و اعتدالِ کافہ انام کے
 واسطے جاری و نافذ فرمایا ہو۔ اول یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت کا باطن طریقت ہے اور طریقت
 کا باطن حقیقت اور حقیقت کا باطن معرفت ہے جس وقت انسان بطون سے ظہور میں اور عدم
 سے وجود میں آتا ہے اور پھر اپنے وطن کا ارادہ کرتا ہے تو طلسماتِ صوری میں گرفتار ہو کر اول
 اقلیم شریعت میں قدم رکھتا ہے اور حسبِ الحکم حاکم وقت عمل کرنا پڑتا ہے تاکہ لیاقتِ سفر قسیم
 طریقت حاصل ہو جائے۔ یہاں کا حاکم نائبِ مولیٰ ہے حکم العلماء و رؤسۃ الاہل بیکۃ منور صورت
 و پاک طینت و خوش خلق و منصف مزاج و عادل و رحم دل و غریب پرور و مسافر نواز۔ امیر و مخیر
 اسکے حکم میں مساوی ہیں اس اقلیم کے باشندے عموماً پاک و صاف خلیق و مہربان۔ جہاں نواز
 صاحبِ محبت و الفت کلُّ المؤمنین اخوة کا مصداق ہیں۔ اس ولایت کی ہر دروید و دیوار پاکیزگی
 و صفائی میں اپنا ثانی نہیں کھتی۔ سبحان اللہ جس چیز کو دیکھو نور علی نور ہے۔ یہاں نفس اور
 شیطان کے سوانہ کوئی چور ہے نہ قزاق۔ یہ اول منزل ہے۔ اس منزل میں اس لئے قیام
 ہوتا ہے کہ جبکہ شوق و دیدارِ سلطانی ہو تو اس مقام پر حسبِ استعداد و لیاقت طہارتِ ظاہری و
 باطنی حاصل کرے۔ اور لباس و سواری و زاد راہ کا بند و بست کر کے ارادہ حاضری کرے غلامِ
 و باطنی طہارت ایک ہی چیز ہے۔ بشرطِ استقامت حاصل ہو سکتی ہے یعنی توحید کے اختیار
 کرنے میں یا شرک کے ترک کرنے میں جہاں توحید ہے وہاں شرک نہیں اور جہاں شرک ہو گا وہاں
 توحید نہیں غرض ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ہر اقلیم میں اول توحید ہے۔ توحید شریعت
 یہ ہے کہ خدا کی ذات و صفات و افعال میں کسیکو شریک نہ کرنا اور حکمِ شرع شریف باقر زبان
 و تصدیقِ قلب لا الہ الا اللہ کہنا یعنی کوئی معبود و مقصود و مطلوب و محبوب و موجود و بجز ذات
 الہی نہیں ہے اور پھر اسی پر قائم ہو جانا اور ہرگز جنبش نہ کرنا۔ کیونکہ استقامتِ شرط ہے بچا پنچ
 حضرت سفیان ابن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے رسولِ صلعم کی خدمت میں

اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی نے ابوہریرہ رضی سے روایت کیا ہے ۱۲

خواہش نفس و محبت دنیا کو اپنا غذا بنایا۔ طالب صاوق پر فرمن ہے کہ ترک غیر و تجرید ماسویٰ شہ
 خست یار کرے ورنہ طلب میں ناقص ہے وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُغْضُ إِلَيَّ عَجْدٌ فِي الْأَرْضِ
 عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى هُوَ الْهَوَىٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا مبغود زمین میں جس کی
 پریشانی کجاتی ہے وہ خواہش نفس ہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص خواہش
 و لذات نفسانی اور محبت دنیا یا جسکی محبت میں گرفتار ہے پس وہی اُس کا مبغود ہے حضرت
 غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیرا مقصود وہ ہے جو تجکو رنج میں ڈالے اور تو اُسی کا
 بندہ ہے جسکے ہاتھ میں تیری جہاں ہے۔ اگر دنیا کے ہاتھ میں تیری جہاں ہے تو تو دنیا کا بندہ
 ہے نفس کے ہاتھ ہے تو تو نفس کا بندہ ہے۔ ہوا کے ہاتھ ہے تو تو ہوا کا بندہ
 ہے۔ خالق کے ہاتھ ہے تو خلق کا بندہ ہے۔ آخرت کے ہاتھ ہے تو آخرت کا بندہ ہے
 خدا کے ہاتھ ہے تو خدا کا بندہ ہے۔ اب تو دیکھ کہ تیری جہاں کس کے ہاتھ ہے اور معرفت الہی کا
 ذریعہ حصول محبت و عشق الہی ہے اور یہ اُس وقت جلوہ افروز ہوتا ہے کہ ہوا و ہوس اور محبت
 دنیا بالکل دل سے مٹ جائے۔ بلکہ غیر اللہ کی کو بھی باقی نہ رہے کیونکہ ایک میان میں تو ملو اور
 نہیں سما سکتیں اور خدا تعالیٰ نے کسیکو دو دل نہیں دیئے۔ کہ ایک میں خدا کی محبت
 رکھے اور دوسرے میں غیر کی الفت بھرے۔ اب رہا ایک دل اس میں جو چاہو سو بھرو۔
 كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا جَلَّ اللَّهُ لَوْ جُلَّ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ یعنی اللہ نے کسی مرد کے
 اندر دو دل نہیں رکھے۔ غرض جب قدر غیر اللہ کے ساتھ مشغول رہو گے اُسی قدر اللہ سے
 دوری ہوگی۔ اور محبت الہی تو کہاں پتہ۔ کیونکہ محبوب مبغود ہوتا ہے۔ عہد کے معنے ہیں مقید
 اور جس کا مقید ہے وہی اس کا مبغود ہے۔ اور عاشق بھی اپنے معشوق کا مقید ہوتا ہے تو معشوق
 مبغود ہو پس یہی معنی کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ہیں کہ کوئی محبوب و معشوق و مقصود و مبغود و مجزئات الہی کے
 نہو حدیث شریف میں آیا ہوتا ہے قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا خَالِصًا خَالِصًا خَالِصًا خَالِصًا خَالِصًا خَالِصًا خَالِصًا خَالِصًا خَالِصًا
 کہ کوئی محبوب اللہ کے سوا نہیں داخل ہو جنت میں خلاص کے معنی ہیں کہ دل کو اللہ کیلئے خالص رکھے کہ میں

۱۵ اس حدیث کو بطرانی نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے پ ۱۲۸ ۱۳۷ اس حدیث کو مسلم نے

ابوبکر اشعری سے روایت کیا ہے ۴

دوسرے کی شرکت نہ ہوں۔ دل کا محبوب و معبود و مقصود اللہ ہی کی ذات پاک ہو۔ جب یہ بات ہو گئی تو اُس وقت اَلْطَّهْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ یعنی پاکی نصف ایمان ہے۔ طہارت سے مراد نہیں کہ منہ ہاتھ دھو کے پاک ہو گئے۔ بلکہ جب تک کفر و نفاق و شرک وغیرہ غیر مشروع سے حواس اندرونی و بیرونی و ظاہر و باطن کو پاک و صاف نہ کر لیا وہ نصف ایمان بھی مکمل ہے۔ جو وقت غیر اللہ سے دل کو طہارت نصیب ہوئی تو نصف ایمان ملا اور معرفت الہی کے قابل ہوا۔ دل کی زمین جھاڑ جھنکار سے پاک و صاف اور تخم ریزی کے لائق ہو گئی۔ محبت کا بیج ڈالو تاکہ معرفت کا درخت پیدا ہو اور فقر کا پھل لگے۔ درخت معرفت سے مراد کلمہ طیبہ جسکی مثال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِي تَزَكَّيْتُ صَرْبَ اللّٰهِ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَثَبَةً طَيِّبَةً اَضْلَمَهَا ثَابِتٌ وَفَرَّغَهَا فِي السَّمَاءِ يَنْبَغِي كَيْفَ تَوْنٌ نَدِيحًا لَئِي مَحْمُودٌ كَيْسِي بَيَانُ كِي اللّٰهِ نَے ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک ستھرا درخت اُسکی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں۔ اور دوسری آیت میں یہ ارشاد ہے اَلَيْكِهِ يَصْعَدُ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُ یعنی اُسکی طرف چڑھتا ہے کلام پاک اور عمل نیک اُسکو اُٹھا لیتا ہے۔ کلمہ طیبہ سے مراد معرفت الہی ہے اور عمل صالح اس معرفت کے لئے حمال یعنی سواری اور خام و پیش خمیہ ہے اور اعمال صالح سب کے سب اسی واسطے ہیں کہ اول دل آلا پیش دنیا اور کل غیر مشروع چیزوں سے ظاہر و باطن پاک و صاف کرے اور اس طہارت کے قائم رکھنے کے واسطے ہر روز محاسبہ نفس کرتا رہے یعنی فکر کرنا اپنے نفس میں افعال و صفات کا کہ پسندیدہ و غیر پسندیدہ کی تمیز ہوتی رہے اور تشبیح اُسکی یہ ہے کہ امام محمد غزالی رحمہ فرماتے ہیں جو افعال خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں اُنکی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظاہری جیسے طاعات و معاصی دوسرے باطنی جیسے صفات ہلکات و نجات جن کا محل دل ہے۔ پس یہ چار نوع ہوئیں یعنی طاعات و معاصی و ہلکات و نجات پس ان چاروں میں محاسبہ کا طریق ایک مثال میں بیان کرتا ہوں تاکہ ہمیشہ اپنے حال کو آئینہ محاسبہ سے مقابلہ کر کے روئے حال سے داغ عیب کو دور کرنا رہے

علامہ اس حدیث کو دارمی نے ابن مالک اشعری سے بلفظ شرط الایمان اور ترمذی نے بجل نبی سلیم سے بلفظ

نصف الایمان نقل کیا ہے ع ۳۱ ج ۱۲ ع ۱۲ ج ۱۲ *

باقی سب کو اسی پر قیاس کر لے معاصی میں انسان کو لازم ہے کہ ہر صبح کو اپنے ساتوں اعضاء میں تفصیل دار اور سارے بدن میں مجملہ فکر کرے کہ میں مصیبت کا مرتکب کسی عضو سے ہوا ہوں یا نہیں اگر اسی وقت مرتکب ہوا ہو تو وہ سب کو اسی وقت توبہ کر کے ترک کرے اور اگر گزشتہ زمانہ میں مرتکب ہوا ہو تو اس سے توبہ کرے اور نہ امت سے اسکا تدارک کرے اور اگر اسی ان کر نیکی ہو تو اس سے باز ہے مثلاً زبان میں فکر کرے کہ اگر غیبت و کذب خود ستائی و متخرد و غل و غیر معقولات وغیرہ ناشائستہ باتیں کی ہیں تو اول اپنے دل میں طے کرے کہ یہ سب باتیں خالص نزدیک بُری ہیں پھر آیات و احادیث میں فکر کرے جو ان امور کی قباحت ظاہر کرتی ہیں پھر یہ سوچے کہ ان امور میں کس وجہ سے غل دیا پھر یہ سوچے کہ ان باتوں سے کیونکر بچ سکتا ہوں۔ سب معاصی سے بچنے کا علاج گوشت تنہائی سے بہتر کوئی نہیں یا کسی نیک نجات کی صحبت ہو کہ اسکو ہر معاصی سے روکتا رہے اسی طرح اور اعضا پر قیاس کرو۔ دوسری قسم طاعات میں فکر کرنا چاہئے کہ کس عضو نے کس وجہ سے قصور کیا اس کا تدارک اور امور منافات کا بدل چند در چند پورا کرے قیسیری قسم مہلکات ہی جن کا محل دل ہے۔ ان سے بچنا از بس ضرور ہے ورنہ ہلاک ہو جائیگا۔ اور وہ دس اصول ہیں غلبہ ثبوت۔ غلبہ نیت۔ بخل۔ کبر۔ عجب۔ ریاء۔ حسد۔ حرص۔ غذا۔ محبت۔ کثرت مال۔ حب جاہ اگر ان دس سے بچ گیا تو بچا رہے گا ورنہ ہلاکت کا سامنا ہے۔ ان میں بھی اسی طرح بہ فکر کرے اور اس کی وجہ دریافت کرے کہ اس کا تدارک کرے۔ اور نفس کی آزمائش کرے کہ ان اوصافِ فہیمہ سے بری ہو یا نہیں۔ چونکہ یہ تمام منجیات ہیں اور ان میں سے اگر ان دس اصول پر دست کرے گا تو سب پر حاوی ہو جائیگا۔ گناہ پر نہ امت۔ بلا پر صبر۔ قضا پر راضی ہونا۔ نعمت پر فکر۔ خوف ورجا پر اعتدال۔ دنیا میں زہد۔ اعمال میں اخلاص۔ جشن خلق۔ خالصت۔ محبت۔ خدا کے سامنے شتوع۔ عہدہ رسی فکر میں رہے کہ مجھ کو وہ بات اور عمل کرنا چاہئے جو باعثِ قرب الہی ہو اور جس بات کی ضرورت ہو اس میں کوشش کرے۔ مبتدی کو لازم ہے کہ ان افکار میں ڈوبا رہے تاکہ اوصافِ ذمیمہ دور ہوں اور اوصافِ حمیدہ حاصل۔ اور اپنے ظاہر و باطن کو مکروہات سے پاک و صاف رکھے۔ جب یہ بات حاصل ہو جائے تو آگے قدم رکھے کہ مقصود اصلی کچھ اور ہی ہے نہ یہ ہر چہ درجے میری برے مایست۔ اگر ہمیشہ اسی میں رہا تو حصول

مطلب محال۔ چنانچہ حضرت امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ان امور میں فکر کرنا اگرچہ تمام عبادات سے افضل ہے لیکن مطلب اصلی یہ نہیں بلکہ جو ان فکروں میں ہمیشہ رہیگا صدیقیوں کے مقصود سے محبوب و محروم رہے گا۔ صدیقیوں کا فکر خدا کی عظمت و جلال و جمال و اسمائے حسنیٰ میں ہوتا ہے اور اُس سے لذت بے اندازہ پاتے ہیں اور ول اُنکے اُس لذت میں ایسے ڈوبے رہتے ہیں کہ اُنکو اپنے نفس و حالات و مقامات و صفات کی کچھ خبر نہیں ہوتی ایک لخت بھول جاتے ہیں صرف اپنے محبوب حقیقی کے دیدار میں ہمیشہ مستغرق رہتے ہیں اُن کو ایسا ہوش کہاں کہ اپنے حالات کی طرف متوجہ ہوں۔ اور یہ کمال درجہ کی بات ہے جو کچھ ہم نے اُوپر لکھا ہے وہ محاسبہ باطن کی آبادی کے لئے ہے تاکہ قرب و وصال کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ پس اگر تمام عمر اسی صلاحیت میں کھوئیگا تو لذت و وصال کب پائیگا جیسے حضرت خواصؒ اپنی صلاحیت کی واسطے ہمیشہ جنگلوں میں پھر اُکرتے تھے۔ ایک دن حضرت حسین بن منصورؒ کو جنگل میں ملے۔ آپ نے پوچھا کہ تم کس حال میں ہو عرض کیا میں جنگلوں میں پھرتا ہوں تاکہ اپنا حال توکل میں درست کروں حضرت حسین بن منصورؒ نے فرمایا کہ تمام عمر تو باطن کی دستی میں صرف کر دی پھر فساد تو جید کس وقت ہوگی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ واحد حقیقی میں فنا ہونا طالباہوں کا عمدہ مطلب اور صدیقیوں کو انتہا درجہ کی لذت ہے۔ اور صفاتِ ملکات سے بچنا ایسا ہے جیسے نکاح میں عدت سے نکلنا۔ اور منجیات کی صفتوں اور جمیع طاعات کا اختیار کرنا ایسا ہے جیسا عورت خاوند کے لئے تیاری کرے اور منہ ہاتھ و صوئے اور سرمرمہ کا جل وغیرہ لگائے شانہ کرے اور اپنے تئیں آ رہتہ کر کے بن مٹن کے بیٹھے تاکہ خاوند کے ملنے کی لیاقت پیدا ہو جائے پس اگر عورت تمام وقت اپنے جسم کی صفائی اور آراستگی ہی میں ضائع کرے گی تو اپنے خاوند کی ملاقات سے محروم ہوگی اسی طرح دین کے طریق کو بھی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ ہمنشین کا اہل ہو۔ اور اگر شریر غلام کی طرح ہو کہ بدون خوف و زو کو ب اور اجرت کی طمع کے ہلا نہیں کرتا تو اپنے بدن کو مشقت اعمال ظاہری میں رہنے دو۔ اس واسطے کہ متھارے اور متھارے دل کے درمیان بڑا حجاب ہو۔ ہاں اگر اعمالِ حق ہی طرح ادا کرو گے تو اہل جنت میں سے ہو جاؤ گے مگر ہم نشینی

کے لئے اور یہی لوگ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت عطا فرمائی ہے وہ سولے اللہ کے کسی شے کو نہیں چاہتے

باب ہم اقلیم طریقت کے قیام میں

دوسری تسلیم طریقت ہے اس قلم میں مسافر کو اپنے باطن کا تصفیہ کرنا واجب ہوتا ہے ورنہ طے منازل سے رہ جاتا ہے اور تصفیہ باطن کے لئے چندے قیام کرنا پڑتا ہے۔ یہاں تک شفیق و دروکار و مہربان پیر کامل ہے۔ اسی کا نام نامی خلیفہ اللہ ہے۔ انہیں کی شان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اُولَئِكَ خُلِقُوا لِلَّهِ فِي الْاَرْضِ يَنْفَعُ يَہِی لُؤک اللہ کے خلیفہ ہیں اُسکی زمین میں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خلفاء کو اختیار دیا ہے کہ ان واحد میں اپنے مرید کو اپنی ہمت کی ریل میں بٹھا کر ملک معرفت میں پہنچا دیں لیکن پیران عظام سلف سے یہ طریقہ چلا آتا ہے کہ اول طالب صادق و مرید واثق سے مجاہدات کراتے ہیں اور وکار و اشغال و مراقبات و تفکرات کی تعلیم کرتے ہوئے درجہ بدرجہ منزل مقصود پر پہنچا دیتے ہیں۔ جب شریعت سے دل آہا و دشا و تزکیہ حواس ظاہری سے فارغ ہو گیا تو پھر سفر کا قصد کرے اور آگے قدم بڑھائے یعنی طریقت میں حواس باطنی کا تصفیہ کرے اور ستر خواب کو ترک کر کے کمر بند مجاہدہ باندھ کر خیر خاموشی و شمشیر گرسنگی و نیزہ تنہائی و سپر رضا و تسلیم تن پر آ رہے و پیراستہ کر کے توشہ صبر و فطاعت بغل میں دابے اور رکاب توکل میں قدم نہات ڈال کر خنک شوق پر سوار ہو کر محبت الہی کی رفاقت و عقل کی رہنمائی سے بقوت صدق و یقین وادی طلب میں توجہ طریقت مروانہ و ارقدم رکھے اور ہر زمانہ تخیلات فاسدہ کو قتل کرتا ہوا ملک بے زوال معرفت کا راستہ لے۔ یہاں کی توحید یہ ہے کہ صفات کو غیر ذات نہ سمجھے جیسے شمس و شمس کہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں۔ نظم

دو دو بند حضرت و ایوان پاک

ہر کجا رو کرد و جب اللہ نمود

کے بہینی ثم و جب اللہ را

ہر کراہست از ہوسہا جان پاک

چوں مجہد پاک شد ازنا و دود

چوں فرشتہ و سوسہ بدخواہ را

قیام تسلیم طریقت

ہر کر باشہ ز سینه فتح باب چوں پدیدست از میان دیگران دوسر انگشت برو چشم نہ در نہ بینی این جہاں معدوم نیست تو ز چشم انگشت را بردار و بین	اوز ہر ذرہ بر سینہ آفتاب ہیچومہ اندر سیان خستران ہیچ بینی از جہاں انصاف نہ عیب جز انگشت نفس شوم نیست وانگہاے ہر چہ سے خواہی بین
--	---

اس راہ میں ہفت وادی ہوں لاک پیش آنے میں جن میں سے گذرنا مروان جہاں باز کا کام ہے حضرت عطار رحمۃ اللہ نے ہفت وادی کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔

ہست وادی طلب آغز کا پس سوم وادی است آن معرفت ہست پنجم وادی تو حید پاک ہفتمی وادی فقر است و غنا	وادی عشق است زان پس بیکار ہست چارم وادی است نفا صفت پس ششم وادی حیرت صعب ناک کے بود آخبا سخن گفتن روا
---	--

صفت وادی طلب حضرت عطار

چوں فرو دانی بوادی طلب صدا بیاور ہر نفس اینجا بود جد و جدا اینجا باب یہاں لہات حال اینجا بایست انداختن در میان خونت بایہ آمدن چوں نہ اندہیچ معلومت بہت چوں دل تو پاک گرد و از صفات چوں شود آں بر دل تو آشکار گر شود و راہ تو آتش پدید خویش را از ذوق او دیوانہ وار جرعہ زان بادہ چوں نوشت نقد	میش آید ہر زمانے صد تعب طوطی گروں لیس اینجا بود زانکہ اینجا قلب گرد و حالہات ملک اینجا بایست پر و نعتن وزمبہ بیرونست بایہ آمدن دل بباہ پاک کردن ہر چہ بہت ناعتن گرد و حضرت لور ذات در دل تو یک طلب گرد و ہزار و رشود صد وادی ناخوش پدید بر سر آتش زنی پروانہ وار ہر دو عالم کل فراموشست نقد
---	---

صفت وادی طلب

غرقہ دریا میں فانی خشک لب نار از دوسے آنکھ سرش ناسد او	سرجاناں میں کئی ارجان طلب واژدہاں تم جاں نشان ہنر اسد
کفر و لعنت گو ہم پیش آیدت چوں درت بکشو دھ کفر و چہ دین	در پذیر می تا دوسے بکشایدت در طلب با شئی نباشی جز ازین

بیان یازدہم تلاش پیر کامل مروادی طلبہ مانبر داری در صفت وادی

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ۖ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے اور وہ صوفیوں کی طرف وسیلہ اور کوشش و محنت کرو اسکی راہ میں تاکہ فلاح کو پہنچو۔ آیت مذکورہ بالا میں کلمہ آمَنُوا سے متعلق قرآن و حدیث ہے اور اتَّقُوا اللَّهَ میں جملہ اوامر و نواہی شامل ہیں اور وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ سے بیعت یا پیر کامل مراد ہے اور جَاهِدُوا سے ریاضت و مجاہدہ نفس اور سَبِيلِهِ سے راہ معرفت الہی مراد ہے یعنی پیر کامل سے بیعت کر کے بارشاد و مرشد حصول معرفت الہی کے لئے ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے تاکہ وہ پیر الہی سے جو فلاح ابدی ہے مشرف ہو پس جو شخص بیعت مرشد کا منکر ہے وہ سنت و نص قطعی کا منکر ہے تَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ نَفْسِهِ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکی راہ میں وسیلہ از بس ضرور رہنہ پیغمبر خیر بغیر پیر کامل کے طے نہیں ہوتا کہ السَّارِفِيُّ تَشَرُّطُ الطَّيِّبِيُّ اور حدیث شریف میں اراد ہے عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَدَاتٍ وَلَكِنَّ فِيَّ حَنْظَلَهُ بَيْعُهُ مَاتَ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةً وَمَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا تَجِدُ لَهُ سَيِّئَةً جَوْشَنُ مَرْگیا اور اسکی گردن میں بیعت نہیں ہے تو وہ مرگیا جاہلیت کی موت اور جس نے اپنے ہاتھ اللہ کی طاعت سے اٹھا وہ برزخ قیامت اللہ سے ملیگا اور کوئی محبت اُسکے پاس نہ ہوگی۔ پس اس راہ میں پیر کامل کی دستگیری لازمی ہے۔ اول رہبر کامل کو تلاش کرے ورنہ محرومی کا سامنا ہوگا اور طبعی

منازل سے رہا بچا۔ اس دشت پر خار و خوں خوار ہیں بہت سیر زادوں اور مشائخین کی
 جھوٹیاں اور قلندروں کے تکیہ اور درویشوں و فقیروں کی خانقاہیں اور مولویوں
 کی مسجدیں ملیں گی۔ وہاں جستجو کرے۔ اگر خدا نخواستہ کسی ناقص سیر زادہ یا شیخ زاو
 یا قلندر صورت یا درویش و فقیر یا مولوی بے سیرت کے پھندے میں پھنس گیا تو تمام
 عمر یہیں سر نہ لکھ کر مر جائے گا۔ مقصود اصلی کا نشان بھی نہ پائے گا۔ چنانچہ مولانا روم
 علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

اے بسا ابلیس آدم روئے بہت بہر این گفتند انا یا ن فن تو مرید و مہمان آل کسی نیست چہرہ چوں تر چہرہ کند	پس بہر دستے تبدیلہ داد دست میہانِ محنان بایہ شدن کوستانہ حاصلت را از کسی نورند ہر متر استہرہ کند
---	---

اور حضرت عطار حجت اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں :-

کردہ است اعمیٰ تر از خود پیر راہ غول را کردی تصور رہنمائے ساختی و جال را مہدی و پیر خود نہ پیرست او کہ شیطان بہت از بحالِ اہلِ معنہ نہ بُرد آنکہ رہ ہرگز نہ اندا اے رفیق اہلِ بدعت شیخ سنت کے بود آنکہ باز و عشق باروئے بتاں آنکہ باشد دائماً صورت پرست ہر کہ حیرانِ جمالِ صورت است آنکہ میلش ہوئے لہو ست و سماع لاف خضر اندر جہاں انداختہ	لاجرم ہرگز نہ اندانی رہ چہاہ تانہ گشتی منکر اہلِ خداے خرز عیسے را نہ اندانی اے فقیر از طریقِ رہروان کے آگہست بخش او از جامِ صورت بود و رد رہنمائی چوں کند اندر طریق رہ نہیدا و چوں تر از بہر بود رہنما بنود بود از رہن زمان دامن معنی کجا گیسو بہت اہلِ معنی نیست صاحبِ شہوت است وجد و عالا لائق نباشد جز خدایع رہبر و رہزن ز ہم نشناختہ
---	---

جس پر اقرار کیا اللہ سے وہ دیگا اسکو نیک بڑا یعنی پورے طور پر اپنے رہنمائی فرمانبرداری کرے تاکہ فلاح کو پہنچے حضرت ملا حسین کاشفی فرماتے ہیں۔

خفا کہ تزاوریں رہ تنگ
اول بطلب رہ طلب را
بشتاب کہ این ہمہ سعادت
چون پائے طلب بروں نہادی
زیرا کہ دریں سفر محاسن
بے زہر اگر بروں نہی گام
در راہ نخیزند از تو گدازد
چوں طالب رہ شدی بہ تدبیر
از علم و عمل مباحث مغرور
پندار عمل بمشت لبکن
علت ہمہ ریخت است وحیلہ
پیرے طلب اسے پیر کہ در راہ
چوں بدرقہ توفیق اوست
تو ذرہ و پیر آفتاب است
پیرے کہ نہ چرخ سازدش پیر
پیرے کہ نہ قال غالب اوست
پیرے نہ کہ آب و خاک بیند
پیرے نہ کہ در خیال باشد
پیرے نہ کہ بتلائے جاہ است
پیرے نہ کہ پائے بستہ باشد
پیرے نہ کہ چھو سایہ پست است

از صحبت است پائے برسنگ
و انجاد شرایط ادب را
اول طلب است و پس ارادت
ہاں تا نرومی بنا مراد سے
بے توشہ و زہر است مشکل
در باد یہ گم شوی سر انجام
تا سر نہ نہی پیائے مرد سے
در باب نخست صحبت پیر
میدان ہمہ را بنائے منشور
بہت یا وغرور را بر بنگن
این حیلہ شود ترا عقیلہ
از بار خرقہ تو باشد آگاہ
اکسیر وجود صحبت اوست
مفتاح فتوح فتح باب است
خود را طلبد ز راہ تدبیر
آں پیر کہ حال طالب اوست
آں پیر کہ جان پاک بیند
پیرے کہ بوجہ و حال باشد
آں پیر کہ مقتدائے راہ است
پیرے کہ ز خویش رستہ باشد
پیرے کہ ز نور عشق مست است

پیرے کہ غائب است و دور است
 پیرے کہ محقق است و کامل
 آن پیرے کہ از کمال تمکین
 آن پیرے کہ کشف اوعیان است
 پیرے کہ بنیاد اساس و بنیت
 پیرے کہ با وجہ قلاب تو سین
 پیرے کہ چو در دست نشیند
 در صحبت او چو یافتی راه
 باید که ز خویش مُردہ باشی
 زان روی که چشم تفت احوال
 از پر تو نور باطن پیر
 آنکہ تو خند اپرست گردی
 و حالت او کن تصرف
 تا سر نہ کشی بہ خود منائی
 ابلیس کہ دشمن قدیم است
 از فتن پیش و پس بہ پھمیز
 تا مہمت او ترا سلامت
 کیس با ویرا بے گذر ہا
 ہر واقعہ کہ مشکل است
 با پیر بگو کہ پیر و داناست
 تحقیق ہاں کہ پیر عارف
 لیکن تو طریق صدق می پوئے
 نقدے کہ ترا دہد امانت

پیرے کہ ہمیشہ در حضور است
 پیرے کہ مقرب است و واصل
 میراث رسیدہ باشا نشین
 تحقیق بقاش جاودان است
 پیرے کہ بر درہ یقینیت
 ہر گوشہ چشم او ست کوین
 حال ازل وابد بہ بیند
 پیر ہیند کن از فضولی آنگاہ
 تا راہ طلب سپردہ باشی
 مبعود تو پیر نشست اول
 چون چشم درست شد بتبیر
 کہ جبرئیل پیرست گردی
 و خدمت او کن تکلف
 گردست شود بر درائی
 برگوشہ راہ مستقیم است
 در دامن رہبر خود آویز
 بیرون برد از رہ ملامت
 در ہر گذرے ترا خطر ہا
 ہر بیش و کم کہ حاصل است
 پوشیدہ دار ازو کہ بنیاست
 بر نیک و بد تو ہست واقف
 عیب و ہنرے کہ ہست میگوئی
 بردادہ او کن خیانت

صدکار بن کم از یکے داں
بگذار ز مام اختیار
ہر بد کہ رسد گناہ خود بین
تحقیق شناس ہر چہ نمود
میدان بہ طفیل او ہر کار
وز کوشش او ترا نجات
در عالم فتنہ نیک نامی
میدان کہ تو نیست مقتدائی
ایں جا بکمال خود رسیدی
تخنہ کہ درخت کرد این است

سبب بکوش و اندکے داں
چوں سپہ نہاد اساس کارت
از پیر نکو ز خویش بد بین
الہام شمر ہر آنچہ فرمود
خود را بہ از و محو از زہار
کز جنبش او ترا حیات است
اسطالب اگر دریں مقامی
ایں مرتبہ را چو خود آئی
ایں بہت نہایت مریدی
این جا کہ کمال تو یقین است

اور اس راہ میں عقل سے بھی مشورہ کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ ایک عجیب
جوہر بے بہا غایت فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے مَا خَلَقَ اللَّهُ خَلْقًا أَكْرَمَ
عَلَيْهِ مِنَ الْعَقْلِ یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو عقل سے زیادہ فضل و بہتر پیدا نہیں
کیا اس لئے اس کو معطل و بیکار نہ رکھے بلکہ اس سے کام لے۔ چنانچہ رسول علیہ السلام
نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو وصیت فرمائی ہے يَا عَلِيُّ إِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ
إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِأَنْوَاعِ الْبَرِّ فَقَرَّبَ أَنْتَ بِعَقْلِكَ یعنی اے علی جب لوگ اپنے
اقسام نیکیوں سے اللہ تعالیٰ کا تقرب کریں تو تو اپنی عقل سے تقرب الی اللہ کر چنانچہ
مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۵

شیر حق پہلوانی پُر ولی
اندر آدرسایہ نخل امید
بہر قرب حضرت بے چون و چند
نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش

گفت پیغمبر علی را کا سے علی
لیک بر شیریں کن ہم اعتمد
ہر کے گرجا عتے پیش آورند
تو فتنہ ب جو عقل و بر خویش

۱۰ اس حدیث کو حکیم ترمذی نے نواد میں لکھا ہے ۱۱ اس حدیث کو ابو نعیم نے بروایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لکھا ہے

اندر آور سایہ آں عاقل
پس تقرب جو بد و سولے آئے
زانکہ او ہر خار را گلشن کند
طل او اندر زمین چوں کوہ قاف
دست گیر دینہ خاص آئے
گر بگویم تا قیامت لغت او
آفتاب روح سے آن فلک
در بشر رو پوش آمد آفتاب
یا علی از جملہ طاعات راہ
ہر کسے در طاعتے بگرختند
تو برو در سایہ عافیت گریز
از ہمہ طاعات انیت لایق است
چوں گرفت پیہرین تسلیم شو
صبر کن بر کار او لبے نفاق
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
دست اورا حق چو دست خویش خور
دست حق میراندش زندہ اش کند
یار باید راہ را تنہا مرو
ہر کہ تنہا نادراین رہ را برید
دست پیر از غائبان کوتاہ نیست
غائبان را چوں چنین خلعت بند
غائبان را چوں نوالہ میدہند
گو کہ کو پیش شہ بند و کمر

کس نہ اندر دوزخ نماند
شر پیچ از طاعت او بیچگاہ
دیدہ ہر کور را روشن کند
روح او سیم رخ بس عالی طوف
طالبان را میسر و تا پیشگاہ
بیچ آں را غایت و قطع مجو
کہ ز نورش زندہ اند انش ملک
فہم کن و امد علم بالصواب
برگزین تو سایہ خاص آئے
خویش را مخلصے انگختند
ناہی زان دشمن پتہاں ستیز
سبق یابی بہر آن کو سابق است
ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر و
تا نگویہ خضر رو بہد افراق
گرچہ طفے را کشد تو مو ممکن
تا مید اللہ فوق ابدیہ ہم براند
زندہ چہ کند جان پانیداش کند
از سر خود اندرین صحرا مرو
ہم بعون ہمت مرواں رسید
دست او جز قبضہ اللہ نیست
حاضران از غائبان لاشک بہ اند
ہمیش جہاں تا چہ نعمت ہا نہند
یا کہے کو ہست بیروں سولے

فرق بسیارست نماید در حساب
 جہد میکنی تا رہی یابی دروں
 چوں گزیدی پیر نازک دل مباحث
 در بہر زخمی چو پیکینہ شوی
 یک زمانے صحبتے با اولیا
 گر تو سنگ خارہ و مرمربوئی
 مہر پاکان در میان دل نشان
 دل ترا در کوئے اہل دل کشد
 ہن غذائے دل بدہ از ہم ولے
 دست زن و ذویل صاحب دلتے
 گفت حق اندر سفر ہر جا روی
 کوئے نو میدی مرو کامید ہاست
 صحبت صالح ترا صلح کند
 سایہ یزدان چو باشد دایہ اش
 سایہ یزدان بود بندہ خدا
 دامن او گیسو زو تر بیگان
 کَیْفَ مَدَّ الْإِطْلَاقَ لِنَفْسِ أَوِيَاتِ
 اندرین وادی مرو بے این دلیل
 پیر را بگزین کہ بے پیران سفر
 آن رہے کہ بارہا تو رفتہ
 پس رہے را کہ ندیستی تو ہیچ
 ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد
 گر نباشد سایہ پیر لے فضول

آن زاہل کشف وین زاہل حجاب
 ورنہ مانی حلقہ وارا ز اندرون
 ست ورنیدہ چو آب گل مباحث
 پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
 بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
 چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
 دل مدہ الّا بہر سہل دل خوشان
 تن ترا در حبس آب و گل کشد
 رو بچو اقبال را از مستقبلے
 تا ز افضالش بیابی رفعتے
 باید اول طالب مرے شوی
 سوئے تاریکی مرو غور شید ہاست
 صحبت طالح ترا طالح کند
 وارہا ند از خیال سایہ اش
 مردہ این عالم وزندہ خدا
 تا رہی از آفت آخند زمان
 کو دلیل سایہ نور خداست
 لَا أُحِبُّ إِلَّا خَلِيلِي كَوْحُونِ خَلِيلٍ
 بہست بس پیر آفت و خوف خطر
 بے قلا و ز اندرین آشفتمہ
 ہیں مرو تنہا در بہر بہر پیچ
 اوز غولان گمرہ و در چاہ شد
 پس ترا سرگشتہ دار و بانگ غل

غولت از رہ افگند اندر گزند
شیخ نورانی ترا آگہ کند
تا توانی زاویا زو بر متاب
چوں شدی دور از حضور اولیا

از تو وای ترو دین رہ من بدند
با سخن ہم نور را ہم سہرہ کند
چہد کن والہ اعلم بالصواب
در حقیقت گشتہ دور از خدا

جب پیر کامل ملہائے تو طالب خدا پر فرض ہے کہ اپنا مال و سبب زن و فرد مذہب و جان پر نیشا کرے اس کے حکم کا فرماں بردار رہے اور اسپر پورا بھر دسہ اور تنسک مال کے جیسا کہ اندھا اپنی لالچی یا سائنہ والے کا ہر امر میں تابع رہتا ہے اور کوئی دقیقہ فسرہ گزاشت نہیں کرتا۔ اسی طرح مرید کو بھی کمالیت پیدا انفسال مرشد کے ساتھ ہونا چاہیے اور دل میں اس بات کا یقین کامل رکھے کہ اگر مرشد غلطی بھی کرے گا تو اس کی غلطی میں بھی مجھ کو زیادہ نفع ہوگا بہ نسبت اس کے کہ میں تنہا راہ صواب پر جاؤں اور مرید کو چاہئے کہ ہمیشہ شیخ کے باطن میں خدا کو دیکھے کیونکہ شیخ آیت نہ خدا ہے اور جو مرید اپنی ارادت و مراد کی راہ پر چلے وہ اپنی مراد کا مرید ہے نہ پیر کا مرید پیر پرستی ہے۔ اور خدا اور رسول کی راہ میں زحار داری جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں

چونکہ ذات پیر اگر دی قبول
دودان و دوہین و دوخوان
گر عبد بینی ز حق این خواہ را
پیر حق را ز احولی ہر کہ دودید

ہم خدا و ذاتش آمد ہم رسول
خواہ را در خواجہ خود محدودان
گم کنی ہم تن و ہم دیا چہ را
او مریدست در حقیقت نے مرید

۵ چوں دیدہ عتقل آمد احول

معبود تو پیرست اول

یہ توقع نہ رکھے کہ پیر معصوم اور بڑا عابد ہو۔ اور نہ اپنے سر کی آنکھوں سے پیر کی صورت کو طاعت اور عبادت میں دیکھے بلکہ دل کی بصیرت سے اس کے علم و معرفت و حقیقت کو دیکھے جیسے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ رضوان اللہ علیہم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے تھے نہ اس طرح جیسے کفار یعنی ابو جہل و ابولہب وغیرہ دیکھتے تھے

مَا كَانَ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَ تَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ پیر کے گوشت

و دوست اور رنگ سرخ و سفید و سیاہ فرہی و لا غری پر بجائے کہ یہ سبھی صفات ہیں
پیران سب سے پاک و جدا ہے ۵

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف دل کے لگنے کے ڈنک اور ہی ہیں

صورت حجاب ہے۔ اور حقیقت بے حجابی۔ پس صورت کو چھوڑا و حقیقت کی طرف
دوڑ پیر کے حکم کو حکم خدا جان اور اس کے اتباع کو لازم سمجھ کر اس مقام پر پیر بن کر رسول
صلعم ہے وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَجَعَلْنَا هُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِهَا
یعنے اور جس نے فرماں برداری رسول صلعم کی کی پس تحقیق اُس نے اللہ کی اطاعت
کی۔ اور ہم نے اُن کو امام کیا ہے ہدایت کرتے ہیں ہمارے حکم کی ۵

شیخ کہ بود کیسے بے خلل	شیخ کہ بود عین دریائے ازل
مگسل از پیغمبر ایم خویش	تکیہ کم کن برف و بر کام خویش

اپنے تمام حالات بے کم و کاست شیخ کی خدمت میں بیان کرتا رہے تاکہ پیر اس کی تشریح
میں کوشش کرے اور خطور سے محفوظ رکھے شیخ کے سوا کسی سے نہ کہے۔ مرید مبتدی پیر
کی حضوری میں مودب رہے اور غیبت میں بصورت مراقبہ حاضر جائے گویا حضوری میں
ہے۔ اور مرید انتہی حاضر و غائب یکساں رہے۔ مرید کو لازم ہے کہ ہمیشہ پیر سے طالب
حقیقت رہے۔ اور جمیع مذاہب ملل کو ایک جانے ورنہ راہ سلوک میں فرق کنندہ و فارق
ہو گا نہ طالب۔ بلکہ طالب کو فرق مذہب محاب راہ ہے۔ ابتدائی حالت میں تو اپنا مذہب
ترک عادت رکھے۔ اور آخر میں خود بخود کوئی مذہب نہیں رہتا۔ حضرت منصور صاحب رح سے
کسی نے دریافت کیا کہ آپ کس مذہب میں ہیں جواب دیا کہ آکا علی آمدن حَبِ رَجَبِیِّ یعنی میں
اپنے رب کے مذہب پر ہوں کیونکہ جو شخص کسی مذہب پر ہوتا ہے وہ صاحب مذہب کا پیر و
ہوتا ہے۔ اور مختلط اور اہل طریقت خا کے مذہب پر ہوتے ہیں اور مختلط و مختلط اختلاط
پر ہے پس اہل معرفت خود خدا ہی کے مذہب پر ہوتے ہیں اور مختلط و مختلط اختلاط
توقف ہے۔ اور اخلاص ترقی اور طلب میں اخلاص شرط ہے قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ اَرْبَعِينَ صَبَاحًا طَهَّرَتْ يُنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ
یعنی رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے چالیس صبح محبت رکھتے تو ظاہر
ہو جائیگے اُسکے قلب سے حکمت کے چشمے اسکی زبان پر۔ پس ہر امر میں اخلاص کا ہونا
بہت ضرور ہے۔ ورنہ وہ کام خوبی پیدا نہیں کرتا۔ جو شخص اپنے میں مریدی کے یہ اوصاف
دیکھ لے اور طالبِ خدا بننا چاہے تو وہ حوائجِ ضروری جو آئندہ بیان ہونگے ان کے
جمع کرنے کا ہتھیار کر لے۔ پھر یہاں سے معاونتِ پیر کامل جو مکمل وقت ہے اسبابِ سفر ہوتا
کر کے سفر اختیار کرنا پڑتا ہے +

بیانِ لازم در بیانِ تئاری اسبابِ حوائجِ ضروری سفر

اس راہ میں طالبِ صادق کو جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ دس ہیں۔
اول زہد۔ جانا چاہئے کہ بزرگانِ دین نے زہد کو بہترین اعمال سے لکھا ہے۔ اگرچہ
تَفَقَّهُ فِي الدِّينِ یعنی آیاتِ بنیات الہی میں جس کا تمام عالم میں ظہور ہو رہا ہے۔ تفکر
کرنا افضل ترین مدارجِ فقر ہے جو صاحبِ بصیرت ہیں وہ جب خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَ
الْاَرْضِ میں تفکر کرتے ہیں اور صنعت سے صلغ کی طرف جاتے ہیں اور حقیقتِ اشیاء کا
علم ان پر منکشف ہو جاتا ہے تو پکار اٹھتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا اَبَاطِلًا یہاں تک کہ
تفکر میں محو مستغرق ہو جاتے ہیں کہ انکی نظروں میں صنعت معدوم محض ہو جاتی ہے۔ اور
انکی عقل و گمان و قیاس و وہم و ادراک میں بجز ایک ذاتِ واحد کے کچھ باقی نہیں رہتا اور آخر
الامر ذاتِ وصفات و علم و ادراک بھی نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ صراطِ مستقیم اور
قریب تر راہ ہے لیکن چونکہ اکثر آدمیوں کی عقل مضامینِ عالی تو حید و کلیدِ طیب کی
تفہیم سے قاصر ہوتی ہے۔ اور امکانِ عتقائے اور اک تعلیمِ حقیقی کی طرف پرواز نہیں کرتا
بلکہ نفسِ اضافات و تعینات میں متقید رہتا ہے۔ تو کاملین اس مرید کو زہد کی تعلیم فرماتے
ہیں تاکہ صفاتِ ملکوتی حاصل کر کے حور و قصور و نعمائے بہشت کا مستحق ہو جائے۔ یا
رفتہ رفتہ منزل بہ منزل اپنے مقصود و مقامِ حقیقی میں پہنچ جائے۔ بہر حال زہد عمدہ چیز ہے

تئاری اسبابِ حوائجِ ضروری سفر

اور عام و خاص و اخص اس میں شامل رہتے ہیں کیونکہ یہ دلیل عبودیت ہو اور ثبوت عبودیت مرتبہ خلافت۔ پس اس مقام میں زہد کے قواعد ضروری مختصر بیان کرنا ہوں تاکہ سالک راہ اس راہ میں دقت نہ اٹھائے اور بارام تمام اپنے مقصود و اصلی کو پہنچ جائے اور وہ یہ ہیں اول طالبِ خدا کو لازم ہے کہ ان امور کی مداومت رکھے اور ان تین جوابات کے اٹھانے میں سعی کرے اول حجاب مال۔ دوم حجاب جاہ۔ سوم حجاب تقلید۔ تیسری یہ ہے کہ حجاب مال۔ مال تقسیم کرنے سے دور ہوتا ہے۔ اور حجاب جاہ۔ تنہائی و گوشہ نشینی سے۔ اور حجاب تقلید تعصب مذہبی کے دور کرنے سے۔ اور امام محمد غزالیؒ نے اچھا نہیں سمجھتے ہیں کہ مرید کو لازم ہے کہ مذہبوں کا تعصب چھوڑ دے۔ اگر اسپر تعصب کا غلبہ ایسا ہو کہ سوائے اعتقادِ تقلیدی کے نفس میں اور کی گنجائش ہی نہ ہو تو ہمیشہ اس میں مبتلا رہے گا اور یہی امر اسکے لئے باعثِ حجاب ہوگا۔ کیونکہ مرید میں یہ شرط نہیں کہ کسی خاص مذہب کا ہو۔ اس سے ہدایت ہوتا ہے کہ مستعصب کو دیرِ خدا ہرگز نہ ہوگا۔ دوم تو یہ یعنی جمیع لذات و خواہشات نفسانی و دنیا و عجبی سے باہر ہونا اور جو چیز خدا سے باز رکھے اُس سے مومن پھیرنا اور پچھلے گناہوں سے ناام ہو کر خدا تعالیٰ کے سامنے غررِ تقصیر کر کے معافی مانگنا کما قال اللہ تعالیٰ وَتَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ یعنی اور توبہ کرو اللہ کی طرف تم سب اے ایمان والو تاکہ تم بہتری پاؤ۔ ایضاً يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا یعنی اے ایمان والو اللہ کی طرف توبہ کرو توبہ خالص یعنی ایسی توبہ کرو کہ کچھ بھی اس کا خیال بھی نہ آئے۔ اور سب گناہوں کی جڑ حب دنیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے حُبُّ اللَّهِ نِيَارَاسُ كُلِّ حَاطِيئَةٍ یعنی دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے اور دنیا و مافیہا سے بجز تکلیف کے کچھ حاصل نہیں حدیث میں آیا ہے اللَّهُ نِيَابِغِي الْمُؤْمِنِينَ وَجَنَّةُ الْكَافِرِينَ یعنی دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت

لے جہ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱

اور حدیث میں آیا ہے اَللّٰهُ نَيَّا مَلْعُونَةٌ وَّلَمَلْعُونٌ مَّا فِيهَا اِلَّا مَا كَانَ لِلّٰهِ مِنْهَا يَبْنِي وَّنِيَّا
ملعون ہے اور جو چیزیں اُس میں ہیں وہ بھی ملعون ہیں بخران شہیار کے جو خاک کے
واسطے ہوں اور حدیث میں وارو ہے مَن اَحَبَّ دُنْيَاكَ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهِ وَّمَن اَحَبَّ
اٰخِرَتَهُ اَضَرَّ بِدُنْيَاكَ اَتَرُوْا اَمَّا يَبْقَى عَلٰی مَا يَفْنٰی یعنی جو اپنی دنیا سے محبت رکھتا
ہے وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ دنیا کا ضرر
کرتا ہے۔ پس باقی کو فانی چرخت یار کر دے

دولتِ یاسینہ باقی بکسیر

درعوض فانی خوار و خستیر

دنیا باعتبار آخرت کے فانی ہے اور آخرت بہ نسبت خاک کے کیونکہ وہ بھی مَادَ اُمْتٍ
السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ میں داخل ہے۔ پس میرے نزدیک تو یہ
دونوں فانی ہیں۔ اِن دونوں کو دل سے دور کرے سب سے بہتر خدا کی محبت ہے
اور کسی انسانِ کامل کا مقولہ ہے کہ اللّٰهُ نَيَّا حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ الْاٰخِرَةِ وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ
عَلٰی اَهْلِ الدُّنْيَا وَهٰذَا حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ الدِّينِ یعنی دنیا حرام ہے صاحبانِ آخرت
پر اور آخرت حرام ہے دنیا والوں پر اور یہ دونوں چیزیں حرام ہیں طالبانِ خدا پر۔ پس
سوائے خدا کے کسی سے محبت و الفت نہ رکھے کہ سب کو فنا ہے سوم توکل یعنی وسائل
و وسائط کو بافتیار خود ترک کر کے خدا پر پورا اعتماد رکھنا و مَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ
مَحْسَبٌ جِهَارٌ یعنی جمع اغیار پر تبرک کرنا جو یار سے باز رکھتے اور موجود پر
انکفار کرنا اگرچہ کافی نہ ہو کَمَا قَالَ اَلْقَنَّا عَثُ هُوَ الْكَافِيَتْ بِالْمَوْجُوْدِ وَتَرَكَ حَلَبَ
الْمَفْقُوْدِ یعنی اشیاء موجودہ پر قناعت و بے نیازی کرنا اور نہ طلب کرنا اُس چیز کا جو
موجود نہیں پنجم عزالت اس کو خلوت در انجمن بھی کہتے ہیں یعنی ہر وقت بجز خدا دل
میں کسی دوسرے کی جگہ نہ ہو۔ اسی کو تَطَهُّيرُ الْقَلْبِ عَنْ مَا سِوَى اللّٰهِ کہتے ہیں۔ اور
بتندی کے لئے عزالت یعنی تنہائی بہتر ہے اور لوگوں کی آمیزش اور صحبت سے نفرت

لے ترمذی وابن ماجہ نے بروایت ابی ہریرہ بیان کیا ہے ۱۷ عن ابی موسیٰ الخ اس حدیث کے راوی احمد و ترمذی

طبرانی و حاکم میں اور احمد و بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

کرے۔ ششم صبر یعنی بجز ذات پروردگار کے اُمید ہائے داریں کو منقطع کرنا۔
 اللہ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ ہضم رضا۔ دوست کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم سمجھنا اور جو کچھ
 محبوب سے پہنچے اسکو تسلیم کرنا۔ ہشتم توحید اللہ تعالیٰ پر اعتقاد و وحدانیت کلمہ لا الہ
 الا اللہ کے ساتھ اور یہ چاقسم ہے۔ اول توحید اسمائی یعنی جمیع اسمائے جملہ موجودات
 کو اسماء الہی جانے۔ دوم توحید افعالی یعنی جمیع افعال جملہ موجودات کو اسم کی طرف
 منسوب کرے۔ سوم توحید صفائی یعنی جملہ صفات موجودات کو صفات خدا جانے چنانچہ
 توحید ذاتی۔ اور اس سے یہ مراد ہے کہ جملہ موجودات میں ذات واحد کے سوا کچھ نظر
 نہ آئے۔ اور ان چاروں قسموں کو آئندہ کسی مقام پر مفصل بیان کیا جائیگا۔ نہم مراقبہ
 و توجہ الی اللہ یعنی چشم ظاہر و باطن کو بحضور محبوب متوجہ رکھنا۔ اسکا بہت قسمیں ہیں۔
 آئندہ بیان ہونگی۔ دہم ذکر یعنی مداہد الہی میں مشغول رہنا اسکی بھی بہت اقسام ہیں
 یعنی اذکار و اشغال و مراقبات و تفکرات وغیرہ۔ انشاء اللہ غفریب ان کا بیان ہوگا۔
 اور یہ بھی ضرور ہے کہ ہمیشہ اپنے نقد حال کو معیار حقیقت فقر و فقیر پر جانچتا رہے کیونکہ کھوکھلے
 مال کا سفر و حضر میں کوئی خریدار نہیں بلکہ قابلِ نذر ہے اور مجرم سرکار *

معیار حقیقت فقر و فقیر

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجت کی چیز ہونے کا نام فقر ہے
 اور جو حاجت مند ہے وہ فقیر۔ اور جو محتاج نہیں وہ غنی مطلق ہے پس معلوم ہوا کہ سوا
 خدا تعالیٰ کے سب محتاج و فقیر ہیں کما قال اللہ تعالیٰ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اَو یہ
 معنی فقر مطلق ہیں اور اسکے بیان کی ہم کو ضرورت نہیں بلکہ خاص فقر مال کا بیان کرنا منسلو
 ہے ورنہ بندہ کی حاجات کو باعتبار اسکی ضروریات کے دیکھا جائے تو بے شمار ہیں۔ اور
 بمثلہ اسکی حاجتوں کے جو مال سے متعلق ہیں اس وقت نہیں کا بیان کیا جاتا ہے جو شخص
 مال نہیں رکھتا اس کو اس مال کا فقیر کہیں گے جو اسکے پاس نہیں ہے بشرطیکہ اس شخص
 کو اس مال کی حاجت بھی ہو۔ اس فقر کی چھ حالتیں ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ جو مال اسکے پاس

معیار حقیقت فقر و فقیر

نہیں اسکی ضرورت میں مضطر ہو۔ مثلاً بھوکے کو روٹی اور ننگے کے پاس کپڑا نہ ہو تو ایسی حالت والے کا نام مضطر ہے اس کی رغبت طلب کے باب میں کسی طرح کی ضعیف یا قوی ایکی طلبا لیت رغبت سے بہت کم جُدا ہوتی پڑ دوسری حالت مال کی طلبا بخری کے سبب نہ ہو ورنہ رغبت اتنی ہو کہ اگر کوئی سبیل اسکے حصول کی ملے گو وہ محنت ہی سے ہو اسکو ضرور طلب کرے یا طلب میں مشغول ہے یہی حالت مال کا نام حرص ہے یہی قسمتی حالت مال کا ہونا اسکے نزدیک نہ ہونے سے بہتر ہو اسوجہ سے کہ کچھ مال کی رغبت رکھتا ہو گرنہ اتنی کہ اسکی طلب میں سرگرم ہو بلکہ ایسی رغبت کہ محنت و کدورت بجائے تزلزل و خوف ہو اور اگر طلب میں کچھ مشقت کی حقیق ہو تو اس میں مشغول نہ ہو اسکو قانع کہتے ہیں چوتھی حالت مال کی رغبت اتنی نہ ہو کہ اسکے حصول سے خوش ہو اور نہ اتنی نفرت کہ اس سے انہا پائے یا اگر ملے تو اسکو چھوڑے ایسے شخص کو راضی کہتے ہیں یا پھر یہی حالت اگر مال اُسے تو بڑا معام ہو بلکہ لیل ہو اور اسکے قبول سے تنفر کرے اور مشغولی سے اجتناب و اس کے شر سے محترز رہے ایسے شخص کو زاہر کہتے ہیں ان پانچ حالتوں میں اعلیٰ و افضل نہ ہو اگر ضعیف اور کیا تھو یہ فیصلے درجات میں سے ہر طلب لب کو ان پانچ مراتب میں نظر کر کے دیکھنا چاہئے کہ میں کونسی حالت میں ہوں پھر اس سے ترقی کر کے چھٹی حالت میں جو زہد سے بھی افضل ہے پہنچ جائے چھٹی حالت استغناء آدمی کے پاس مال کا ہونا نہ ہونا اور بڑا برابر ہوں نہ اسے کی خوشی نہ گئے کا غم۔ ایسے آدمی کو ہم مستغنی کہتے ہیں۔ اسی سبب سے ایسا شخص اس غنی سے جو صفتِ خداوندی ہے قریب تر ہے۔ پس ظاہر ہے کہ بندہ کا قریب خدائے تعالیٰ سے اسی طرح پر ہے کہ صفاتِ الہی میں قریب ہونہ قریبائی ایسی حالت والے کو ہم مستغنی کہیں گے تاکہ لفظ غنی اس ذات پر بول سکیں جس کو غناء مطلق ہے مخفی نہ رہے کہ زہد ابرار کے وجہ کا کمال ہے اور اس حالت والا یعنی مستغنی مقربین میں سے ہے تو ضرور ہو کہ زہد اس کے لئے درجۂ نقصان ہو کیونکہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ مِثْلَاتُ الْمُقَرَّبِينَ یعنی ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے برابرئیاں ہیں اور نیز دنیا کا جُرا جانے والا بھی دنیا میں ایسا ہی مشغول ہے جیسا اس کا رغبت کرنے والا۔ اور مشغول ماسوی اللہ خدائے تعالیٰ کے لئے حجاب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کچھ فاصلہ پر تو ہے ہی نہیں جو دوری اس کا حجاب ہو سکے بلکہ وہ تو خُشِقْ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ جَبَلِ الْوَرْدِ یعنی آدمی

کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہے اور نہ خالصے تعالیٰ کسی مکان میں ہے تاکہ آسمان وزمین اور جو اس میں ہیں وہ حجاب ہو جائیں تو اب ثابت ہوا کہ حجاب اُس میں آدمی میں بجز مشغولی غیر اللہ اور کوئی نہیں۔ اور جو شخص مشغول غیر اللہ ہے وہ ہمیشہ خالصے تعالیٰ سے محبوب رہتا ہے اور خدا سے منحرف اور جو شخص اپنے نفس کے بغض میں لگا ہوا ہے وہ بھی خدا سے محبوب ہے۔ مثلاً جس مجلس میں عاشق و معشوق ہوں اُس میں اگر قریب آجائے اور عاشق کا دل رقیب کے بغض میں متوجہ ہو جائے تو لذت مشاہدہ معشوق سے محروم رہا ہو گا۔ اور اگر عاشق معشوق میں مستغرق ہے تو بجز ویدار کسی طریف متوجہ نہ ہو گا۔

بیان شیردہم در سوال جواب

پہلے اس سے کہ میں مقصود اصلی کو بیان کروں چند سوال و جواب طالب و مسافر راہ طریقت کی آگاہی کے لئے تحریر کیا ہوں تاکہ طالب ہر طرح سے چست و چالاک ہو کر اس راہ میں قدم رکھے اور کہیں لغزش نہ کھائے کہ یہاں سے یہ راہ بہت خطرناک ہے و ما تو کفیتی؟

اَللّٰہُ سَوال - شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کیا چیز ہے؟

جواب - شریعت لباس ہے اور طریقت جسم حقیقت روح معرفت ذات حق - یا معرفت انباء ہے طریقت انقطاع حقیقت اطلاع معرفت تناسل - یا شریعت بندگی طریقت ترک خودی حقیقت وصال معرفت کمال - یا شریعت فرمانبرداری طریقت غیرت - یا شریعت دوست سے بر خورداری معرفت اپنے آپ سے ہشیاری - یا شریعت غنا طریقت فنا حقیقت بقا معرفت غنا - یا شریعت اقوال و افعال طریقت اخلاق و احوال حقیقت صفات و ذات معرفت علم و یقین - چنانچہ رسول علیہ السلام فرماتے ہیں الشَّرِيعَةُ اقْوَالٌ وَالطَّرِيقَةُ اَفْعَالٌ وَالْحَقِيقَةُ اَحْوَالٌ وَالْمَعْرِفَةُ اَسْرَارٌ

سوال - سلوک کیا چیز ہے - اور سالک کون ہے؟

جواب - لغت میں سلوک کے معنی رستہ چلنا۔ اور اصطلاح صوفیہ کرام میں انتقال

سوال جواب برائے آگاہی طالب مسافر راہ طریقت

مستی ہے ایک حال و مقام سے دوسرے حال و مقام میں اور اسی کو سیر الی اللہ بھی کہتے ہیں یعنی سیر عاشق بجانب معشوق اور یہاں انتقال سے مراد معنوی انتقال ہے نہ ظاہری اور سالک راہ رو کو کہتے ہیں۔ ابتدا میں حال حسن۔ وسط میں غفل معاویہ۔ آخر میں نوافلہ سوال تزکیہ نفس کسے کہتے ہیں؟

جواب۔ سلوک میں تزکیہ نفس یہ ہے کہ نفس کو اوصاف ذمبیہ حیوانی سے پاک کر کے اوصاف جمیدہ لکی سے آہستہ اور نفس آمارہ کو لوازمہ اور مطمئنہ کے اوصاف سے موصوف کرے پس حقیقت ساوک یہ ہے کہ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ۔

سوال۔ تصفیہ قلب کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ سلوک دل کا نام تصفیہ ہے یعنی آئینہ دل کو زنگ ہجوم و غموم و حرص دنیا و حب دنیا و اندیشہ دنیا سے مصفا کرے۔

سوال۔ تجلیہ سر کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ تجلیہ سر یہ ہے کہ سر کو اندیشہ ماسومی اللہ و غوغائے غیر حق سے خالی رکھے یعنی اندیشہ غیر حق کو اپنے سر میں راہ نہ دے اور اگر آئے تو نفی کرے۔

سوال۔ تجلیہ روح کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ تجلیہ روح یہ ہے کہ نور مشاہدہ حق و ذوق و شوق و محبت و اسرار و انوار روح کو متجلی و متحق کرے۔

سوال۔ مقصد کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ وحدت حقیقی میں پہنچنا۔ اور پندار اور خودی و دہائی سے باہر آنا۔

سوال۔ جذبہ کیا شے ہے؟

جواب۔ رحمت خاص و نفی خاص کا نام جذبہ ہے۔

سوال۔ وصول بہ حق کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ پندار خودی و دہائی سے انقطاع و تہتری۔ اور جہل و علم کا رفع ہو جانا و وجود مطلق میں۔

سوال: فکر و تصور و محسوس کو تسبیح و قبض کیا ہے؟

جواب: فکر چہ اسرار کلی حل شدن صحوچہ از خود بخود رہ یافتن محوچہ از خویش ہم خویش آمدن شکرچہ از خار گل انگاشتن بطحہ از ہر دو عالم برزون قبض چہ از جان و دل تن ساختن کار فکرت لا جرم یک ساعت کوہ کنن در دل خردل شدن پس ز خود خود را منزه ساختن پس ز ہر دو نیز درویش آمدن جز و را نادیدہ کل پنہ اشتن خویش بر صد عالمے دیگر زدن خانہ در سوراخ سوزن ساختن بہتر از نیکو و سالہ طاعت است	
--	--

سوال: وحدت سے کثرت میں کیوں آیا؟

جواب: اپنی ربوبیت ظاہر کرنے کے لئے

خود را بتکلف و گرے ساختم	اما شاد و کنم آن و گرے را کہ منم
نہ وحدت سے کچھ نقصان تھا نہ کثرت سے کچھ فائدہ حاصل ہوا ہے	
حق را بجا و جہاں افروں نشد	آنچه اقول آں نبود اکنون نشد

جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے

پُرشور اُسکت کی ندا ہے اب بھی	جو بقی وہی آن اوراد ہے اب بھی
ہوتی نہیں سنت الہی تبدیل	جس شان میں تھا وہی خد ہے اب بھی
لیکن کثرت وحدت کے لئے لازم ہے اور وحدت کثرت کے لئے واجب یعنی کثرت وحدت کے ساتھ رہتی ہے اور اگر وحدت نہ ہو تو کثرت ہو ہی نہیں سکتی۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کُنْتُ کُنَّا اَحْفَیًّا فَاجْبَدْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ یعنی میں خزانہ پوشیدہ تھا پس چاہا میں نے یہ کہ پہچانا جاؤں۔ پس پیدا کیا میں نے خلقت کو	

چون بغیر و جب غرض کف شود	جوش آجَبْتُ کَلَمَ اُعْرِفَ شود
زہد یا مون گوناگوں برآمد	زہد چونی برنگ چوں برآمد
گہے دیکھو لیلیٰ فرود شد	گہے بر صورت مجنون برآمد

سوال - فقر کیا شے ہے اور فقیر کس کو کہتے ہیں ؟
جواب - اَلْفَقْرُ لَا يَجْتَاہُ اِلٰی اللّٰہِ شَر

فقر حق است و نہ حق از حق خدا

فقر لا یجتاجر با ش از خدا

فقر ایک راز ہے تحریر وقت پر سے باہر مثلاً دولہا و دولہن کی شادی اگرچہ والدین کی مرضی سے ہوتی ہے اور تمام رسوم انکے وسیلہ اور واسطہ سے انجام پاتے ہیں لیکن وقت وصال کسی کو دخل نہیں ہوتا اور شب زفاف کی کیفیت دولہا و دولہن کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن لطف و مذاق و وصل کا یہ دونوں بھی بیان نہیں کر سکتے ع حال خلوت شاہ و اندیا عروس پر اسی طرح مرشد کا بل مرید طالب کو سیر الی امد اور سیر مع اللہ اور سیر فی اللہ کر کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس کے بعد جوارز و نیاز اس کے اور خدا کے درمیان ہوتا ہے اس کو فقر کہتے ہیں اور ایسے فقیر کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے
اَوَّلِیَّائِیْ عِنْدَ فَنَائِیْ لَا یَعْرِیْہُمْ غَیْرِیْ یعنی میرے دوست میری قبائیں ہیں میرے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔

اگست دلالہ بہ پیش مرد

حاصل اندر وصل چوں افتاد مرد

سوال - صوفی ہمہ اوست کیوں کہتے ہیں کیا یہ مقول صحیح ہے ؟
جواب - صوفی ہمہ اوست کو صحیح و درست سمجھتا ہے کیونکہ صوفی جب منزل توحید میں پہنچتا ہے اور اس کو کثافات توحید ہوتا ہے تو ہر شے میں ذات واحد کو دیکھ کر غمرہ ہمہ اوست مارتا ہے۔ رباعی

در دل گدا و اطلس شہ ہمہ اوست

ہمہ اوست و ہمہ ہمہ اوست

باللہ ہمہ اوست فہم باللہ ہمہ اوست

در انجمن فرق و ہنہاں خانہ جمع

سوال - اگر ہمہ اوست صحیح اور درست ہو تو پھر عبادت کس لئے ہے اور کس کی جواب - عبادت اپنی شناخت کا آلہ ہے۔ کیونکہ جب تک آئینہ دل کو مستقلہ عبادت سے صاف نہ کر دے معرفت نفس محال ہے کما قال علیہ السلام کُلُّ شَیْءٍ مِّثْقَالُہٗ وَ مِثْقَالُہٗ الْقُلُوبِ ذِکْرُ اللّٰہِ ۝ وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ اور اپنے

لے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف مجتبیٰ صفحہ ۹۹-۱۰۰

نفس کی شناخت خدا کی شناخت ہے جس طرح آئینہ صیقل کرنے سے ہر ایک چیز اس کے اندر نظر آتی ہے۔ اسی طرح عبادت و مجاہدہ سے انسان کو اپنے اوصاف و کمالات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ شعر

بطاعت کو شکر عشق بلا انیکز میخواستی | متاع جمع کن شاید کج غارت گرشود پیدا

جب تک معرفت نامہ حاصل نہ ہو عبادت نہایت ضروری ہے۔ اور حضرت منصور علیہ السلام کا قول ہے کہ میں اپنی عبادت آپ کرتا ہوں کیونکہ ہر شخص اپنے کام کو آپ ہی خوب کرتا ہے یعنی خواص لوگ ماسوی اللہ کو نفی کر کے اپنی عبادت آپ کرتے ہیں اسی کا نام مشاہدہ ہے یعنی اپنے آپ کو دیکھنا۔

سوال۔ جب معرفت نامہ حاصل ہو جائے تو عبادت درست ہے یا نہیں۔
جواب۔ بعد معرفت نامہ کے عبادت شرک ہے چنانچہ حضرت سیدنا و مولانا غوث صمدانی محبوب سبحانی قطب الاقطاب سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَمَنْ ارَادَ الْعِبَادَةَ بَعْدَ الْوُصُولِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ الْفَطِيْر (ترجمہ) اور جس نے ارادہ کیا عبادت کا بعد وصول کے پس تحقیق اسے شرک کیا خدا کے بزرگ کے ساتھ۔ وصول سے مراد سیر فی اللہ یعنی سیر عاشق کی معشوق میں اور یہ سعادت بعد فائزہ صفات بشریت و ظہور بے اختیار حقیقی کے میسر آتی ہے اس مقام میں سوائے خدا کے کچھ باقی نہیں رہتا اور شعور عبادت دہائی میں ہوتا ہے۔ پس دہائی عارفوں کے نزدیک شرک ہے۔

جزیرے یاری و تعلیم عین سر	سرو باشد راہ خیر از بعد خیر
آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی	جہل باشد بر نہاد و صیقلی
پیش سلطان خوش نشسته در قبول	جہل باشد جستن نامہ رسول
آن مرید پیش شیخ نامدار	نام حق میگفت بیرون از شمار
شیخ گفت اور آگاہ پس نام تمام	در حقیقت نیست حق را بجز نام

مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا يَقُولُ اللَّهُ یعنی جس نے خدا کو پہچان لیا وہ خدا نہیں کہتا

اس از کہ خبر شد خبرش باز نیادے رباعی

دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا ہرگز
کھونا پانا ہے سب فصولی اپنی
ڈھونڈ تو کہیں تپا نہ پایا ہرگز
یہ خط نہو مجھے خدا یا ہرگز

وَمَنْ عَرَفَ رَبَّهُ كَلَّ لِسَانَهُ يَنْبَغِي جَنَّةً لِّأَخِي وَأَنْتَ مَيِّسٌ بِحُجَّتِهَا
گوئی ہو گئی زبانِ مکی وَمَنْ يَقُولُ اللَّهُ لَا عَرَفَ اللَّهُ يَنْبَغِي جَنَّةً لِّأَخِي وَأَنْتَ مَيِّسٌ بِحُجَّتِهَا
کو نہیں پہچانے ایں تار عیاں و طلبش بے خبر اند۔ رباعی

جو چاہے وہ تو ہے ازل سے موجود
کیا بات ہے استقامِ جہد و طاعات
حاصل ہے مراد اور مہیا مقصود
کیا چیز ہے اعتبارِ عبد و عبود

لیکن جب تک معرفت میں یقین کا مرتبہ کا حقہ حاصل نہ ہو جائے عبادت واجب ہے بلکہ
فرض عین ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ یعنی اور عبادت کر
اللہ کی یہاں تک کہ آجائے تجھ کو یقین یعنی موتِ ارادی یا غیر ارادی اور حضرت رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا عَرَفْنَاكَ حَقًّا مَعْرِفَتِكَ سَيُنْجِيكَ مِنْ تَجْكَوْنَهُمْ
جو تیری شناخت کا حق ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ معرفت نامہ محال ہے پس
ترکِ عبادت گناہِ کبیرہ و نادوست ہے بلکہ فقیرِ پُرسِ عین ہے کہ کوئی دقیقہ عبادت
میں فرو گذاشت نہ کرے ۛ

سوال۔ بامید بہشت و بخوف و فرخ عبادت کرنا کیسا ہے ؟

جواب۔ بامید بہشت و بخوف و فرخ عبادت کرنا شرک ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَا
يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدٌ اور شرک نہ کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو
حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قوم عابد و زاہد پر گزرے پوچھا
تم عبادت کس لئے کرتے ہو کہا بامید بہشت و بخوف و فرخ آپ نے فرمایا تم مخلوق سے
امید و خوف رکھتے ہو میں تم سے نہیں ہوں پھر دوسری قوم عابد و زاہد پر گزرے
اور وہی سوال کیا انھوں نے کہا کہ ہم بغیر مروت خدا کو یاد کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں تم سے
ہوں پس کسی امید و خوف سے عبادت کرنا شرک ہے ۛ

سوال۔ خواص کی عبادت کیونکر ہوتی ہے؟

جواب۔ خواص کی عبادت برویتِ حق ہوتی ہے جب رسول صلعم معراج شریف میں تشریف فرما ہوئے تو رویتِ حق کہ نعمائے عظمیٰ الہی سے ہے آپ کو نصیب ہوئی چنانچہ حدیث شریف میں بروایت امام احمد و اوردہ ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم لے اَیَّتِ رَبِّیْ فِیْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ کَوْبُضِ مَحْثِیْنِ لَیْ اَحْلَافَ کِیَا سَہِ لَیْکِنْ مَعْرَاجِ مَرُوْدِیَارِ سَہِ وَرَنَہِ مَعْرَاجِ بَیْکَارِ پَسْ مَعْلُوْمِ ہُو اَکْہُ سَبِیْحَہِ مَعْرَاجِ رُویتِ حق ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ مَعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے یعنی رویتِ حق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لَا صَلَٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی نماز بغیر مشاہدہ کے مردود ہے اور اس نماز سے فضل کوئی عبادت نہیں جو بحضورِ قلب ہو۔ اسی واسطے رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قَرَأْتُ عَلَیْہِ فِی الصَّلٰوۃِ یُسْرِیْ اَنَکْھُوْلَ کِیْ خُجَیْ نَمَازِیْنِ سَہِ یعنی رویتِ حق اور یہ رویت حاصل نہیں ہوتی مگر موت کے بعد چنانچہ حدیث میں ہے اِنَّ اَحَدَکُمْ لَیْسِرِیْ رَبِّہٖ حَتّٰی لَا یَمُوتُ یہاں موت سے مرگ ظاہری مراد نہیں بلکہ مرگِ اَرُوْمِیْ مَوْتُہٗ اَقْبَلْ اَنْ تَمُوْتُہٗ اَمْرُوْمِیْ سَہِ

لے چاہا مرگے کہ درگزرے روی

بلکہ از ظلمت سوئے نورے روی

اور یہ موت مرشدِ کامل کی مدد سے ملتی ہے ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُوْتِیْہِ مَنۡ یَّشَآءُ پس عبادتِ خاصانِ حق کی برویتِ حق ہوتی ہے۔ اور الہاماتِ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ میں ہے مَنۡ لَا مَعْرَاجَ لَہٗ لَا صَلَٰوۃَ لَہٗ یعنی جسکو معراج نہیں اسکی نماز نہیں لینے نماز میں اگر دِیَارِ اَلہِی نہیں تو وہ نماز بھی نہیں۔ شعر

نماز زہاں سجدہ سجدہ است

نماز عاشقان ترک وجہ و است

سوال۔ عوام کی عبادت کا کیا حال ہے؟

جواب۔ شرک سے خالی نہیں۔ آدمی تین قسم کے ہیں۔ ایک خاص۔ دو مقلد۔ سوم عامی۔ اور ہر ایک کی عبادت مختلف ہے گما قالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَرَہُ فَتَرَ اَکْثَرُ اَنْ یَّرَکَ یعنی اللہ کی عبادت کر گویا کہ تو اسکو دیکھتا ہے

پس اگر نہ ہو ایسا کہ تو مسکو دیکھے تو تحقیق وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ اس حدیث میں دو شخصوں کا حال بیان ہوا ہے یعنی خاص الخاص اور خاص کا۔ کیونکہ انسان دو حال سے خالی نہیں با تو عبادت میں خدا کو دیکھتا ہے یا نہیں۔ اگر دیکھتا ہے تو معراج سے مشرف ہوا۔ چنانچہ اوپر کے جواب میں بیان ہوا اسکو مشاہدہ کہتے ہیں۔ دوسرا وہ شخص کہ عبادت میں خدا کو نہیں دیکھتا مگر ضرور جانتا ہے کہ خدا میرے دل کو میری حرکات و سکنات کو میرے حال اطوار کو دیکھتا ہے اور بہ بقدر اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے اسکو مراقبہ کہتے ہیں۔ تو اول شخص صاحب مشاہدہ اور خاص الخاص ہے اور دوسرا صاحب مراقبہ و خاص۔ اور متبیر عامی کہ وہ نہ خدا کو دیکھتا ہے نہ بوقت عبادت اسکو یہ تصور ہوتا ہے کہ وہ ناظر اور میں منظور ہوں۔ تو ضرور ہے کہ تعظیماً ایک سنا سنا یا مصنوعی خدا بنائے گا اور اسکو اپنا تبتدئہ بنا کر نماز و عبادت کرے گا تو اس مصنوعی خدا کو عبد سہل پیدا کیا۔ اس صورت میں عبد خالق اور مصنوعی خدا مخلوق ہوا۔ اور مخلوق کی عبادت کرنا شرک ہے پس وہ مشرک ہوا اور بعض کو تو نماز میں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ میں کیا کرتا ہوں اسکو نکریں مارنے سے کام ہے۔ رباعی

خدائے من توئی اے بندہ من
ولیکن خلشیتن را خود ندیدی

بستمی گشت روز سے با برہمن
مرا بر صورت خود آفریدی

گو مشریت نے ایسے مشرک کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا۔ لیکن اسکی عبادت کا نتیجہ بجز زبانی بکواس کے کچھ نہیں۔ ہاں نسبت کا پھل ضرور پائیگا اور وہ مردہ دل ہے گنا قال قلب المؤمن من حاضرۃ من ذکر الخفی فہو حی و قلب المسلم غافلۃ من ذکر الخفی فہو میت یعنی مومن کا دل تو مشاہدہ سے آگاہ ہوتا ہے پس وہ زندہ ہے اور مسلم کا دل شاہر سے غافل ہے پس وہ مردہ ہے۔

کہ ناداں مردہ و دانا ست زندہ

بود معلوم ہر آزاد بندہ

ذکر خفی مغائبہ ہے۔ ذکر روح مشاہدہ۔ ذکر قلب و سوسنہ ذکر زبان نقلقہ عوام کو بجز زبانی بکواس کے کچھ حاصل نہیں۔

سوال۔ اسلام کس کو کہتے ہیں اور ایمان کیا شے ہے اور مومن کون ہے؟

جواب۔ اسلام اقرار زبانی ہے اور ایمان یقین قلبی مسلم زائد خشک ہو اور مومن عارف کامل
 حَبِثُ بْنُ الْإِسْلَامِ عَلَى خَمْسَةِ أَشْيَاءَ ظَاهِرَةٍ وَبُحْنِي الْإِيمَانُ عَلَى خَمْسَةِ أَشْيَاءَ
 بَاطِنَةٍ یعنی اسلام کی بنا ظاہری پانچ چیزوں پر ہے اور ایمان کی بنا باطنی پانچ چیزوں پر
 پس مسلم اپنا ظاہر آرسنہ کرتا ہے اور مومن اپنا باطن وَحْنِ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ أَنَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى رَجُلًا عَطَاءً أَوْ لَمْ يُعْطِ الْآخِرُ فَقَالَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَرَكْتُ
 فَلَا نَاكَ كِنْفَةٌ فَهُوَ مُؤْمِنٌ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمٌ فَرَدَّ عَلَيْهِ
 وَأَنَادَ رَسُولُ اللَّهِ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ كِي حَدِيثٍ فِيهِ هُيْ كَمَا أَخْبَرْتُ مُسْلِمًا
 كَسَى شَيْخٌ كُوجُحْ عَطَا كِيَا اذِ دُورِ دُورِ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ كَمَا كَمَا كِيَا رَسُولُ اللَّهِ
 آيَةُ اس شخص کو چھوڑ دیا کونکہ وہ مومن نہ تھے فرمایا مومن ہی مسلم پھر دوبارہ انھوں نے عرض
 کیا آپ نے دوبارہ وہی فرمایا ایضا اِنَّهُ سِئِلُ صَلَّعَمَ فَقِيلَ لَهُ آتِ الْاَعْمَالُ اَفْضَلُ
 فَقَالَ صَلَّعَمُ الْاِسْلَامُ فَقَالَ آتِ الْاِسْلَامُ اَفْضَلُ فَقَالَ صَلَّعَمُ الْاِيْمَانُ يَعْنِي
 رسول علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ کون سے اعمال بہتر ہیں۔ آپ نے فرمایا اسلام۔ پھر
 سائل نے عرض کیا کہ اسلام کونسا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایمان۔ پس معلوم ہوا کہ
 اسلام ظاہری فرمانبرداری ہے اور ایمان ولی طاعت اس لئے کہ مومن کو تو مسلم
 اسلام کہہ سکتے ہیں لیکن مسلم اسلام کو مومن ایمان نہیں کہہ سکتے کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
 قَالَتِ الْآخِرَةُ اِبْنُ امْتَدَّ قُلُوبُكَ تَوَقُّفُوكُمْ لَكُمْ تَوَقُّفُوكُمْ لَكُمْ تَوَقُّفُوكُمْ لَكُمْ تَوَقُّفُوكُمْ لَكُمْ
 قُلُوبُكُمْ يَعْنِي کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہہ دے اسے محمد تم ایمان نہیں لائے
 پر تم کہہ کہ ہم مسلمان ہوئے اور ابھی نہیں بیٹھا ایمان تمھارے دلوں میں وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 الْمَوْمِنُ اَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ يَعْنِي مَوْمِنٌ اَفْضَلُ هُوَ كَعْبَةٍ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 الْمَوْمِنُ اَكْبَرُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَعْنِي رَسُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَفْرَأَ يَكُ مَوْمِنٌ
 اس حدیث کو امام بخاری وسلم نے لکھا ہے ۱۲۷۷ یہ حدیث شکوۃ شریف میں ہے تہ اس حدیث کو احمد اور طبرانی
 نے عمرو بن عینی سے روایت کیا ہے ۱۲۷۷ پ ۲۷۷۔ ۱۲۷۸ اس حدیث کو ابن ماجہ نے ابن عمر سے روایت کیا
 ہے ۱۲۷۸ اس حدیث کو ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے ۱۲۷۸

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے ملائکہ سے مولنا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

از ملائکہ جان خدا وند ان دل	باشد افروں تو تختہ را بہل
زاں سبب آدم بود مسجودشان	جان او افروں ترست از بویشان
ورنہ بہتر را سجد و دوں بری	امر کردن ہیج بنود و روری
کے پسند و عدل لطف کردگا	کے گلے سجدہ کند در پیش خار

اور یاد رکھو کہ ایمان کامل موقوف ہو علم معرفت پر جب تک کہ عرفان کامل نہو ایمان کامل نہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک روز صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں کونسا عمل افضل ہے۔ فرمایا کہ علم خدا کے پاک کا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اعمال سے پوچھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ علم خدا کے پاک کا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اعمال کو پوچھتے ہیں اور آپ علم ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ علم کے ساتھ حقوڑا سا عمل کا راہ ہوتا ہے اور جہالت کے ساتھ بہت سا عمل بھی بے سود ہے یعنی بغیر معرفت الہی کے عمل کچھ کام نہیں آتا وَلَیْسَ بِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّجْعَلَ فِی الْمَسَاجِدِ وَیَقُولُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَسُوْلُیْ نے سچی کلمہ کہنے والے حقیقی سے بے خبر ہیں اور وہ مؤمن نہیں کیونکہ نہ مراد کلمہ سے واقف نہ مقصود سے آگاہ پس ایسے کلمہ گو عارفوں کے نزدیک مشرک ہیں اس لئے کہ بجز زبانی تعلقہ کے اور کچھ نہیں جانتے کہ کس کی نفی ہے اور کس کا اثبات اس سے معلوم ہوا کہ مسلم قالی ہے اور مؤمن حالی۔ اور بعض علماء کے نزدیک مؤمن اور مسلم ایک ہی ہے اور چند جاقران میں بھی مسلم بمعنی مؤمن آیا ہے۔

سوال تم کہتے ہو کہ اَلْوُجُوْدُ وَاحِدٌ نَعْمٌ کَ لَیْسَ بِمُوجُوْدٍ پھر کسی نفی اور کس کا اثبات جواب۔ نفی تو انانیت وغیرت کی ہے جس کا وہم و وسوسہ دل میں سما گیا ہے اور یہی شرک ہے اور اثبات وجود مطلق کا اَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے رباعی

برہان و دلیل عین گمراہی ہے	نفی و اثبات محض جاں کا ہی ہے
اس رہ میں عبارت و اشارت ہے گم	یہاں ترک خودی اصول آگاہی ہے

لے اس حدیث کو ابن عبد البر نے العل سے روایت و نقل کیا ہے ۱۲

سوال۔ جب یہ بات مسلم ہے کہ اَلْوُجُودُ وَاحِدٌ غَيْرُهُ لَيْسَ بِوُجُودٍ تو بہشت و دوزخ کس کے لئے ہے؟

جواب۔ ان کے واسطے یعنی جس نے نیکی و بدی کو اپنی طرف منسوب کیا وہ بہشت و دوزخ کا مستحق ہے۔

باغی باغی بشرکت ملک جو
وحدت محض است آن شرکت کی

تامر زوی و نگشتی زندہ رو
ورشیدی زند و بوسے آن خود ویت

حدیث قدسی میں آیا ہے اَرَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي فَلَیْطُنَّ فِي مَا شَاءَ عَيْنِي میں اپنے بندہ کے گمان میں ہوں پس جو چاہے مجھ سے گمان کرے کَمَا قَالَ اَللّٰهُ تَعَالٰی وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرَادَ بَلَاكُمُ بِمَا كُنتُمْ تَصْنَعُوْنَ اَلْاَسَاسِیْنَ اور یہ وہی مختار گمان ہی جو رکھتے تھے اللہ کے ساتھ۔ اسنے ٹکڑو کھپایا پس ہو گئے تم آج ٹوٹے میں۔

سوال۔ بہشت و دوزخ کیا چیز ہے؟

جواب۔ عوام کے واسطے بہشت و دوزخ وہی ہے جو شریعت غرائب میں شارع صلعم نے بیان فرمایا ہے اور طریقت میں خواص کے واسطے وصال۔ یعنی قرب اور مرتفع ہونا حجاب کا بہشت ہے اور فراق یعنی حجاب غفلت و دوزخ ہے۔ شعر

جز فراق و جز وصال یا نصیب

دوزخ و جنت ہے دانی کہ چھپیت

وہ جنت وصال جہاں تو ہو میں ہوں

وہ دوزخ فراق جہاں میں ہوں تو ہوں

سوال۔ تقدیر و تدبیر کسے کہتے ہیں اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ تقدیر کے لغوی معنی ہیں اندازہ کرنا اور تدبیر کہ ازل سے ابتداء جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے یا ہوگا ہر ایک شے کا اندازہ ٹھیک ٹھیک علم الہی میں موجود ہے۔ کَمَا قَالَ اَللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ بِقَدْرِیْ یعنی ہم نے منتخب کیا کیا ہر شے کو پہلے اندازہ کر کے کیونکہ اس کا علم قدیم اور زمان و مکان کو محیط اور تمام ذرات موجودات پر حاوی ہے جو کچھ ظہور ہوتا ہے اسی اندازہ کے مطابق ہوتا ہے ہر موقوف ممکن نہیں اس واسطے کہ

اس کا علم کامل ہے ناقص نہیں جس طرح ایک استاد معاریا انجینئر مکان سے پہلے اپنے
 قوسے عقلی و فہمی سے پورا نقشہ اس مکان کا تجویز کر لیتا ہے جس کی تعمیر مرکوز خاطر
 ہوتی ہے پس اس قوت کا ظہور کہ جس نے یہ نقشہ ثبت کیا متعارف ہے نقشہ پر و لسان
 شرع میں سکون فطلم سے بغیر کرستم میں چنانچہ حدیث میں وارد ہے قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّوْا اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اَكْتُبْ قَالَ مَا اَكْتُبُ قَالَ اَكْتُبِ الْقَدَرَ
 فَكُتِبَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ یعنی رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے خلقت میں سے اول قلم کو پیدا کیا۔ پس فرمایا کہ لکھ۔ کہا کیا لکھوں۔ فرمایا کہ لکھ تقدیر کو پس
 لکھا کہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے اب تک۔ اور وہ قوت کہ جس پر یہ نقشہ ثبت ہوا لوح محفوظ
 سے تعبیر کی جاتی ہے گا قَالَ اللهُ تَعَالٰی فِیْ زُجْرِ مَحْفُوْطٍ پھر جو کچھ استاد کامل نے درود ہوا
 و سقف و بام کا انداز نقشہ میں لکھ دیا ہے اس کے موافق تعمیر شروع ہوتی ہے۔ یعنی جو کچھ
 تقدیر الہی میں ہے اسی کے موافق طور پر کڑتا ہے ایک درہ بھر تبدیل نہیں ہو سکتا۔ اگر
 کوئی کچا انارڈی استاد ہوتا بگاڑتا بناتا محو و اثبات کرتا یہاں عیب و نقصان کی گنجائش ہی
 نہیں پس تقدیر الہی میں تغیر و تبدل ہو تو کیونکر ہو چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے یَا اَبَا
 هُرَيْرَةَ جَبَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَا اِنِّ وَجَبْتُ الْقَلَمَ عَلٰی عِلْمِ اللّٰهِ یعنی اسے ابو ہریرہ سوکھ گیا
 قلم اس چیز پر کہ تو نے والا ہے اور ختم ہو قلم اللہ کے علم پر۔ یعنی اسکی تقدیر میں تغیر و تبدل
 نہیں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے قَالَ مَثَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّوْا عَشْرَ
 سَبْعِيْنَ مَرَّةً قَالَ لِيْ لِسْتِيْ فَعَلْتَهُ لِمَ فَعَلْتَهُ وَلَا لِسْتِيْ لِمَ فَعَلْتَهُ لِمَ لَا فَعَلْتَهُ وَلَا قَالَ فِیْ شَيْءٍ
 لِّمَ اَنْ يَكُنَّ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ
 دَعَا كُوْنُ فِیْ شَيْءٍ لِّمَ اَنْ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ لِمَ يَكُنْ
 کوئی کام کیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ تو نے کیوں کیا۔ اور اگر نہ کیا تو یہ فرمایا کہ تو نے کیوں کیا اور جو چیز

۱۔ اس حدیث کو ترمذی نے بروایت عباد بن العاصم بیان کیا ہے ۲۔ پ ۳۰ سورہ بروج ۱۲۔ اس حدیث کو امام

بخاری نے نقل کیا ہے ۳۔ اس حدیث کو امام بخاری و احمد و ترمذی نے بیان کیا ہے ۴۔

۵۔ اس حدیث کو تافہی عباس نے بیان کیا ہے ۶۔

ہو گئی تو اسکو نفس ربایا کہ کاش ہوتی اور اگر نہ ہوتی تو یہ نفس ربایا کہ کاش ہوتی۔ اور اگر آپ کے گھروالوں میں سے کوئی مجھ سے جھگڑتا تو فرمائے کہ اسے چھوڑ دو جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے وہی ہوگا۔ اور حدیث میں آیا ہے عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ مُقَدَّرٌ حَتَّى الْبَعْدُ وَالْكَيْسُ یعنی ابن عمر سے روایت ہو کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ ہر شے تقدیر میں ہے یہاں تک کہ نادانی و دہانائی۔ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا کہ یا علی خبر دو مجھ کو تقدیر سے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ راہ بہت دور و دراز ہے اس میں مت پڑ۔ پھر اس نے وہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ دریا ناپاں کنارہ ہے اس میں مت گر پھر اُس نے وہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ راز الہی ہے اسکی تفتیش مت کر غرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بخوف شرع شریف یا اسکی ناقابلیت پر نظر کر کے اس قابل نہ کیا اور جواب ندیا فی الحقیقت اس دریا کا خواص ہر کس و نا کس نہیں ہو سکتا ہے

اسرار حقیقت راہِ ہول نبود قابلِ ذریت بہر دیا ز ذریت بہر کائنات

اور تدبیر کے معنی میں کسی کام کے پیچھے پڑنا۔ یا کام کے انجام پر نظر کرنا۔ اور عرف میں تدبیر کو غیر تقدیر سمجھتے ہیں لیکن اس میں ایک باریک مغالطہ ہے وہ یہ کہ ہم تدبیر کے انجام و نتیجہ کو تقدیر خیال کرتے ہیں حالانکہ من اولہ الی آخرہ ہماری تمام تدابیر ہماری مجملہ حرکات ہمارے جمیع کاروبار عین تقدیر ہیں۔ کسی کام کا اختیار کرنا یا نہ کرنا اور اس کا پورا ہونا یا نہ ہونا یہ سب امور داخل تقدیر ہیں غرض کوئی خیال کوئی تصور کوئی قول کوئی فعل خارج از تقدیر نہیں کیونکہ علم الہی میں ہر چیز کا اندازہ ازل سے اب تک موجود ہے۔ اگر کوئی پیاسا ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ رہے کہ تقدیر میں ہوگا تو بل ہی جائیگا۔ کوشش سے کیا حاصل۔ یا یہ خیال کر کے کہ اپنی سعی و کوشش سے پانی بہم نہ پہنچاؤ لگا تو بالضرور مر جاؤ لگا۔ طلب و تلاش میں مشغول ہوا۔ تو یہ دونوں صورتیں عین تقدیر ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا وَ عَنِ ابْنِ خَزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رُفْقِي سَنَفَرَّقُوا دَوَاءً أَلْتَدَّ اِوْحِي بِهِمْ وَثَقَاةً تَنْقِيهَا هَلْ يَنْفَرُّ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ یعنی ابی خزامہ سے اُس کا باپ روایت کرتا ہے

لے اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا ہے ۱۷۷ اس حدیث کو امام احمد و ابن ماجہ و ترمذی نے بیان کیا ہے ۱۷

کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم کہ خبر دو مجھ کو منتروں کی کہ پڑھواتے ہیں ہم اور دو اکی کہ ہم دوا کرتے ہیں اور بچاؤ کی چیز کی یعنی سپر وغیرہ کہ ہم بچتے ہیں اُسکے سبب کیا پھیر دیتے ہیں اللہ کی تقدیر سے کچھ شے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سب چیزیں اللہ کی تقدیر سے ہیں۔ یعنی یہ تدبیریں بھی خلاف تقدیر نہیں۔

سوال۔ انسان اپنے فعل میں مختار ہے یا نہیں؟

جواب۔ انسان کو مطلق اختیار نہیں محض معذور و مجبور ہے۔ انسان کی نیکی بدی ہدایت ضلالت حرکات سکونات تمام قبضہ قدرت میں ہیں قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ یعنی تو کہہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے وَلَا تَحْزَنْكَ ذَرَّةُ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی بغیر حکم الہی ایک ذرہ بھی جنبش نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ جا بجا قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ہم نے کسی کو کچھ اختیار نہیں دیا ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور کسی طاقت نہیں جو بغیر ہمارے حکم کے کوئی کچھ کر سکے چنانچہ رسول صلعم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَجَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ یعنی تحقیق تو راہ پر نہیں لاتا جسکو چاہے پر اللہ راہ پر لائے جسکو چاہے اور حدیث شریف میں آیا ہے عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْعُرْتُ أَهْلَ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَمْ يَكُنْ الْعَامِلُونَ قَالَ كُلُّ تَعْلِيلٍ لِمَا خُلِقَ لَهُ أَوْ لِمَا يَسِيرُ لَهُ یعنی عمران ابن حصین سے روایت ہے کہ کہا ایک شخص نے یا رسول اللہ صلعم کیا شناخت کئے گئے بہشتی و دوزخیوں سے (یعنی کیا پہلے سے جدا ہو چکے ہیں) فرمایا کہ ہاں پہریوں عل کرتے ہیں لوگ۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص اُسی کو کرتا ہے جو چیز پیدا کی گئی ہے واسطے اسکے یا آسان کی گئی ہے اسکے لئے ایضاً وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ مَا يَفْعَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَ يَكُونُ فِيهِ أَشْيَاءُ قُضِيَ عَلَيْهِمْ فِيهِمْ مِنْ قَدَرٍ سَبَقَ أَوْ فِيمَا يَسْتَقْبِلُونَ بِهِ قِيَامَهُمْ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا بَشَيْءٍ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ وَتَصَدَّقُوا

۱۵ پ ۵۔ ۷۔ ۱۲۔ ۱۳ پ ۲۰۔ ۹۔ ۱۲ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے ۱۳

۱۴ اس حدیث کو امام مسلم نے بیان کیا ہے ۱۲

ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَاَلْقَاهَا فِيْ جَوْرٍهَا وَتَقَوُّهَا يَعْنِيْ عَمْرَان
 ابنِ حصین سے روایت ہے کہ کہا فریبنہ کے دو شخصوں نے پوچھا کہ یا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خسر دو اُس چیز کی کہ کرتے ہیں لوگ آج کے دن
 اور محنت کرتے ہیں اُس میں یہ ایک چیز ہے کہ تقدیر کی گئی اُن پر اور گزارا اُن میں
 تقدیر سے کہ ہو چکی ہے یا اس چیز میں کہ آئندہ ہونے والا ہے اُس
 چیز سے کہ لایا اُن کے پاس نبی اُن کا اور ثابت ہوئی دلیل اُن پر۔
 آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ ایک چیز ہے کہ تقدیر ہو چکی اُن پر۔
 یا گزر گئی اُن پر اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے کہ قسم
 ہے جان کی کہ ٹھیک بنایا اُس کو پھر اُس کے دل میں ڈالی بدکاری
 اور پرہیزگاری یعنی کیا فضاؤ قدر پہلے سے نہیں ہے۔ اب
 پنبیہ علیہ السلام لیکر آئے ہیں اور لوگ اپنے اختیار سے افعال کرتے ہیں آپ نے
 فرمایا کہ نہیں سبکی وہی سب خدا کی طرف سے ہے غرض اکثر آیات و احادیث سے
 ثابت ہو کہ بندہ بالکل بے اختیار ہے لیکن شائع فرماتا ہے کہ بندہ کچھ مجبور ہے اور کچھ مختار
 ہے چنانچہ خداوند سبحان میں لکھا ہے کہ اَللّٰهُ خَالِقُ الْعَبْدِ كَاسِبٌ يَعْنِي اللّٰهُ تَعَالٰی خَالِقُ
 افعال ہے اور بندہ کاسب افعال اور اسی پر جزا و سزا مقرر ہے ع کو ہم شکل و گونہ گویم
 شکل شعر در میان قہر و یا تختہ بندم کردہ

باز میگوئی کہ دامن ترکمن ہشیار با من
 سوال جب یہ بات پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے تو پھر ہم کو ثواب و جزا کی امید اور عذاب و
 سزا کی دہلی کیوں دیجاتی ہے؟

جواب۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اپنے غلام کو جو
 دو رتھا سواری و خلعت و زاراد بھیجا کہ دربار سلطانی میں حاضر ہو۔ اب اس میں دو صورتیں
 ہیں یا تو بادشاہ کو اُسکی ذات سے کچھ فائدہ متصور ہے یا یہ کہ وہ قرب سلطانی سے عزت
 پائے پس صورت اول تو خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ مگر صورت ثانی
 ممکن ہے۔ لیکن اگر غلام مذکور نے انعام رسولہ کو اُسی خدمت میں صرف کیا تو وہ شاکر ہے

ورنہ کافر اور اگر انعام لیکر دے اور بھاگ گیا تو سب سے زیادہ کافر ہوا۔ اسی طرح خداوند کریم نے مخلوق کو پیدا کیا اور ہر طرح کے انعامات سے مشرف کیا تاکہ قرب حاصل کرے نہ بعد چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی نعمتیں ایسے آلات ہیں جن سے بندہ افضل السافِلین سے ترقی کر کے درجہ سعادت قرب الہی حاصل کرتا ہے اس میں بندہ کا نفع ہے نہ خدا کا خواہ بندہ قریب ہو یا بعید اگر اس کی نعمتوں کو اطاعت میں استعمال کر گیا تو شاکر کہلائیگا ورنہ کافر۔ اور اگر بیکار رکھ دیا تو یہ بھی کفرانِ نعمت ہے۔ جو چیز دنیا میں مخلوق ہوئی ہے وہ اسی لئے ہے کہ بندہ اس کے سبب سے سعادت اخروی تک پہنچے اور قرب الہی حاصل کرے اس سے واضح ہے کہ ہر ایک اطاعت کنندہ اپنی اطاعت کے باعث ان انعامات الہی کا شکر گزار ہے جنکو اطاعت میں استعمال کیا ہے اور جو کسلن رہے وہ سرے سے استعمال ہی نہیں کرتا یا نافرمان ہے کہ انکو طریق بعید میں صرف کرتا ہے تو وہ کافر ہے کہ موافق مرضی مولیٰ عمل میں نہ لایا غرض طاعت و معصیت دونوں کو مشیتِ ایزدی شامل حال ہے لیکن اچھا بُرا معلوم ہونا یہ مشیت کے علاوہ ہے اس لئے کہ بعض خواہش کی چیز محبوب ہوتی ہے اور بعض مکروہ پس نعمت الہی کو اس کی مرضی کے موافق استعمال کرنا بھی شکر ہے اور شکر سے یہ مراد ہے کہ نعمت الہی کو جس طرح اسکو محبوب ہو صرف کرے جو نعمت الہی اسی کے فعل سے یہی جگہ صرف ہوئی ہو جو اسکو محبوب تھی تو یہ بھی شکر ہے اور آدمی کا فعل اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے مگر چونکہ محل اس فعل کا انسان ہے اسی واسطے انسان کی ثنا کی جانی ہے اور ثنا کا ہونا یہ دوسری نعمت الہی انسان پر ہے کیونکہ وہی دیتا ہے اور وہی وصف کرتا ہے اور اسی کے دو کاموں میں سے ایک کام اس بات کا باعث ہوا کہ دوسرا فعل وجہ محبت میں صرف کیا جائے تو بہر حال اسی کا شکر چاہیے اور انسان کو شاکر اس غرض سے کہتے ہیں کہ وہ محل شکر ہے نہ موجد شکر۔ مثلاً کہتے ہیں کہ انسان عارف یا عالم ہے تو اس کے

یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ عرفان و علم کا موجد ہے بلکہ یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ عرفان و علم کا
محل ہے حالانکہ ان کا وجود آدمی میں قدرتِ ازلیہ سے ہے وہ خود ایجاد نہیں کر سکتا پھر
اسکو شاکر کہنے سے یہی مطلب ہر کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور کچھ شے اس لئے ہے کہ اسی
نے شے بنایا ہے اور اگر اس کے بنانے کا لحاظ اٹھا دیا جائے تو لاشے محض ہے جب
صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسولِ صلعم سے دریافت کیا کہ جب سب چیزوں سے پہلے ہی قرآن
ہو چکی ہے تو عمل سے کیا فائدہ۔ آپ نے فرمایا کہ اَعْمَلُوا كُلُّ مِيسِرٍ لِّمَا خَلَقَ لَهُ يَنْفَعِ عَمَلُ
كَرُو اس لئے کہ ہر ایک شخص کو وہی کام میسر آئیگا جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے اس سے
ظاہر ہوا کہ خدا کی مخلوق قدرت کے جاری ہونے اور اس کے فعل کا محل ہے گو خلق خود
بھی اس کے افعال میں سے ہے لیکن خدا تعالیٰ کا بعض فعل بعض کا سبب ہوتا ہے
مثلاً حدیث شریف میں لفظ اَعْمَلُوا ہر چند کہ رسولِ صلعم کی زبان سے نکلا ہے مگر وہ بھی
افعالِ الہی میں سے ایک فعل ہے اور اس بات کا سبب ہر کہ خلق کو معلوم ہو جائے کہ
عمل کرنا مفید ہے۔ اب لوگوں کا جاننا بھی خدا کا ایک فعل ہے اور وہ بھی ایک اور بات
کا سبب ہے یعنی علم ہی کے باعث حرکات و طاعات کا ارادہ پختہ ہوتا ہے۔ پھر ارادہ
و شوق بھی فعلِ الہی ہے اور حرکت اعضا کا سبب ہے اور حرکت اعضا بھی خدا کے
افعال میں سے ہے۔ اسی طرح سب باتیں اس کے افعال میں سے ہیں مگر ایک دوسرے
کا سبب ہوتے ہیں یعنی ایک فعل دوسرے فعل کی شرط ہوتی ہے جیسے جسم کا پیدا ہونا
عمرن کے لئے شرط ہے اور حیات کا ہونا علم کی پیدائش کے لئے شرط ہے اور یہ سب
افعال خدا تعالیٰ کے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے اسی اعتبار سے سبب ہیں اور
ان کے سبب ہونے سے یہ مقصود نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے موجد ہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ
غیر کے حاصل ہونے کے لئے شرط ہیں کہ اول ایک ہو چکے تو دوسرا ہو جیسے اول جو ہر شے
تو زندگی ہو اور جب حیات ہو چکے تو علم پیدا ہو پھر علم ہوئے تو ارادہ پیدا ہوا اسی طرح آدمی
تحقیق کرے گا تو ذاتِ الہی تک ترقی کر جائیگا یہاں ایک اعتراض یہ ہے کہ جب ہمارے

اختیار میں کچھ بھی نہیں سب کچھ خدائے تعالیٰ کے قبضہ اختیار میں ہے۔ تو پھر کبھی کیوں حکم ہو جائے کہ عمل کرو جو نافرمانی کرو گے تو عتاب و عذاب ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم الہی ہم میں ایک اعتقاد کے آنے کا سبب ہوتا ہے اور اعتقاد سبب ہے پیمان خوف کا اور جو سن خوف باعث ہے ترک سہوات کا اور دنیا سے اعراض کا جس سے خدائے تعالیٰ مسبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ یہی ترتیب اسباب جو خدائے تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے پس جو شخص ازل میں سعید لکھا گیا ہے اسکے لئے یہ اسباب ایسی ترتیب سے میسر ہوتے ہیں کہ سلسلہ وار اسکو جنت میں پہنچا دیتے ہیں اور جنکو ازل میں شقی لکھا گیا ہے وہ کلام خدایہ مصطفیٰ و صلح علماء سے دور بھاگتا ہے کان نہیں دھرتا اور نہ سننے کی وجہ سے جانتا نہیں اور نہ جاننے کے باعث خوف نہیں کرتا اور جب خوف نہیں کرتا تو محبت دنیا کی کیسے چھوڑے گا۔ اور جب تک غیبت و نیا ترک نہ کر گیا زمرہ شیاطین میں رہے گا جن کا قرار گاہ دوزخ ہے۔ اس تقریر کو اگر غور سے دیکھو تو ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک قوم جنت میں زنجیروں سے کچھی چلی جاتی ہے اور دوسرا گروہ دوزخ میں زنجیروں سے گھسیٹا جاتا ہے یعنی جسکو جنت ملے گی وہ بھی اسکے اسباب کی زنجیروں میں پابند ہے کہ علم و خوف اس پر مسلط ہیں اور جو دوزخی ہے وہ بھی اسباب کی زنجیروں میں پابند ہے کہ اس پر بغضات طاری ہے اور خدا کے عذاب سے بخوف اور مغرور رہتا ہے غرضیکہ مستحق توحبت میں بزور کینچے جلتے ہیں اور مجرم دوزخ میں زبردستی گھسیٹے جاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ مشیت اسی واحد القہار کی ہے جہاں جائے دم زدوں نہیں۔

سوال۔ تو پھر کیا ہم اس میں کچھ دم نہ ماریں؟

جواب۔ ہاں بے شک حکم حاکم میں جائے دم زدوں نہیں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک سالک نے جو شعل راہ نور الہی رکھتا تھا کا غد سفید کو سیاہ دیکھ کر دریافت کیا کہ تو نے اپنا منہ کیوں کالا کیا ہے اس نے کہا بھلا کوئی اپنا منہ آپ بھی کالا کرتا ہے یہ تصور سیاہی کا ہے۔ پھر سیاہی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تو چپ چاپ گوشہ میں بیٹھی تھی یہ ظلم قلم کا ہے جب قلم سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ آپ ہاتھ سے

دریافت کریں میں جسکے قبضہ میں ہوں۔ پھر ہاتھ سے سوال کیا تو اُس نے کہا کہ میں تو
 فقط گوشت پوست و استخوان کی ایک سواری ہوں کہ قدرت نامی سوار مجھ پر سوار ہو کہ
 اپنے حسبِ منشاء کام لیتا ہے۔ پھر اُسکی وجہ قدرت سے پوچھی تو اُس نے کہا کہ تم مجھ کو ناحق
 بدنام کرتے ہو میں تو ہمیشہ اُس پر سوار رہتی ہوں کبھی اُسکو نہیں ہلاتی۔ لیکن ایک موکل
 ہے (دارودہ) وہ اگر مجھ سے زبردستی یہ کام لیتا ہے۔ پھر ارادہ سے اُسکی وجہ دریافت کی تو
 اُس نے جواب دیا میں ایک انجن کا ملازم ہوں جسکے ممبر علم و عقل ہیں اور صدر انجن حضرت دل
 میں اُسکے حکم کا فرماں بردار ہوں۔ پھر سالک نے انجن سے دریافت کیا کہ ارادہ کو قدرت
 کسے اٹھانے پر کیوں مجبور کرتے ہو عقل نے کہا کہ میں تو ایک چراغ ہوں کسی اور نے مجھ کو روکنا
 کر رکھا ہے اور دل نے کہا کہ میں لوح بے نقش ہوں کسی اور نے مجھ کو پھیلا رکھا ہے اور علم نے
 کہا کہ میں ایک نقش ہوں کہ چراغ عقل کی روشنی کے بعد لوح دل پر نقش ہو جاتا ہوں
 مگر میں خود منقوش نہیں ہوا بلکہ قلم اس سا وہ تختی پر مجھے نقش کر دیتی ہے تو اس قلم سے
 دریافت کرو مجھ کو اس تختی پر لکھتی ہے۔ سالک نے حیران ہو کر کہا کہ ہم نے تو قلم نے وغیرہ
 کا دیکھا ہے اور تختی لوہے لکڑی کی۔ اور چراغ آگ سے روشن ہوتا ہے اور نقش سیاہی سحری
 وغیرہ کا۔ اور اُن میں سے مجھے کوئی چیز بھی نظر نہیں آتی میں دریافت کروں تو کس سے
 کروں۔ اور عجیب ترین یہ ہے کہ صیر قلم سنتا ہوں اور قلم نہیں دیکھتا۔ علم نے کہا کہ میاں
 صاحبِ پست حوصلہ مت بنو۔ گہراؤ مت۔ کمر ہمت مضبوط باندھو اور مردانہ وار اس منزل
 مقصود کی راہ لو اور اس تمام رستہ کا حال مجھ سے سنو کہ تمہارے اس راستہ کے تین
 عالم ہیں۔ اوّل عالم ملک و شہادت جس میں کی یہ چیزیں کاغذ و قلم و سیاہی اور ہاتھ وغیرہ
 تھے تو اس عالم کو تو تم بتدریج طے کر چکے۔ دوسرا عالم ملکوت جو میرے بعد ہے۔ جب مجھ سے
 آگے بڑھو گے تو اس میں پہنچو گے کہ وہ نہایت دشوار گزار ہے۔ عالم ملکوت جو عالم
 ملک و جبروت کے درمیان واسطہ ہے اور اس میں سے تم تین منزلیں طے کر چکے ہو
 یعنی اُسے شروع میں منزل قدرت ارادہ و علم پر اور اُس عالم کو اُن دنوں عالم کے درمیان ایسا سمجھو کہ جیسے
 کشتی کی چال میں اور پانی کے درمیان جو یعنی نہ تو وہ پانی کی سطح مضطرب ہے نہ زمین کی مانند ساکن و تھیرا عالم

جبروت ہے جو اس سے زیادہ سخت شکل جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم شہادت پر چلتا ہے پس اگر اسکی قوت زیادہ ہوئی اور کشتی میں سوار ہو گیا تو گویا وہ عالم ملکوت کی سیر کرتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہوا اور پانی پر بے کشتی چلنے لگا تو بلا تردید وہ عالم جبروت کی سیر کر گیا پس اگر تم پانی پر نہیں چل سکتے تو خیر پھر جاؤ کہ زمین سے تجاوز کر چکے اور کشتی پیچھے پھوڑی اب تو صرف پانی ہی ہے اور آغاز عالم جبروت کا یہ ہے کہ جس قلم سے لوح دل پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس یقین سے پانی پر چل سکتے ہیں وہ حاصل ہو۔ سالک نے کہا پانی پر بھی کوئی چل سکتا ہے عقل نے کہا کیا وہ حدیث تم نے نہیں سنی جو صحابہ کرام نے کہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو رسول صلعم نے فرمایا کہ **كُوْزِدْ اِذْ يَفْقِنُ الْمُنْتَنِيْ عَلٰى الْهَوَآءِ** یعنی اگر انکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے پھر سالک نے کہا کہ اچھا اب اس راہ کا کچھ تپا نشان تو بناؤ۔ علم نے کہا تم میری طرف نکلی باہر کرو دیکھو۔ اگر تم کو وہ قلم جو مجھ کو لوگوں کے دلوں میں مقبوس کرنا ہے نظر آجائے تو یقین ہے کہ تم اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔ کیونکہ جو شخص عالم ملکوت سے بڑھ کر عالم جبروت کے دروازہ پر پہنچ دیتا ہے اسکو وہ قلم نظر آئے گا ہے۔ سالک نے کہا کہ میں خوب غور سے دیکھ رہا ہوں لیکن مجھ کو تو وہ قلم نظر نہیں آتا۔ معلوم نہیں وہ کونسا قلم ہے۔ علم نے کہا کہ تم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا **اِنَّمَا اَوْزٰتُکَ الْاَکْثَرُ ثُمَّ الْاِذٰی عَلَیْکَ یَا قَلْبِکَ عَلَیْکَ الْاَشْاَنَ مَا لَکَ یَعْلَمُکَ ہٰہَا اُسی قلم کا ذکر ہے اور یہ تو تم خوب جانتے ہو کہ گھر کا سامان صاحب مکان کے مناسب ہوتا ہے اور وہ لکھنے کی مثیلہ شے ہے تو اس کا قلم لوح و روشنائی وغیرہ بھی ویسی ہی بے مثل ہونی چاہئے اگر تم کو یہ چیزیں ایسی نہیں سوچتی ہیں تو تم محنت ہو بیٹے جو لوگ خدائے تعالیٰ کو پاک و منزہ سمجھتے ہیں وہ مرد ہیں اور جو کسی جسم سے تشبیہ دیتے ہیں وہ مونث اور تم محنت ہونہ ادھر نہ آدھر پس اگر تم آنحضرت صلعم کے اس ارشاد **خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی اَصُوْرَتِہٖ** کے یہ معنی سمجھتے ہو کہ جیسے حضرت آدم کی صورت جو اس ظاہری سے محسوس ہوتی تھی اللہ تعالیٰ کی بھی ایسی صورت ہے تو تمہارے تشبیہ ہونے**

دریافت کریں جسے قبضہ میں ہوں۔ پھر ہاتھ سے سوال کیا تو اُسے کہا کہ میں تو
 فقط گوشت پوست و استخوان کی ایک سواری ہوں کہ قدرت نامی سوار مجھ پر سوار ہو کر
 اپنے حسبِ منشاء کام لیتا ہے۔ پھر اُسکی وجہ قدرت سے پوچھی تو اُسے کہا کہ تم مجھ کو ناحق
 بدنام کرتے ہو میں تو ہمیشہ اُس پر سوار رہتی ہوں کبھی اُسکو نہیں ہلاتی۔ لیکن ایک موکل
 ہے دارادہ وہ اگر مجھ سے زبردستی یہ کام لیتا ہے۔ پھر ارادہ سے اُسکی وجہ دریافت کی تو
 اُسے جواب دیا میں ایک انجن کا ملازم ہوں جسکے ممبر علم و عقل ہیں اور صدر انجن حضرت دل
 میں اُسکے حکم کا فرماں بردار ہوں۔ پھر سالک نے انجن سے دریافت کیا کہ ارادہ کو قدرت
 کے اٹھانے پر کیوں مجبور کرتے ہو عقل نے کہا کہ میں تو ایک چراغ ہوں کسی اور نے مجھ کو روشن
 کر رکھا ہے اور دل نے کہا کہ میں لوح بے نقش ہوں کسی اور نے مجھ کو پھیلا رکھا ہے اور علم نے
 کہا کہ میں ایک نقش ہوں کہ چراغ عقل کی روشنی کے بعد لوح دل پر نقش ہو جاتا ہوں
 مگر میں خود منقوش نہیں ہوا بلکہ قلم اس سادہ تختی پر مجھے نقش کر دیتی ہے تو اس قلم سے
 دریافت کرو مجھ کو اس تختی پر لکھتی ہے۔ سالک نے حیران ہو کر کہا کہ ہم نے تو قلم نے وغیرہ
 کا دیکھا ہے اور تختی لوہے لکڑی کی۔ اور چراغ آگ سے روشن ہوتا ہے اور نقش سیاہی سرخی
 وغیرہ کا۔ اور اُن میں سے مجھے کوئی چیز بھی نظر نہیں آتی میں دریافت کروں تو کس سے
 کروں۔ اور عجیب تربیت ہے کہ صیر قلم سنتا ہوں اور قلم نہیں دیکھتا۔ علم نے کہا کہ میاں
 صاحب پست حوصلہ مت بنو۔ گہراؤ مت۔ کمزہمت مضبوط باندھو اور مردانہ وار اس منزل
 مقصود کی راہ لو اور اس تمام رستہ کا حال مجھ سے سنو کہ متھارے اس رستہ کے تین
 عالم ہیں۔ اوّل عالم ملک و شہادت جس میں کی یہ چیزیں کاغذ و قلم و سیاہی اور ہاتھ وغیرہ
 تھے تو اس عالم کو تو تم بتدریج طے کر چکے۔ دوسرا عالم ملکوت جو میرے بعد ہے جب مجھ سے
 آگے بڑھو گے تو اس میں پہونچو گے کہ وہ نہایت دشوار گزار ہے۔ عالم ملکوت جو عالم
 ملک و جبروت کے درمیان واسطہ ہے اور اس میں سے تم تین منزلیں طے کر چکے ہو
 یعنی اُسے شروع میں منزل قدرت ارادہ علم و اُس عالم کو اُن دنوں عالم کے درمیان ایسا سمجھو کہ جیسے
 کشتی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہو یعنی نہ تو وہ پانی کی سطح مضطرب ہے نہ زمین کی مانند ساکن و متبیر عالم

جبروت ہے جو اس سے زیادہ سخت شکل جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم شہادت پر چلتا ہے پس اگر اُسکی قوت زیادہ ہوئی اور کشتی میں سوار ہو گیا تو گویا وہ عالم ملکوت کی سیر کرتا ہو اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہوا اور پانی پر بے کشتی چلنے لگا تو بلا تردد وہ عالم جبروت کی سیر کرے گا پس اگر تم پانی پر نہیں چل سکتے تو خیر پھر جاؤ کہ زمین سے تجاوز کر چکے اور کشتی پیچھے چھوڑی اب تو صرف پانی ہی ہے اور آغاز عالم جبروت کا یہ ہے کہ جس قلم سے لوح دل پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس لہتین سے پانی پر چل سکتے ہیں وہ حاصل ہو۔ سالک نے کہا پانی پر بھی کوئی چل سکتا ہے عقل نے کہا کیا وہ حدیث تم نے نہیں سنی جو صحابہ کرام نے کہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو رسول صلعم نے فرمایا کہ کَوَاَزِدْ اِدَّ یَقْبِلُ الْمُنَنِ عَلَی الْفَوَاحِشِ یعنی اگر انکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ پھر سالک نے کہا کہ اچھا اب اُس راہ کا کچھ پتا نشان تو بتاؤ۔ علم نے کہا تم میری طرف کنکلی بازہ کر دیکھو۔ اگر تم کو وہ قلم جو مجھ کو لوگوں کے دلوں میں نقوش کرنا ہے نظر آجائے تو یقین ہے کہ تم اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔ کیونکہ جو شخص عالم ملکوت سے بڑھ کر عالم جبروت کے دروازہ پر پہنچتا ہے اُسکو وہ قلم نظر آئے گا۔ سالک نے کہا کہ میں خوب غور سے دیکھ رہا ہوں لیکن مجھ کو تو وہ قلم نظر نہیں آتا۔ معلوم نہیں وہ کونسا قلم ہے۔ علم نے کہا کہ تم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا اِنَّ اَوَّلَ مَا کَرَّمَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْقَلَمِ عَلَمُ الْاَشْیَاءِ مَا لَمْ یَعْلَمْ بِہَا اُیْسَی قَلَمٌ کَاذِبٌ ہے اور یہ تو تم خوب جانتے ہو کہ گھر کا سامان صاحبِ گھر کے مناسب ہوتا ہے اور وہ لکھنے کیلئے شے ہے تو اس کا قلم لوح و روشنائی وغیرہ بھی ویسی ہی بے مثل ہونی چاہئے اگر تم کو یہ چیزیں ایسی نہیں سوجھتی ہیں تو تم محنت ہو یعنی جو لوگ خداے تعالیٰ کو پاک و منزہ سمجھتے ہیں وہ مرد ہیں اور جو کسی جسم سے تشبیہ دیتے ہیں وہ مؤنث اور تم محنت ہو نہ ادھر نہ ادھر پس اگر تم آنحضرت صلعم کے اس ارشاد خَلَقَ اللّٰہُ اَدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہِمْ کے یہ معنی سمجھتے ہو کہ جیسے حضرت آدم کی صورت ہو اس ظاہری سے محسوس ہوتی تھی اللہ تعالیٰ کی بھی ایسی صورت ہے تو تمہارے تشبیہی ہونے

میں کیا کلام ہے۔ اور اگر تم سرفیلی سے باطنی صورت کو جانتے ہو تو تم میدانِ تنزیہ میں موجود آدمی مقدس طوبیٰ ہے۔ اب جاؤ منزل طے کرو کیا تعجب ہے کہ تم کو بھی قَاخُلَعْرُ نَعْلَیْکَ کا مضمون پیش آئے۔ اور تجلی پر راہ ملے۔ جب سالک نے علم کی یہ تقریر سنی تو اپنے تصور سے واقف ہو کر معلوم کیا کہ حقیقت میں تشبیہ و تنزیہ کے درمیان مختلف ہوں۔ شرمندگی کے مارے اس کا دل پھیل کر تیل بنا اور شوق کی بتی کو علم کی دیباہ لائی نے روشن کر دیا دل اس کا نور علی نور بن گیا۔ علم نے کہا کہ لو اب غور سے دیکھو شاید تم کو تجلی کی راہ ملے جب سالک نے بہ تامل دیکھا تو وہ ظلم الہی نظر آیا ظلم سے دریافت کیا کہ تو لوگوں کے دلوں پر ایسا علم کیوں لکھ دیتا ہے۔ جو ارادہ و قدرت کو اٹھا دیتا ہے۔ ظلم نے کہا کہ یہ بادشاہ کے دہنے ہاتھ سے پوچھ سالک نے کہا کہ بادشاہ کا دہنا ہاتھ کونسا ہے۔ ظلم نے کہا کہ جس کا ذکر اس آیت میں ہے وَالسَّمَلَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ پھر دہنے ہاتھ سے سوال کیا اُس نے قدرت پر حوالہ کیا۔ قدرت نے کہا کہ میں تو ایک صفت ہوں قادر سے دریافت کر۔ قریب تھا کہ سالک قادر سے سوال کر بیٹھے لیکن استقلال غایت ہوا اور سر اوقاتِ عظمت و جلال سے یہ ندا آئی کہ لَا تَسْأَلْ عَمَّا يُفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ اس امر کو سنکر سالک ہیبت کے مارے بیہوش ہو کر گرا۔ اور جب ہوش میں آیا تو جناب الہی میں توبہ و استغفار کر کے عرض کی کہ یا الہی میں نے نادانی سے ظلم وغیرہ کو ناحق مطعون کیا تو مالک ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے مجھ کو تو فیق غایت کر کہ میں تیری ثنا کروں حکم ہوا کیا تو محمد صلعم سے زیادتی چاہتا ہے جب کہ وہ لَا أَحْصَى ثَنَّا کہہ چکے پھر عرض کیا کہ یا الہی مجھ کو اپنی معرفت عطا فرما حکم ہوا کیا تو صدیق اکبر پر سبقت چاہتا ہے جن کا قول ہے أَلْعِجُّ عَنْ ذَرَاكَ إِلَّا ذَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَ اب یہاں سے جاؤ اور شریعت محمدی جس بات کا امر کرے وہ کر جس سے منع کرے اُس سے باز رہو۔ اور دم نہ مارو۔ واہ سبحان اللہ زبردست کے بسوے میں عنایت کس راز ہرۃ ناگوید کہ چون۔

سوال۔ خلق کو فنا ہے یا نہیں؟

جواب۔ اہل تحقیق کے نزدیک وجود خلق اصلی حقیقی نہیں بلکہ عارضی و اعتباری ہے مثلاً قطرات و موج و حباب کا وجود دریا کی ہستی سے جداگانہ نہیں بلکہ دریا مع ان سب کے دریا ہے پس دریا کے مقابلہ میں وہ بالفعل بھی فانی و معدوم اور نیست و نابود ہیں۔ انکی ہستی صرف اسی خیال پر قائم ہے کہ انکے باہمی اوصاف کا اختلاف ایک کو دوسرے سے تمیز و شخصیت ثابت کرتا ہے قطرہ کی شکل و مشابہت اور اس کا طرز و انداز موج سے الگ ہے اور موج کی صورت و وضع اور اسکی چال و حال حباب سے جدا ہے اور حباب کا رنگ و ڈھنگ اور اس کی آن و اداد و نون سے نرالی ہے جب اجزا کو باہم مقابلہ کرتے ہیں تو ایک خیالی ہستی انکی قائم ہو جاتی ہے ورنہ محیط کل کے مقابلہ میں جو کوئی ہستی کا خیال ہی محض فانی و معدوم ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاَنْتُمْ مَيِّتُونَ یعنی تحقیق تو اور وہ سب میت و معدوم ہیں حضرت محی الدین عربی فرماتے ہیں اَلْحَيُّ فَحَسُّوْهُ وَاَلْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ یعنی حق تو وجود اصلی ہے اور خلق حقیقت میں کچھ بھی نہیں صرف سمجھ کا پھر ہے ۵

ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی
اگر باشد و گر نباشد یکے ہست

پناہ بندری و پستی توئی
زلعظیم تو پیش تو ہست و نیست

یعنی وجود حق اصلی ہے اسی کے ذریعہ سے خلق کا وجود قائم معلوم ہوتا ہے جو محض خیالی اور تعین عدمی ہے پس سب نیست ہیں جو کچھ ہے حق ہی حق ہے۔ کیونکہ وہ سب پر محیط و حاوی ہے اور جب اس محیط کل کا وجود قائم و دائم ہے تو خلق کی ہستی یا نیستی دونوں برابر ہیں یعنی خلق کا خیال ہی اُسکے مقابلہ میں نہیں جم سکتا پس خلق وہ ہے جو حقیقتاً موجود نہیں اسلئے اسکی بقا کیا اور فنا کیا؟ اور اگر خلق کو موجود حقیقی مانا جائے تو دو حال سے خالی نہیں یا عین حق ہے یا غیر حق۔ اگر عین ہے تو خلق ایک لفظ ہے بے وجود اور اگر غیر حق ہے تو یہ شرک صریح اور محال غلطی ہے ۵

خود نتوان بود بشرکت خدائے

شرک نہ در ملکتش دست سائے

کیونکہ موجود حقیقی ایک کے سوا ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر دو یا زیادہ ہوں تو ہر ایک ناقص ہوگا اور ناقص بذات خود موجود قائم نہیں رہ سکتا۔ پس وہ موجود حقیقی ہوا بلکہ کسی دوسرے کے

زیر سے اسی ہستی قائم ہوگی اور جس کے ذریعہ سے ہستی قائم ہے اسکے مقابلہ میں موجود
عاجزی محض فانی و معدوم ہے اسلئے خلق کی ہستی ایک موبہوم ہستی ہے جسکو بالفعل بھی
فانی سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ اب موجود ہے اور ایندہ اسپر فطاری ہوگی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِلَّا اللَّهُ الْأَلَهُ وَهُوَ يُحْيِي شَيْءَ هَالِكٍ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَ
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ یعنی اور مت پکارا اللہ کے سوا اور حاکم کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا ہر چیز
فنا ہے مگر وہ آپ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔ اس آیت کریمہ میں لفظ
هَالِكٌ وارد ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ہر ایک شے فی الحال فنا ہے۔ اگر فنا آئندہ
مراد ہوتی تو تَحْيَا لَكَ فرماتا نہ هَالِكٌ اور غیر اللہ کے پکارنے کو منع فرمایا۔ اس سے ثابت ہے
کہ سوائے ذات پاک خداوندی کے کوئی موجود حقیقی نہیں ہے۔ اور جو ذات خود موجود نہیں
وہ فانی ہے۔ پس فانی کو پکارنے سے کیا فائدہ۔ یہاں یہ کہ اس ذات پاک کے ہوتے دوسرے
کو موجود سمجھ کر نہ پکارو۔ کیونکہ جو موجود ہے وہ تو عین ذات واحد ہے نہ دوسرا۔ یعنی موجود حقیقی
میں دوئی ممکن ہی نہیں عین کے دو کے شود ار نام گہرا کہم پچھو تم اشیا خیال کرتے ہو
اور باختلاف صناعات و حالات و اطوار و اشکال ہر ایک کی حقیقت جدا گانہ تصور کرتے ہو حقیقت
یہ وجود کا اعتبار ہی ہے جب تعین اور اعتبار کا حجاب رفع ہوا تو سب اشیا ہالک یعنی
بالفعل فانی و معدوم ہیں اور جو باقی و موجود ہے وہ وجہ اللہ یعنی ذات خداوندی ہے اسی کا
حکم ہے یعنی یہ فرق و امتیاز احوال و افعال گونا گوں اور اوصاف و اطوار و قلیوں اسی کی
مرضی اور اسی کے ارادہ اور اسی کے حکم سے ہیں وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ اور تصورات و توہمات
درمیان سے اٹھ گئے تو باز گشت اسی ذات پاک کی جانب ہے یعنی عین وہی ذات باقی

و موجود ہے

کجا غیر کو غیر و کوفتش غیب	سوی اللہ واللہ فی الوجود
----------------------------	--------------------------

مَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ مَسَاكِناً ثُمَّ جَعَلْنَا
الْقَمَرَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ایضے کیا تو اپنے رب کی طرف نہیں دیکھتا

کیسے دراز کیا سایہ کو۔ اور اگر چاہتا تو اسکو پھیر رکھتا۔ پس کیا ہم نے آفتاب کو سایہ کی شناخت پر راہ نمائے پھر پکڑا سبے سایہ کو اپنی طرف سبج سبج سمیٹ کر۔ یعنی دیکھ اپنے رب کی طرف کیسے ظاہر کیا اپنے وصف ذاتی کو کہ وہ ظہور خلق و وجود اشیا ہے اگر چاہتا تو ظاہر نہ کرتا۔ پھر آفتاب ذات پاک کو سایہ یعنی اشیا کی تیز و شناخت کے لئے دلیل بنا دیا۔ جس طرح آفتاب عالم تاب طلوع ہو کر آہستہ آہستہ عروج کرتا ہے اور درازی سایہ کی کم ہوتی جاتی ہے اور اس کا ظہور و خفی اور وجود و عدم معلوم و محسوس ہوتا ہے اسی طرح آفتاب ذات کا وجود باوجود جب منکشف ہوتا ہے تو اشیا رکائات کا وجود بے وجود جنشل سایہ کا معدوم ہے نسبت ہوتا ہوا نظر آتا ہے یہاں تک کہ جب آفتاب سمت الراس پر پہنچتا تو افق ہوتا ہے تو سایہ بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے اور اسکو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سایہ معدوم و فنا ہو کر اپنی اصل سے وصل ہو گیا۔ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محیث دہلوی اس آیت شریفہ کے فائدے میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک شے کی اصل اللہ تعالیٰ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر شے وصل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہی۔ پس شس عبارت ہو ذات حق سے اور تذہل مراد ہے ظہور عالم سے اور طرز کلام بر سبیل تشبیہ واقع ہوا ہے حضرت عطار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

اوچو خورشیدت و ما چون سایہ ام	ہچو نور و سایہ ما ہمایہ ایم
تالبع نور است سایہ روز و شب	نور خواہی گو یا سایہ طلب
ہستی سایہ یقین از نور دان	سایہ ربے شک لیل نور خوان
می نماید سالہا از عکس نور	سایہ را از نور نتوان کرد دور
گر نہان گرد و زمانے نور خور	سایہ ہم ناچینہ گرد و سرب
سایہ با چون محو نور خور شود	وصل اور از زمان در خور شود

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح بقائے خلق ایک امر اعتباری ہے نہ حقیقی اسی طرح اسکی فنا بھی خیالی ہے نہ اصلی جس کا وجود ثابت نہیں اسکی فنا کیا اور بقا کیا؟ شعر

منکہ ہمہ ہستی من نیستی است ہستی بے نیست نہ انم کہ چیت

سؤال۔ تصوف میں فنا کے قسم کی ہے؟

جوابِ تین قسم کی۔ اول فناء وجودی۔ کہ کل اشیا کا وجود عارف کی نظر میں نیست و نابود ہو جائے اور خدا کا نہ ہر فرد میں ذاتِ خدا جلوہ گر ہو کہ لا الہ الا اللہ کے یہی معنی ہیں۔ لیکن اس میں شرک خفی ہے کہ ناظر و منظور متشی و مستشی امنہ ہنوز موجود ہے اور اسی کو توحیدِ صا وجودی بھی کہتے ہیں۔ دوم فناء عدمی وہ یہ ہے کہ وجودِ اشیا کے بجائے وجود حق کا ادراک

اور

ہیں لیکن اس میں شرک خفی ہے کیونکہ ابھی وقوف و ادراک باقی ہے جو مستلزمِ دوئی ہے۔ سوم فناء الفناء یعنی فنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وقوف و شعور اور حس و ادراک وجود و عدم کا عین و غیر کا خودی و خدائی کا یاد و بود کا ذکر و فکر کا بہت و نیست کا کچھ اثر باقی نہ رہے نہ واحد نہ ثنیں نہ یکی نہ دوئی نہ خود نہ خدا نہ فنا نہ بقا نہ ربا خعی۔

انکار نہ اقرار نہ تقدیر نہ ایجاد
اعمال نہ افعال نہ سنت نہ کتاب
خود ہے نہ خدا ہے نہ خودی نہ خدائی
توحید کے دریا میں ہیں سب نقشِ آب

یعنی فنا کے جو بیان کئے گئے ہر کس و نا کس کے فہم و قیاس میں نہیں آ سکتے۔ مگر ہاں چہرہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے یہ راز مخفی منکشف کرے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ جو اطوار و احوالِ فناء کے ایک پر منکشف ہوں اسی طرح ہر سالک پر ہوں بلکہ اس دریاے بے پایاں و بحرِ ناپیدائش میں ہر دم نیا جذر و مد۔ اور ہر آن تازہ و تازہ امواج موج ہے۔ کسی کو کچھ دکھلایا اور کسی کو کچھ سمجھایا اور باہیں ہمہ احتمالات ہر ایک کا علم و انکشاف و ہر ایک کا عرفان و ادراک ہر ایک کی حالت و کیفیت بجائے خود صحیح و درست ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کے منازل سلوک و دیگر اکابر سے جدا کا نہ ہیں لیکن ایک مقام پر خود حضرت عطار نے ایک دوسرے طور پر ذکر سلوک فرمایا ہے

رہے بے ابتداء و انتہا نیست
دریں رہ چلگی عین صفا نیست
یقین کن ز اورہ عجز است اول
کہ خود ہیں گرد و اندر و مبدل

دوم فقر است و نقد حبلہ بن است	کہ اندر فقر کل عین الیقین است
سوم تسلیم بودن در فنایش	چہارم نوش کردن ہر بلایش
یقین پنجم فنائے بود اللہ	ششم دید یقین مرحضرت شاہ
عیان ہفتم نمود نور ذات است	ہمہ شاہان یقین انجامائے مات است
ہمہ یک ذات واں اینجا حقیقت	نہ کفر است و نہ دین و نہ طریقت

سوال - توحید کیا شے ہے ؟

جواب - التَّوْحِيدُ إِسْقَاطُ الْأَصْنَافِ مَا سِوَى اللَّهِ یعنی توحید نفی کرنا اصناف کا ہے جو غیر اللہ ہو

صیت توحید آنکہ از غیب خدا سر د آئی و خدا در ملا

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کے چار درجے مثل اخروٹ قرار دیئے ہیں اور چوتھا مرتبہ توحید کار و عن کی مانند فرمایا ہے جو سب سے بہتر ہے اور یہ مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے جس سے سینہ کی کشادگی و نور حق مراد ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَمَنْ شَرِهَ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ يَكُنْ شَرِّهِ رَكَّ لِلَّهِ سَلَامٌ** سو جبکہ اللہ چاہے کہ راہ سے کھول دے اُس کا سینہ اسلام کے لئے آفتمن شہر اللہ صد ركة لِلَّهِ سَلَامٌ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ یعنی بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام پر سو وہ نور میں ہیں اپنے اللہ کی طرف سے اور اس توحید میں دو اعتبار ہیں ایک اعتبار تو صرف توحید و وحدت وجود کا ہے جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر و مشکور محب محبوب ایک ہی چیز ہے اور یہ توحید ان لوگوں کی ہے جو سولے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو موجود نہیں جانتے اور اس بات کو بہر حال زبان زلاد ابد اسچ جانتے ہیں اور حقیقت میں بھی یہی ہونا چاہئے اس لئے کہ غیر وہ ہو سکتا ہے جبکہ بذات خود قیام ہوا اور اس طرح کا غیر کوئی موجود نہیں بلکہ محال ہے کیونکہ موجود حقیقی وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہوا و جبکہ بذات خود قیام نہیں وہ بذات خود موجود بھی نہیں اور جب اُس کا قیام غیر سے ہے تو اس کا وجود بھی غیر سے ہوگا۔ پس اگر ہم صرف اُسی کی ذات کا

محاذ کریں اور دوسری جانب نہ دیکھیں تو اس کا وجود یقیناً نہ ہوگا۔ کیونکہ موجود تو وہی ہے جسکو اپنی ذات سے قیام ہے۔ اور قائم بالذات اُسکو کہتے ہیں کہ اگر اُسکے غیر کو معدوم فرض کیا جائے تو وہ بغیر کسی نقصان کے بدستور قائم رہے اور جو اس طرح کا قائم بالذات ہے کہ وہ اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہے تو اُسکو قیوم کہتے ہیں اور قیوم بجز ذاتِ یکتا کے نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ سوائے ذاتِ حقِ وقیوم کے اور کوئی موجود حقیقی نہیں۔ پس جب اس اعتبار سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مصدر و مرجع وہی ذاتِ واحد ہے۔ اسی لئے وہی شاکر ہے اور وہی مشکور وہی محب ہے اور وہی محبوب مثلاً اگر کوئی اپنے فعل یا صفت کی تعریف کرے تو اپنی ہی تعریف کرتا ہے یا اپنے فعل و صنعت کو محبوب جانتا ہے تو وہ آپ ہی اپنا محبوب ہے۔ یہ دیر چشم توحید کی ہے۔ اور صوفیہ کرام اس وید کو فنائے نفس کہتے ہیں کہ سالک غیر اللہ سے فنا ہو کر بجز خدا کچھ نہیں دیکھتا۔ دوسرا اعتبار یہ ہے کہ موجود کو بغیر توحید نہ دیکھا جائے۔ یعنی اُسکو مقامِ فنا نفس حاصل نہ ہوا ہوا اور ایسے لوگ وقیم ہیں۔ ایک تھے وہ ہیں کہ موجودات کے سوا اور کو موجودی نہیں مانتے اور اس بات کو بڑا جانتے ہیں کہ کوئی انکا مبود ہے جیسے فرقہ دہریہ۔ یہ گروہ عقل سے ماری اور آنکھوں سے اندھا ہے کیونکہ جب تحقیقاً ثابت ہے کہ مخلوقات کو ہمیشہ زوال اور ذاتِ حقِ وقیوم قائم بالذات و برقرار ہے تو یہ لوگ کافر ہیں۔ اور دوسری قسم کے وگروہ ہیں ایک گروہ وہ ہے جنکی ایک آنکھ کافی بالکل چوٹ ہے یعنی خدا کو بھی مانتے ہیں مگر دوسری موجودات کو بھی موجود ثابت کر کے پرستش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مَا تَعْبُدُ هُمْ إِلَّا لِكَيْفَ يُؤْنَسَ إِلَيْنَا اللَّهُ زُلْفًا یعنی ہم اُن کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کے پاس پہنچاویں قریب کے درجے یہ لوگ مشرک ہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ آنکھ اُنکی چوٹی تو نہیں مگر اُس میں دھندلا اور چنباہن آگیا ہے کہ ایک رب اور دوسرے کو بندہ کہتے ہیں یہ گروہ موجود کے ناقص سمجھنے سے ہدایت لے توحید میں داخل ہو جاتے ہیں گو پورے موعہ نہیں ہوتے۔ پھر اگر آنکھ میں سرمہ لگایا جائے اور دھندلا پن کھو دیا جائے تو قبلاً آنکھ کا اور بڑھا جائیگا اتنا ہی ماسوی اللہ کا وجود کم ہوتا جائیگا یا تنک کہ دوسرا وجود بالکل محو ہو کر بجز ذاتِ الہی کچھ نظر نہ آئیگا اور یہ مرتبہ توحید کا بل کا ہے انتہی

اور ان دونوں کے درمیان بے انتہاء راجح ہیں۔ اسی سبب سے موعیدین کے مختلف درجات ہوتے ہیں اور جس سمرمہ سے کہ نور بصیر زیادہ ہوتا ہے وہ احکام الہی ہیں جو رسولوں کی معرفت پہنچے ہیں اور رسول اس سمرمہ کے لٹکانے والے ہیں کہ سب کو توحید محض کی طرف بلائے ہیں جس کا مضمون لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے یعنی سوائے خدا کے کوئی موجود اصلی نہیں رسول صلعم کو جب وَاسْتَجِدْ وَاقْتَرِبْ کا حکم ہوا تو اپنے فوراً ہی سجدہ کیا اور ذات الہی کو افعال میں دیکھا تو عرض کیا کہ اَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کی تیرے عذاب سے یعنی خدا تعالیٰ کے فعل کی مدد سے اسی کے فعل سے پناہ مانگی۔ پھر یہاں سے ترقی پا کر ان افعال کے مصابرو کو مشاہدہ فرمایا یعنی ذات کو صفات میں دیکھا تو عرض کیا کہ وَاعُوذُ بِرِضَائِكَ مِنْ سَخَطِكَ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کی تیرے عفو سے۔ رضا اور سخط دونوں صفت ہیں پھر اس سے بھی ترقی پا کر ربائے مشاہدہ ذات وحدت میں پہنچے تو عرض کیا وَاعُوذُ بِكَ مِنْكَ یعنی میں تیری پناہ مانگتا ہوں تجھ سے چونکہ اس مقام میں ایک قسم کا توحید کا نقص تھا یعنی ایک ماضی دوسرا ماضی تو اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ میں قرب ذاتی عنایت فرمایا کہ جس میں دوئی کا نام و نشان بھی نہ تھا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سرزد ہوئے لَا أُحِصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَتَنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ یعنی میں پورا نہیں کر سکتا تیری تعریف کو تو ایسا ہے جیسا کہ تو خود ہی اپنی تعریف کرے یعنی میں کچھ بھی نہیں ہوں تو ہی ماضی ہے اور تو ہی ماضی اور یہ رتبہ فنا نفس کلی کا ہے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ هَذَا الْمَقَامَ بِجَاهِ نَيْتِكَ الْمُصْطَفٰۤى

سوال۔ معرفت کسکو کہتے ہیں؟

جواب۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے اَلْعَجْرُ مَعْنٰی ذَرِكِ الْاَذْرَاكِ اِذَا ذَكَ بِغَيْرِ مَعْرِفَةٍ کے اور اک سے بھی اور اک سے یعنی یہی معرفت ہے۔

سوال۔ منزل توحید میں کیا سیر ہے؟

جواب۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منزل توحید میں کچھ نہیں یعنی نہ بہت نہ دوزخ نہ عابد نہ معبود نہ عبادت۔ نہ عاشق نہ معشوق نہ عشق۔ نہ عارف نہ معروف نہ عرفان نہ خدا نہ رسول نہ مرسل۔ نہ مومن نہ کافر نہ دین نہ ایمان نہ کفر نہ اسلام نہ واحد نہ توحید۔

نہ وحدت نہ طالب نہ مطلوب نہ مطلب نہ من نہ مانہ نہ ماہ ۵

لے اشارت گنج این جانے بیان	رباعی	عارف این جامی شود کل اللسان
توحید کی راہ میں ہے ویزانہ سخت		آزادی و بے تعلقی ہے بکلیخت
دنیا ہے نہ دین ہے نہ دوزخ نہ بہشت		تکیہ نہ سر لے ہے نہ چشمہ نہ درخت

غرض توحید منزل نامرادی ہے ۵

نامرادی را کنی گر پیشہ	فارغ آئی از غم و اندیشہ
------------------------	-------------------------

جناب قبکہ و کعبہ مرشد می و مولائی سید عیوٹ علی شاہ قلندر قادری قدس اللہ بہہ الغر فیہ فرمایا کرتے تھے کہ طالب مبتدی کے واسطے منزل توحید زہر قاتل ہے یعنی دیگر منازل کے طے کرنے سے رہ جاتا ہے کیونکہ طلب دوئی میں ہوتی ہے نہ کہ توحید میں اسی واسطے منزل توحید کا نام وہ ویران یا اجاڑ گاؤں رکھا گیا ہے۔ اجاڑ اسکو کہتے ہیں جو پہلے آباد ہو پھر ویران ہو جائے لیکن جو آباد ہی نہیں ہوا تو اجاڑ کیسا اسکے ساتھ ہی یوں بھی فرمایا کرتے تھے کہ میاں جب اصل مقصود توحید ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ اصل کو چھوڑ کر آدمی فرغ کی طرف دوڑے اور آبادی و بربادی کے جھگڑہ میں پڑے۔ بہتر یہ ہے کہ سب کو وقتاً بوقتاً ۵

سوال۔ رقصوت میں قرب نوافل و قرب فرائض سے کیا مراد ہے ؟

جواب۔ انسان کو لباس و تجلی اخیرہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي کی شان ہے اور اَلْاَنْسَانُ مِیْسِرِی وَاَنْا بَشَرٌ اَکِی آن۔ رباعی

آریا ہوں میں جانب عدم ہستی سے	پیدا ہے بلند پاگی لہستی سے
عجز اپنا زور کر رہا ہوں ثابت	مجبور ہوا ہوں میں زبردستی سے

جب انسان اپنی اصل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مجاہدہ کر کے طے منازل کرتا ہے تو اس میں دو قسم کے کمال پیدا ہوتے ہیں۔ اول قرب نوافل۔ دوم قرب فرائض۔ قرب نوافل یہ ہے کہ صفات بشریہ زائل ہو جاتے ہیں اور اوصاف الہیہ حاصل یعنی زندہ کرنا۔ مارنا اور سننا دیکھنا بغیر کان اور آنکھ کے اس مرتبہ میں بندہ فاعل اور خدا اس کا آلہ ہوتا ہے۔

ایں سخن کے باور مردم شود
گم شود نے نام ماند نے نشان

علم حق در علم صوفی گم شود
علم حق در علم صوفیان

حدیث قدسی میں وارد ہے قَالَ اَللّٰهُمَّ يَغْفِرْ لِيْ اَللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ يَا اَللّٰهُ اَوْفَلِ حَتّٰى اَجَبْتُهُ فَاِذَا اَجَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِى يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِى يَبْصُرُ بِهِ وَوَيْدَهُ الَّذِى يَنْطِقُ بِهَا وَلِسَانَهُ الَّذِى يَنْطِقُ بِهِ وَرِجْلَهُ الَّذِى يَمْشِيْ بِهَا فَبِىْ يَسْمَعُ وَبِىْ يَبْصُرُ وَبِىْ يَنْطِقُ وَبِىْ يَمْشِيْ یعنی فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ میرا بندہ مجھ سے نزدیک کی چاہتا ہی بذریعہ نوافل کے یہاں تک کہ میں اُسکو اپنا پیارا جانتا ہوں اور جب میں اُسکو پیار کرتا ہوں تو میں اُسکے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُسکی آنکھیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُسکے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اُسکی زبان جس سے وہ بولتا ہے۔ اور اُسکے پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ پس وہ میرے ہی ذریعہ سے سنتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے دیکھتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے پکڑتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے بولتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے چلتا ہے۔ ایک بار جناب قبلہ و کعبہ نے حدیث مذکورہ پر ارشاد فرمایا کہ یہ قرب ہو گا تب ہو گا نہ نومن تیل ہو گا نہ راونا پے گی۔ لیکن یہ بتاؤ کہ حیم اور ہاتھ پاؤں کھناک کان وغیرہ اب کسکے ہیں۔ اگر کہو کہ انسان کے ہیں تو اسکے قبضہ میں نہیں اور اگر کہو کہ انسان کے نہیں تو پھر کسکے ہیں تو یہ ہے کہ جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے دوسرے کا دعویٰ بالکل غلط ہے جبکہ اللہ کے سوا کچھ موجود ہی نہیں تو پھر شرکت کیسی ہے

غیر اگر دعویٰ کند او ظلم جو ست
خلقے دین ظلم گرفتار آ من

نقش او کردہ ست و نقاش من آوت
اے پر وہ برگرفتہ بہ بازار آ من

روایت پہلے کہ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے حضرت ساریہ کو لشکر اسلام کا سردار بنا کر بہت دور ملک کفار پر بھیجا تھا بلکہ کے وقت لشکر اسلام اُن کفار سے جو پہاڑ میں پوشیدہ تھے غافل تھا اور قریب تھا کہ لشکر اسلام کو نہ پہنچ کر ڈالیں اُس وقت مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ نے خطبہ جمعہ پڑھا

۱۲۹ یہ حدیث امام بخاری نے بروایت ابی ہریرہ نقل کی ہے ۱۲۹۰ ہجری میں ایک کھتر غافل تھا اللہ پانی پی نے فقیر منہری میں نقل کیا ہے ۱۲۹

تھے۔ پہلے دیکھا کہ لشکر اسلام کفار سے غافل ہے خطبہ ہی میں فرمایا یا ساداتِ الجبلؓ یہ آواز تمام لشکر اسلام نے سنی کہ حضرت عمرؓ کی آواز ہے۔ فوراً ہشیار ہو گئے اور پہاڑ کی طرف کفار پر حملہ کر کے فتح پائی۔ کیا یہ آدمی کا کام تھا نہیں نہیں۔ شعر

انساں کی ذات میں یہ خدا ہی کے کھیل ہیں | بازی کہاں بسا طیس جو شاہ ہی نہیں

قربِ فرائض یہ ہے کہ انسان ذات پر روگاریں بیافنا ہو جاتا ہے کہ سولے ذاتِ پاک کے اسکی نظر میں کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس مرتبہ میں خدا قاعل اور بندہ اسکا آلہ ہوتا ہے لہذا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلُوْهُمۡ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡۤ اِیْمَنُہٗ پس نہیں قتل کیا تم لوگوں نے کفار کو دے صحابہ رسول بقوتِ خود لیکن قتل کیا کفار کو اللہ تعالیٰ نے وَمَا كَمِیْتٍ اِذْ رَمٰیْتِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَھٰی یعنی نہیں پھینکا تو نے (دے محمد خاک کو) جبکہ تو نے پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا۔ یعنی اللہ ہی نے کفار کی آنکھوں میں خاک ڈالی شعر

آپکے ہاتھوں میں سارا کام ہے | آپ کرتے ہیں جہاں کا نام ہے

سوال۔ وضو غسل و نماز روزہ و حج و زکوٰۃ و تجرید و تفرید و توبہ وغیرہ اعمال ظاہری سے اہل طریقت کے نزدیک کیا مراد ہے ؟

جواب۔ شریعت میں جس طرح یہ اعمال بتائے گئے ہیں وہ انکی صورت ہے اور طریقت میں ان اعمال کی حقیقت۔ قصود دہوتی ہے۔ مثلاً وضو ظاہر میں حدث اصغر سے پاک ہونا ہے اور باطن میں تطہیر القلب من ماسوی اللہ ہے یعنی دل کو ہستی غیر اللہ کے خیال سے پاک و صاف کرنا حقیقتِ وضو ہے اسی طرح غسل بظاہر حدث اکبر سے طہارت حاصل کرنا ہے۔ اور باطن میں شرک و دوئی حدث اکبر ہے پس دریائے توحید میں غوطہ لگانا اس حدث سے غسل کرنا ہے اور جب سالک بحرِ فقا میں غرق ہوتا ہو تو غسل آخر ہے پھر کبھی نجس نہیں ہوتا ہے

دو کبیر فنا چو غوطہ خوردی | پس بار و گر نجس نہ گردی

اور حضرت مولانا عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح لکھا ہے۔

شوہر فعل و قول تبع سلف | غیر باطن بظاہر تفسار

ثوبی باطن ربوبیت پر داز
ظاہر خویش پاک کن بوضو
پس وضو چست پاک کردن
مسجد تو مقام تسلیم است
در عبادت کسے شریک مکن
روزہ غلط دل است از خطرات
ہستی خویش را ز کوۃ بدہ
حج چہ باشد ز خود سفر کردن
ہست قربانیت پس از حجت
شد جنابت تمام شرک و دنی
غسل چہ بود بوطئہ توحید
پسیت تجربہ گشتنت آزاد
بعد بتسربید بایست تفرید
تو اگر مرد این خجستہ رہی
در طریقت گذشتن از لذات
پسیت توبہ گذشتن از جملہ

کن بطاہر عبودیت اقرار
باطن خویش را من ز گرا
صافی دل چہ شستن از اغیار
قبلہ گاہ تو طاق ابروئے یار
زانکہ لا یشرک است حکم بکار
پس بود از مشاہدہ افطار
بر سر دوستی بکن ایثار
بکجا جانب بدایت کار
قطع احکام طبع ہایک بار
غسل فرض است زان بہر نیار
غوطہ خوردن نیامدن بخار
از ہزاراں ہزار یار و دیار
یعنی از آخرت ہشدن ہزار
دامن از کائنات خود نشار
در حقیقت گذشتن از افکار
چہ خدا و رسول و جنت و نار

سوال۔ آدمی بلحاظ مراتب کتنی قسم کے ہیں؟

جواب۔ اس بات کو ہم مجملاً پہلے بیان کر چکے ہیں لیکن اب کو تفصیل بیان کرتے ہیں۔ آدمی چار قسم کے ہیں ہر ایک شخص بوجہ اپنی عقل و عمل کے درجہ پاتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جسکی عقل زیادہ ہے اُسکے مدارج بھی زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مَّا عَمِلُوا وَ مَا ذُكِّرَ بِغَائِلٍ مَّا يَعْمَلُونَ یعنی اور ہر کسی کو درجہ میں انکے عمل کے اور تیرا پینچر نہیں انکے کام سے ہیں اس قیاس پر آدمی چار قسم میں یعنی اعم۔ عام۔

خاص۔ اخص۔ اول انہم یہ وہ لوگ ہیں وحشی جو جنگل میں رہتے ہیں اور سچ صورت انسانیت
 نہ کچھ عقل رکھتے ہیں نہ شعور نہ حق و باطل میں تمیز نہ کسی مذہب ملت سے سروکار وہ مثل
 گھاس پھوس کی حشرات الارض کے ہیں کسی شمار و قطار میں نہیں شاید ان سے توحید کا
 سوال ہو۔ دوم عام اِنَّ الَّذِیْنَ یُکْفَرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُلِہٖ یُجَنَّبُہُمُ الْجَنَّةُ لَہُمْ فَاوِیْمٌ کَثِیْرٌ
 ہوں ساتھ اللہ اور اس کے رسولوں کے یعنی کافرین و منافقین و مشرکین جو عقل و شعور
 رکھتے ہیں حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہیں لیکن اپنے آبا و اجداد کے خیالی مذہب ملت
 باطلہ پر چلتے ہیں اور ہمیشہ کفر و نفاق و شرک میں مبتلا رہتے ہیں اور بجز خواب و خور و خواہشات
 نفسانی کے نہ خدا و رسول کو جانتے ہیں نہ ان کے کلام کو سنتے ہیں سمجھتے ہیں نہ حق کی جستجو کرتے ہیں
 کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَہُمْ قُلُوْبٌ لَا یَفْقَہُوْنَ بِہَا وَ لَہُمْ اَعْیُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِہَا وَ لَہُمْ اُذُنٌ
 اِذَا نَآیَسَمَعُوْنَ بِہَا و لَیْکَ کَالَا نْعَامٍ بَلْ ہُمْ اَضَلُّ یَعْنٰی ان کے دل ہیں ان سے
 سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں ان سے سنتے نہیں
 یہ لوگ دوسروں کی مانند ہیں بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اور یہی لوگ سزا و عذاب
 الیم میں وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّہِیْنًا یعنی اور ہم نے تیار کیا ہے شکاروں کیو اسطے
 دولت کی آگ لیَعَذِّبُ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ کِتَابِ یعنی تاکہ
 عذاب کرے اللہ منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور عورتوں کو۔ سوم خاص
 یہ لوگ صاحب عقل و فہم ہیں اور وارث کتاب اور مذہب و ملت حقہ رکھتے ہیں۔ اس میں
 بھی دو گروہ ہیں ناقص و کامل کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
 مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْہُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْہُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْہُمْ سَابِقٌ بِالْاِحْسَانِ
 لوگوں کو حکم و گزیدہ کیا ہے بندوں انہوں سے پس ان میں سے کوئی ظالم لنفسہ ہو یعنی
 گنہگار و عاتقہ المسلمین مقلد کہ خدا اور رسول صلعم کو تقلیداً جانتے ہیں انکی رستگاری بعینیت
 پروردگار سے یہ ناقص ہیں اور بعض ان میں سے متوسط و میا نہ رو ہیں (یعنی جو مخلوق کو
 دیکھتے ہیں اور خدا کو برہان و دلائل سے جانتے ہیں۔ انکی رستگاری بشفاعت رسول صلعم

یہ ان کو کامل کہتے ہیں، یہ گروہ ثانی غیر محقق کہلاتا ہے انکو مشہور میں وحدت نہیں ہوتی۔
 اُنکی نظر اول اشیا پر پڑتی ہے اور انکی وحدت اعتقادِ عملی میں ہے یعنی خلق کو دیکھتے ہیں
 اور خدا کو بدلائل و براہین جانتے ہیں اور سبب خلق کے خدا سے محبوب رہتے ہیں۔ اس
 وحدت کو وحدت ذوالعقل المسلم کہتے ہیں اور یہ مرتبہ علم الیقین کا ہے۔ چہاں اخص یہ وہ لوگ
 ہیں جنہوں نے عرفان میں ترقی کی ہے کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
 مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اٰوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ يَعْنِيْ بَلَدِ كَرَمِ اللّٰهِ درجہ
 اُن لوگوں کے کہ ایمان لائے تم میں سے اور اُن لوگوں کے کہ دیئے گئے ہیں علم اور اللہ ساتھ
 اس چیز کے کتم کرتے ہو خبردار یہ وارثانِ کتاب میں سے وہ لوگ ہیں جو علم الیقین سے
 عین الیقین اور حق الیقین کی طرف ترقی کرتے ہیں جنکی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ لِكٍ هُوَ الْغَفُوْرُ الْكَبِيْرُ یعنی اور کوئی ان میں یعنی
 وارثانِ کتاب میں سے جو آگے بڑھ گیا لیکر خوبیاں اللہ کے حکم سے یہی بڑی بزرگی ہے۔ انکو
 محققین کہتے ہیں یہ لوگ صاحبِ بقا ہوتے ہیں اور سایہ قربتِ الہی میں آسائش تمام پاتے
 ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّتٍ وَهُمْ فِيْهَا مِنْ مَّقْعِدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ
 مُّقْتَدِرٍ یعنی تحقیق متقی بیچ بہشتوں کے ہیں اور نہروں کے مقام صدق میں نزدیک بادشاہ
 قدرت والے کے۔ یہ خاص بندہ گانِ خدا میں سے اخص موحّدین میں کہ ان پر کسی کا غلبہ و حکم نہیں
 نفسِ شیطان کے دھوکے میں نہیں آسکتے کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِنَّ عِبَادِيْ لَكَيْسٌ لِّكَ عَلَيْهِمْ
 سُلْطٰنٌ یعنی اور تحقیق وہ جو میرے بندہ ہیں ان پر تیرا حکم و غلبہ (لے نفسِ شیطان)
 اَوْ لَيْتَ هُمْ اٰمُوْا مِنْوْنَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ یعنی یہ لوگ
 میں سچے ایمان والے اپنے رب کے پاس اچھے درجے ہیں اور بخشش ہے اور رزقِ کریم یعنی
 مارج از روئے علم و عرفان۔ اور ان میں بھی دو گروہ ہیں یعنی اکملین و کملمین۔ گروہ اول
 یعنی اکملین کو وحدتِ شہود میں ہوتی ہے۔ اگرچہ اُنکی نظر بھی اول اشیا کے وجود ہی پر پڑتی
 ہے لیکن اسکا شہود و تجربہ حق نہیں ہوتا۔ بلکہ انکو شہود و غایت میں تمام شہود و حق یعنی منظورِ نظر حق

ہوتا ہے اسکو وحدت ذوالعین العیان کہتے ہیں کہ سبب شہود حق انکی نظروں سے خلقت
محبوب ہو جاتی ہے چنانچہ کسی محقق کا شعر ہے ۔ ۵

محقق را کہ وحدت در شہود است	انحیث دید بر نور وجود است
-----------------------------	---------------------------

یعنی محقق وہ ہے جسکی اول نظر حقیقت اشیا کے نور وجود پر ہوا اور حقیقت اشیا پر اسپر کیا حقہ
ظاہر و منکشف ہو گئی ہو۔ اور یہ اُس وقت حاصل ہو سکتی ہے کہ مرتبہ کشف الہی پہنچ گیا ہو۔ اور
بعین عیان مشاہدہ کر لیا ہو اور اسکو تحقیق ہو گیا ہو کہ بجز وجود واحد مطلق دوسرا کوئی موجود نہیں
اور اگر کچھ ہے تو موجود اضافی ہے نہ حقیقی بلکہ حقیقت جمیع اشیا کو حق مطلق جانتا ہو پس حق
سے مراد یگانگی حق ہے جسے اس کثرت وہی کی جلوہ گاہوں میں جلوہ گر ہو کر جمیع اشیا کو نور
ہستی سے منور کیا ہے اور شہود عبارت رویت حق بحق ہے یعنی وہ محقق کہ مراتب کثرات موہبو
صوری و معنوی سے عبور کر کے مقام توحید عیانی پہنچ گیا ہے اور بحکم بَصَرَاہُ الَّذِی یَبْصُرُ
یہ صورت جمیع اشیا میں بدیدہ حق حق کا مشاہدہ کرتا ہے چونکہ اُس وقت اپنے آپ کو اور
تمام موجودات کو قائم بحق دیکھتا ہے لہذا غیریت و اثینیت اسکی نظر سے مرفوع ہو جاتی ہے
لہذا بجز حق نہ کچھ دیکھتا ہے نہ جانتا ہے یہ مرتبہ عین الیقین کا ہے یعنی صاحب عین الیقین
جبکہ اسکی نظر میں غیر حق نہیں رہتا۔ پس اول و آخر جو کچھ معقول و محسوس سے پیش آتا ہے غیر
حق نہیں ہوتا نہ ظاہر نہ باطن سچ ہے ۔ ۵

چشم حق میں بجز از حق نتواند دیدن	باطل اندر نظر مردم باطل بین است
----------------------------------	---------------------------------

جو کچھ جانتا ہے حق کو جانتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے حق کو دیکھتا ہے اسکی دانش و بینش میں
غیر حق نہیں رہتا برعکس وہ باہمہ حق ہی حق ہوتا ہے خواہ جانے خواہ نہ جانے مَدْرک و مَدْرک
حق ہی حق ہوتا ہے ۔ ۵

بردانش و نادانی او حرفی نیست	داند دریا و گرد اند و ریاست
------------------------------	-----------------------------

اس لئے کہ جو منظور ہوتا ہے وہی مشہود ہوتا ہے۔ لیکن ہر ایک کی نظریافت اور درجہ
عرفان جدا جدا ہے پس اس دید کے لئے کئی مراتب ہیں جو آئندہ مذکور ہونگے۔ اس سے
پہلے تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ جمیع اشیا کے مشاہدہ میں اول نظر محقق کی وجود واحد مطلق کے

نور پر ہوتی ہے۔ اس شہود و واسے کو ذوالعین کہتے ہیں کہ حق کو ظاہر و خلق کو باطن دیکھتا ہے اور اسکے نزدیک خلق مرآت حق ہے اور حق اس میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ آمینہ میں صورت مخفی رہتی ہے اور ظہور میں صورت عکسہ ظاہر ہو جاتی ہیں لیکن نظر میں بھی بجز اس صورت عکسہ کے کچھ نہیں سماتا۔ یعنی جو صورت آمینہ میں ہیں انہیں کا ظہور ہے۔ پس اسی کا نام ظہور باطن ہے پس عارف جس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اول خدا ہی کو دیکھتا ہے۔ ۷

ولی کر معرفت نور خدا دید	بہر چیزے کہ دید اول خدا دید
--------------------------	-----------------------------

یہ مرتبہ ذوالعین و عین الیقین کا ہے۔ چنانچہ مذکور ہو چکا ہے کہ حق کو ظاہر دیکھتا ہے اور خلق کو باطن۔ کیونکہ بستی حق اظہر من الشمس ہے جو خود بخود ظاہر ہے اور عالم کا ظہور بہر حال اسی کی واسطے سے ہے اور جو کچھ مدرک ہوتا ہے فی الحقیقت وہ وجود ہی ہے۔ اس لیے کہ غیر اس کا عدم۔ اور عدم کوئی شے نہیں۔ بقول شیخ اکبر الحق محسوس و الخلق معقول درست ہے۔ اس کا غیر نہ عیاں ہے نہ نہاں۔ اگر عیاں کہو تو نہاں کیا ہے اور نہاں کہتے ہو تو عیاں کون ہے؟ پس معلوم ہوا کہ ذات واحد کے سوا نہ کچھ عیاں ہے نہ نہاں ھُوَ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ وَهُوَ بَكْلُ شَيْءٍ مُّخِيطٌ۔ ۷

روئے تو ظاہر بہت بعالم نہاں کجاست	اگر او نہاں بود بجاں خود عیاں کجاست
عالم شدہ است مظہر حسن جمال تو	اے جان بگو چہ مظہر و ظاہر جہاں کجاست

اس تقریر سے واضح ہوا کہ شے وہ ہے جسکو معرفت الہی بطریق شہود و کشف حاصل ہوتی ہو نہ ازراہ کثرت برہاں و دلائل۔ اور حق مراد وجود و طلق سے ہے کہ ہر جا بجا ہو تو علموں تکلی فرما ہے اور اس معرفت کے ازروئے علم و عرفان مدایج ہیں۔ ایک سے دوسرا افضل۔ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی نَزَعْنٰمْ ذُرِّيَّاتٍ مِّنْ نَّسَاۗءٍ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلَيْنَا مِیۡعَنُہُمْ بَلَدٌ کرتے ہیں و جوں میں جسکو چاہیں اور اوپر بہر جاننے والے کے جاننے والے ہیں اہل تصوف نے اس عرفان کے پانچ درجے قائم کئے ہیں۔ تین درجے گروہ اول یعنی مکملین میں اور دو درجے گروہ ثانی یعنی مکملین میں اور ان میں سے ہر ایک عارف اپنی اپنی تہذیب

فہم عشق

محبوب سالک

کے موافق معرفت سے فائز المرام ہوتا ہے اور روج پاتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا رَأَيْتُ اللَّهَ فِيهِ أَوْ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ أَوْ مَعَهُ أَوْ قَطْرًا فِيهِ مقام عشق ہے۔ اور قَبْلَهُ مقام مجذوب سالک اور بَعْدَهُ مقام سالک مجذوب اور مَعَهُ مقام سالک مطلق اور قَطْرًا مقام مجذوب مطلق۔ قحط یعنی فقط اس اجمال کی تفصیل و تشریح یہ کہ اول حب طالب صادق اذکار جہر یہ و خفیہ و ستر یہ سے ترقی پاتا ہے اور مرتبہ ذکر معنوی و حقیقی یعنی ذکر روحی و ستری میں جسکو مشاہدہ و معائنہ بھی کہتے ہیں پہنچ جاتا ہے تو سالک غلبہ نور و عظمت و جلال الہی میں بے ہوش ہو جاتا ہے اور جب ہوش میں آتا ہے تو اپنے آپ کو حقیر و ذلیل و عاجز و کچھک طالب ترقی ہوتا ہے پھر غلبہ انوارِ اجمالی الہی میں طالب کے جو اس معطل ہو جاتے ہیں اور اُس نور کو دیدہ و سوری سے بہ غلبہ دیدہ و معنوی مشاہدہ کرتا ہے اور جب وہ نور طالب کے دل پہنچ کر کے قرار پکڑتا ہے تو اس حالت میں ارادہ و فعل سالک ارادہ و فعل حق ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں تمام دیدہ و شنیدہ و دانست سالک کی حق سے ہوتی ہے اور سہتی حق کو جمیع اشیاء میں پاتا ہے۔ پھر اُسی کی طرف دوڑتا ہے اور ہل مٹ قَرْنِیْنَ کا نعرہ مارتا ہے اسکو قرب نوافل کہتے ہیں اور مقام مشاہدہ و فی بیئہم و فی بیئہم کا اشارہ اسی مرتبہ کی طرف ہو۔ اول نظر معرفت سالک صنعت میں صانع کی طرف جاتی ہو جب سالک اس مرتبہ کے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اسکو عاشق کہتے ہیں اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا رَأَيْتُ اللَّهَ فِيهِ یعنی میں نے نہیں دیکھا کسی شے کو لگہ کہ دیکھا میں نے اللہ کو اُس شے میں دوم مرتبہ مجذوب سالک کا یہو عشق کے بعد نظر معرفت سالک صانع سے صنعت میں آتی ہے اور بحلی ذاتی عارف کے قلب پر وارد ہوتی ہے اس بحلی میں اس نور کو بے مثل و مانند دیکھتا ہے اور سہتی حق جانتا ہے اور حق کو بے حجاب اشیاء پر مشاہدہ کرتا ہے اور ہر فعل و صنعت کو جو اس سے یاد و سرے سے ظہور پکڑتے ہیں بہ یقین جانتا ہے کہ یہ افعال و صفات حق ہیں۔ اس مرتبہ کو قرب فراتس کہتے ہیں۔ وَمَا دَمِيتُ إِذْ دَمِيتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحَى اسی مقام کی گفتگو ہے یعنی صفات و سہتی ذات حق کو جمیع اشیاء میں جلوہ گر پاتا ہے۔ بلکہ ذات حق کو اشیاء سے پہلے دیکھتا ہے جب سالک

اس مرتبہ کے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اسکو مجذوب سالک کہتے ہیں کہ نظر اسکی ہمیشہ
اشیاء سے پہلے ذات پر پڑتی ہے اسواسطے سلطان العزیزین نے فرمایا ہے مَا رَأَيْتُ
شَيْئًا إِلَّا رَأَيْتُ اللَّهَ قَبْلَهُ بِعَيْنِي میں نے نہیں دیکھا کسی شے کو مگر یہ کہ میں نے دیکھا اللہ
کو اس سے پہلے۔ درجہ سوم سالک مجذوب کا ہو جب سالک بفضل الہی دوم درجہ سے ترقی
پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے تجلی ذاتی جمیع صفات سالک کے دل پر وارد فرماتا
ہو اور عارف اس تجلی ذات جمیع صفات میں متفرق ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ سوم میں صنع کچھ باقی
نہیں رہتی تمام صلح ہوتا ہے یہاں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کی شان کھلتی
ہے اور وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَاطِعٌ کی حقیقت ظہور کرتی ہے اور بجز ہستی حق کے کچھ باقی
نہیں رہتا اور سالک مِنْ كُلِّ الْوُجُوهِ فانی ہو جاتا ہے كُلِّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کا ظہور
ہوتا ہے۔ اور عارف بشپم روح کو نور ذات حق ہے۔ ذات حق کا شاہدہ کرتا ہے رَأَيْتُ رَبِّي
بِرَبِّي اس مقام کا بیان ہے کہ عارف بغیر خودی ذات حق کو ذات حق سے معائنہ کرتا ہے۔
اور اپنا یہ بھی نہیں پاتا۔ اسکو فنا مطلق وائم اور اس حال والے کو سالک مجذوب کہتے ہیں
چونکہ حقیقت اشیا بعد میں کما حقہ کھلتی ہے لہذا سلطان المحققین نے فرمایا ہے مَا رَأَيْتُ
شَيْئًا إِلَّا رَأَيْتُ اللَّهَ بَعْدَ كَ یعنی نہیں دیکھا میں نے کسی شے کو مگر یہ کہ دیکھا میں نے اللہ
کو بعد اس شے کے کہ حقیقت اشیا بجز ذات حق کچھ نہیں۔ بیان گروہ دوم یعنی مکملین یہ دو
قسم ہیں سالک مطلق و مجذوب مطلق۔ پوشیدہ نہ ہے کہ جو فیض بغیر کسی سبب کے محض مہبت
الہی سے سالک کے دل پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوتا ہے اور پھر ظہور صفات الہیہیں
نفس زائل ہو جاتا ہے تو اسکو مال کہتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کسب کی محبت سے کچھ حاصل ہوا ہے
تو وہ یا نور عبادت ہو یا نور وضو یا نور نماز یا نور عقل یا نور دل یا نور روح ہے اس کو مہبت
نہیں کہتے اور تجلی انوار اسما و صفات الہی کسب حاصل نہیں ہو سکتی محض مہبت و رحمت
خاص ہے ذَلِكْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ جب حال امی سالک کی ملک ہو جاتا ہے
تو اسکو مقام کہتے ہیں یعنی سالک نے اقامت کی اور حال مشتق تحوّل سے ہے بمعنی تغیر از
لوئے بلوئے یا از حالے بجائے جو بوقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے سالک کو اس قفا سے

سالک مجذوب

گروہ مکملین سالک مطلق

ترقی دیتا ہے اور بقا غایت فرماتا ہے اور اپنے نور ذاتی سے اُسکو باقی کرتا ہے تو اس مرتبہ کو جمع الجمع و حیرت کبریٰ و بقا باللہ کہتے ہیں۔ چونکہ حال مقام ارباب قلوب کے خواص سے ہے اور مقام جمع الجمع مقام دلکش ہے۔ پس جمع اصطلاح صوفیہ کرام میں مقابل فرق کو کہتے ہیں۔ اور فرق مراد ہے احتجاب حق بخلق۔ یعنی خلقت کو دیکھتا ہے اور حق کو من کل الوجوہ غیر جائز ہے یہ مرتبہ علم الیقین مقام کاملین کا ہے جو مذکور ہو چکا ہے اور جمع عبارت ہے مشاہدہ حق بخلق سے یہ مرتبہ فنا سالک ہے لیکن جب تک سالک کی ہستی قائم ہے شہود حق بخلق نہیں ہو سکتا کہ ہستی سالک بھی جملہ خلق میں سے ہے یعنی جب تک شہود میں سے اپنی ہستی بجاتی رہے شہود حق بخلق مستحضر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر سالک ہر دو عالم کو نہ دیکھے اور اپنی ہستی کو دیکھتا ہے تو ابھی فنا انم کو نہیں پہنچا خود باقی ہے یہ مرتبہ عین الیقین و مقام اکملین کا ہے اور جمع الجمع مقصود ہے شہود حق قائم بخلق یعنی سالک ذات حق کو جمع موجودات میں مشاہدہ کرتا ہے جس نے جاہجا بصفت مختلفہ ظہور کیا ہے اور بقا باللہ سے یہ طلب ہے کہ بَعْدَ الْفَنَاءِ رُجُوعًا إِلَى الْوَحْدَانِیَّتِ یعنی فنا کے بعد سالک ہوشیار ہو کر ہدایت و ابتدا کی طرف رجوع کرتا ہو اور ہدایت کہ مرتبہ تفرقہ ہے یعنی اِذْ ذَٰلِكَ مِنْ حَيْثُ التَّعَيُّنَاتِ ہوتا ہے نظر مبتدی کی غیر ظاہر مطاہر پر پڑتی ہے اور یہ مقام موجب غفلت ہے اور جب سالک اپنی بنیادی و فنا راہم کے بعد فیوہ و تعینات و شخصات سے باہر آکر پھر اعتبار تعینات کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس وقت سالک کی نظر اول ظاہر پر کہ ذات مطلق ہے پڑتی ہے پھر اس کے نور ذاتی سے تعینات و شخصات کو دیکھتا ہے۔ اول کو یعنی صاحب جمع کو صاحب حال اور ثانی کو صاحب جمع الجمع کہتے ہیں اگرچہ حالت جمع الجمع سالک کو سبب کشف کے صاحب حال کرتی ہے اور یہ ہر دو مرتبہ باعتبار تعینات ہمدگر شریک حال ہیں لیکن بتاتل فرق بین پایا جاتا ہے کیونکہ صاحب حال صاحب جمع الجمع کو اگرچہ خلق و حق ہر دو کا شہود ہوتا ہے لیکن صاحب حال یعنی اکمل کو شہود خلق میں حق پوشیدہ ہو جاتا ہے اور شہود حق میں خلق اور صاحب جمعین یعنی مکتل کو ایک کے شہود میں دوسرا غائب نہیں ہوتا۔ اور حجاب میں نہیں پڑتا بلکہ ہر دو کو جمع الجمع مشاہدہ کرتا ہے۔ اس مقام کو بقا باللہ و فرق بعد الجمع و سیر کبریٰ و صحو بعد المحو و حق الیقین کہتے ہیں۔ یہ اضمائے مراتب عرفان میں سے

ہے یا درکنا چاہیے کہ فرق سے یہ مراد ہے کہ سالک کے لئے خلق حجابِ حق ہو اور جمع سے یہ
 غرض ہے کہ سالک کے لئے حق حجاب خلق ہو اور جمع الجمع سے یہ مطلب ہے کہ سالک کے
 لئے نہ تو خلق حجابِ حق ہو اور نہ حق حجاب خلق ہو بلکہ خلق عین حق اور حق عین خلق منکشف ہو

مقام و کثرتِ شمع جمع است | جمالِ جانِ فزائشِ شمع جمع است

پس عارفِ مکمل بہتی حق کو جمع اوقات و احوال میں مشاہدہ کرتا ہے اور تنہیت و غیرت
 سالک کی نظر سے اصلاً مفقود و ساقط ہو جاتی ہے اس مرتبہ میں نہ اشیا حجابِ رویتِ حق ہوتی ہیں
 نہ رویتِ حق حجابِ اشیا کیونکہ عارف حقیقتِ انسانی میں جو مرتبہ الوہیت پہنچ گیا ہے اور سطح
 الوہیت کو جو بوجہ امکان مساوی ہے اسی طرح اس عارفِ مکمل کو بھی خلق و حق میں حجاب
 نہیں رہتا۔ مخلوق کو معدوم محض اور حق کو موجود مطلق دیکھتا ہے اور بطور حق الیقین جانتا ہے۔
 کہ مطلق نے ان دہمی قیدیوں میں مشید ہو کر عبودیت کا اقرار کیا ہے۔ یہ مرتبہ عہدیت و خلافت
 حق ہے کہ بندگانِ حق کو حق کی تعلیم فرمانا ہے۔ ظاہر میں عبد اور باطن میں حق ہونا ہے۔ گو
 دراصل ابتدا و انتہا میں ذات کو کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوا جو حقیقی وہی ہے البتہ علم کا فرق ضرور
 ہے اور یہ قابلِ سند ہے یہ مقامِ بنخ البراز ہے کہ جو بوجہ امکان اعتدال کے مرتبہ پر ہوں
 کہ ایک کو دوسرے پر غلبہ نہ ہو قسماً الجحیم ینلقیان ینلقیان ینلقیان ینلقیان اس مقام
 میں سالک کو کثرتِ آئینہ وحدت اور وحدتِ آئینہ کثرت بن جاتی ہے یعنی وحدت میں کثرت
 اور کثرت میں وحدت دیکھتا ہے اور عارفِ متصرف عالم و متصرف لکھم ما فی السموات وما
 فی الارض کا مصداق بن جاتا ہے اور صاحب اختیار ہوتا ہے جب چاہتا ہے تجلی حق کو اپنے
 اوپر وار کر لیتا ہے اور جس صفت میں چاہتا ہے متصف ہو کر ان صفات کے اثر کو ظاہر کرتا
 ہے کیونکہ متصف بصفاتِ حق و متخلی باخلاقِ اللہ ہو گیا ہے اس لئے حضرت امیر المومنین علی
 کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَا دَرَأَتْ شَيْئًا إِلَّا دَرَأَتْ اللَّهُ مَعَهُ یعنی نہیں دیکھا
 میں نے کسی شے کو مگر دیکھا میں نے اللہ کو اس شے کے ساتھ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيُّهَا أَكْثَرُ
 معیت کو دیکھنا چاہیے اور یہی قابلِ اعتبار ہے

بہت رتبہ الناس ایجابان ناس

اتصال بے تکلیف بے قیاس

جیسے رویت کثرت میں سالک وحدت حقیقی سے محبت نہیں ہوتا ایسے ہی رویت وحدت میں بھی کثرت سے محبت نہیں ہوتا۔ چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۵

فرق چو بود عین غیبہ انکاشتن	جمع غیر شش را عدم پنداشتن
صاحب تقلید اہل مشرق دان	گوئید از حق درین عالم نشان
ہر کہ گویند نیست کلی بیچ غیبہ	در یقین اوست مسجد عین دیر
جمع است آنکہ می بیند عیان	ورمرایانی ہمہ فاش نہان
صاحب جمع است پیش نیست فوق	جان او در بحر وحدت گشت غرق
رتبہ اول بکامل بہت و بس	بر دوم اکمل حسن و حق نیست کس
مرتبہ ثالث مکمل لایق ست	زانکہ او از ہر دو اول فائق ست

اگرچہ کسی مرتبہ ومقام کی حدود نہایت نہیں لیکن صوفیہ کرام نے اس مرتبہ کو انتہائے مقام عرفان میں لکھا ہے اور یہ مرتبہ سالک مطلق کا ہے ۶ درجہ پانچواں مجذوب مطلق کا ہے اور مجذوب مطلق وہ شخص ہے کہ روز ازل عالم ارواح میں اسکی روح تجلیات ذات حق میں ایسی فنا ہو گئی ہے کہ جب عالم دنیا میں آتا ہے تو مجذوب ہو کر آتا ہے اور جب تک رہتا ہی مجذوب ہی رہتا ہے اور جب دنیا سے جاتا ہے تو مجذوب ہی جاتا ہے غرض جس حال میں ہے اسی حال میں مبتلا رہتا ہے کیونستی اس میں نہیں ہوتی ابتدا و اوسط و آخر میں بخود ذات حق اسکو کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اَوْفَظُ (یعنی فقط) پس مجذوب ہو کر آیا ہے اور اسی حالت جذب میں چلا جائیگا۔ ایسے مجذوب سے کچھ فیض و فائدہ نہیں ہوتا لیکن مرتبہ خلافت وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور وہی مقام نہایت ہے سوال۔ رسول رب العالمین کسکو کہتے ہیں؟

جواب۔ رسول لسان شرع میں وہ برگزیدہ و بندہ خاص خدا صاحب کتاب ہے جو خدا کی طرف سے واسطے ہدایت کا فائدہ انام کے مبعوث ہوا ہو۔ اور بقول صوفیہ کرام یہ مرتبہ رسالت خدا کی طرف سے ہر شخص کو میسر ہے۔ ۷

مجتذب مطلق

اسکس ست اہل بصارت کہ اشارت اند | نکلتا ہست بسے محرم اسرار کی ست

المستہموم من مخصوص اس رتبہ کے مستحق ہیں کہ قلب المؤمن عن عرش اللہ تعالیٰ والوہم عن العرش استوی یعنی مومن کا دل خدا کا عرش ہے اور خدا کے عرش پر مستوی ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلب ما یشاء یعنی مومن کا دل خدا کی دو انگشت کے درمیان ہے (یعنی جلال و جمال میں) جدھر چاہتا ہے پھر لٹا ہے پس ان کو الہام کا ہونا کچھ تعجبات سے نہیں۔ اب مخفی نہ ہے کہ لغت میں رسول پیغامبر و ناصیہ کو کہتے ہیں پس جمیع موجودات سے جو آواز و راحت و غم و جو خطرہ و جو خیر و شر جو نیکی و بدی انسان کے دل میں وارد ہوتی ہے وہ رسول حق برحق ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ قل کل من عند اللہ۔ فالہما فجورہا و تقواہما یعنی کہہ کہ سب چیز اللہ کی طرف سے ہے پس اس کو الہام کرتا ہے اس کی بدکاری و نیک کرداری کا۔ اور حدیث میں آیا ہے لا تتحرک ذرۃ الا یا ذن اللہ یعنی بغیر حکم خدا ایک ذرہ بھی جنبش نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یفعل اللہ ما یشاء و ینزل ما یرید یعنی کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور حکم کر دیتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ جبکہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے تو ثابت ہوا کہ یہی حکم الہی ہے کہ تم میں اور تمہارے دلوں میں رسول خدا ہے کہ ہر وقت تمہاری رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ و فیکم رسول اللہ و تم میں اس کا رسول ہے و اعلموا ان فیکم رسول اللہ اور جان لو یہ بات کہ تحقیق تم میں رسول خدا ہے حضرت نجوب سبحانی قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ اے قوم آؤ میری طرف تاکہ ہم عاجزی کریں خدا کے سامنے اور موافقت کریں اس کی تقدیر و احوال میں اور ظاہر و باطن اس کے آگے اپنے سر جھکاویں اور اس کی تقدیر کے ہم کاب پیادہ پا چلیں کیونکہ وہ پیغمبر خدا ہے اس کی تکریم عین تکریم خدا ہے پس وہ تقدیر جو رسول حق ہے تم کو خدا تک پہنچائے گی۔ اور یہی مسلم الثبوت ہے کہ ہمارے کل امور یعنی افعال و حرکات و سکنات و ارادہ و گفتگو وغیرہ وابستہ تقدیر میں ہیں اور تقدیر رسول حق ہے پس اس پر ایمان لانا اور اس کی

حکم بجان و دل قبول کرنا ہر فرد بشر پر فرض عین ہے خواہ جامی ہو یا جلالی عتاب ہو یا خطاب اور اپنے آپ کو اُس کے ذریعہ سے خدا تک پہنچانا لازم کیونکہ یہ بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ اول فیض فیاض مطلق کا عالم ارواح میں آتا ہے پھر عالم مثال میں پھر عالم حس و شہادت میں پس جو کچھ ہمارے دل میں کہیں سے وارد ہو یا خود بخود پیدا ہو اُسکو غیر کی طرف یا اپنی طرف منسوب کرنا جاہالت ہے بلکہ وہ فرستادہ خدا رسول برحق ہے اس کا طبع فرمان ہو کہ وہ ہادی و موصول الی المطلوب ہے۔

تبلیغیہ اس عزیز یہ راہ بھی بہت دور و دراز ہے اور خوف و خطرہ دنی سے محفوظ نہیں خدا و رسول کا فرق امتعا اور قریب کی راہ چل کہ راہِ سقیم ہے تاکہ منزل مقصود کو جلد پہنچ جائے اور وہ یہ ہے کہ کل امور ذاتی میں بجز ذات کسی کا طور نہیں جو کچھ ہے ذات ہی ذات ہے اس مقام میں خدا و رسول بغیر دو آدم و ہی کے اور کچھ وجود نہیں رکھتے۔

شب روشن میان روز تاریک

چرمی گویم کہ ہست این نکتہ باریک

اگر تم نور حق کو نور حق سے بہ نظر غور و تامل دیکھو گے تو تم کو یہ راز خوبی منکشف ہو جائے گا کہ ذات حق جمیع صفات میں جلوہ گر ہے بلکہ من کل الوجوہ ظہور ذات ہے۔ مثلاً جب نور آفتاب نظر میں سنا ہے تو نور نظر آتا ہے۔ اسی طرح اگر دیدہ دل کو نور توحید ذات سے منور کر کے نظر کرے تو تم خود ہی کہہ اٹھو گے کہ ذاتِ برحقِ برحق اور یہ تمام اپنی ہی نظر کی خوبی ہے صیسی بسکی نظر ہے ویسا ہی اُس کا ظہور۔ دیو کو دیو نظر پڑتا ہے اور حور کو حور۔

قیاس ہر یکے باشد ز ہم دور

یکے خورشید بیند دیگرے نور

کیونکہ اگر تم بقید تعین کسی صفت پر بنجیال صفت نظر ڈالو گے تو صفت ہی ورنہ عین ذات یعنی قطع نظر از تعینات خارجہ اگر تم اپنے نور بصیرت سے بغیر تعین ہر صفت کو ذات میں لا کر بغور دیکھو گے کہ یہ صفت عین ذات ہی یا غیر ذات تو تم پر کا حقہ حقیقت اشیاء حیان ہو جائیگی کہ نور صفات میں عین نور ذات جلوہ گر ہے۔ اور ہر صفت کے نور میں عین وہی نور ذات ہے جو ہر ایک شے میں بزمق بوقلموں پر توانداز ہے اور ہر صفت کے نور پر نور ذات بطرز دیگر نور افشان ہے جیسے نور آفتاب ہر شجر و حجر آب ہوا ارض و سما گل و شجر بطرز گونا گوں

جسم حس اسپست نور حق سوا
نور حق بر نور حس را کب بود
نور حس را نور حق تزیین بود
نور حسی سے کشد سوئے تزیی
لیک پیا نیست این را کب بڑ
نور حس با این غلیظی تخفیفی است
نور حسی کو غایب است و گران
نیست را بنمود هست آن مجتشم
بجز را پوشید و کف کرد آشکار
ناک را بینی ببالا اسے علیل
کف ہی بینی روانہ ہر طرف
کف جس بینی و دریا از دلیل

بے سوار این اسپ خود ناپید کار
وانگہ جان سوئے حق رغبت و
معنی نور کے علیٰ نور این بود
نور حقش می برد سوئے علی
جز با تار و جفت رنگو
چون خفی نبود ضیائے کائنات صفتی
ہست پنہاں در سواد ویدگان
ہست را بنمود ہر شکل عدم
با دراپوشید و نبودت غبار
با درانہ جز بہ تعریف و دلیل
کف بجز دریا نازد و منصرف
فکر پنہان آشکارا قال و قیل

باز آدم بر سر مطالب اصطلاح صوفیہ کرام ہیں رسول سے مراد وہ ذات ہے جو عالم غیب شہادت کے
درمیان جامع ہو بلکہ احدیت و واحدیت کے درمیان اور ذات صفات کے درمیان یعنی باعتبار
صفات کے عین عالم شہادت ہے اور روحانیت کے اعتبار سے عین عالم ارواح اور سر کے
اعتبار سے عین عالم ذات کہ عین عین عین ہے اور عالم شہادت عرش رحمانی سے تا تحت الثکر
مراد ہے اور بالائے عرش عالم مثال اور اس کے محیط عالم ارواح اور اس پر مرتبہ ربوبیت و
الوہیت و تحقیق انسانید و اخیان ثابته و واحدیت اور اس سے برتر مرتبہ وحدت ہے جسکو
حقیقت محمبیہ کہتے ہیں اور اس سے اعلیٰ تر احدیت صرف یعنی ذات ذوالجلال الجلال اور اس کے
اصل ہو یعنی لغتین و وجود مطلق و ذات بکت و وراہ الوریٰ منقطع الاشارات و کمنہ حق
سبحانہ کہ جسکو ہویت و حقیقت و احدیت صرف کہتے ہیں اور یہ تمام مراتب مذکورہ بالا حضرت
انسان میں موجود ہیں بعض میں بالفعل و بعض میں بالقوۃ چنانچہ تمام قابلیت درخت ہر تخم
میں مندرج ہے اب ذرا گوش ہوش سے متوجہ دل سنو کہ جس وقت خاتمہ ہماریک عدم سے

یہ روشنی ظہور نمودار ہوئی اور جو کچھ احاطہ عدم میں تھا وہاں سے آیا تو اس کا نام عبودیت اور ربوبیت تھا
 گیا چنانچہ مولانا موم فرماتے ہیں ۱۲۵ | رہ پدید آمد جو آدم شد پدید | زوکیل کے ہر دو عالم شد پدید

یہ ہر دو صفت ذاتی ہیں اور ہر دو جہان میں انہیں دو صفات کا ظہور ہے اور یہ ہر دو تقبیہ وجود
 انسانی میں موجود ہیں جیسے نقطہ متمثل و متمثل ان دو حروف یعنی واو اور میم کا کہ یہ دونوں حرف
 ایک نقطہ سے برآمد ہوئے ہیں اور دونوں کی اصل ہی ایک نقطہ ہے مثلاً د و ر اگر نظر میم پر
 پڑتی ہے تو واو غائب ہو جاتی ہے اور جب واو نظر کرو تو میم نادر ہے پس میم کی غیبت میں صری
 واو ہے اور واو کی غیبت میں ظہور میم یعنی از رو سے صورت بعد بلا قرب اور از رو سے معنی
 قرب بلا بعد ہے میم سے من عبارت ہے اور واو سے مراد یعنی اس کی غیبت میں ہمارا ظہور اور
 ہماری غیبت میں اس کی نمود پس ان ہر دو صفت میں سے جس پر نظر ڈالو وہی ہے یعنی اگر میں کی
 قید میں گرفتار ہو گیا تو میں ہے وہ نہیں اور اگر میں کی قید سے نکل گیا تو وہی وہ ہے جس میں نادر ہو گیا
 اور اگر منصوص و اتمانہ الخ کہہ اسٹھے تو جہاں اللہ منور اور ابرہوئے ۱۲۵

چناں و ذات او کن جسم نہیان کہ می گردد الف در بسم نہیان

اگر تو عین دیکھے تو عین ہے اور غیر دیکھے تو غیر غرض جو کچھ اپنے ولی یقین سے اپنی ذات کو
 قرار دیکھا تو وہی ہے اگرچہ در حقیقت جو کچھ اور ہے جو کہ جہاں زبان بیان گنگ اور پائے فکر
 لنگ ہو لیکن | گرد دل تو گل گزر دکن باشتی | و ر بلبل بے قرار بلبل باشتی
 | تو خودی حق کل ست گرد گریزند | اندیشہ کل پیشہ کنی کل باشتی

در حقیقت ذات الہی ہماری ذات میں عین عین عین ہے اور یہ ہماری غیرت جمال ہوت پر کیا حال ہے تاکہ
 اس کا حق و بالا ہو ورنہ اس غیرت اصنافی کا کچھ اعتبار نہیں پس عبودیت اور ربوبیت کے دونوں صفت
 ذاتی ہیں جب رسول صلعم پر تقبیہ ربوبیت غالب آتا تھا اور صفت عبودیت اس کے غلبہ میں محو ہو جاتی
 تھی تو اس وقت جو کچھ زبان مبارک سے فرماتے وہ کلام اللہ ہوا اور جب صفت عبودیت میں اس کے
 اس وقت جو کچھ زبان مبارک سے صادر ہوتا وہ حدیث کہلایا اور جبریل مراد ہوا اس طر سے جو دونوں
 تقبیہوں کے درمیان یعنی عبودیت کے تقبیہ میں ربوبیت کے حال سے خبر لینے والا ہے اور صفت ربوبیت

کے غلبہ میں ہرگز کسی گنجائش نہیں ہے | عشق پیام در غلبہ | خود بود در ان دگر نہ غلبہ

۵ چون در آید وصال احالہ کہ شود گفتگوئے ولالہ

گما قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم لا یسعینی فیہ مملکت مقرب ولا یبغی فیہ مملکت مقرب یعنی اللہ کیا تمہارے
وقت ہو کہ اس میں کسی کی گنجائش نہیں فرشتہ مقرب نہ بنی مہرسل کی بلکہ دایرہ احادیث میں لا شریک ولا الہ الا اللہ بیکہ
ہیں محمد ظاہر حق ہر ادنیٰ باطن محمد بلکہ ظاہر باطن حق ہی حق ہو ہوا الاول والاخر والظاہر والباطن

یا من بعد احوالک من کل مآبدا
عشق است و بس کہ در وہ جہان جلوہ کنی

باد حسنہ راجان مقدس ترا خدا
گہہ در لباس شاد گہہ در کسوت گدا

۵ موجودات گویا ایک لفظ یا صورت ہو اور اس لفظ کے معنی یا صورت کی حقیقت حق پس منی حقیقت کو بغیر لفظ و صورت
اور لفظ و صورت کو بغیر منی حقیقت نہ ہو و وجود نہیں مطلق کو بغیر مقید آرام اور مقید کو بدن مطلق قرار دے

خیال اندیشہ پری بے شیشہ نقش طاق نسیان کن
خداست این کہ ہر جا جسم گم شد جان شود پیدا

۵ برہم ہوئے کا ایک لفظ
برہم بن کا کیا ہوئے

سوال روح کی شے؟ جواب حکماء روح کو نفس ظہر کہتے ہیں و جب ہوسکے نزدیک عقل کل ہو اور اعتبار
کی تصریح یہ ہو کہ جب خدا سے خون بن کر دل کے بائیں پہلو میں پہنچا ہو اور کچھ بائیں اور لطیف بخار ہو کہ اگر میں پہنچے تو اسکو
روح طبعی کہتے ہیں اور جب جگر سے دماغ میں آکر اعصاب میں وڑتا ہو اسکا نام روح نفسانی ہے

اور جب اعصاب سے دل میں ہو کہ ہر ذریعہ شہرائیں تمام جسم میں سرایت کرنا ہو اسکو روح حیوانی کہتے ہیں اسکا
منبع دل ہی یہ روح آفتاب جسم ہی جیسے چرخ خانہ یا راج یعنی روح طبعی روح نفسانی و روح حیوانی مخلوق
ہیں اور فانی اور یک روح انسانی ہو جسکو روح اللہ و روح ربانی اور امر رب کہتے ہیں وہ اجسام میں داخل
خلج ہو نیسے منتر ہو اور افہام حصول اور اکات شعور سے برتر و پاک ہو اہل شریعت اس روح کو اور رب
اور اہل تصوف مظہر حق و تہذات کہتے ہیں ۵ اگر نبوت ذات حق اندر وجود

سوال در غم غوثی روح نکر و اندیشہ تکلیف راحت ثواب جہنم کو ہوتا ہی یا روح جسم دونوں کو؟
جواب روح کی چار قسمیں ہیں ایک ربانی و دوسری حیوانی تیسری نفسانی چوتھی طبعی خانچہ پہلے مذکور ہو چکا ہے

روح ربانی ان سب چیزوں سے منزہ و تہر و پاک کسی وقت کسی حالت کسی شان کسی زمان مکان میں کچھ نہ
ہیں کہتی آواز نہ گنگان اور روح حیوانی اجسام کے ساتھ حواس خمسہ ہر می غیر باطن یعنی کارکن شریک
مال محسوس ہیں تو البتہ موجب ان سب امور کا ہوتا ہو اور جب حواس خمسہ ہر می باطل و بیکار ہو جائے ہر نوع جسم

کو بھی ان باتوں سے کچھ اثر نہیں ہوتا مثلاً اگر کسی شخص کو دوائے بیہوشی کا استعمال کر لیا جائے تو پھر سر کا جو
عضو چاہے سر یا ناکھ پاؤں کا تو اسکو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سارا فساد جسم میں اچھی
عشرہ وغیرہ جملہ کا ہے اور جو جیو و بطلق میں نہ کوئی سطح کی تکلیف راحت نہیں پہنچ سکتی کیونکہ لنگے جو اس
معتل شخص کو جاتے ہیں اسی واسطے طالیان حق اس بات میں کوشش کرتے ہیں کہ یہ ظاہری حوائج حاصل
ہو جائیں اور جو اس جسم باطنی جو باطل ٹپے ہوئے ہیں ہونیا رہ کر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں جو اس نہ باطنی کا
یہ خاصہ ہو کہ جب شیاوت ہے تو معاً اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جو اس جسم ظاہری ہونیا رہی شیاوت
ہمیشہ مخلوق کی طرف جمع رکھتے ہیں اس واسطے اشارہ کا اثر لگے ذریعہ سے جسم کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ بے اختیار
ان میں سے کسی ایک پر بھی کچھ اثر متاثر نہیں ہو سکتا مثلاً سوال قلب کیا ہے؟ جواب
نفس ناطقہ جبکہ معانی کلیہ جزئیہ کو جس وقت چاہے مشاہدہ کر سکے تو اسکو قلب کہتے ہیں اور حکماء نے یہ دو کلاس
مرتبہ کا نام عقل مستغادر ہے | آنگہ انما کف عقل مستغادر | حقیقت دان کہ دل بودش مراد

وہ درمیان ظاہر و باطن کے بنیخ ہو اور قولے دھانیہ و جہانیہ اسی سے نکلتی ہیں اور ایک قوت کو اسکی
فیض حاصل ہوتا ہے اور حقیقت قلب مرتبہ الہیہ کی صورت ہے جیسے روح ربانی مرتبہ احدیت کی صورت ہے
اسی لئے ہمیں ہر چیز کی سالمی ہو جیتی کہ حق کی بھی پس قلب یعنی قلب عارف باللہ از قسم رحمت الہی ہو اور
رحمت یہ مراد ہے کہ حق کے ذریعہ سے اپنے بنوں پر رحمت و شفقت کرنا ہو تین چیزیں ایسی ہیں جن میں
سب کی گنجائش ہو وہ علم اور رحمت اور قلب ہیں ایسا قلب جو گنجائش حق رکھتا ہو اس شخص کا ہونا
ہو جسکو جمیع تجلیات و انبیاء الہیہ اسمائہ حاصل ہوں و جبکہ قلب کو یہ صفت حاصل ہو جاتی ہو کہ ہمیں گنجائش
حق ہو تو غیر حق کی گنجائش نہیں ملتی تھی لیسے کہ جب حق تجلی فرماتا ہو تو غیر حق تجلی لہ کی نظر میں فنا
ہو جاتا ہو مثلاً احدیت کی تجلی ہو تو کثرت مضحکہ حاصل ہو جاتی ہو اور دوی نابود و ناجائز تجلی لہ کہنے نفس کا شعور نہیں
رہتا پس غیر کمالا خطہ کس کچھ سے کرے یہی حالت میں دلنے کہے کو بھی میں حق دیکھتا ہو اللہ تعالیٰ کی تو
تجلیان میں ایک تجلی غیب باعتبار اسم باطن اور ایک تجلی شہادت باعتبار اسم ظاہر جب تجلی غیب کی ہو تو قلب
اسکی گنجائش کی استعداد و عطا فرماتا ہے پس جب بندہ کے دل کو یہ استعداد حاصل ہو جاتی ہو تو حق اہم تجلی شہدی
فرماتا ہو عالم شہادت میں پس بندہ کا دل سکون پکچھا ہو اور تجلی حق تجلی لہ کی صورت میں ہوتی ہو بعد ازاں
جواب بندہ اور حق کے درمیان سے اٹھ جاتا ہو ورنہ حق کو ایسی صورت میں پکچھا ہو جو اس کے عقاب میں

پس کیا دلِ نیا میں اور کیا آخرت میں بحالتِ تجلی ایسے حق کو دیکھتا ہو جو اس کے عقائد میں ثابت ہو لیکن ظاہر ہو کہ عقائد و رنگ و رنگ میں تو تجلی حق اگر اس کے عقائد کے مطابق ہوگی تو اسی تعظیم کر گیا ورنہ انکار کر گیا۔ جو حق کو تمقید کسی عقائد خاص میں نہیں کرتے وہ جس تجلی میں دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں۔ ۷

مرو میباید کہ باشد شہ شناس | تاشناسد شاہ را در سر لباس |

ذات کو نفس حق اور ذات حق پہچانے کیونکہ نفس حق غیر حق نہیں ہے اس لئے خود ہی عارف ہو اور خود ہی معروف ہے۔ سطحِ جملہ موجودات غیر حق نہیں ہے بلکہ سب صورتوں میں وہی ظاہر ہو۔ اہل عرفان کی صورت میں ہی عارف و عالم ہو اور اہل ایمان کی صورت میں ہی مقرر و مسلم ہو اور عافلوں کی صورت میں ہی جاہل ہے اور کافروں کی صورت میں ہی منکر ہے۔ قلب کو یہ علم پہنچتا ہے کہ وہ تجلیات حق کو اور انکی رنگارنگی کو مختلف صورتوں میں پہچانتا اور جانتا ہے کیونکہ جیسی تجلی دیکھتا ہے اس کے ساتھ خود بھی منقلب ہو جاتا ہے اور یہ جتنے اسی کا ہے جو مقام جمع میں تجلی حق کا مشاہدہ کر چکا ہے اہل عقل

تعارف سے محبوب ہیں۔ چنانچہ مولانا عطار فرماتے ہیں: دلِ مہربان جو ہر روحانی است

دلِ جہاں غیر نفسِ ناطقہ	انکہ برودتِ ذاتِ رزقِ باقیہ	انکہ دانا گفت عقل متنفاد	دلِ از جسمِ تن و جہاں است
انتفادہ گر کی زبانِ کن	تا بیابی تو علوم من لدن	چون مجروح شد دلِ اسطر	دھشتیتِ دکانِ دلِ و دوشِ دل
مغنی کالی جزوی اندر او	چون مشاہد گشت و رادِ بگو	دلِ جہاں شد مطلعِ انوارِ حق	تا فتنِ گہرِ درانِ نورِ خدا
دلِ کہ شد بر یادِ غیرِ او حرام	گردانی او بود بیتِ الحرام	دھشتیتِ دکانِ دلِ شہِ شام	دلِ جہاں شد منبعِ ہر رزق
دلِ بوم و مرآتِ بجز و کمال	دلِ صافی نماید چون چال	پیش ساکتِ شہِ حیاتِ دل	مینماید اندر شہِ ہر موش و کم
بویِ محفوظ از بدستِ دلِ است	پیشِ دانا دلِ از آفتِ گل	حق بگنجِ در زمینِ آسمان	جملہ عالم چون حقِ جانتِ دل
دلِ مومن تو ان مدینِ عیان	انچہ نہایتِ از خلق و جہاں	جملہ عالم جبرعہ نوشِ جامِ دل	دلِ مومن بگنجِ بدینِ آن
نخستِ ساقیِ بحرِ مود و کامِ دل	ہم نشد سیرابِ آبِ آسمانِ دل	مخزنِ ہر اراشد دلِ کلید	انوکا تالِ لامکانِ کجاں دل
بہت دیا بایک دم در شید	مئی نذر او عمرِ بل من مزید	ساقیِ و خمانہ را یکِ جہ کہ	گنجِ مخفی بہت نذر دلِ پدید
تا بقیہ حق نذرِ او غیرِ دل	جانے کہ وہ بچہ در دیرِ دل	صہبِ ازلِ آسمانِ آفتاب	تشنہ لبِ آبرو و آہِ سرد
صدیقِ حق کو و شہِ شہِ جزو	ایکدم مینی و چہیزدینِ گد	بستِ از دیوِ دلِ مکتبِ آہ	شہِ شہِ نیرِ زہرِ ماہِ تاب
و ستِ دلِ ترستِ آبِ جہ	منہرِ عالمِ آبِ دلِ مست	بلکہ دلِ اکس من دیدہ و مست	دفعائیِ دلِ نایدِ ذرہ

و جب ممکن ہو دل نمود | جان لہ سوزن عقل و فہم نمود | مہجہ از احوال دل کرم عیا | قطرہ میدان بحر سیر کیا

اور عارف کے دل کی وسعت میں حضرت یازید بطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عرش اور جوا حاطہ عرش میں ہو عارف کے کسی گوشہ دل میں جا پڑے تو عارف کو ہکا حاس بھی نہ ہو چنانچہ مولانا روم نقاب میں فرماتے ہیں

گوشہ بی نظیر دل شہ سبیت | تاب شرقی و لا غرب ہیست | دن ناشد غیر آن و بیلے نور | دل نظر گاہ خدا و انجاہ کو

دل محیط است نہ در حیطہ وجود | ز رہی فشا ز احسان وجود | لطیف شیر و گداز یکس است | ہر خوشی از خوشی دل صحت

سبب دل جو ہر عالم عرض | سائیل حق دل لعل عرض | ما در بابا واصل خلق است | اور خاک نکس دل اندر پڑت

صمد ال زبیری اغنی | حق بگویدن یا راضی | من صاحب دل کم در نظر | ذی نفس سجدہ انشا زور

گفت آنظر الی تصویبکم | فابتغوا والقباب تدبیرکم | گرز تو ریحی ہست ل منضم | در تو معوض بود عزم

باتو و چون ست ہستم چنان | زیر پائے مار شد ترخان | آن دی اور کہ قطب کم است | جان جان جان دم

از برائے آن حق نور | ہست آن سلطان منتظر | رو سیا و آن کو شاہ مست | کہ ماں سیر و اکون است

زیر ہول پہل دل راجح | تا شود آن فیض کوئی ہے | مسد را بگذر او سے کوئی ام | تاکہ بے پردہ زخو آید

طالب شوق تابانی چو دل | تا شومی دل خدا چو گل | دن نخر تا دانا باشی جان | از تجلی چہرہ ات چو دل

اگر تو اہل دل پیدا باشی | طالب دل باشی چو پیکار باشی | کالہ حکمت کہ کم کرو دل | پیش اہل لقیں حاصل

اگر باد بیکدم از خود دور باش | با خود او غرق بخور باش | باغ دل سبز تر تو مازہ بین | پیر ز غنچہ و رد و دیار بین

باغ ہا و میوہ ہا اندر دل است | علی لطیف آن کی کمال است | باغ ہا و میوہ ہا و عین جان | بیزیر و یکش جو کہ جان

قطرہ دل کی گویہ فریاد | کان رہا ہو و گروں اندر | چون بیدار برفت ز جانی | اندو آید شود ویا وہ نہان

خود برگی عرش باشد بینید | یک صحت کنت چو نسی | پس چو واسع باشد از نفس | اندو آید شود ویا وہ نہان

صلی اللہ علیہ وسلم | لا مکان است از فوق ہست | گرویدہ خوشہ از او صاف | پس چو واسع باشد از نفس

چو کہ این فیض بے دریغ است | چون در فیض اللہ آن چو ہست | ربع آرزوئے عارفی | گمراہ اند و ہر مقصد بود

این حکایت کرد آن حکیم سل | از ملک لیزال لم نزل | عتقون در نفس باہی | پس ایضاً آئینہ بر خاتم

دل مومنین چو خیم ضعیف | نے ز چون تو چو خیمہ ضعیف | پس ایضاً آئینہ بر خاتم | بنما ہم زمین ہم زم

ہر دم این آئینہ چاہ عرس | بشنو آئینہ کے شہر شہر | جان ای قشقاں لہ | شاہ میدارست عارف حقیقت

وصف بیاد می ل و مینوی | و نگینہ ہزاران مینوی | شاہ میدارست عارف حقیقت | شاہ میدارست عارف حقیقت

بہارِ شمس تہ جلوہ چشم سر	عش و فرشت جلاہ پیش نظر	پیش چشم روشن صاحب نظر	بہتر از صد درست و چید
خاصہ چشم دل آن بہتاپوت	پیش چشم کس خوشہ چین است	صاحب دل مینہ شش بود	روے قی از شس جہت کی بود
ہر اندیشش جہت از مقرر	کے کہ در غیر حق یکدم نظر	این صفائے آئینہ و صفات	صورت بہ انتہا قابل است
صورت بے صوفی بچہ غیب	از آئینہ دل تافت بزرگی جیب	اگرچہ صبح رشت بکجی فلک	نہ بعرض و فرشت دریا و مک
از اکامیر و دست و دست دان	آئینہ دل نہ باشد بعد دان	تا ابد نو نور و صورت کا دید بود	می نماید بے حجابی اندر
عقل انجاسا کہ یہی حاصل	و انکہ دل آویا خود اول	این حال ان حالانی است	دولت از جہت انانی است
خود اوست ہم سانی است	ہر یکشہ چون طلسم کیست	اوست عین جلاہ شہا یوسف	بانو غفر از پنهان سرسہر

سوال عشق و محبت کسکو کہتے ہیں؟ جواب حضرت عطار قدس سرہ فرماتے ہیں۔

عشق چو بوقطرہ دریا صفت	از دو عالم با جہد و محنت	عشق آن بندہ کہ ہل تھو	قید را بگذارد و مطلق شود
عشق از ہستی خود را نشن	و مقام سرمدی بہ تہمت	عشق افراط محبت گفتہ	اور نینمی چہ نیک و سفہ اند
عشق شد ایسا دو عالم را بہ	گوش کن جہت ان عرف	عشق آمد سہلہ کوں ممکن	اگر نبود عشق کے کوہ جہاں
عشق عروہ الوفاقین	عشق باندہ سہراہ یقین	عشق عاشق را بوجہ لبتین	عاشقی بالا تو از کفر و دین
عشق و یاسیت بیکہ کران	عشق ہیئت از شرح و بیان	در دل عاشق چو عشق از شوق	ہر چہ بہ مشوق باشد جلاہ
مقام عشق او کو تو شد	بفرزند فلک جاکو تو شد	عشق مہر ات جمال کو تو	عشق کو در مہر او کوئی دوست
دین عشق عشق و چہ فیضیت	مرتب تفریز کر اسوت	عشق حق چون دلت کا نہ	جان دل و در زمان شید نہ
چون محبت تافت و دل فر	گشت عالم پیش او یک پر	ہر کہ از جام محبت نوش کرد	عقل را دیوانہ و مدہوش کرد
لذت جام محبت ہر گرفت	و می لال لذت کوین تا	از محبت آن بان یابی اثر	اگر وجود خویش گروئی بخیر
بہ محبت پہنچ کس کا دل نشد	و مقام قرب حق وہل نشد	راہ عشق کو فغانہ و رفت	عاشقان از این مہا صد بقا

سوال یہ عالم امکان کی شے ہو؟ جواب عظیم الشان مجموعہ طلسمات و جہک و حکیم مطلق نے اپنی مکت کا سے قائم کیا اور جابجا بہرل مقام پر ایک صاحب کا نہ طر و طریقہ اونے رنگ اونے ٹھکانا کا یہاں طہیم حیرت افزا بانہ صا کہ جلاہ عقلا و حکما و فدا غفرل دریا طلسمی عین قلاب میں اور جاکر بہرین ہی سخت لغزش گاہ اور جاکہ جاکہ کہ یہاں کا اگر قیاسی بیدار و ہوشیار ہو کر آواز دینا وہیں سکتا بلکہ یہاں ہی فہما ہو کر یاد ہو جاتا ہی الا ماشاء اللہ جو مسافر نووارد بطون کہو میں کہ اس طلسمی خیال میں اول ہی قدم کتھا ہی تو حیرت زدہ اور بکا بکا ہو کر مدہو ہو جاتا ہی کہ یہی کیا تھا

اور یہ کیا ہو گیا کہ آزادی اور یہ گرفتاری پھر و تباہی اور چلا تباہی مگر کون متاثر تھا؟ روشن آنہ کہاں پس اس علم
پہلے گرفتار شدگان جمع ہو کر کھولے ہوئے ہیں چلائے ہیں چلائے ہیں اور، نیتے میں ہی تھا جگہ جب جو کیوں کیا ہو گی
تو حکومت کچھ اس حسن کی ہوا کھانی ہی چلاؤں طرف کی آوازوں سے چوکتا ہو کر ادھر ادھر دیکھتا ہو اور کھلتا ہو مگر آخر کار سب سے
آہستہ اس علم کی سیر و تماشا نے دلفریب میں مبتلا ہو کر محبوبان حسن ام کی الفت و محبت میں سجاوٹوں اپنی زندگی بسر کرنا ہو
غیر قیدی جو کچھ دویان بولیں کہیں اس سے بدین دیکھ ہے میں یا کر ہے بیت بھی ہی بولی تباہی اور سستا ہو اور مکتا ہو
اور تباہی اور جن یہود و شتال سوسوی شہین مشغول ہیں آپ بھی نہیں غافل ہو و لغویں مصروف جانا ہو انجام کار جالت
بے نیل ہم اسی علم میں فنا ہو کر جاتا ہو خالی ہاتھ آیا تھا اور خالی ہاتھ بے مسلمان و سیاہ ہو کر گیا اور جن عاتقان زانی
لفظہ تک اس علم کا حقیقی نام نہ نہ کشف ہو جاتا ہو تو اس پر و عنکبوتی مثل الذین یخفون و انزلوا من دون اللہ و لیعلم
مَنْ لَیْلَ الْعَنْکَبُوتِ اَتَخَذَتْ بَنَاتُهَا اَوَاقِیْمَ الْعَنْکَبُوتِ لَبِیْتَ الْعَنْکَبُوتِ لَوْ کَانَ الْعِلْمُ کَمَنْ کَانَ لَوْ کَانَ اَوْ رَمِیْتُ دُونَ اللہ سے منہ ہو کر
آواز نہ طریق پر تازہ زندگی سرور لوقت شاد کام رہتا ہو اور پھر اپنے عملی طعن کی طرف لما غائما رجوع کرتا ہو بھڑکتا ہو والسلام
باز آرم بر سر مطلب یعنی تعلیم مقصود اصلی جس سے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ مراد ہے



باب اول در تعلیم علم ایتھین



مخفی نہ ہے کہ ہر چیز کی شناخت کیلئے تین درجے یقین کے مقرر ہیں یعنی علم یقین علی یقین علی یقین جو شخص کسی چیز
کو بتلا جائے تباہی تو اول اس چیز کا نام لیکر اسکی صورت و ہئیت و شکل و ماہیت و وصف بیان کرے اس وقت اس بات جو علم سامع
کے ذہن میں رہتا ہو مثلاً کسی زبان کی کہ ایک سخن گاڑی اس صحت و شباهت کی ہوتی ہو اس میں بہت سی کلیں لگی
ہوتی ہیں و اس کے پیچھے دس پندرہ گاڑیاں لگی ہوتی ہیں و ان گاڑیوں میں بہت آدمی ٹکٹ لیکر بیٹھ جاتے ہیں اور
انجن گاڑی بغیر کھینچے کسی جانور کے کہ بے کی پیری پر پانی کی بھانپ سے سگڑیوں کوئی گھٹھہ میں عین میل
کھینچ کر لجاتی ہو یہ کام علم یقین ہو یہ کائنات متعلق ہو اور جب سکواشیں پر لگا کر اسکی شکل دکھا دی تو سکواشیں یقین کہیں ہیں اسکا تعلق
اکھ سے ہو اور جب کج تجربہ کر دیا بھی ٹکٹ لیکر گاڑی میں اسکر کے بیٹھنے کی رضا کا یقین حاصل ہو کر دیا تو کوئی یقین کہیں ہیں اسکا
علامہ ذہن میں ہے پھر یقین کہ یہ تین درجے یعنی وصف صحت و تجربہ ذات و شبہ ہر شے کی شناخت میں یقین کے تین مراتب ہیں
اور تیسرے درجہ میں تجربہ ذات تو تیسرے بھی اس کتاب میں تین باب تیسرے کے ہیں کہ ہر ایک شخص کو اپنی صورت و صفات
و ذات کا علم و ذات الہی کی شناخت کا انکشاف اپنی ہندو کے موافق ہو جائے جب تک انسان کو کسی چیز کا علم ہوگا
اسکی طلب مال ہو اور جب علم ہو تو طالب اسکی طلب تلاش میں سرگرم ہو کوشاں ہوگا اور جب طلب پیدا ہوئی تو

تعلیم علم ایتھین

یہ طالب علم یا جو گاہد اور جب دیدار سیر آیا تو پھر شتاق وصال ہے :

فصل اول در مہتد تنزلات و تعینات

گنجینہ ہر ارکمالش کاسیم آئینہ انوار جلالش کاسیم رازداران ہر امر معرفت و نکتہ

شناسان راز حقیقت پر وضع ہو کہ اس گنجینہ کتوم کا طلسم جب کو حکیم مطلق نے اپنی حکمت کاملہ سے خالی سیرایہ
یعنی ہر فرمایا کہ اکثر طلسم کشایان حقیقت میں اس طلسم کی عقیدہ کشائی میں عقل و ادراک و علم معرفت کے وسائل سے
تخیل و وسوسہ بہت کچھ نامانی فرمایا ہیں مگر یہی اکثر غاص عالم اس سیر رنگ کی حقیقت سے محض ناواقف و گریبا رہتے ہیں
پس نیزہ ہم بقید راز عام ہنسر اس سیر رنگ کی حقیقت آگاہ کرنا ہے اور اس اتنی تصویر کا جو کجا صانع برحق نقاش
اس کی اپنی صنعت بالغہ سے تختہ خاک پر ایک صورت حیرت افزا کا نقشہ کھینچ کر اپنی روحی قلم سے ظاہر آشکار کیا ہے بلکہ اس کی
اصلی صورت حقیقی جان میں اس کے نور سے مشتاقان یہ راز حقیقت کی آنکھوں کو منور و شرف کرنا ہے بلکہ انکو تعاری ظاہری
اعتدالی صورت مہملی باطنی حقیقت کو جو آفتاب و شمس کہ طرح دکھو کر بتانا ہے شایہ ظاہر سے بطون میں غواہی کے دروازے
خوشناسی کے حاصل کر کے اور اپنی پہلی صورت کے انوار حیرت افزا میں نمود و مجاہد ہے اب اس سیر رنگ سے مراد یعنی اپنے مشن جلال ظاہری
و باطنی کو دکھو کہ مصدق حقیقی نے اس تصویر پر یہ کو کس غی سے خالی لباس میں جلوہ گر فرمایا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَیْسَ لَہٗ
وَالَّذِیْنَ وَطَّوْرٌ سَبِیْلَیْنِ وَہَذَا لِبَیْکَ الْاَمِیْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہٗ اَسْفَلِ
سَابِغِیْنِ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحٰتِ فَلَہُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَعْتُوْبٍ حُضْرَت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مہمت بلوی
ان آیات کا ترجمہ یوں فرمایا ہے قسم ہی بخیر کی و زیتون کی و طوسین کی اور اس شہر میں ایک مینے بنایا آدمی خوب خوب
اندازہ پر ہم پسندیدہ یا اسکو خوش نیچے مگر جو عقین کا اوکس بھلا بیان ہو انکو نیگ ہے بے انتہا کامل تناہون و ناموکار یوں
یہ ممکن کہ جب کی نشو و نما میں نہ رہا بنا رہا ہے مگر اول اس کا نوک انداز کہ نقشہ کھینچنے میں خاص صانع مطلق نے جس انسان
کے بنائے ہیں اندازہ کے اس صورت کا کھینچنا چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَصَوَّرْکَہٗ فَاَحْسَنَ صُوْرًا کَرِّمًا وَرَتَّحٰرٰی صُوْرَکَیْ طَیِّبَیْ
بنائی تعاری صورت یعنی ارادہ انی میں اندازہ کر کے اول تعاری صورت کا نقشہ کھینچا پھر نقشہ ازلی کے موافق
تعاری صورت خوب بنائی علیہ عکس نقشہ ازلی تصویر احسن تقویم

اب اس خالی طلسم و طلسمی پتے کی صورت کا نقشہ بغیر و قابل ملاحظہ فرمائیے کہ اس صانع مطلق نے اس سیر رنگ سے
میں کس خوبصورتی سے اپنے نام اور جان کو نامعلوم ظاہر فرما کر مظہر بنایا ہے صورت طلسم احسن تقویم یہ ہے



اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَشَرِّعِهِمُ الْإِتِّفَاقُ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْآخِطُ**
أَوْ لَمْ يَكُنْ بِرَبِّكَ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّنَ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ
 بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخِيطٌ یعنی ہم ان کو جلد دکھا دیں گے اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور ان کے
 نفسوں میں یہاں تک کہ (وہ) نگار بجھیں گے تحقیق یہ ہے حق آیا تیرا پروردگار کافی نہیں
 یہ کہ وہ حیرت پر حاضر و شاہد ہے خبردار ہو تحقیق وہ شک میں ہیں اپنے پروردگار کی
 کمالات سے خبردار ہو تحقیق وہ حیرت کو محیط ہے۔ جاننا چاہتے ہو کہ واحدیت یعنی
 حقیقتِ انسانی جو پر تو وحدت یعنی حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے عالمِ آفاق و منفصل
 ہے اور وحدت جو پر تو ہے احدیت ذات کا یہ عالم امر و اجمال ہے پس اسی طرح جسم و
 صورت عالمِ آفاق و تفصیل ہے اور روح و جان عالم امر و بالا جلال ہے یعنی بسمِ اپنی
 اُلوہیت و وحدانیت کے نشان و آئینہ مختار سے اجسام میں کہ عالم کبیر مفصل ہے۔ اور
 مختاری جانوں میں جو عالم صغیر مجمل ہے آشکارا دکھا دیجئے کہ یہ ہے حق خدا کے دیدار
 سے انکارت کرو وہ تو سب کو محیط ہے اور نفسِ انسانیہ میں بھی دکھائیں گے کہ وہ تیرا عین
 ہے ہمارے نفسِ انسانیہ میں حسبِ مراتب ظہور و تجلیات ہیں کہ تمام عالم ہمارا منظر ہے ہمارا
 آفاق و انفس میں دیکھنے والا ہماری آیات کے ذریعہ سے اس بات کا مشاہد کرے کہ عالم کبیر
 و عالم صغیر میں حق ہی ظاہر ہوا ہے۔ اور ان دونوں کے ایمان میں از روئے رحمتِ خود بخوبی
 فرا کر اپنے وجود کے ساتھ اُن کو اتحاد دیا اور اپنے نور سے ظہور میں لایا ہے۔ پس عالم کبیر
 بالتفصیل و عالم صغیر بالا جلال و دلالت کرتا ہے کہ آفاق و انفس میں حق ثابت ہے پس
 اپنے نفس کا عارف اپنے پروردگار کا عارف ہو گا کہ وہ اپنے آپ کو منظر و صورت حق دیکھتا
 ہے اور حق کو روحِ مُرْتَبیٰ اور مدبرِ اپنا جانتا ہے ۵

چوں عالم ست منظر حسن و جمال دوست	اے دل غریب نیست کہ حیران عالمی
تیرے عین کی نسبت حق کے ساتھ ایسی ہے جیسے تیرے جسم کی نسبت تیرے عین کے	
ساتھ ہے۔ اور جس طرح تیرے جسم تیرے عین کی صورت ہے اسی طرح تیرا عین بھی حق کی	
صورت ہے۔ اور جس طرح حق تیرے عین میں ظاہر ہے اسی طرح تیرا عین تیرے جسم میں	

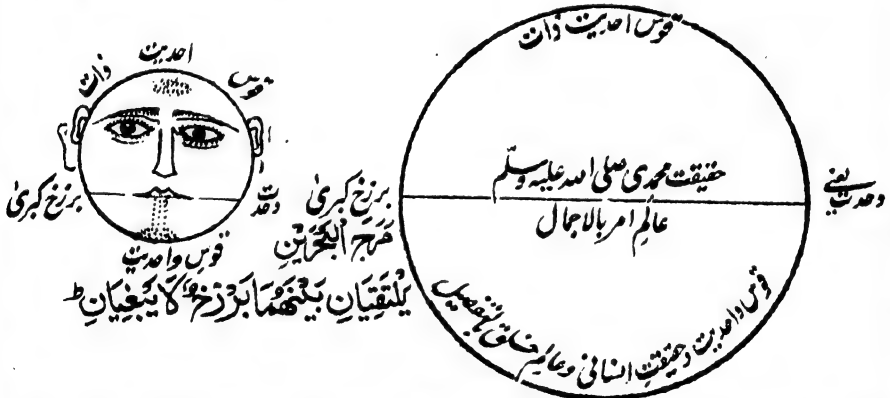
ظاہر ہے۔ اور جس طرح حق تیرے عین کا روح پرورش کنندہ ہے۔ اسی طرح عین تیرا کہ وہ تیری جان ہے وہ تیرے جسم کی مدبر صورت ہے پس تیرا جسم ہے اور جان اور جانِ جان اور تو مجملہ عالم ہے۔ اور عالم تجھ میں حیران ہے۔

صورتِ حقی و حقت جان بود	صورتِ بے جاں کجا انساناں بود
چوں ز صورتِ دیگر بستی جاں توئی	قیدِ جاں بگذاشتی جاںاں توئی

پس عالم سے حق کا زوال ہرگز ممکن نہیں کیونکہ عالم بغیر حق معدوم محض ہے اور بعد زوال حق نمود عالم محال ہے۔

بصفتِ ذاتِ را تو ان دانست	بے صفتِ ذات کے شود محدود
---------------------------	--------------------------

اب میں اس طلسم کا سراپا لکھتا ہوں تاکہ اسکے ظاہر و باطنِ جسم و جان میں جو آیاتِ بیناتِ الہی مستتر ہیں منکشف ہوں اور *وَوَيْلٌ لِّلْأَنفُسِ كُذِّبَتْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ* کا راز مخفی آشکارا ہو جائے۔ اسکی ابتدا چہرہ نورانی سے کرتا ہوں۔ لیکن اُس سے پہلے کہ میں چہرہ انور کی حقیقت میں کچھ لکھ کر انور کے اول دائرہ احدیت ذات قائم کرتا ہوں تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے وَهُوَ هَذَا



اول دائرہ احدیت ذات کو سامنے رکھو اور اس طلسمی پتلہ کے چہرہ منور آفتابی پر نظم فرماؤ کہ کل چہرہ دائرہ احدیت ذات ہے۔ اور دہن وحدت و حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم برزخ کبریٰ۔ اور چہرہ کا نصف حصہ بالائی بناؤ دہن قوسِ احدیت ذات عالمِ امر بالا جمال ہے اور نصف حصہ پستی قوسِ واحدیت و حقیقتِ انسانی و عالمِ خلق بالتفصیل ہے۔ پھر

دوبارہ اس نطفہ جماد اور خوب غور و تامل سے فکر کو دوڑاؤ کہ داینا کان الف اور نصف حصہ داینا خسارہ بالائی اور وہی کپٹی اور نصف حصہ پیشانی تانیخ بینی لام اول۔ اور سر بینی اور نصف حصہ پیشانی اور بائیں کپٹی تان نصف حصہ رخسارہ بایاں لام ثانی اور حلقہ گوش چپ۔ ہائے ہنوز۔ اور اسی طرح بالعکس لحيہ زیریں ہے اور ہر دو ابرو میں قناب قن سین آؤ اذنی یعنی قرب ذاتی و مقام سراج ہے۔ اور گردن کی دونوں جانب کی شہ رگوں میں نخوت اقرب الیہ من حبلی الوردید۔ اللہ اللہ اور آنا الحق کی آؤ آ رہی ہے۔ بلکہ لطائف ستہ و ہر شرابین و رگ و ریشہ اللہ ہی اللہ بکار رہا ہے۔ ذرا بینی گردن کی شہ رگوں پر اور اپنی نبض پر ہاتھ رکھ کر کان لگاؤ۔ سچ ہے وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ دَنِي الْأَدْنِ إِلَهُ یعنی آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی اللہ ہے۔ بس ہم اسی ظلم کی مجھول بھلیاں میں ہیں جسکو شوق ویدار ہو ڈھونڈے۔ ۵

وین عجب تر کہ من ازوے دوم

یار نزو یک تراز من بہ من است

اور دو در پچہ چشم شہ نشین صدر محل شاہی کے دو جھروکے ہیں جہاں سے ملائکہ کو فقعو لہ ساجدین کا حکم فرمایا تھا۔ عَیْنُ اللّٰهِ نَاطِقَةٌ الْکِنَا کا اشارہ ہے۔ یعنی خدا بہ کو دیکھتا ہے اور یہ دو عین عین سورہ ص (صداد) ہیں۔ اور دوئی اس لئے ہے کہ وحدت سے کثرت میں فطو فرمایا۔ اور ان عینوں میں ایک عجیب حکمت اور رکھی گئی ہے۔ یعنی انسان میں عین اور عین میں نقطہ ذات اور نقطہ ذات میں پھر انسان اسی حلیہ سے موجود ہے وَ عَلٰی هٰذَا اِلٰی مَا اَنْتَ بِغَيْرِ الْتَهَابَةِ۔ ۵

عجب نسبت ہے بندہ اور خدا کی

خدا بندہ میں اور بندہ خدا میں

اور جب انسان نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو حالت قیام میں الف احدیت ذات پایا جاتا ہے یعنی اپنی شان میں منبر اول کی صنعت ہے اور ثانی نہیں رکھتا۔ اور جب رکوع کرتا ہے تو رکوع کنندہ خالص (اللہ) ہو جاتا ہے شلاً ^{بغلیں حلقہ} یعنی ہر دو پاتا بغلیں لام اول۔ اور ہر دو دست تانخ لام ثانی اور حلقہ سر ہائے ہنوز یہ مقام قناب ہے۔ یعنی اَنَا

لِلّٰهِ وَآلِ الْاٰلِیْہِ الرَّحْمٰنِ اور سجدہ میں ایک صنعتِ غریبہ رکھی گئی ہے کہ جب ساجد سجدہ کرتا ہے تو جانبِ راست اللہ اور بالعکس محمد اور جانبِ چپ محمد اور بالعکس اللہ پہنچاتا ہے۔ اول جانبِ راست کو ملاحظہ کیجئے۔ کہ ساقِ پا الف ہے اور زانو سے بغل تک لامِ اول اور بازو کی کہنی سے زرخِ تک لامِ ثانی اور سہِ حلقہ ہائے ہوز۔ پھر جانبِ چپ خیال فرمائے کہ حلقہِ سرسیمِ اول اور بغلِ ملے حلی اور سرینِ سیمِ ثانی۔ اور ساقِ تا انگشتِ پا حلقہِ دال۔ یہ صنعتِ اتھا کو تبارہی ہے کہ اللہ اور محمد میں اتھا ہے کچھ جدائی نہیں احدیت ذات اور وحدت میں صرف اجمالِ علم کا فرق عتباری ہے یعنی ذات مرتبہ احدیت میں سافج و صرف۔ اور مرتبہ وحدت میں علم بالاجال ہے۔ اور وحدت کہ جبکو بزخِ کبرنی و حقیقتِ محمدی کہتے ہیں یہ واسطہ ہے احدیت ذات و وحدت کے درمیان یعنی خالق و مخلوق میں ایک واسطہ ہے اور فیضانِ الہی اسی مرتبہ کے ذریعے سے مخلوق کو پہنچا ہے۔ اس نقش میں دیکھو



مرتبہ ذات	مرتبہ حقیقتِ محمدی	مرتبہ مخلوق
احدیت بحت	وحدت علم بالاجال	وحدت علم بالتفصیل
خالق بالواسطہ	واسطہ	مخلوق



اگر واسطہ درمیان نہ ہو تو مرتبہ ذات میں ذاتِ احدیت متغنی ہے اور متغنا مانع مخلوق

واجب ز وجود نیک بہ متغنی است	واحد مراتب عدد متغنی است
در خود مہر را چو جاوداں می بیند	از دیدنِ شالِ برون ز خود متغنی است

پس واسطہ حقیقتِ محمدی درمیان رکھا گیا کہ وہ دونوں مرتبہ احدیت و وحدت کی نظر متوجہ رہے یعنی مرتبہ احدیت سے فیض لے اور مرتبہ وحدت کو پہنچا دے۔

ادھر اللہ سے اصل اور مخلوق میں مثال

اب اسکو قاعدہ التَّحْبِیَّات میں دیکھیے۔ تو پھر وہی اسم ذات و محمد موجود ہے۔ یعنی جانبِ راست ساقِ پا الف۔ اور زانو سے بغل تک لامِ اول۔ اور بازو سے زرخِ تک لامِ ثانی۔ اور سہِ حلقہ ہائے ہوز۔ اب جانبِ چپ آئیے کہ حلقہِ سرسیمِ اول اور

بنغل مائے حلیٰ اور سرین میمنہ مانی اور زانو ناکشت پا حلقہ وال۔ واد سجان اللہ کیا
 اتحاد ہے۔ پھر سفینہ سینہ کو دونوں جانب پڑتا اور شہ بازوئے راست یا چپ الف
 او جنب راست یا چپ تا میانہ صدر لام اول۔ اور ناف و میانہ صدر سے تا جنب چپ
 یا راست لام ثانی۔ اور حلقہ بازوئے چپ یا راست ہائے ہتھوڑ۔ اور روئیدگی موئے سینہ
 بھی اسی طرز کو بتلاتی ہے۔ اور پشت کا بھی دونوں جانب یہ ہی حال ہے کہ بازوئے چپ
 یا راست الف۔ اور کوکہ سے تا میانہ استخوان پشت لام اول۔ اور استخوان پشت میانہ
 پشت سے تا کوکہ راست یا چپ لام ثانی۔ اور حلقہ بازوئے راست یا چپ ہائے ہتھوڑ۔ سینہ اور
 پشت دونوں جانب مہر سرکاری اس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ صدر محل شاہی ہے۔ اور
 خاص سلطانی جلوس کے لئے تیار ہوا ہے اور اس میں تخت سلطانی جبکہ دل کہتے ہیں قائم
 کیا گیا ہے تاکہ کوئی غیر جھانکنے نہ پاوے۔ یا حزر جان ہے کہ نظر بد سے محفوظ رہے قلب
 المؤمنین عنہم اللہ تعالیٰ یعنی مومن کا دل اللہ کا تخت ہے۔ اور حدیث قدسی میں آیا
 ہے کہ اگر میری گنجائش ہے تو مومن کے دل میں ہے اور بنو مومن کی تخصیص قرب
 بالفعل کی وجہ سے ہے ورنہ قرب ذاتی و بالقوة سب کو حاصل ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است در زمین و آسمان و عرض نشین من گنجسم در زمین و آسمان و در دل مومن گنجم لے عجب	من گنجم ہیچ در بالا و پست من گنجم این یقین دان بعینہ یک گنجم در دل شکستگان اگر مرا جوئی دران و لہا طلب
---	---

فی الحقیقت یہ دل ہر ارتبائی و تخت رحمانی ہے۔ پھر ہاتھ پانوں کو دونوں جانب دیکھئے



اوّل انگشت دست وپائے راست کہ خنصر ہے الف۔ اور بنصر تا بن انگشت میانہ لام
 اوّل اور سر انگشت میانہ سے تا بن انگشت شہادت لام ثانی۔ اور انگشت شہادت اور
 انگشت نہر دوئل کرہائے ہوز و بالعکس اس طرح پر دست وپائے چپ کو دیکھئے کہ
 انگشت ز الف و انگشت شہادت سے تا بن انگشت میانہ لام اوّل۔ اور سر انگشت میانہ
 سے تا بن بنصر لام ثانی۔ اور بنصر اور خنصر ہر دو ملکر طلقہ ہائے ہوز۔ اور اسی طرح بالعکس
 اور دونوں پانوں ناف سے نیچے تک لگا سکوس ہے مثلاً ا ا ا یعنی اس جسم ناسوتی کی
 ذات میں نفی رکھی گئی ہے۔ جسکو فال لازم والمزوم ہے۔ اور حبقدر منفہ جسمانی ہیں اس محل شاہی
 کے لئے روشن دان اور ہوا کی آمد و رفت کے لئے مجرے بنائے گئے ہیں تاکہ پُر انوار و
 ہوا دار رہے۔ اور لطائف ستہ یعنی لطیفہ اخفی جوام الدماغ میں ہے اور لطیفہ خفی
 جو در میان پیشانی بالائے ہر دو گوشہ ابرو اور لطیفہ روح زیر پستان راست اور لطیفہ سر
 و میان سینہ اور لطیفہ قلب زیر پستان چپ اور لطیفہ نفس زیر ناف۔ یہ چھ فانوس
 نہایت شفاف و روشن اس محل شاہی میں روشنی کے واسطے لگائے گئے ہیں تاکہ
 محل شاہی پُر انوار رہے اور جو اس خمسہ ظاہری و باطنی و ربان و جاسوس و مجنبہ ہیں
 اور ان کا حال مفصل آخر کتاب میں بطور تمثیل لکھا جائے گا۔ اور یہ حکیم شہر جا نوروں میں
 بھی پایا جاتا ہے پس اس بیان بالا سے معلوم ہو گیا کہ کل شہادۃ قبضہ الہی میں ہیں۔
 اور قبضہ دلیل ملک۔ اگر کوئی دوسرا شخص قبضہ مخالفانہ کرے تو فوجہ داری میں گرفتار ہو۔
 پھر ایسا دیوانہ کون ہے کہ جو ان شہاد کو اپنی طرف منسوب کر سکے۔ جدھر دیکھو اللہ ہی
 اللہ ہے۔ اسی واسطے نماز میں حکم ہے کہ حالت قیام میں سجدہ گاہ کو دیکھو تاکہ خاکی لباس
 عاریت کو بھول نجاؤ اور رکوع میں پانوں کو۔ اور سجدہ میں ناک کو۔ اور وقفہ سجدتین میں
 ہاتھوں کو اور قاعدہ میں سینہ کو دیکھتے رہو کہ اللہ پر نظر رہے سچ فرمایا ہے رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ $\text{الصَّلَاةُ مَعَ اجْرِ الْمَوْءِنِ}$ نماز مومن کے لئے معراج ہے
 یعنی دیدار خدا۔ اگر مشاہدہ ہے تو مستے کو دیکھو گے ورنہ اسم کو ہی دیکھتے رہو۔ اب میں
 حیرت میں ہوں کہ وہ بندہ جس کو غیبر اللہ کہتے ہیں وہ کہاں ہے۔ جا بجا اوّل آخر

ظاہر و باطن سرکار ہی سرکار ہے پھر غیر کسکو کہا جائے غیر کا تو کہیں نام و نشان ہی نہیں پایا جاتا۔ وہ سبحان اللہ کیا آسن تقویم ہے کہ ہر مقام پر خود ہی جلوہ نما ہے

کجا غیر کو کو غیر کو نقش غیر | سوی اللہ و اللہ مافی الوجود

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر ظاہر کیا صورت سے مراد اسما و صفات الہیہ میں یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے جمیع اسماء و صفات سے ظاہر فرمایا ہے بلکہ اپنی ہویت سے جو مخفی ہے موصوف اور اپنی ذات کو حقیقت انسانیہ میں مستتر کیا ہے۔ پس انسان کا ظہور اسکی ہویت میں ہے۔ اور انسان کی حقیقت حقیقت الہیہ سے ہے۔ اور یہ اسم اعظم الہی ہے کہ وہ تخلیق اسما غیر تنہا ہی کا جامع ہے۔ ۵

اے کشادہ دہن نہ وجود چندار عشقت آتش افروزی سالم با تو بودم آسود خواستی آمدن بعین از علم پس دوئی در میان پیدا شد ما شدیم آیینہ جلال ترا نے چہ جائے دوئی موہوم است در جلایب صورت و معنی می کنی جلوہ آئے حسن جلال گوید آن عارفی کہ بچو حسین کہ جہاں صورت مست و معنی یار	یافتہ کائنات از تو وجود تا کے از جان ما بر آری دود فلح از غصہ بائے بود و نبود تا ہویدا شو بی بغیب و شہود از طریق محبت ردی و قیود ہر کہ درما جمال وید آسود بود آن تو بہت و ما و نبود نیت عنبر از تو شاید پوشہ در لباس وجود ہر موجود بحال تو چشم او بہ کشود لکین فی الدار غیرۃ ذیاد
--	---

جمیع کتب سماویہ و وید و شاسترا و جملہ ملت و ادیان اسی طلسم کی شان و شوکت کو تبلا رہی ہیں اور کل انبیاء علیہ السلام و اولیاء اللہ و رشتی منی اسی کی حمد و ثنائیں طب

۱۲ اس حدیث کو مسلم میں بروایت ابو ہریرہ بیان کیا ہے

اللسان ہیں۔ اور تمام حکما و فلاسفہ اسی کی حقیقت میں حیران و سرگردان ہیں۔
 باز آدم بر سر مطلب۔ جب اس طلسم کی صورت و سیرت اور ظاہری و باطنی صفات
 کا نقش مشیت ایزدی میں منظور ہو گیا تو اسی کے موافق صفحہ اطہار میں لایا گیا۔ چونکہ
 یہ کام نہایت شاندار تھا اللہ تعالیٰ بڑی چاروئی شان قہر و جلال کے بعد (یعنی قسم ہے مجھ کو
 اس درخت انجیر کی جس نے آدم کو حالت برہنگی میں اپنے پتوں کا لباس عنایت
 کیا۔ اور قسم ہے مجھ کو اس درخت زیتون کی جس نے موسیٰ کو اندھیری شب میں اپنی روشنی
 سے رہنمائی فرمائی۔ اور قسم ہے مجھ کو اس طور سینا کی جس نے اپنے نور سے موسیٰ کے دعو
 کو توڑا اور بے ہوش کر کے گرا دیا۔ اور قسم ہے مجھ کو اس سنہرا من و اسلے کی جہاں تم ان
 میں رہتے ہو (یعنی مکہ معظمہ) فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ یعنی ضرور
 بنے بنایا آدمی اچھے سے اچھے اندازہ پر یعنی اول اس کا یہ اندازہ کیا کہ انسان کو خاکستری
 پردہ میں اپنی ہی صورت پر بنا کر نکالوں۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ
 آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا سُبْحَانَكَ رَبِّ تَبَاعَدِ عَنِ الصُّورِ الْمُحْتَمَلَةِ
 وَالْمَعْلُومَاتِ وَالْمَكْشُوفَاتِ وَالْمَقْهُومَاتِ وَالْمُدْرَكَاتِ وَالْمَعْقُولَاتِ نہ یہ صورت محسوسہ
 بلکہ اپنی خاص سبعہ صفات کے عکس سے یعنی حیات۔ و علم و ارادہ۔ و قدرت و وسیع۔ و بصیر
 و کلام۔ و اسما۔ و صفات سے متصف کیا۔ لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ جو یہ صفات ہماری ہیں خدا
 تعالیٰ کی صفات بھی اس طرح کی ہونگی جن کا عکس ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ
 کی جمیع صفات میں ہم بجز اسکے کہ ہیں اور کچھ کیفیت بیان نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی ذات و صفات
 میں لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کا مصداق ہے۔ پھر چاہا کہ اپنی روح اس میں پھونک کر زمین پر اپنا
 نائب بناؤں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اٹھا کر یہ اور انکی لاعلمی ان پر ظاہر

۱۔ تورات میں لکھا ہے کہ تین وزیتون ان دو پہاڑوں کا نام ہے جہاں پر حضرت داؤد علیہ السلام و سلیمان
 علیہ السلام کو بغیر سبب و وسائل دنیاوی امداد ملنے پتھیری و بادشاہی عنایت فرمائی اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام
 کو طور سینا پر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلد امین کے پہاڑ جبل ثور پر بلا وسائل و سبب نبوت و شہنشاہی ایسی
 عطا فرمائی کہ جمیع سلاطین زمانہ مقابلہ میں بھاگنے نظر آئے ۱۲

۲۔ پ۔ ۳۔ سورہ نین۔ ۱۲۔ اس حدیث کو مسلم نے بروایت ابو ہریرہ بیان کیا ہے ۱۲

استحان میں پاس ہو گئے اور سب فرشتہ فیل قال اَلَا اَقُلُّ لَكُمْ اِنِّیْ اَعْلَمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ
 وَالْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا کُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کہا کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو تحقیق میں
 جانتا ہوں چھپی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جو ظاہر کرتے ہو تم اور
 جو پوشیدہ رکھتے ہو پس سب ملائکہ سرنگوں ہوئے اور آدم علیہ السلام کے سر پر ہر
 خلافت باندھا گیا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْتَجِبُوْا لِحٰکِمِ الْاِلٰہِ اٰیٰہِیْنَ اور جب
 کہا ہے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا انھوں نے مگر ابلیس نے دینے اللہ تعالیٰ
 نے سب ملائکہ کو حکم فرمایا کہ اب تم اپنے استاد کو سجدہ کرو کہ وہ اب واجب التعلیم ہے
 تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا لہذا مرسہ سے خارج کر دیا گیا کہ اپنے استاد
 کی تعظیم سجانے لایا اور مردود بارگاہ الہی ہوا اول ملائکہ نے از روئے رشک اور اپنے ناز
 عبادت اور اظہار علم کے لئے یہ بات کہی کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور ہم خوب جانتے
 ہیں کہ وہ زمین میں فساد اور خونریزی کرے گا۔ ایسے کو نائب کیوں کرتا ہے کیا ہم میں
 ایسے پاکیزہ صفات والا کوئی اس قابل نہیں جو نیابت پر شرف عزت پائے۔ بھلا یہ شوخ مت
 کی تکبیری اور شیریں الفت کی چاشنی ملائکہ میں کہاں تھی حکم ہو کہ بس تم نہیں جانتے جو
 میں جانتا ہوں ملائکہ کو یہ خیال گزرا کہ شاید اللہ تعالیٰ جسے آرزوئے مشورہ دریافت فرماتا ہو حالانکہ ان کے خیالات
 ان پر ظاہر کرنے تھے پس اپنی لاعلمی و قائل و زار عبادت پر سرنگوں ہو گئے خلیفہ معنی نہرے کہ خلف سے خلیف
 اور خلیف سے خلیفہ بنایا گیا ہے اور کسی جمع خلافت پر خلف باختلاف حرکات کثیر المعانی ہو خلف
 نفع اول سکون ثانی پیچھے آئیوالا اور فرزند بالاین اور قرن بعد قرن اور تختین فرزند لائق کو
 کہتے ہیں مینی پیچھے آئیوالا یا پیچھے چھوڑا چونکہ بیٹا باپ کے بعد آتا ہے اسلئے اس کو خلف کہتے ہیں
 اور پھر وہ اپنے باپ کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اور جو سوار کے پیچھے کوئی سواری ہو یا حواج
 ضروری احوال خلیف اور ردیف کہتے ہیں۔ اور جو بڑا بادشاہ اپنے کل خستیا رات سلطنت
 کسی کو سپرد کرے تو اس کو نائب و خلیفہ کہتے ہیں۔ اور بادشاہ کا نائب اور خلیفہ وہ ہو سکتا ہے
 جو بادشاہ کے ذاتی و صفاتی اوصاف رکھتا ہو مثلاً انسان کا نائب انسان ہی ہو گا نہ گھوڑا
 نہ گدھا اور ہر علم و فن کے استادوں کا یہ دستور ہے کہ جب اپنے کسی شاگرد کو اپنے علم و فن

کی پوری تعلیم و تکمیل کر دیتا ہے تو اس کے سر پر پگڑی باندھ کر اپنے اکھاڑہ کا خلیفہ اور اپنا قائم مقام بنا دیتا ہے تاکہ وہ اور شاگردوں کو اپنے اُستاد کے سامنے تعلیم کرے چنانچہ علماء میں دستار فضیلت اور مفت ربر میں خرقہ خلافت اور کشتی و پتوٹ و بانک پٹہ وغیرہ میں پگڑی اور مدارس انگریزی میں ڈگری کی سند دی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمیع اسماء و علوم و فنون کی تعلیم و تکمیل پورے طور پر کر دی۔ چنانچہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا سَنَد ثابت ہے اور پھر اپنا نائب و خلیفہ بنایا اور اَنَا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ کی دستار ان کے سر پر رکھ کر عالم ناسوت کے اکھاڑہ میں بھیج دیا تاکہ دوسروں کو تعلیم کریں اور تفسیر پر الحقائق میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کو اس لئے خلیفہ کیا گیا ہے کہ وہ جمیع موجودات و مکونات کے خلف ہیں۔ اس کے بعد خلیفہ حق دوسری کسی مخلوق میں نہیں ہو سکتا دایاں بتلک یہ خاتم خلافت ہیں جیسے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم انبیاء کیونکہ آدم علیہ السلام مجمع غرائب و منبع غیب و شہادت و خلاصہ عوالم جسمانی و روحانی و جامع حقائق علوی و بعلی ہیں۔ آدمی کیا ہے ایک برزخ ہے صورت خلق و باطن حق متصل باوقائق جبروت و مشتمل برحقائق ملکوتِ اُتہی۔ اور علماء ظواہر فرماتے ہیں کہ آدمؑ غیر اللہ ہی اس کو خدائے کچھ بھی نسبت نہیں۔ نہ ذاتی نہ صفاتی۔ اور اگر وہ ایسا ہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اس کے واسطے سجدہ کا حکم جو خاص اعزاز و تنظیم شاہی تھی کیوں فرمایا اور نیز رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدم کی شان میں یہ ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی اُصُوْرَتِهٖ اَکْرَمَ صَدِیْقٍ قَدِیْسِ کے یہی معنی ہیں جو علمائے ظواہر فرماتے ہیں کہ آدم کو آدم ہی کی صورت پر پیدا کیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جملہ حیوانات و نباتات و جمادات کو اپنی اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی کتے کو کتے ہی کی صورت پر اور اُونٹ کو اُونٹ کی صورت پر اور آدم کی صورت پر اور پھاڑ پتھر کو پھاڑ پتھر ہی کی صورت پر پیدا کیا ہے تو پھر اس حدیث میں آدم علیہ السلام کی تخصیص کیوں ہے۔ اور حضور انور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بے نتیجہ حدیث کس ضرورت سے ارشاد فرمائی ہے حالانکہ کَلَامُ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُمْلُوْکُ اَکْثَرُ ہوتا ہے نہ یہ کہ

چشمانِ توزیر ابرو انسد

دندانِ توجہ درو مانسد

خدا جانے اس میں کیا بھید ہے۔ اور نیز خلیفہ اُس حجاب کا نام ہے جو آئینہ کے پس پشت لگایا جاتا ہے تاکہ ہر شخص اپنے حسن و جمال کا نظارہ کرے اسی لئے قَلْبُ الْاِنْسَانِ مِرْآةٌ وَالسَّحْمَنُ کہا گیا ہے یعنی قلب انسانی آئینہ رحمانی ہے اس آئینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے حسن و جمال کا جلوہ ملاحظہ فرماتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ صُوْدَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَلْكُفْرَ قُلُوبِكُمْ وَاَحْوَالَكُمْ یعنی اللہ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں کو اور اعمال و احوال کو دیکھتا ہے۔

مادروں را بن گریم و حال را

مادروں را بن گریم و حال را

پس اس سے واضح ہو گیا کہ قلب انسان کامل بالفعل اور قلب عوام الناس بالقوة ضرور خدائے تعالیٰ کا آئینہ ہے اور اگر کوئی شخص اس را ز مخفی پر لب کشائی کرے تو منصور وار ہمارے فریضہ کو مینہا جائے۔ باز آدم بر سر مطلب جب ارادہ ازلی میں اظہار آدم علیہ السلام منظور ہوا تو عالم ارواح میں آدم اور اُنکے ذریات سے بقسم اس بات کا عہد و پیمان لیا گیا کہ ہم تم کو ایک امانت کہ وہ عشق و محبت ہے یعنی جبنہ ہماری محبت کے تمہارے دل میں کسی کی گنجائش نہ ہو سپرد کر کے خاکی لباس میں زمین پر اپنا نائب و خلیفہ اس شرط سے مقرر کرنے میں کہ ہمارے حکم کی پوری تعمیل کرو۔ اور را ز مخفی جو ہمارے تمہارے درمیان آلاش و سب و آناش کا ہے وہ کھٹنے نہ پائے۔ اور شرط امانت کی تکمیل پورے طور پر کر کے ہمارے پاس سالماً و غانماً واپس لاؤ۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاِذَا خَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلَى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا یعنی اور حقیقت دینیے عالم ارواح میں، نکالی تیرے رب نے آدم کے پیٹوں کی پشت میں سے اُنکی اولاد کو اور اقرار کر لیا اُن سے اُن کی جانوں پر دینیے بقسم اقرار لیا کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب سب کہا البتہ ہم قائل و شاہد ہیں۔ پھر حکم ہوا کہ اِنھیں وُفِّیْ وُفِّیْتُ وَاَلْبِیْنَا الْمِیْعِیْنِ یعنی ہم جلتے ہیں و رمارے ہیں اور ہمارے پاس پہنچا ہو یعنی تم کو جلا و نیگے اور مار نیگے پھر ہمارے پاس آنا ہو گا سب کے جواب دیا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُونَ ہم اللہ کی واسطے ہیں اور ہم اُسی کی طرف پھر جائیگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

پاتے ہی امانت کو اٹھا لیا۔ ظالم و جہول اس لئے کہا گیا ہے کہ اپنے نفس پر ظلم و جبر کر کے اس امانت کی حفاظت بھی کر سکتا تھا اور نفس اور شیطان کے دھوکے میں لکڑا کر اس کی حفاظت سے بے خبر اور غافل بھی رہ سکتا تھا۔ اسی سبب سے مستحق ثواب و نذاب ہوا جب امانت اٹھا چکا تو پھر یہ حکم صادر فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ يَافُتُرُكُمْ اِنْ تَوَكَّلْتُمْ وَاَلَا مَانَا اَمَّا اِلٰى اٰهْلِهَآ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَمَّ كَوْنُكُمْ فَرَمَانَا هُوَ كَمَا نَتِيَسُ اَمَانَتِ وَالْوَلُّو كُوْنِيَا وَوَعْدُ اللّٰهِ اَوْفُوْا اِذْ لَكُمْ وُصْلُكُمْ بِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اور اللہ کا حکم مانو یہ تم کو کہہ رہا ہے۔ شاید کہ تم یاد رکھو۔ اب حفاظت امانت ہر ایک فرد پر ہر واجب و لازم ہو گئی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ امانت وہی شخص سلامت پہنچا سکے گا جو پورے طور پر اس کی حفاظت کرے گا یعنی عشق و محبت کو بجز ذات الہی کسی غیر جگہ صرف نہیں کرے گا۔ سب سے پہلے ہمارے ہادی و اتقاؑ ناہد اس روایت یا خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم الہی باقامت تمام قرآن کیا اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبَيْنَ يَدَيْهِ اُصْرَتِيْ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُغْسَلِيْنَ یعنی میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور میرا مٹنا خاص اللہ کے واسطے ہے جو رب سارے جہان کا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ ہی مج کو حکم ہوا ہے۔ اور میں سب سے پہلے حکم بردار ہوں۔ اس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں پورا کر دکھایا چنانچہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَعَى النَّاسُ مَا لَمْ يَأْمُرْ بِهِ الرَّسُوْلُ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ اَنْزَلَ اِلَيْكَ مِنْ تَرَتِيْلٍ يٰعْنٰ اے رسول پہنچا جو کچھ اتر اسجہ کو تیرے رب کی طرف سے پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا وَاِنْ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِيْ ثُمَّ خَذَ الْكُفْرُ وَصَلَّكُمْ بِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اور یہ راہ ہے میری سیدھی سو اس پر چلو اور مت چلو کہی راہیں دینے نفس و شیطان کی راہ پھر تم کو تھکا دینگے اس کی راہ سے۔ یہ کہہ رہا ہے تم کو شاید تم بچتے رہو۔ جب انسان امانت اٹھا چکا اور حفاظت امانت کا عہد و پیمان لے لیا گیا تو نفس و شیطان دوبارہ چور و چمکی اور رہنری و فریب میں کامل آیا

تھے ہر فرد بشر کے پیچھے لگا دیئے کہ ہاں سلامت لیجائے نپاٹے جس طرح ممکن ہو چھینو تاکہ ہمارے دربار سے عزت و ولت پائیں۔ طرفین میں ہنگامہ جدال و قتال گرم ہوا جو لوگ کہ باتباع رسول علیہ السلام اپنے نفسوں پر ظلم و جبر کر کے حفاظت امانت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور ہوشیاری کے ساتھ رہزنوں سے بھیج و سلامت بچکر مکمل گئے۔ اور امانت صاحب امانت کو بوقت طلب امانت بحفاظت تمام پہنچا دی تو ان کو اس مسئلہ میں حضوری کا اختصاص ملا اور مراتب اعلیٰ پر پہنچ کر دیدار خدا کا شرف حاصل ہوا۔ اور جو لوگ کہ نفس و شیطان کے دھوکے میں آکر ان کی فرمائشیں پوری کرنے میں مشغول رہے امانت میں خیانت کر بیٹھے تو وہ بقدر اپنی غفلت و خیانت کے عذاب الیم کے مستحق اور ہوئے۔ مخفی نہ رہے کہ امانت اٹھانے کے بعد انسان کے چار گروہ بن گئے ایک وہ گروہ ہے جو نفسِ آمارہ و شیطان لعین کے دھوکے میں آکر انکی فرمان برداری میں بالکل مصروف و حفاظت و امانت سے بے خبر محض ہو گیا ہے۔ یہ گروہ کفار و مشرکین کا ہے اور نفس اس کا امارہ اِنَّ النَّفْسَ الْاَمَّارَةَ بِالسُّوْءِ یعنی تحقیق نفس الامم بستیغ کر لے جانے والا ہے بُرائی کی طرف اور خواہش نفس و شیطان اس گروہ کا معبود ہے اِلٰهًا هُوَ اِس گروہ کی مذمت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ قَرَّبْنَا كَثٰۤیْرًا مِّنْ هٰۤؤُلَآءِ لَا یَفْقَهُوْنَ جَهَنَّمَ اَوْ لَیْسَ لَہُمْ اَعْیُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ جَہَنَّمَ اَوْ لَیْسَ لَہُمْ اُذُنٌ لَا یَسْمَعُوْنَ جَہَنَّمَ اَوْ لَیْسَ لَہُمْ اَنْۢوَابٌ لَاۤ اَنْۢوَابٌ بَلْ هُمْۤ اَضَلُّۤ اَوْ لَیْسَ لَہُمْ الْغَآفِلُوْنَ یعنی انکے دل ہیں۔ اسے سمجھتے نہیں اور انکی آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور انکے کان ہیں ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ ڈھوروں کی مانند بلکہ ان سے بھی گمراہ زیادہ ہیں۔ یہی لوگ ہیں غافل۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین درجے یقین کے بیان فرمائے ہیں یعنی پہلے حق الیقین۔ پھر عین الیقین۔ پھر علم الیقین اور انکے آگے دل۔ آنکھ۔ کان۔ ہیں۔ دل سے اصل حقیقت کو سمجھ لینا اور آنکھ سے اسکی ظاہری صورت کو دیکھنا۔ اور کان سے اسکے اوصاف سننا سو یہ کفار مشرکین احکام الہی کو نہ دل سے سمجھتے ہیں نہ آنکھ سے دیکھتے ہیں نہ کان

سے سنتے ہیں یقین کے ان تین مدارج میں سے ایک کو بھی حاصل نہیں کرتے۔ یہ لوگ
 ڈھوروں سے بھی بدتر ہیں اور حفاظتِ امانت سے بالکل بے خبر و غافل۔ باوجودیکہ اُسی
 کی یاد دہانی کے واسطے رسولوں کو وقتاً فوقتاً بھیجا گیا۔ مناسب تو یہ تھا کہ بعضی رحمت
 و تکرار رسولوں کی زبان سے احکامِ الہی سنتے دیکھتے اور بہ یقین دل مان کر امانتِ الہی
 کی حفاظت کرتے۔ لیکن یہ کفار و مشرکین دل سے سمجھنا تو درکنار پھر کر دیکھتے بھی تو نہیں
 بلکہ سنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ان سے تو ڈھور ہی اچھے ہیں کہ کہنے کو مان جاتے
 ہیں۔ ان میں اتنی قابلیت بھی نہیں اور کیونکر ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ
 آيِدِيهِمْ سَدًّا ۖ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ۖ اَفَاَعْيُنُهُمْ كُمُتْ ۚ اَمْ كُنْزُ اَعْيُنِهِمْ
 هُمْ يَرَوْنَ ۚ اَمْ لَهُمْ حُجٌّ ۚ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ عِلْمِ رَبِّنَا ۚ
 ہمنے انکے آگے دیوار اور انکے پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانپ دیا۔ سو ان کو نہیں
 سوچتا۔ یہ گروہ روح القدس کی روشنی سے محض بے نصیب و شیطانی ظلمت سے
 بالکل گہرا ہوا ہے۔ یہ خیانتی گروہ مستوجبِ عذابِ عظیم ہے۔ اور باقی مین گروہوں کو
 جنہوں نے علیؑ قہر مراتب استعدادِ امانتِ الہی کی حفاظت میں کوشش کی ہے
 اِس آیت میں بیان فرمایا ہے ثُمَّ اَوْزَرْنَا اَلْکَلْبَ الْاِیْمٰنِ اَصْطَقْنَا مِنْ حِمَاہِ نَا
 فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِیْہِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّقْصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخِیَاتِ ۚ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰمُ
 الْغُیُوْبِ ۚ اَلْکَلْبُ یعنی شرائط و لوازمِ امانت کے وارث کئے وہ
 لوگ جن کو برگزین کیا اپنے بندوں میں سے پھر ان میں سے بعضے ظالمِ نفسہ ہیں اور ان
 میں سے بعضے میانہ روی ہیں۔ اور ان میں سے بعضے آگے بڑھ گئے لیکر خوبیاں اللہ کے
 حکم سے یہی ہے بڑی بزرگی۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل نجات کے مین گروہ
 علیٰ ترتیب مدارج ثلاثہ یقین بیان فرمائے ہیں۔ اول گروہ صاحب علم الیقین جو
 ظالمِ نفس ہیں جن میں روح القدس کی روشنی اور شیطان کی ظلمت و نفسِ امارہ
 کی مارگی غالب ہے۔ اس میں دو درجے کے لوگ ہیں۔ ادنیٰ و اعلیٰ۔ اِس گروہ کو ظالمِ
 نفس اِس لئے کہا گیا ہے کہ احکامِ الہی کو سن کر نفس پر ظلم و جبر کرتے ہیں اور نفسِ امارہ

و شیطان لعین کی مخالفت کر کے کسی قدر امانت کی حفاظت کرتے ہیں یہ ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں اور بعض اس گروہ میں سے ایسے ہیں کہ شریعت میں انتقامت کر کے اعمال و افعال میں ترقی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس گروہ کا نفس لوامہ ہے نیکی کم بدی زیادہ اور بدی کرنے کے بعد ملامت کرنا اس کا کام ہے یہ دویم درجہ کے لوگ ہیں۔ اور بعض وارثان کتاب میں سے جن کا نفس حالت میانہ روی میں ہے یہ وہ گروہ ہے جس میں روح القدس کی روشنی اور شیطانی ظلمت بدرجہ مساوات ہے اور اراوہ نیکی بدی مساوی یعنی بعض وقت ان کا نفس فرمان آہی کو بخوشی خاطر سجالا تا ہے اور بعض وقت حفاظت امانت کا کام بگراہ و جبر لیا جاتا ہے۔ اور متقی سالک راہ طریقت جو عین الیقین کے درجہ میں ہیں اس گروہ کا نام مقتصد ہے یعنی میانہ رو اور نفس ان کا مطمئن ہے یعنی الطینان دہستہ۔ کما قال اللہ تعالیٰ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَ ادْخُلِي جَنَّتِي** یعنی اے نفس مطمئنہ خوش ہے تو پسند کیا گیا پس داخل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں یعنی اس عین الیقین کے مرتبہ سے ترقی کر کے خاص بندگان خدا میں داخل ہو جا جو حق الیقین کے مرتبہ میں پہنچ گئے ہیں اور مستحق دیدار آہی ہیں اسی کا نام جنت آہی ہے۔ اور وارثان کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ اپنے نفسوں کو خاص خدا سے تعالیٰ کی محبت میں مجاہدات شاقہ پر ڈال کر حق الیقین کے اعلیٰ مراتب میں ترقی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس گروہ میں روح القدس کی روشنی بہت زیادہ اور نفس و شیطان کی بدی بہت ہی کم بلکہ روح القدس کی روشنی غالب اگر سر اسر خیر و برکت ہو کر حق الیقین کے اعلیٰ درجہ میں پہنچ گئے ہیں۔ اور نفس پر کلثیہ فقیاب ہو کر خوبیوں میں آگے نکل گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری ان کی راحت جان بن گئی ہے یہ انھیں بندگان آہی میں سے ہیں اس گروہ میں بھی ادنیٰ و اعلیٰ درجہ کے لوگ ہیں یعنی اولیاء اور انبیاء نفس ان کا ملہم ہے یعنی دیدار آہی کا الہام کرنا اور وصال کی خوشخبری دیتا ہے اس گروہ کا نام سابق بالخیرات ہے ان کا مرتبہ قرب کا ہے بخود فانی و بحق باقی۔ اس مرتبہ کو بقا باللہ کہتے ہیں یہ

گم شدم در خود نمے دانم کجا پیدا شدم
شنبے بودم بدر یا غرق دریا شدم
سایہ بودم ز اول بر زمین افتادہ خوار
راست کان خورشید شد گشت من پیدا شدم

اس گروہ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَدَّتٍ وَفِيْهِمْ فِيْ مَقْعَدٍ
صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ یعنی تحقیق موحدین و عاشقین وصال و کشادگی
میں ہیں مقام راستی میں نزدیک بادشاہ قدرت والے کے صاحب تفسیر بحر الحقائق نے کہا
ہے کہ مقعد صدق مقام وحدت و قربت ہے کہ جس کا ثبوت کلمہ عرفی سے پایا جاتا ہے
اور تفسیر کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ کلمہ عند تقریب و تخبیص پر دلالت کرتا ہے اور یہ وہ
مقام ہے کہ جس کی نسبت رسول صلعم نے فرمایا ہے اُبَيْتٌ عِنْدَ رَبِّيْ يُطَهِّرُنِيْ وَ يَسْقِيْنِيْ
یعنی میں وہاں ہوتا ہوں نزدیک ایسے پروردگار کے مجھ کو وہ کہلاتا ہے اور پلاتا ہے

لے محرم سر لایزالی	مرآۃ جمال ذوالجلالی	مہبان ابیت عند ربی	صاحب الایام قلبی
از قربت حضرت آہلی	ہستی شاہد کہ خواہی	قربے کہ عبارتش نسجد	در حوصلہ خرو و گنج
گم گشتہ بود عبارت آنجا	ہرگز نرسد اشارت آنجا	اور یاد رہے کہ حق البقین کے بے انتہا مدارج	

و مراتب میں ابنیا علیہم السلام اس یقین کے اعلیٰ مدارج میں علی قدر استعداد پہنچے ہیں اور
اولیاء اللہ اُن کے ماتحت رہتے ہیں خدا کے فضل سے حق البقین کے کسی درجہ پر پہنچ
جانا بس یہی بڑی بزرگی ہے رِذَالَتِ خُصْلِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مِنْ شَآءِ پھر اللہ تعالیٰ
ان مہینوں گروہ کی تحریریں کے لیے فرماتا ہے بَلٰی اَمِنْ اَسْلَمَ وَجْهَكَ لِلّٰهِ وَهُوَ فَحْسُنُ
فَاَكْءَ اَحْمَدُ عِنْدَ رَبِّهِ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی کیوں نہیں جس
نے اپنی ذات کو اللہ کے تابع کر دیا وہ محسن ہے پھر اس کے واسطے اجر ہے اس کے رب
کے پاس اور نہ خوف ہے ان پر نہ کوئی غم۔ یعنی پکا مسلمان وہ ہے جو اپنی ہستی کو مع جمع
اعتقادی و علمی طاقتوں کے خاص خداے تعالیٰ کے سپرد کر دے اعتقادی طاقت کے
یہ معنی ہیں کہ اس بات کو یہ یقین کامل جان لے کہ درحقیقت یہ تمام قولے وجود خداوند کریم
کی خاص رضا مندی و طاعت و محبت و عشق و شناخت کے لیے جس کا دوسرا نام امانت

رکھا گیا ہے پیدا کئے گئے ہیں اور علی طاقت کے یہ معنی ہیں کہ حقیقی نیکیاں جن کو ہم دوسرے
 لفظوں میں حفاظت امانت سے تعبیر کرتے ہیں جو ہر ایک قوت کے متعلق اور توفیق الہی سے
 وابستہ ہیں خالصہً باللہ ایسے ذوق و شوق و حضور قلب سے بجالائے کہ گویا اپنے محبوب و حقیقی
 کو دیکھ رہا ہے پس جس کی اعتقادی و علی نیکیاں اس درجہ محبت ذاتی و جوش طبعی پر مبنی ہوں گی
 عند اللہ وہی مستحق اجر عظیم ہے یعنی نقد نجات اُس کو حاصل ہے نہ اُس کو کچھ خوف ہے نہ
 کوئی غم کیونکہ جب انسان ذات و صفات الہیہ میں موافقت تامہ پیدا کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ
 اُس کو اپنے رنگ میں غوطہ دیدیتا ہے اور رنگ الہی اُسکی عبودیت کو ڈالنا پس لیتا ہے۔
 صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عِبْدٌ وَنَ یعنی ہم نے یہ رنگ
 اللہ کا اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں یعنی سچے
 امانت دار جب اللہ تعالیٰ کا رنگ چروہ گیا تو بس اُسی کا نام نجاتِ کامل ہے پس پہلی آیت
 کا یہ جملہ مَحْجَ اسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ فَنَاکِی طرَف اشارہ کر رہا ہے یعنی جس نے من کل الوجوہ اپنے
 آپ کو خدا کے سپرد کر دیا اور اپنا کچھ اختیار باقی نہ رکھا کَاُمِلَّتْ لَیْدِ الْفِتْنٰلِ بس اسی کا
 نام فنا فی اللہ ہے اور وَهُوَ مُحْسِنٌ کا جملہ مرتبہ بقا کو بیان کرتا ہے یعنی جب فنا فی اللہ ہو کر خدا فی
 رنگ میں غوطہ لگالیا تو وہ محسن یعنی درجہ بقا باللہ میں ہے از خود فنا فی بحرِ امانی را اللہ تعالیٰ
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حالت کو بیان فرماتا ہے وَمَا دَمِیْتُ اِذْ دَمِیْتُ وَلَکِنَّ اللّٰهَ
 دَہٰی اور نہیں پھینکا تو نے (اے رسول) جبکہ تو نے پھینکا لیکن اللہ نے کفار کی آنکھوں میں
 خاک ڈالی یعنی اس وقت تو از خود نہیں تھا بے خود تھا بلکہ تو خدائی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا تو تو میں
 تھا۔ بھلا جائے غور ہے کہ ایک مشت خاک ہر فرد کفار کی آنکھوں میں پڑ جائے اور کوئی جانور
 بھی نہ بچ سکے اور کفار سر اسیمہ ہو کر بھاگ نکلیں یہ خدائی رنگ کی قوت نہیں تھی تو اور کیا تھا۔

آپ کے ہاتھوں میں سارا کام ہے | آپ کرتے ہیں جان کا نام ہے
 اس مرتبہ میں ذاتِ حق فاعل ہے اور بندہ اُس کا آلہ پھر لگے فقرات اس آیت کے تا آخر
 آیت بقا باللہ پر دلالت کرتے ہیں یعنی جب انسان فنا فی اللہ سے بقا باللہ کی جانب عبودیت

آگے سجدہ میں یعنی جب میری جان اس میں پہنچ جائے تو تم اس کو فوراً ہی سجدہ کرنا کہ دراصل وہ میں ہی تو ہوں گا سب ملائکہ اُس کے منتظر ہوئے کہ وہ نائب ذی شان عالم امر سے کب تشریف فرمائے عالم ظہور ہونے میں اتنی خالق شرف علت فاعلی کی طرف اشارہ ہے اور کتبش علت صوری اور من طین علت مادی اور فاذا استویٰ تہنا آخر یہ علت غائی اور علت شرف کو دانا خوب جانتے ہیں ذلک ذکرہ فی اللذکرین یہ یادگار ہے یاد رکھنے والوں کو و بَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِن طِينٍ یعنی اور شروع کے انسان کی پیدا نش ایک گارہ سے یعنی پھر مٹی کی صورت بنائی اور جب نقشہ ازلی کے موافق یہ طلسم خاکی بنیاد تیار ہو گیا تو اس منقش و مزین تپلہ کے دل میں اپنی روح پھونکی اور آنکھ پیکر نحت شاہی پر خود ہی جلوس فرمایا اور نشہ نشین کے عین جگر و کون میں سے ملائکہ کو حکم ہوا کہ قَعُوا کَیِّنُجِدِیْنَ یعنی پس گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں ۷

آن کس کہ خاک مارا گل کر دو خانہ ساخت | خود در میان در آمد و مارا بہانہ ساخت

واہ سبحان اللہ کوزہ میں سمندر کا سما جانا اسی کا نام ہے تَسْجُدُ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعِينَ اَلْإِبْلِیسَ یعنی پھر سجدہ کیا سب فرشتوں نے مگر ابلیس نے نہ کیا اللہ تعالیٰ نے ابلیس تعین سے دریافت فرمایا کہ یَا اِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیْ عَنِیْ اے ابلیس تجھ کو کیا اٹکاؤ ہو کہ سجدہ کرے اُس چیز کو جو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنائی ہے یعنی جلال و جمال سے اور یہ ہی دونوں صفات اُس میں رکھے ہیں مگر کسی وجہ سے چو کر ڈمی بھول کہ انکار کر بیٹھا اور یہ نہ سمجھا کہ سجدہ تو کمین و جان کو ہے جو روح سرکاری اول و آخر ظاہر و باطن ہے نہ مکان کو جو حادث و فانی ہے البتہ ذاتِ اہی اور جانِ اہی میں نام کا فرق ضرور ہے جیسے دریا و قطرہ اس کے سوا اور فرق کچھ بھی نہیں دانا داند و مینا بیند مگر اس انکار میں بھی ایک بعید ہے جس کا اظہار ناجائز ہے اللہ اکبر اس گنج مخفی کثرت کثرتاً حَقِیْقاً کے لیے یہ خاکی طلسم کس خوبی اور ترتیب گم کردہ راہی سے مرتب کیا ہے اور کیا لطیف بہر و پدلا ہے کہ جس میں بڑے بڑے دانشمند و صاحبِ علم خصوصاً معلم الملکوت جیسے دھوکا کھائے باغی

بدلائیں کوئی بھیس نا چاری سے
ہر رنگ ہے اختیار سرکاری سے
بندہ شاہد ہے اور طاعت زیور
یہ سوانگ بھرا گیا ہے عیاری سے

اور وہ کہ نہ کھائیں تو تجھے کہ اول ایک مٹی کا پتلہ بنایا پھر اس میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں سے سجدہ کروایا اور اپنی صفاتِ خاص یعنی حیات و علم و ارادہ و قدرت و سمع و بصر و کلام سے موصوف کر کے اس کا نام انسان و بشر و آدم رکھا سب نے اس کو تماشا اور بہانِ مٹی کا سوانگ خیال کیا تھا لیکن جب اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ کا خطاب اور وَكَفَدْنَا کا خلعت عنایت ہونا معلوم ہوا تو سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ میں کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ ۷

اخفا کے لیے ہے اس قدر جو ش و خروش
پہانِ ہوش کا مقصد ہے بنامِ پوش
حسنِ ازلی تو ہے ازل سے ظاہر
یعنی ہے تجلیوں میں اپنی روپوش

پس قیادِ جسمانی و حجابِ جہل و غیریت اعتباری کے لباس میں زمین پر اعتباراً و مجازاً یہجد یا گیا ورنہ نہ ہمیں سے آیا نہ گیا جہاں کا ہتان اور جون کا نوں موجود ہے۔ وادِ سبحان اللہ اس طلسمِ خاکی نہاد میں کس خوبی کے ساتھ بطون سے ظہور میں جلوہ آرا ہوئے اور کیسی ٹٹنی کے آڑ میں شہ نشین کے چہرہ کوں میں سے دینہ لربازی ہو رہی ہے۔ ہائے۔ ۷

دیدارِ مے نمائی دیر ہیز مے کئی
بازارِ خویش و آتشِ مایہِ مے کئی
با این ہمہ سادگی ہے پرکاری بھی
شونجی بھی ہے اُس میں اور عیاری بھی
چھپ چھپ کے ہے تاک جھانک اپنی کرتا
اس سے کوئی سیکھ جائے مکاری بھی
حسن نہ آنست کہ ماند نہاں
گر چہ بود پر وہ جہان در جہان

جبکہ وہ مادہ دل فرور صورتِ مہر نیم روز
آپ ہی ہونظرارہ سوز پر وہ میں منہ چھپائے کیں
اگر کبھی انسان اپنی اصلی حالت اور سرانسانی کا پر تو کچھ بھی معلوم کر لیتا ہے تو اِنَّا اَنزَلْنٰکُمْ اِلٰی اَرْضِ
اور اِنَّا لَنَحْيِیْہِ وَنَعْمِدُہُ کہہ اُٹھتا ہے۔ ۷

بہر طرف نگری صورتِ مہر بینی
اگر بخود نگری یا بسوے ابنِ شر و شور
زا جولی منگر ہر دو چشم نیکو کن
کہ چشم بد بودا مرد از جہاں دور
بصورتِ بشرم ہاں دہان غلط کنی
کہ روح سخت لطیف است عشقِ سخت غیور

ترا بقاف چہ ہرگز بنودہ است گذر ز احکایت عشاق کج کنی باور

پس اگر یہ دعوئے قیہ جہانی و تعینات صوری میں کرتا ہے تو وہ نافرمان و منکر و کافر و ملعون و مردود کہلاتا ہے کیونکہ راز مخفی کو ظاہر کرتا ہے جیسے فرعون و نمرود و شداد وغیرہ ہیں لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور اگر تعینات صوری و قیہ جسمانی کو توڑ کر شرابِ معرفت کی مستی میں نعرہ انا الحق لگاتا ہے تو حالتِ سکر کے اعتبار سے اُس کو معافی کا حکم دیا جاتا ہے کہ شارعِ علیہ السلام نے صاحبِ سکر کو مرفوع القلم کر دیا ہے اور یہ لوگ عارف کہلاتے ہیں چنانچہ بزرگانِ دین کی زبانِ مبارک سے اس قسم کے الفاظ بہت کچھ سرزد ہوئے ہیں۔ جو آئندہ کسی موقع پر تحریر میں آئیں گے۔ اَلَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی الصَّلٰحٰتِ قُلُوبُهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَعْتُوْدٍ مَّگْرُوْبِیْنِ لَکَیْنِ بَہْلَآئِیْنَ سَوَآءٌ کُوْنِیْکُمْ اَبَیْنِیْ اَمْ اَبَیْنِیْ جِسْنِیْ عَمْتَادِیْ عَلٰی نِیْکِیْآیْنِ اِسَیْنِ جَوْشِ طَبِیْ وَ شَوْقِ قَلْبِیْ سَے حفاظتِ امانت کیلئے کیل و توجہ و معرفت حاصل کر کے حجابِ جہل کو پھاڑا اور تعینِ اعتباری و غیریتِ مجازی کو توڑ کر خود شناسی و عرفانِ ذاتِ حاصل کر کے ہر آلہی سے واقف ہو گیا تو اُس کے لئے وصالِ بنزوال ہے اور جو نفسِ شیطان کے دھوکے میں گرفتار ہو کر غفلت و جہل کی وجہ سے امانتِ الہی میں خیانت کر بیٹھا اور توحید و معرفت و خود شناسی سے محروم رہا تو وہ ہمیشہ مبتلائے فراقِ ابدی رہے گا وَ مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِہٖ اَعْمٰی قَطُوْفِی الْاَحْرَۃَ اَعْمٰی وَاَصْلُ سَبِّلَآئِیْنِے اور جو اس جہان میں اندھا ہو سو وہ بچھے جہان میں بھی اندھا ہے اور زیادہ دور پڑا راہ سے۔ یعنی جو یہاں توحید و عرفان حاصل نہ کر سکا اور دیدارِ الہی سے مشرف نہ ہوا تو وہ وہاں بھی دیدارِ الہی سے محروم و محجوب رہے گا کیونکہ عشق و محبت جو امانتِ الہی تھی غیبِ جگہ ضیاء کر بیٹھا۔

فصل دوم در بیان وحدت وجود و وحدت شہود

واضح ہو کہ تنزیلاتِ خمسہ احدیت ذاتِ یعنی۔ وحدت و واحدیت و ارواح و مثال۔ و اجسام میں صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دو گروہ ہیں ایک گروہ تو ہمہ

وحدت وجود و وحدت شہود

جواب میں نے ارجان جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اوست فرماتا ہے اور گروہ ثانی ہمہ ازوست گروہ اول کا نام وجود یہ ہے کہ صفات الہیہ کو عین ذات قرار دیتے ہیں اور دوسرے کا نام شہود یہ ہے اور اُس گروہ کے نزدیک صفات نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات بلکہ زائد بر ذات وحدت و احدیت میں سب کا اتفاق ہے اور ثلثائے تنزلات اخیر یعنی ارواح و مثال و اجسام میں اختلاف اور ہر ایک گروہ اپنے مدعا کو معقول و منقول سے ثابت کرتا ہے پس اس مقام پر چند اقوال محققین کے دربارہ وجود و شہود نقل کئے جاتے ہیں تاکہ طالب صادق کو بصیرت حاصل ہو اور منکشف ہو جائے کہ مقصود ہر دو گروہ کا اثبات وحدانیت ذات واحد ہے نہ غیر۔ چنانچہ حضرت مرزا جان جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے جواب میں کہ لفظ نسبت در اصطلاح صوفیہ چہ معنی دارد تحریر فرماتے ہیں۔ بد آئند کہ نسبت در لغت عرب عبارات است از علاقہ بین الطرفين و در اصطلاح این قوم مراد است از علاقہ کہ میان حق جلشائے و خلق واقع است کہ تمسکین تبعیہ میکنند ازان بصانفیت و مصنوعیت چون نسبت کلال با کوزہ و از ظاہر کتاب و سنت ہمیں معلوم میشود و صوفیہ اگر وجودیہ انما تعبیر ازان نسبت بطور وحدت و کثرت مے کنند مثل ظہور آب در صورت موج و جاب و مے گویند کہ این کثرت مزاجم وحدت حقیقی مطلق نیست و حاصل این تعبیر اثبات عینیت تعلق است با حق و این معنی را تاویلات و تمثیلات مشروع و معقول مے سازند و اگر شہودیہ اند نسبت اصل با ظل چون نسبت استواء منبسطہ شمس با شمس مے فرمایند و ظل این جامعیتی تجلی است یعنی ظہور شے در مرتبہ ثانیہ و ظاہر است کہ این کثرت وجودات ظلی مغل وحدت وجود حقیقی اصل نمے تواند شد این قدر فرق است میان تعبیر اول و ثانی کہ ہر چند ظل را حقیقتے دیگر غیر از حقیقت اصل اوست همان اصل در مرتبہ ثانی ظہور کردہ خود را ظل و انمودہ است اما اصل مواطات یکے بر دیگرے این جامعیت نیست و در امواج و دریا صبح است پس شہودیہ باین تعبیر من وجہ اثبات غیریت مے کنند بطورے کہ در توحید وجود حقیقی ظل محسوس و این معنی از کتاب و سنت باسانی مے توان استنباط کرد و تصویر معنی نسبت بطور اول از کتب صوفیہ وجودیہ باید دریافت و بطور شہودیہ این است کہ نزد ایشان حقایق ممکنات در مرتبہ علم الہی مرکب اند از عدم و وجود۔ باین معنی کہ اعدام اضافیہ یعنی عدم العلم کہ معبر است بکمال

وعدم القدرت که معبر است بعجز و غیر سها که مفهومات متمازیه دارند و شُبوتی در مرتبه علم الهی پیدا کرده اند و مرایای صفات حقیقیه که مقابل آن عدمات انگزیده و انوار آن صفات در آن مرایا منعکس گشته و این مخلوطها مبادی تعینات عالم شده اند پس نزد ایشان اعیان ثلاثیه فی العلم مرکب اند از اعدام اصنامیه و ظلال صفات حقیقیه و مرایای خارج ظلی که ظل خارج حقیقی است مصدر آثار خارجیه گشته پس اعیان خارجیه نزد ایشان بوجود ظلی موجود اند نه بوجود حقیقی و در خارج ظلی متحقق اند و در خارج حقیقی که موطن تحقق وجود حقیقی است و در عالم هر چه هست از وجود و تولید آن ظلاً و انعکاساً مستفاد است از حضرت وجود و طشانه فلا وجود بالوجود الحقیقی فی الخارج الحقیقی الا الله فیهذا هو التوجیه و چون عدم منشاء بشر و نقص است و وجود مبداء خیر و کمال عالم مرکب است از عدم و وجود بلکه عدم ذاتی است و وجود عاریتی و وجود حقیقی سبب و خیر و حسن محض است و عین عالم یعنی توانا باشد بناچار عالم مجموعه حسن قبیح خواهد بود اما وجود حسن همه مستفاد است از حضرت وجود و جهات قبیح همه حاصل از طرف عدم پس هر گاه سالک بقوت استعلاء خود و جذب مشتاق که ظل خدیه الهی است بسیر علمی از حقیض امکان با وج و وجوب قطع مسافت که عبارت است از خرق حجب ظلماتی و نورانی که موافق حدیث در میان حق و خلق واقع است فرماید فیوض و برکات آن نسبت محاذات که در میان ظاهراً و مظهر متحقق بوده برفع این حجب که مانع ظهور انوار شمس حقیقی و مرآة تعین سالک بودند تمام نظیور می رسد و استیلائے آن انوار آن آئینه را مستور می سازد این حالت را نسبت فنا فی تعبیر می کنند و بعد فنا لازم است که وجود موهوب از جناب قدس مناسب هر مقام عظامی فرماید تا سالک بآن وجود کارخانه بشریت و احکام شریعت را برپا تواند داشت آنرا نسبت بقا میگویند پس سالک اگر خرق حجب ظلماتی و نورانی تمامها طے کرده و از تجلیات صفات و شیونات گشته بتجلیات بحت مشرف شده و زمان نبوت باقی است نبی میگردد و بدرجۀ عصمت که عبارت است از عدم احتمال صده و شر می رسد و اگر بقدر ظنی مسافت از امکان بسوئے وجوب از عدم که شر صرف است و در زمری افتد بوجود حق که خیر محض است نزد یکتر می گردد و چون ظلمات عدم در استیلائے انوار وجود مضمحل گشته است پیشتر مضطرب میشود اما با احتمال وقوع شرایحانا ولی ذائب نبی میگردد و تربیت و صلاح بنی نوع خود می کند این است معنی آنچه میگویند که انبیا معصوم اند و اولیا محفوظ و این است معنی ظهور

نسبت که در اصطلاح این قوم است بسبیل ایجاز مشرب صوفیه مشهوره میگردید هر چه هم الله و السلام
 ایضاً بنخورد و از تصویر مسئله حدت وجود حسب التماس شما مرقوم می گردد بداند که در شرح
 کتاب مراتب متهمی نویسد که حق تعالی علم قایم خویش خالق کلیه جزئی را میداند و علم شی
 مستلزم وجود آن شی است و علم پس باید که اشیا بتمامها موجود علمی ازلی باشند و ازین راه است
 که صوفیه با عیان ثابتی فی العلم قائل اند و چون در وجود است اشیا در مرتبه علم که نزد قوم مسمی است
 باطن وجود و تقدم و تاخر زمانی نیست بخلاف وجود خارجی که تقدم و تاخر بدیهی است باید که جو
 علمی غیر وجود خارجی باشد و باید که مقدم بر آن بود مانند تقدم اصل فرع و تقدم ذی نخل بر نخل و کیفیت
 صدور وجود خارجی اشیا از وجود علمی آنها آنست که چون حق تعالی میخواهد که صورتی را از صور علویه خارج
 که عبارتست از وجود منبسط یعنی است نزد قوم بطاهر وجود موجود گردد و آثار مطلوبه آن صورت را از آن
 صوت بطور آرد در میان آن صوت نور این جویشی معلوم الایته بهول الکفایت پیدای کند و مرات وجود منبسط
 نخل و عکس آن صوت منقطع بینا بطوریکه که آن الظل بعزم زن اظلام وجود گردد و الله انشئ الاصلی چنانچه
 عکس آن در وقت مقابل مراتب پیدایش نور و مرات بدان موجب گردد و عقل سلیم بتألیح صورت مرتبه
 در آئینه و بر آئینه می تواند گفت که آنجا تحول است و نه ارتسام اگر چه بطاهر و فهم عوام صورت مرتبه
 و وصف مرتبه در یک ظرف است که مرآت باشد و بحسب تحقیق هر یک از صورت و مرآت آئینه همیدگار
 یعنی شکل لون صورت از مرآت پیداست و تقعر و تحدب مرآت از صورت هویدا است مولانا جامی
 در مراتب متهم فرماید اگر وجود مرات اعتبار کنند ظاهر در مرتبه آثار و احکام صور علویه است که آن
 الْأَعْيَانُ النَّاتِيَةُ فِي الْعِلْمِ مَا شَمَّتُكَ الْأَيْحَةُ الْوُجُودِيَّةِ الْخَالِصَةِ وَ أَلَا تَرَى أَنَّ صُورَ عِلْمِيَّةٍ رَامَتْ قَرَارَ
 و هنر ظاهر در مرتبه تجنیات اسماء صفات و شیوات حضرت وجود است نه وجود بعینه چنانچه
 شان مرآت است گوئی خزانه علم منبسط به صفت متشوشی است و وجود منبسط بجای آئینه صیقلی در مقابل
 آن نه نقشه از آن صفت برآمده و نه صورتی در مرآت وجود برآمده که خروج صورت علویه از مرتبه
 علم مستلزم جهل است و دخول صورت و مرات وجود موجب قیام حادث بقدم و این هر دو حال
 است پس در میان باطن وجود و ظاهر وجود از انعکاس آثار و احکام طرفین طلسمی است برپا که بصورت
 و اصطلاح قوم مرتبه و هم وائر اسکان که مقتضی تنزلات ثلثه امکانیه است از تنزلات خمس مشهور

یعنی تنزل روحی مثالی و جسدی چنانکه مرتبه علم و حسی متضمن دو تنزل جوی است یعنی وحدت
واحده است که عبارت است از ملا خطه اوسمانه شیونات صفات خود را با جمالا و تفصیلا و مرتبه علم و
میگویند که در خارج غیر وجود واحد هیچ شئی را تحقق و ثبوت نیست این کثرت مرتبه در مرتبه و هم کما
است و حکمت بالغه این هم را اتقان داده است و ثبوت آثار ابدی بر این نهاده نه و می است که مرتفع
و هم مرتفع گردد و در اقسام و هم بر این مرتبه است که این کثرت را حقیقت و دیگر نیست
بها و وجود واحد در این مرات و وجود منطبق تجلیات شده است و منشا نقد و تجلیات تکثر شیون
است که در حضرت وجود مندرج بوده اند و در مرتبه علم منفع شده مثل الفتاح شجر از بذرها و مملکت
گردیده است و عکس آن خالق در مرات وجود و منطبق افتاده و مسمی بعالم شده و چون وجود
و همی شیا حقیقت دیگر ندارد بلکه عکس وجود علمی است و نفس الازم بهمان وجود علمی موجود اند از
مرتبه علم بر نیاید و انچه انچه نذر کور شد و علم صفت از صفات الهی است و صفات عین ذات اند
بر علم صوفیه وجود پس باین تقریر وجود و شیا عین وجود حق باشد چنانچه شیخ اکبر رحمه الله علیه میفرماید
ان شئت قلت حق و ان شئت قلت خلق و ثابت شد که غیر از وجود واحد در خارج موجودی
نیست و این است معنی وحدت وجود این معنی مشکوف و مشهود این حضرات است رحمته الله علیهم
ایضا حضرت منظر جانجان صاحب بواب سائل تحریر فرماتے ہیں کہ علم بر دو قسم است
حضور و حصولی - لازم نفس عالم است یا عین اوست چنانچه علم نفس کھو و عواصن خود و حصولی
حصولی صور معلومات است و مرات و ذہن بنویس عقل و حواس سالک کہ سیر علمی از حسیض امکان
باموج و وجوب عروج نماید این علم از قبیل علم حضوری است نہ حصولی و کیفیت تعلق علم حضوری عاقل
بجناب الهی است کہ نزد صوفیہ وجود شیا رطلی است نہ حقیقی یعنی این کثرت کہ فی می گرد و ظلال
حضرت وجود حقیقی اند و در خارج غیر موجود واحد تحقق نیست و تقدیر و تکثر ظلال از راه تکثر شیونات
وجود است و ظلال و فتنه از اصل خود غافل است و از ظلمت خود آگاه نیست و چون عقل بر لے خود و دیگر
ثابت میکند و در حین مکالم بلفظ آنا اشاره بهمان وجود و همی بینماید چون قطع این مسافت صطلقی
قوم کہ عبارت است از رفع حجب نورانی و ظلمانی زمین الحق و الخلق کہ از حدیث ثابت است
میسر میگرد و باصل خود و اصل میشود و خود را پیش از ظل آن اصل نمی بیند و وجود و تولد آن را

مستعار از اصل میداند و در میا بد کطل الحقیقتی علی بن نبیت بلکه به اصل در مرتبانی بتعین ظلی ظهور کرده است واضح میشود که مشاء الیه مرجع آن در نفس الامر اصل است نه ظن - آنکه و علم حضوری او که لازم این تعین ظلی او بود متعلق باصل میگردد و اشاره بلفظ آن اولاً راجع میشود باصل و چون این اعتباری است از اعتبارات اصل ثانیاً آن آثار جمع بطل میکنند و چون این حالت تمام میگردد آنرا دوم حضور گویند و این حضور را بعد تحقق فنا و زوال نیست و اگر گاهی بقوتی در این حالت میبود قدرت و علم و علم واقع نه در عین علم حضوری و علم حصولی عارف مثل عوام الناس باقی میماند و آنچه باقی است که تثبیت امور بشری موقوف بر آن است و این علم را اصلاً و خباب قدس نبوت که حواس را در آن بارگاه غیبی نه و نشان این اشتباهاست این است که در بطن علم را فتور علم حضوری دانسته منکر دوم حضور میشوند حضرت فاروق رضی الله تعالی عنه که فرموده است اُحْصِیْ وَ اُجْهَنْ اَلْحَقِیْقَیْنِ اشاره باین هر دو علم است که تجزیه پیش تعلق بعلم حصولی دارد و حضور در صلوٰۃ از قبیل علم حضوری است و ظاهراً که صلوٰۃ آنجناب البته بے حضور نخواهد بود و در هر چه باید تصور اسباب و مقتضای نمی گیر پس تا هر دو علم جمع نشوند این هر دو کار که تدخل عبادین است در یک جزو زمان از نفس واحد متشکی نمیتوان گذشت - و معنی قول خلیفه ثانی رضی الله عنه صحیح نمیتواند شد فافهم و السلام -

ایضاً آنکار حضرت مجتهد بر توحید وجودی نه مثل انکار علما ظاهر است بلکه از مقامی که وجود یک کلم می کنند تصدیق تسلیم آن می نمایند این قدر است که مقصود اصلی رافوق این مقام میفرمایند و غیرتی فی الجمله بین الحق و الخلق نتیجه که محال وحدت وجود حقیقی که مستحق در خارج حقیقی است نگردد ثابت می کنند بخلاف وجودیه که او میان حق و خلق عینیت اثبات میکنند و تصور بر مبدا وحدت وجود و شهود در مکتوب دیگر نوشته شده - و السلام

ایضاً باید دانست که حضرات صوفیه لفظ وجود را بر معنی اطلاق مینمایند یک وجود یعنی کون و حصول که امر انزاعی و محلول ثانوی است - دوم وجود منبسط که نشان انشراح معنی اول معبر بظاهراً وجود بصا و اول است و بدیهی است که این هر دو وجود از حضرت ذات تعالی و تقدست متاخر اند و ذات باین هر دو وجود مصدر انشراح می تواند شد سوم وجودی که اول الاوایل و مبدأ المبادی است و بر عین ذات است و ذات و آن وجود مصدر انشراح است و حضرت ایشان

میکونید کہ ذاتِ اوتعالیٰ خود مصدر آثار خود است و هر گاه وجود و ذات هر دو حقیقت یک باشند
صِدِّ و آثار را خود اِی وجود منسوب باید کرد و خواه بذات مطلب، واحد است۔

ایضا محذور ما نوشتیم اند که کشوف حضرت مجتهد در سمانه حقائق ممکنات آن است که در مرتبه
و احادیث که عبارت از تفصیل کمالات الهیه نهانہ علم الہی است و مقابلہ هر صفت کمال عدم صفائی
آن صفت ثبوتی و تائیدی پس اگر دو است و مقابلہ صفت علم عام علم که معجز کمال است و مقابلہ
صفت قدرت عدم القدرت که معجز کمال است و حق علی نذر۔ و آن اعدام تمامه و بنابر مقابلہ و
محاذات و مجالی انوار و ظلال آن صفات گشته مباوی تعینات عالم و حقایق ممکنات شریفه
آن اعدام بجائے ملو آن حقایق اند و آن محکوس و ظلال بجائے صور حاله اند در آن۔ و بنابرین
اعیان خارجیہ ممکنات که بر حسب آن حقایق مصدر آثار شده اند و وجود و عدم هر دو قبول می کنند
و بهمین وجه مصدر خیر و شر میگردد و نیز کشوف آن حضرت است که مباوی تعینات انبیاء علیهم
السلام و الصلوٰۃ صفات اند که اصول ظلال اند و وجود و عدمی دارند پس باید که در
حقایق این حضرات عدم داخل نباشد و حال آنکه این حضرات نیز از ممکنات اند و حقیقت ممکن
موافق تطبیق ایشان بے خلط عدم نمی باشد و جهت تطبیق صحت۔ محذور ما چون مقابلہ و محاذات
و میان اعدام تمامه و وجودات صفات مقدره در مرتبه علم الہی مقرر شد۔ پس چنانچه اعدام مجالی
صفات گشته اند صفات نیز مایه آن اعدام گردیده اند۔ اما اینجا معامله بالعکس است در اینجا
صفات بجائے ماده و اعدام بجائے صور حاله اند جهت عدم درین صورت ضعیف واقع شده و
جهت وجود قوی۔ و بهمین جهت حضرات انبیاء علیهم السلام معصوم اند و مصدر رشر نمی گردند اما
وجود خارجیہ ایشان عدم وجود هر دو را قبول میکنند و اینقدر دخل عدم در حقایق این حضرات
بے ثبوت امکان کافی است و اسلام۔

ایضا بجواب سائل۔ محذور ما بمندهب حضرت مجددیه حقایق ممکنات مرکب اند از اعدام
اضافیه و ظلال صفات حقیقیه یعنی آن اعدام بنابر تقابل اسما و صفات در علم الہی ثبوتی پیدا
کرده و مایه آن انوار اسما و صفات گشته مباوی تعینات عالم گردیده اند و در خارج ظلمت
که ظل خارج حقیقی است بصنع خداوندی بوجود ظنی موجود شده و بنابرین ترکیب مصدر آثار خیر

و شمر شده اند از جهت عدم ذاتی کسب شرعی نمایند و از جهت وجود علی کسب خیر و منفی نیست که دو عالم حس شخصی بر مراتب متلی از انوارش نظر میکنند بلا خطه اولی همان انوار می بینند مرآت را چه که مراتب و نشان انوار محقق و مستور گشته است و هرگاه بذات نگاه کند بجای اول همان تعیین مرآت خود را خواهد دید و انوار را چه که نظر او بر ظاهر نیست پس نظر صوفی بر ظاهر بیرون و خسیه بر جهت وجود که در آن مطهر است و مصدر خیر شده است می افتد و چون وجود نظر می کند نگاه او بر جهت عدم که ذاتی اوست و منشأ شر است خواهد افتاد و خود را از خیر و کمال مطلقاً غاری خواهد دید و خیر و کمال عاریت را که از جهت وجود کسب کرده از آن خود نخواهد یافت ناچار خود را از کافر فرنگ دیگر است یا خسیه بدتر خواهد فهمید ازین جا معلوم شد که مقصود قایل این قول آنست که صوفی کمال خیر و کمال را اصلاً بخود منسوب نمی نماید و استعار می داند و همین است معنی فنای تمام و حاصل شهود صحیح و اگر صوفی را نظر بر جهت وجود و انوار استعار خود می افتد و هیت مرآتیت او که عدم است مستور می شود و از وجود علی آنالشمس سر بر نمی زند همین است سر آنالحق گفتن حسین بن منصور رحمه الله اگر چه آنجناب در دید خود مغدور بود و آمار دید خطا کرد از غلبه سکر در جهت وجود و جهت عام تمیز نتوانست نمود و بپایه ارسال کما این راه را این چنین اغلاط واقع می شود :

مکتوب قاضی شهاب الله صاحب پانی پتی بجانب شاه غلام علی شاه صاحب محرم و ما !
 متفرع عقلاست للممكن في نفسه كليس و لكنه من علة كليس پس ممکن را تا نسبت با علة او که فی نفسه اورا کليس و وجود ذاتیت باشد و واجب لوجود بود متحقق نباشد موجود نبود تا موجود نباشد هیچ چیز را بر می حمل نتواند کرد که بر می حمل ایجابی وجود موضوع شرط است و در حالت عدم سلب شی از نفس او صحیح است و زید را زید نتوان گفت پس ممکن را علت او از ذات او اقرب است قال الله تعالى نحن اقرب اليه من حبل الوريد پس ترکلام در آن است که ممکن چنانچه در وجود محتاج است بواجب در بقا هم محتاج بواجب است یا نه - بعضی تشکلمان در میان ممکن و واجب نسبت کوزه و کلال فهمیده گفته اند که در بقا محتاج نیست و درین قول بر خلاف جمهور عقلا استغناء عالم از صنایع لازم می آید و

نص قطعی دال بر عدم وجود احتیاج است حیث قال غر جبل یا ایها الناس أنستم الله فیما بینکم و الله هو الغنی الجمد لهذا قائلان این قول بر بعضی ازین قباحت
تجدد امثال قائل شده تا دوام احتیاج ثابت شود و در واقع بر این اثبات دوام احتیاج
احتیاج این همه تکلفات نیست نسبتی که ممکن را واجب است کوزه و کلال را بآن چه مشابیه
ماده کوزه که عناصر اربعه است مثل کلال - بلکه پیشتر از کلال مخلوق الهی است مثل سلطانه و
صورت کوزه که عرض است و صنع نیز مخلوق حق اند سحانه - مگر آنکه حرکات دست کلال بنا بر
جرمی عادت الهی غریبه نه از معدیات آن صورت آمده باز این حرکات که بنا بر عادت الله
تعالی از مقررات واقع شده نیز مخلوق حق اند بل علل و سبب توهم قدرت و ارادت که در
کلال مخلوق گشته کلال را کاسب این حرکات می گویند خالق آن پس نسبت میان
ممکن و واجب مانند نسبت کوزه و کلال خیال کردن محض غلط فهم و مقصور عقل است و ما للترا
و ذلک الاذباب بلکه میان ممکن و واجب نسبتی است معلوم الانیه مجهول الکفایت که مثل ندارد
پس تشبیه و تمثیل او چه گفته شود کیس کثیده شی الا فی الذات و لا فی صفات و لا فی
النسب و لا فی الاعتیبارات و لا فی شئی من الاشیاء

که باعقا بود هم آشیانه
ز مرغ من بود آن نام هم گم

چه گویم با تو از مرغی نشانه
ز عقا هست نامی پیش مردم

و حق آن است که ممکن در بقا هم محتاج است بعلت موجوده خود که بقا عبارت است از وجود
در زمان ثانی و چون ممکن وجود را در زمان اول مقتضی نیست در زمان ثانی چگونه مقتضی باشد که
اقتضای حقیقت باختلاف از منته مختلف نشود و زمانه بعزیت موهوم - اگر مقدار حرکت فلکی
می بود نیز حقیقت امکانی را مقتضی وجود نمی توانست کرد حال آنکه این ندریب باطل است که فلک در
زمانی است قال الله تعالی ففَضُّهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِیْ یَوْمَئِذٍ وَ کَسَانِیْکَ فَلَکَ رَامَتْکَ مِنْهُ
بلکه کسانیکه فلک را هم نمی دانند آنها هم زمانه خیال کرده اند از صبح تا شام تفاوت می نمایند غرض که
ممکن در زمان ثانی هم وجود را تقاضا نمی کند چه اگر تقاضای وجود کند ممکن ممکن نباشد و چنین

و قلب ما میت لازم آید آنچه میگویند لشیء ما لکریحیبت لکریحیبت و آنکه میگویند امکان محذور
بوجود بین سابق و لاحق مراد اینجا وجوب بالغیرست یعنی واجب است باقتضای علت خود
نه باقتضای نفس خود که آن محال است پس ثابت شد که ممکن در وجود بقا محتاج است بصانع
تعالی نشانه تا وقتی که بر ممکن از واجب افاضه وجود باشد ممکن موجود بود و مصدر آثار باشد
چون فیضان منتقطع شود هیچ اثری از ممکن بر صغیر روزگار نیافتد پس حال ممکن مثل حال زمین
است که بمقابلہ آفتاب روشن شده تا وقتی که بمقابلہ باقی هست و ستاره باقی است و چون بجای
یا بر سر بیان آمد و مقابلہ نماید از نور و روشنی هیچ اثر نماند پس

او چو جان سست و چهاں چو کلبه | کالبد از وسع پذیرد آلبه

پس باین معنی ممکن را ظل واجب میگویند چنانچه آفتاب را که بر سر زمین است ظل آفتاب
میگویند نه باین معنی که ممکن را با واجب مماثلت و مشابهت است چنانچه ظل را با اصل که اینجاست
هیچ مماثلتی و مشابهتی نیست بلکه باین معنی که چنانچه ظل را هیچ تحقیقی و تاصلی نیست و وجود او همان
وجود اصل است همچنان ممکن را وجود و تاصل نیست و وجود او همان اصل است پس باین معنی که هست
ممکن فی نفسه با تحقق ندارد و وجود او بمعنی مصدری که بر سر زمین قرار میگیرد فایض گشتن امری است
انتزاعی چیزیست باقی منتظم نشود و مابالوجودیه و منشاء انتزاع این وجود همان نسبت است
که ممکن را با واجب بهم رسیدن هم امری است بین المنتسبین پس وجود ممکن بمعنی مابالوجودیه
نیست مگر ذات واجب تعالی و تقدس یا صفته از صفات اقدس سوال وجود ممکن بدیهی است
سیکد بصانع اعتقاد ندارد و او هم از ممکن وجود مصدری انتزاع کرده حکم بوجود دیت اومی کند پس
اگر ذات واجب تعالی نشانه منشاء این استتباع باشد باید که منکر صانع انتزاع وجود ممکن و حکم بوجود
ممکن نماید جواب این ملازم است ممنوع است یعنی هر که از منشاء انتزاع خبر ندانسته باشد او
انتزاع نکند و حکم بوجود دیت ممکن نماید باین معنی که اگر شخصی ماه را در آب یا در آئینه می بیند گویند ماه
آسمان نکرده است و از آن خبر ندارد البته حکم میکند بوجود ماه در آب یا در آئینه همچنان هر که ممکن را
می بیند هر چند از قوط غباوت و جهل از وجود و تاصل خبر ندارد و حکم میکند بوجود در ممکن غایت مافی
الباب همان ممکن را وجود متاصل میداند چنانچه طوطی در آئینه خود را دید و آنرا وجود در و هم خود

متاقل فہمیدہ بائے سخن می آید پس ممکن را جز در خزینہ ہم تحقیق و ثبوت نیست و وجود
این کثرت وہی مابہ الوجودیہ و احدیاتی است کہ ازین کثرت وزن و صارت تحقیقی خلق
نیامدہ و گرفتہ بایمان تنزہ او ز سیدہ چنانچہ زید کہ در آئینہ خانہ رود و صورتہائے متعارف
پدیدار شود وہماں زید یک زید است چنانچہ بود و ہو و کلاں کماکان و اخیان العالمہ ما
شمت راعیۃ الوجود رباعی

لَا اَدَمُ فِي الْكُوْنِ وَلَا ابْلِسُ	لَا مَلَكٌ سَلِمَانٌ وَلَا بَلْقِيسُ
فَاَكُلُ عِبَارَةً وَ اَنْتَ الْمَعْنَى	يَا مَنْ هُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْدَاطُ طِبْسُ

و چون نشان این ہم و وجود این کثرت ذات واجب تعالی شانہ یا صفتی از صفات اوست
نہ فرض فاضان و نہ اعتبار مستبران این ہم و ہم متیقن است کہ نفی معتبران منتفی نشود۔
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا اَبَاطًا لَّسُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنی مَا خَلَقْتَهُ بَاطِلًا لَا يَتَرْتَّبُ عَلَيْهِ
الْاَحْكَامُ وَالْاَنَارُ بَلْ خَلَقْتَهُ كَرِيْلًا عَلٰی صَارِعِهِ سَبِيْكَ اِلٰی مَعْرِفَتِهِ فَاِنَّهُ مَنْ عَرَفَتْ نَفْسُهُ
فَقَدْ عَرَفَتْ رَبَّهُ سُبْحَانَكَ عَنْ كُلِّ مَا لِيْلِيْ بِشَانِكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ الْمُرْتَبِّ
عَلٰی عَدَمِ الْعُرْفَانِ وَالْاِيْمَانِ محذور و ما چون نسبت بین ممکن و الواجب چنین متحقق شد
کہ وجود او همان ذات است تعالت و تقدست پس صوفیہ وجودیہ در غلبات سکران
کثرت وہی را عین واجب گفتند و عدم ذاتی او را در نظرنیاوردند و قائل بہماست شدند و گفتند

ہم سایہ ہم نشین و ہمہ ہمہ است	در دل کہ او اطلس شد ہمہ است
-------------------------------	-----------------------------

لیکن مرتبہ تنزیہ را علیحدہ ثابت میکنند و میگویند

در انجمن منبرق و نہاں خانہ جمع	باشہ ہمہ است ہم باشد ہمہ است
--------------------------------	------------------------------

نہاں خانہ جمع عبارت از مرتبہ تنزیہ است و اگر کسی مرتبہ تنزیہ را نفی کردہ وجود را ماند
کلی طبعی منحصر درین کثرت داند ملحد باشد و صوفیہ شہودیہ کہ صحودا فاقبت بہم رسانیدہ اند بشہود
و حدت حقیقی و کثرت وہی حکم کردہ ہمہ ازوست میگویند و چون متبعی نظر کردہ میشود ہمہ نیستند
موجود اوست ظاہر میشود قولہ تعالیٰ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ قَوْلُهُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ اَصْدَقَ
اَلْقَوْلِ قَوْلُ الْبَلَدِ اَلْکَمَلُ شَیْءٌ مَا خَلَا اللّٰهَ بِالْطَّلِ دلیل است برین مدعا چہ کہ ہالک

و باطل معنی آنکه کان هالکا اوسیکون باطل و دلیل است برین مدعا چرکه مالک و باطل
 بمعنی آنکه کان هالکا اوسیکون باطلا گفتن مجاز است و تکلف و معنی حقیقی تبادران است
 که مالک باطل فی الحال بل علی الدوام محذور ما این است که ممکن را واجب گفته خواهند
 نزدیک فیه جودیه و شهودیه است با صفا و جی یعنی با عیان ثابته کمالات و جی و حضرت علم
 با جمال و تفصیل ظهور یافته اند مشهور گشته آنها صفات راعین ذات میگویند لاجرم همه است
 گفتن بر آنها گران نیامده و حضرت مجدد الف ثانی ضی الله تعالی عنه را چون خدایست
 کامله عطا شده ذات مقدس را غنی عن العالمین در یافتند و صفات را در دو مرتبه دیدند
 ذات هم گفتند و بشیون اعتبارات تبخیر نمودند و زائد بر ذات هم گفتند چنانچه نسبت و جماعت
 شکر الله سیم هم بدان قائل شده اند و تبادر از آیات و حدیث همین است و کمالات را با
 هیچ یکی از مراتب ذات و صفات نسبت مذکوره بلا واسطه یافتند و غایت و دیگر ایشان
 ظاهر شد و مستی به ظلال کردند و آن اعدام اصافی اند یعنی نقائص صفات الهیه جلست
 غلظت بها که بنابر مقابله و حضرت علم ثبوت و تقریر یافته ممکنات را با برین مرتبه ظلال نسبت مذکوره
 ظاهر شده و مخالف ممکنات نزد حضرت مجید و این دایره ظلال شهود گشته اند لاجرم الله سبحان
 تعالی و راء الوداء ثم و راء الوداء بر زبان شریف ایشان گشته و از بحال ادب و
 تحاشی از مناسبت در میان ممکن و واجب غیر از نسبت خالقیت و مخلوقیت بر زبان شان
 نرفته و از قول رسول الله صلی الله علیه و سلم ان الله سبعون الف حجاباً من نور و ظلمت
 لو كشفت لآخرت سبعون وجهاً ما انتهى اليه بصره من خلقه استنباط این مدعا
 می توان شد سوال از تقریر سابق ظاهر گشته که ممکن را با واجب منتهی است که آن نسبت
 سبب است و جود ممکن را بمعنی مصدری و بعلاقه بیان نسبت ذات واجب یا صفاتی از صفات
 او تعالی و جود ممکن بمعنی مابه الوجودیه تقریر یافته و بعلاقه بهما نسبت در زبان شرع واجب
 را خالق و ممکن را مخلوق می گویند و در اصطلاح صوفیه واجب را اصل و ممکن را ظل می نامند
 و چون بر مذہب حضرت مجدد الف ثانی در ظلال ممکنات را آن نسبت نه با ذات است و
 نه با صفات بلکه با دایره ظلال است و چون ظلال معانی ذات و صفات باشند و اعدام

داخل مفهومات آنها باشد لاجرم ظلال از ممکنات باشند و لازم آید که ممکن خالق ممکن باشد و این محال است و مخالف نص قطعی **لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ** جواب مراد از اعدام که داخل مفهومات ظلال اند نقائص صفات کمال اند مانند موت و جهل و عجز و غمی و صمم و کرم که در مرتبه علم تقرر یافته باشد و خود یعنی حیات و علم و قدرت و سمع و بصر و کلام بسبب مقابله منسب شده اند یعنی ضادین بیک ملاحظه ملحوظ شده اند و بطلال مسمی گشته اند و شک نیست که صور علییه اعدام موجبی است از دریائے علم و امکان و حدوث را و این گنجایش نیست و معارفت او با صفات العلم معارفت اعتباری است نه حقیقی پس آنچه شما گفتید که چون ظلال معارذات و صفات باشند و اعدام داخل مفهومات آنها باشد لاجرم از ممکنات باشند این مقدمه ممنوع است نمی بینی که صفات معارذات اند از ممکنات نیستند و تعدد و قریب است متعلقه محال است نه تعدد ذات و صفات و مراد از معارفت ذات و صفات آن است که هر یک متعلق جدا آیند و حمل یک بر دیگر بالمواطات صحیح نیست نه آنکه در خارج هر یک مستقل باشد و هر یک از دیگر جدا شوند این تم متغایرین را در اصطلاح اشعری لایعین و لا غیر گویند و چون حال صفات با ذات دریافتی همین تم حال ظلال است با صفات از دریائے علم متحد و مانند نسبت مذکور که مصحح نسبت خالقیت و مخلوقیت است و هر چند ممکن نسبت با صفات حق تعالی باطلال گفته میشود و حقیقت آن نسبت با ذات اوست **وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ** صفات و ظلال حجابی بمنش نیستند و حق تعالی میفرماید **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** مثل نور در مشکوٰۃ فیها مصباح المصابیح فی زجاجة و **الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ** و **يُضِرُّ** اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ **يُنَوِّتُ** آذَانَ اللَّهِ الْآيَةُ شَجَرَةُ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ که سبب روشنی مصلح است کنایه از مرتبه ذات است که شرقی بودن و غربی بودن از ان منتفی است و یکا د زیتها یضی و لو لم تمسسه ناره کنایه از مرتبه شیون و اعتبارات است که در مرتبه ذات مندمج است و مصباح تمسسه ناره کنایه از مرتبه صفات است که زاید بر ذات اند و بیشتر مصدر ظهور آثار گشته و زجاجة کنایه از مرتبه

طلال است مشکوٰۃ کنایه از عالم امکان است. حاصل آنکه نور شجره مبارک ذات بتوسط اضمارت
 ذاتیه شیونات مصباح صفات را اضمارت بخشیده و بتوسط مصباح صفات زجاجه طلال درخشان
 گانها کو کتب درستی ساخته و بتوسط زجاجه طلال ظلمت عالم امکان و ظلمت کفر از مشکوٰۃ قلوب
 و صدور المؤمنین و ظلمت غفلت و شرکت خفی از مشکوٰۃ قلوب العارفین برطرف ساخته نور علی نور
 بمنصه ظهور آمده قوله یَهْدِی اللّٰهُ لِنُورِهِ مَنّ کِشَاء عبارت است از هدایت کردن عارف
 بمراتب معرفت سرایان نور ذات و جمیع مراتب شیون و صفات طلال ممکنات و ایراد هم
 ذات قوله تَعَالٰی اللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ دلیل واضح است بر آنکه ذات است که
 مایه الموجودیه همه اشیا را است لا غیر محذور و ما در تقریر سابق مذکور شده است که ممکن را تا نسبت
 با علت بهم نرسد محل اولی هم از وساطت است و زید زیدتوان گفت پس علت ممکن از ذات ممکن
 بذات ممکن اقرب است و معمار سخن آقَرَّبُ اِلَیْهِ مِنْ جَبَلٍ الْوَرْدِ را انکشافی ظاهر شد
 و قاعده که نزد عقلا مقرر است که از ذات شئی بشئی چیز دیگر بلکه اقرب مساوی نتوانش
 و اصل نظر این قاعده منقوض است بلکه اصل نظر از ذات ظل اقرب است پس باید است که چنانچه اصل نظر از ذات
 اقرب است همچنین اصل لاصل نظر از ذات ظل هم از ذات اصل اولی اقرب است همچنین اصل اصل
 الاصل از همه اقرب است پس این است بحت و اجتنابی شانه ممکن اقرب است از شیونات و شیونات بوی اقرب
 از صفات و صفات اقرب بوی از طلال و طلال اقرب بوی از ذات شئی و آنچه حضرت مجدد در ح
 فرموده اند سبحانه و تعالی و را الرور ثم و را الرور این و را سیت و مراتب قرب مراد داشته اند نه
 مراتب بعد فائده اَبْعَدُ فِی الْوُجُوْدِ وَاَقْرَبُ فِی الْوُجُوْدِ و الله تعالی اعلم محذور و ما چنانچه
 طلال صفات در میان ذات بحت و عالم امکان پیش از حجاب سمجلی معلوم نمیشود و همچنین قدرت
 و ارادت در میان افعال اختیاریه عباد و در میان قدرت کامله و ارادت شامله الهی جلش
 پیش از حجاب سمجلی درک نمی گردد و اینجا سلسله جبر و قدر را باید فهمید پس فرق میان حرکت
 ارادی بطش و حرکت ارتعاش که بدیهی است مبنی است بر وجود قدرت بنده که حق تعالی
 در مئی آفریده و حجاب قدرت کامله خود ساخته است نه بر انتقام آن پس مذہب جبریه باطل
 شده و چون قدرت ناقصه بنده پیش از حجاب سمجلی نیست مذہب قدریه باطل شد و نسبت

خلق بحق تعالی و نسبت کسب بر بنده که متغایر و قوله تعالی خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ است ثابت
گشت و چون ظهور قدرت کامله درین حجاب سنجلی مع الفعل ثابت می کنند و پیش از فعل
نزد ایشان توهم قدرت است نه حقیقت قدرت سوال آنچه از تقریر سابق واضح شده آنست
که در عالم امکان هیچ چیز وجود حقیقی ندارد تمام دائره و هم هست پس مع الفعل قدرت حقیقی پیش
از فعل قدرت و همی چه معنی دارد جواب بنا بر عالم بروهم متیقن است لهذا آنرا قدرت
حقیقی گویند و پیش از فعل موهوم بوهیم غیر متیقن است لهذا آنرا توهم قدرت گویند.

سوال مناط تکلیف باتفاق علماً توهم قدرت است نه حقیقت
قدرت پس اگر در قدرت که مناط تکلیف واقع شده و هم غیر متیقن کائنات الاغوال مقبره باشد
تکلیف مالا یطاق جائز باشد چرا که و هم را تا ممنوعات هم جواز نگاه است و هم در ممکنات بطریق
اولی و توهم قدرت بر حج بیت الحرام و زیارت بیت المعمور که در آسمان بنضم است یکسان
است فَمَا اَلْفَرْقُ بَيْنَهُمَا جواب اولاً آنکه تکلیف مالا یطاق جائز است اما تفصیلاً واقع
نیست کرمیه و لَا فَحْلُنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ بروجاز عدم وقوع آن ولالت دارد و ثانیاً آنکه
مُراد توهم قدرت که مناط تکلیف است آن است که نظریه جبری عاوداً تا قدرت متوهم بود وقوع
فعل و قدرت که اعتبار بعد نظریه ظاهر حال تحمل شد لهذا بر جبری اعاود حج بیت الحرام مقدور
بود فرض شد و زیارت بیت المعمور فرض نشد اما اگر کسی زیارت کردن بیت المعمور تم
خورد و نزد ابو حنیفه رحمه الله علیه نظریه امکان حقیقی باین منعقد شود خلافاً لِالصَّالِحِينَ و
نظریه امتناع عادی فی الفور حائث گردد و کفاره لازم آید و نیز نظریه ظاهر حال ایمان آوردن
ابو جهل واجب گشت و تبرک آن کافر شد مگر نظریه آنکه در علم ازلی ایمان او مقدر نبود اگر
ایمان می آورد انقلاب علم بجهل لازم می آمد پس ایمان آوردنش باین اعتبار محال بود و معلوم

مکتوب نام شایعاً علیه صاحبنا بنحضر قاضی شایسته صاحب نی تی

محققان طریقت چنان گفته اند که انسان مرکب است از دوه لطیفه پنج از عالم خلق است

عناصر اربع و نفس حیوانی که جسمی است لطیف ساری در جسم کثیف که در عضو سراسر است و اردوئی است از عناصر اربعه و از جهت لطافت خود مرآت است پنج لطیفه عالم امر را چنانچه آفتاب بر فلک است و بسبب مقابله و صفای آئینه زجاجی آفتاب در آئینه منعکس میشود و نور حرارت و لون آفتاب در آئینه پدید آرمی گردد. حالانکه آفتاب از امواج خود بسط نه کرده هم چنین از لطائف عالم امر قلب و روح و ضمیر و حتی و انشی که مقرر آنها فوق العرش است به کریمه قل الله و حرم من اضر دیتی و ما اوتیتته من العلم الا قلیلاً و نشان آنهاست درین آئینه نفس منعکس گشته رؤس آنها بر تپوسط نفس در بدن انسانی بویا شده و آنچه در احادیث وارد شده که ملائکه الموت روح انسانی را از بدن نزع می کنند و حله های از بهشت می پوشانند یا موج از دوزخ می پوشانند این همه از اول نفس است که مرکب روح علوی است. پوشانیدن لباس بدوین جسم متصور نیست پس باید دانست که لطائف عشره انسانی مزکی و مصفا نشود لائق تجلیات رحمانی نمی تواند شد پس در طریق دیگر در ابتدا به تزکیه لطائف عالم خلق می پردازند بریاضات و مجاهدات و بذیشیج کامل مکمل تصفیه لطائف بهم میرسد و لطائف عالم امر بنور مکرر و ظلمانی است پس تصفیه آنها در خواب و معالجه بیرون خود و آفاق صوفی می بیند که کوب می بیند یا قمر ناقص یا تمام و شمس و مانند آن. و آنرا سیر افاقی می گویند. بعد از آن سیر انفس می کنند و به تزکیه عالم امری پردازند و در طریق نقشبندی که اقرب طرق است اول به تزکیه عالم امری پردازند و انوار نشان در قلب روح و سر خود در خود می بینند و آنرا سیر انفسی میگویند و سفر در وطن نیز گویند که می سنن ربهم ایلینانی الا فاق و فی انفسهم نزد صوفیه گنایه ازین دو سیر است قدام نقشبندی به تزکیه لطائف امر به تصفیه نفس و عناصر می پردازند مجدو به با هم خلط نمودند تحقیقات گفته اند که در خارج ذات حق تعالی موجود است و سوائے او تعالی هیچ کس در هیچ چیز موجود نیست و بقول حضرت مجرب در صفات ثمانیه حقیقیه نیز موجود در خارج اند و دیگر صفات موجود اند بمعنی آنکه مشارع انزاع شان در خارج موجود است و صوفیه وجودیه صفات زائد بر ذات نمی گویند و در خارج سوائے ذات هیچ چیز را اثبات وجود نمی کنند و گفته اند که حق تعالی چون ذات و صفات خود را اجالا دانسته مرتبه اجمال علمی را در دست می گویند و چون تفصیل دانسته مرتبه

تفصیل علمی و احدیت می گویند و عکوس مرتبه تفصیل را که هم در مرتبه علم متحقق اند تعیین روحی و تعیین مثالی و تعیین جسدی گویند و این را اشعرات خمس و حضرات خمس چون عکوس فطال را عین فی ظل گویند که آن صفات اند و صفات را زائد بر ذات ندانند عین ذات دانست را بهر قائل همه اوست میشوند و چون در خارج سوسه ذات موجود اند می گویند که اکتیان مائیت که تحت الوجودی با حضرت مجتهد و امثال ایشان که بصیرت قویه دارند می گویند که صفات عین ذات نیستند بلکه زائد بر ذات است و آن سه ذات محتاج صفات نیست. اگر فرضاً صفات نمی بودند از ذات هم کار صفات سرانجام می شد پس ذات بی حیث انه کار علم میکند آنرا نشان اعلم میگوید و که نشان الطیوة و القدره و السمع و البصر و الارادة و الکلام و التکوین صفات گویند یا فرع شیون ذات اند و عکوس آنها غرض که اعتبارات سمع و بصر و غیره که در ذات اند آنرا شیون ذات میگویند و صفات زائد و عکوس و فرع نشان و حکما و صوفیه وجودیه بها شیونات و اعتبارات را که عین ذات اند صفات میگویند و صفات زائد ذات ثابت نمی کنند و اعتبارات و شیونات با هم میزدند و متمایز نیستند و حضرت مجتهد و باده وجود غیر صفات از ذات ممکنات را که مصدر مشروط است اند عکوس صفات نمی گویند و تخاشی میکنند از آن که ناسخ نیستی را حاکمی صفات مقدسات گویند مگر جامع معصومین یعنی انبیاء و ملائکه را مرایای صفات علیات میدانند و لهذا عصمت ذات آنهاست و دیگران باین دولت مشرف نیستند بلکه آنها عکوس فطال صفات اند که عبارت از اضمحلال و صفات که در مرتبه علم موجود اند بحجت تقابل ضدیت بانوار صفات منور شده اند از آن فطال مریات و مبادی تعیینات ممکنات اند و در خارج حقیقی نزد حضرت مجتهد سوسه ذات و صفات ثانیه هیچ چیز موجود نیست لیکن در خارج که ظل خارج حقیقی است حق تعالی عکوس فطال را بوجود ظلی موجود ساخته و منتشر احکام و آثار بقدرت کامله خود گردانیده درین صورت همه اوست گفتن محض خطاست همه از دست باید گفت و چون عالم عکوس فطال اند و فطال عکوس صفات اند و صفات عکوس شیونات و شیونات مندرج در ذات و ذات حق تعالی از ذات ممکن ممکن قریب تر است و هم از صفات که حضرت مجتهد و فرموده اند که هر چند احد المتغایرین از متغایر ثانی اقرب نمی تواند شد و محتمل قریب بین المتغایر تصور نمی تواند کرد و لیکن نظر کنش

تعیین روحی مثالی جسدی
در اشعرات خمس
حضرات خمس

شیونات و عکوس

زانی در آن و باقی بقای آن بنیدوم چنین بنید خود را که سیر میکند در اصول آن تا انتها در دایره ظلال
بقدر حوصله خود و ما کتب گفته و گفته آن دایره فی نفسها - بلکه هیچ دایره نهایت ندارد
در جنبش غایتی دارد نه سعدی سخن پایا | بمیر و توشه مستقی و دریا پهن بانی
قمانے قلب روح و سرخشی و اخفی در ظلال اسما و صفات الهی در پهن جادست می و در
مگر اخفی را بالاتر همه رسائی است پس تری دایره ظلال که مبادی تعینات ممکنات است
غیر انبیا و ملائکه سیر در اصول آن که اسما و صفات اند و واقع میشود که مبادی تعینات
انبیا است علیهم السلام و وصول بدان بالا صالیه مختص بانبیا است علیهم السلام و دیگران
را حاصل نمی شود مگر بوارث و طفیل تبعیت این اسما و صفات که مبادی تعینات انبیا است
بجس ظهور و بحسب بطون و معنی ظهور و بطون آن است که اسما و صفات را دو اعتبار است
یکی قیام بذات و آن روحی است و آنرا بطون میگویند پس دوم اعتبار مصدریه آثار و
حیثیت تربیت ممکنات و آن روحی است و آنرا ظهور میگویند پس اسما و صفات باعتبار
ظهور مبادی تعینات انبیا اند و وصول بدان مقام ولایت کبری و ولایت انبیا نام دارد و فنا
نفس درین موطن میسر میشود چنانچه وصول بمرتبه ظلال ولایت صغری و ولایت اولیا نام دارد
و اسما و صفات باعتبار بطون مبادی تعینات ملائکه اند و وصول بدان ولایت علیا و ولایت
ملاطی نام دارد بعد طی این هر دو مقام وصول بذات بحت است و وصول بدان مقام
بالا صالیه تعلق دارد منصب نبوت انبیا که ام سبب وصول آن مقام افضل اند از ملائکه و گفته
ولایت ملائکه فوق ولایت انبیا است و اکمل ترین از امتیان هم سبب کمال متابعت انبیا
بدان درجه و اصل میشوند ثلثه مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَ قَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ کنایه ازین مقام است انبیا
کمالات ولایت اصحاب الیمین اند ثلثه مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ و ارباب
کمالات نبوت مقررین اند ثلثه مِّنَ الْأَوَّلِينَ یعنی من الانبیا و قلیل مِّنَ الْآخِرِينَ
یعنی مِّنَ أُمَّةٍ مَّهْمًا مَّقْطَعُ الصَّلَاةِ وَ هُمْ الْقَتْلَاءُ وَ کَثِيرٌ مِّنَ النَّابِعِينَ وَ جَمَاعَةٌ مِّنَ اتِّبَاعِ
النَّابِعِينَ وَ جَمَاعَةٌ فِي الْغُرِّ الذُّهُورِ بَعْدَ تَحَدُّدِ الدِّينِ بَعْدَ أَلْفِ سَنَةٍ مِّنَ الْهَجْرَةِ در کمالات نبوت
تجلی ذاتی دائمی است بپرده اسما و صفات و کمالات رسالت و کمالات اولوالعزم

ولایت کبری و غوثی علیا - ظهور و بطون

موجہ است از دریائے کمالات نبوت این ہر سہ دو اور با ہم مثل برہ و استراست و مثل مرکز
و محیط نوعی با ہم تفاوت در مرتبہ دارند کہ براوی الالبصار ظاہر میشود بعد کمالات ثلثہ انچہ از
مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد و رح حضرت ایشان عروۃ الوثقیٰ و از رسالہ شواہد التجدیہ
حضرت دلیل اللہ الصمد عبدالاحد علیہ السلام ہر معنی و ہم و مقام سلوک از جناب حضرت ایشان
شہید استفادہ نمودہ شد و راہ پیش نمی آید و تقدیم و تاخیر تسلیم آن ہر دور و راہ
مناسب مصلحت اختیار میفرمایند کی راہ حقیقت کعبہ ربانی کہ آنرا سرافقات عظمت کہ با
و بنو صرف بچون تعبیر می فرمایند بالاتر از ان حقیقت قرآن است کہ آنرا مبادی و معنی بچونی
تعبیر فرمودہ اند و بالاتر از ان مقام معبودیت صرف گفتہ اند و گفتہ اند کہ آنجا سیر را گنجین
نیست آنجا فقط سیر نظری است اگر میر شود ع بلا بودے اگر اینہم نبودے و وسیع قدمگان
تا حقیقت صلوٰۃ است کہ منتہائے مقام عابدیت است میفرمایند و قف یا محمد فان
اللہ یصلی اشارہ بدان است کہ فوق حقیقت صلوٰۃ جلال کاد نیست آن صلوٰۃ است کہ

(حاشیہ اول) لفظ صلوٰۃ چند معنوں میں آتا ہے یعنی نماز و حجت وغیرہ۔ اگر فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ صلوٰۃ
سے مراد یہی خارج ہو لوگ ادا کرنے میں لے رہے۔ اور نماز عبارت ہے جو حمد و ثناء سے تو یہ معنی ہوتے۔ کہ جب رسول علیہ السلام شب معراج
میں تشریف فرما ہوئے اور پروردہ عظمت و جلال کبریا کی تک پہنچے تو آپ حمد و ثناء میں طرب لسان ہوئے۔ چونکہ یہ مقام
تسبیح و تحمید کا وقت یا محض ان ربک یغنی ذی و الشجہ و قرت۔ یعنی اسے محمد شہر جا یہ مقام تیرے حمد و ثناء کہنے کا بہترین
پس تحقیق اللہ اس مقام پر خود مدد ہے اور خود ہی محمود۔ پہلے میں پ ہی اپنی حمد و ثناء کہتا ہوں پس سبحان الذی اشرقی
بعبقہ کیا تم من المسبح الحمد للہ الذی لا یسجد الا قصدا الذی لا یزکوا و لا یزکون من انیائہ اذ ہو الشیخ البیہر فرمایا یعنی پاکیزہ
اس ذات کو کہ لے گیا ہے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے طرف سبحا قصدا کہ جو برکت دی تھی چنے گردا کے
ساکہ کہ ہلا وین ہم اسکو اپنی نشانوں سے تحقیق وہ ہے شننے والا و لا دیکھنے والا اور سوچ کر اور ہمارے قریب ہو جا۔ پس رسول
علیہ السلام یہ شہر ہی خوف زدہ ہو کر کمال انکساری سے فوراً ہی حمد میں گرے اور اس دعا کے ذریعہ سے معافی کے خواستگار
ہوئے۔ اللہم انی ذی عیون من عیونک انک لا تخطیک و انک لا تخطیک و انک لا تخطیک و انک لا تخطیک و انک لا تخطیک
یعنی اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عیون کی تیرے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کی تیرے غصہ سے اور میں
بناؤ انگلیوں تیری ہی تجھ سے میں پوری نہیں کہ سکتا تیری تعریف تو ایسا ہی جو جب تو خود ہی اپنی تعریف کرتا ہو لے سکے بعد
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شرف و قرب کا آفتاب توسیع او ادنیٰ سے مشرف فرمایا اور فاضل الی عیدہ ما
آؤی سے عزت بخشی میں آنحضرت علیہ السلام نے شکر میں انجیات عن من کی اور وہاں سے ہیکلامی کا اعزاز بخشا گیا اور سلام و کرامت
و برکت کا انعام سراسر اسے عطا ہوا۔ آپ نے قبول کیا اور زمین کو بھی اپنے شامل فرمایا اور شہادت ادا کر کے بارگاہ الہی یاغز ادا کر دے مخلص
شادان و فرماں مراحت فرمائی اسکی ثابت ہوئے کہ شب سفر میں یہ نماز زمین ہوئی جو اور جمیع عبادات کی اصل یہی نماز
ہے اور نماز میں فصل یہ جو را اگر صلوٰۃ بچنے حجت مراد ہے تو یہ معنی ہوتے کہ فیضیاء محمد فانی اللہ تعالیٰ علیہ السلام یعنی شہر جا کے
محمد پس تحقیق اللہ بچہ و رحمت بچہ ہوتا ہے۔ این ہر مرتبہ تہا مبارکباد و مرحامہ جاتا مبارکباد

از مراتب جو بے مرتبہ تہذیبہ صرف صادر میشود۔ راہ دوم بجا کمال است ثلثہ دائرہ محبت است کہ خلقت محیط آن دائرہ است و مبداء تعین ابراہیم است علیہ السلام آنرا ولایت بزرگی گویند۔ مرکز آن محبت است چون بدان مرکز رسیدہ میشود۔ آن مرکز دائرہ ظاہر میشود کہ محیط آن صرف محبت است کہ مبداء تعین موسیٰ کلیم اللہ است علیہ السلام آنرا ولایت موسوی گویند و مرکز آن محبوبیت است چون بدان مرکز رسیدہ میشود آن مرکز ہم دائرہ ظاہر میشود کہ محیط آن محبوبیت متعز بہ است کہ آنرا حقیقت محمدی و ولایت محمدی گویند۔ و آن مربی و مبداء تعین حبیبی سرور انبیا است صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار نام پاک او محمد و مرکز آن محبوبیت صرف است کہ آنرا حقیقت و ولایت احمدی گویند و مبداء تعین روحی آن سرور است باعتبار نام پاک او احمصلی اللہ علیہ وسلم و ہمین دائرہ محبت را چون با جمال بے ملاحظہ غفلت و محبت و محبوبیت صوفی منوجہ میشود۔ سیر در تعین جہی کردہ باشد۔ و سیر در تعین وجودی ہم در ایشان واقع میشود۔ بالا تر ازین مقامات مبادی تھائق تعینات انبیا مقام لا تعین است کہ آنجا سیر قدمی را گنجایش نیست۔ اگر میسر شود سیر نظری میسر شود۔ و آن از خصائص سرور غمہبران است صلی اللہ علیہ وسلم فی مِعر اللہ وَ قَدْ لَا یَسْتَعْنِ فِیْہِ مَلَأَتْ مُقْتَابٌ وَ کَا بَتِی قُرْآنِ مَسَلْ اشارت بہین مقام گفتہ اند۔ و بعضے صاحب دولتان اولش خواران سرور را بطیفیل او علیہ السلام ازین خوان نعمت اولش عطا شدہ

اگر بادشہ بر در سپہر زن | بیاید تو لے خواجہ سہلت مکن

عظمت سرور بہیا ازین جا ظاہر میشود کہ اولش خواران او باین دولت مشرف میشوند با حقیقت صوم در پہلوئے حقیقت قرآن و دائرہ سیف قاطع در پہلوئے ولایت کبریٰ فرمودہ اند۔ ظاہر سیف قاطع موجی است از اسما و صفات از قبیل ولایت کبریٰ چون نفس را فنا رانم آنجا دست میزد ہذا نام او سیف قاطع شد و اللہ اعلم۔ و اینجا دو شبہ بنما طرعی خلد کہ حل آن از مکاتیب حضرات بہت نیامدہ شبہ اول آنکہ حضرت مجدد را در ابتدائے حقیقت محمدی صفۃ العلم ظاہر شد۔ و چنانچہ در مکتوبات طریقہ و غیر آن بیان فرمودہ اند پس تر نشان العلم ظاہر شد۔ پس تر حقیقت جامعہ ظاہر شد و چون تطبیق درین مکتوبات چنان فرمودہ اند کہ گاہ باشد کہ ظل شے بصورت اصل ظاہر میشود و پس تر

ولایت انبیا و محمدی ولایت موسوی و ولایت محمدی ولایت محمدی

حقیقت صوم

چون باصل میرسند آنگاه واضح میشود که آنچه پیش ازین ظاهر شده بود ظل بود. اصل نیست و لهذا
 صفت العلم را در ابتدا حقیقت محمدی گفته بودم. چون نشان العلم که مربی صفة العلم است رسیدم
 دریافت شد که حقیقت محمدی این است پس تر چون نشان جامع رسیدم که نشان العلم جزوی است
 از اجزای او دریافت شد که حقیقت الحقائق و تعین اول حقیقت محمدی همین است و در آخر مکشوفات
 ظاهر شد که تعین اول تعین وجودی است و پس تر از ان ظاهر شده که تعین اول تعین جبری است و
 شاید این حال فرموده اند حدیث قدسی کُنْتُ كُنْتُ أَفْخَفِيًّا فَأَخْبَتُ أَنْ أُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ
 ازین حدیث مستفاد میشود که اول حب سبز زده که باعث ظهور جمیع اشیا گشته. و ولایت الهی
 و موسوی و محمدی و احمدی و در اثره حب تفصیل صدر بیان فرموده اند پس ازینجا لازم می آید که
 نشان العلم جامع ظل تعین جبری باشد که سابق بصورت اصل خود را و انموده بود. و این روانباش
 که صفت العلم از صفات حقیقیه است و نشان العلم علین ذات است بتغایر اعتباری و صفت
 احب از صفات اضافیه محال است که اصل نشان العلم یا صفة العلم باشد و شبه دوم آن است که
 کمالات نبوت عبارت است از تجلی ذات بخت بے پرده اسما و صفات بعد قطع مراحل سیر و قولا
 کبریٰ علیا که سیر و صفات است و اصول آن اصول آن و در شیون اعتبارات من
 حیث الظهور و الباطن پس بعد قطع مراحل صفات و تسعادات تجلی ذات بخت بے پرده اسما و
 صفات ترقی از ان مقام چه معنی دارد پس فرار العلو آن قرب حقیقت کعبه عبارت از سر اوقات
 عظمت و کبریا است و این اصناف بیانیه است یعنی عظمت و کبریا که سر اوقات ذات اند
 سوال عظمت و کبریا از صفات اند که مصدر اسم تنظیم و اسم البکیر اند اطلاق سر اوقات بران از
 راهست جواب در حدیث قدسی آمده اَلْکِبْرُ یَا رِدَائِیْ وَ الْغَطَّةُ اِذَا رِیْ فَمَنْ نَا زَعْنِیْ فِی
 اَحْطَه فِی نَادِیْ اِذَا رَوْدَا رِجَا نِیْ سَا تَرِدُنَ اِنْسَانَ اَنْ یُجِیْبَ عِظَمْتَ وَ کِبْرَیَا اَلْهٰی یَا نَبِیَّ
 اِذَا رَوْدُورِکَ اَبْصَارَ حَیْثُ قَالَ کَا نْتُ رِکَهُ اَلَا نَصَا رُ لِهٰذَا اِطْلَاقِ سِرِّ اَوَاقَاتِ صَیْحِ کَشْتِهٖ اَدَمَ بَر
 اصل سخن که حقیقت کعبه صفت و عظمت و کبریا است و حقیقت قرآن و صلوة و سب و بیچون است که
 مصدر اسم الواسع است و آن نیز صفت است و حقیقت صوم عبارت از صفات سلیمه است
 که صَمَدٌ لَا یَا کُلُّ وَلَا یَشْرَبُ وَلَا یَلْدُ وَلَا یُولَدُ وَلَا یُکُنْ لَکَ کُفُوًا اَحَدٌ وَ مَحَبَّتٌ وَ مَحْبُوبِیَّتٌ

هم از صفات اند بلکه از صفات اضافیه تفوق آن از مرتبه کمالات نبوت که تجلی ذات بحت است
 چه معنی دارد و مگر صوفی و ریخالت رجوع به قهری میکند و این شبهه نانی جناب ایشان عرض کرده بودیم
 ارشاد فرمودند که فی الواقع حقیقت محمدی و حقیقت احمدی از دایره صفات از ولایت کبرئیتی لیکن
 شاید که حصول بعضی تفصیل موقوف بود بر تحصیل کمالات نبوت - لهذا حصول این ولایت بعد حصول
 کمالات باشد لیکن در این هر دو شبهه آنچه بنابر فقیر گذشت - و آن را بخدمت حضرت ایشان
 شبیه هم عرض کرده بودیم و جناب حضرت صاحب ایشان از ایشان تسلیم فرمودند و گفتند که شاید
 همچو باشد - و آن آنست که ذات حق سبحانه تعالی در خارج موجود است و صفات ثنائیه اولی
 نیز در خارج موجود اند و دیگر صفات ثبوتیه و سلبیّه اضافیه هم در خارج موجود اند بدین طور که نشانتر لایع
 آنها در خارج موجود است چنانچه گفته شود که در موطنی که زید موجود است در آن موطن ابوت زید
 عمر و ابراهیم موجود است - بدین معنی که نشانتر لایع آن در آن موطن موجود است و همی و عطفی محض
 نیست اگر فرض کرده شود که تعقل عاقل در جهان نباشد زید را با عمر نسبتی است که اگر عاقل موجود
 حکم کنند با ابوت زید عمر و ابراهیم حاصل آنکه ذات و صفات حق سبحانه تعالی در خارج موجود اند - و سوائے
 شان هیچ چیز در آن موطن موجود نیست پس از علم حق سبحانه بذات او و صفات او اجمالاً و تفصیلاً
 متعلق شده پس در مرتبه علم هم ذات حق تعالی موجود است و هم صفات حقیقیه و صفات دیگر ثبوتیه
 و سلبیّه اضافیه و نقائص صفات هم در مرتبه علم موجود اند و از آن دایره ظلال ناشی گشته و از
 دایره ظلال انزاد امکان در مرتبه علم پدید آمده و در خارج ظلتی بوجود ظلتی نمود اگر گشته و ازین کثرت
 در وحدت حقیقی که در خارج است ظلال نیافته ازین تقریر ظاهر گشته که ممکنات سوائے مرتبه علم
 و وجود ظلتی و همی در خارج حقیقی گنجایش نیست و ذات و صفات الهی را و موطن است یک موطن
 خارج حقیقی و دوم مرتبه علم و همی دیگر باید دانست که سیر و سلوک صوفی مکانی نیست که از حقیض
 باوج می رود و نه انقلاب ماهیت است که ممکن واجب شود که این محال است بلکه عبارتست
 از آن که بجز بانیار و اولیاء محبتی هم میرسد که بدان محبت بنده را باطلال شمار و صفات و ذات
 واجب معیت بیچون حاصل میشود و ترقی در آن معیت در عالم مثال بصورت سیر مکانی متشکل میشود
 و محال آن معیت بصورت وصول و انحلال اوفادیده میشود بیچون بصورت بیچون فکر کشنی دید

میشود چنانچه یوسف علیه السلام بقدرات و منابله اسبیل نقطه تعبیر فرموده بود و رسول اکرم صلی الله علیه
 و سلم همی درین راه بصورت زن سیه فام دیده و غرضیکه چون در عالم مثال بصورت چون دیده میشود
 اکنون باید دانست که دائره ظلال که آنرا ولایت صغری میگویند آنرا وجود نیست مگر در مرتبه علم
 واجبی اول صوفی بدان وصل میشود که اصل است و دائره صفات که آنرا ولایت کبری و علیا
 و سیف قاطع خوانند آن عبارت است از صفات واجبی که در مرتبه علم او تعالی موجود اند نه آن صفات
 که در خارج موجود اند و کمالات نبوت و رسالت و اولی العزم عبارت است از تجلیات ذاتی
 پرده صفات لیکن آن ذات که در مرتبه علم موجود است نه در خارج اول صوفی را معیت ظلال
 بهم میرسد پس تر با صفاتی که در مرتبه علم موجود اند پس تر با ذات بخت که بهم در مرتبه علم موجود است
 و آن منصب انبیا است چون از آنجا صوفی بطفیل پیغمبر علیه السلام ترقی کند او را معیت بهم رسد
 با صفات اضافیه او تعالی که در خارج موجود اند از آنجمله است یقین وجودی و یقین حسی و خلقت و
 مجربیت که صفات انبیا را ند و از آنجمله است سر اوقات عظمت و کبریا و وسعت بچوئل که حقیقت
 کعبه و قرآن و صلوة و صفات سلبیه که حقیقت صیام اند لیکن با معبودیت صرفه که آنهم از دائره
 صفات است کمال معیت بهم توان رسید للمناقاة بین العابدیه و المعبودیه اما بجهت
 مقابله عابدیت و معبودیت معیت بهم میرسد که آنرا سیر نظری توان گفت و بالا تر از مقام صفات
 اضافیه و سلبیه که در خارج موجود اند مرتبه صفات تحقیقه است که آن تشبیه بذات او تعالی تشبیه
 لا عین لا غیر است و بالا تر از آن مرتبه ذات است که در خارج موجود است و این مرتبه ذات صفات
 که در خارج موجود است آنرا مرتبه لا نعین گویند تا اینجا پیکس را جولانگاه نیست که معیت
 فرع محبت است و محبت فرع معرفت و واجب بزر است از آن که علم مخلوق بوسه تعلیق گیرد -
 بُسَّحَانَ مَنْ لَا يَعْلَمُ مَا هُوَ اللَّهُ مگر سرور پیغمبر ان صلی الله علیه و سلم و بعضی اولش خواران او را
 سیر نظری و آن مقام است استنوی ای محمد بالافق الاعلی یعنی اعلی شواهد الاصلان
 ثُمَّ دَفَى الْجَبَارُذَ الْفَرَّةَ فَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى الْكَامِ که هنگام سیر نظری صفات
 حقیقیه قاب قوسین هنگام سیر نظری ذات مقام او ادنی است چنانکه در مقام نظری ذات منظور قوس
 و جوبی است لا غیر و در مقام نظریه صفات بوسه از مکان باقی است لا محتاج الصفات

تعلیم وجودی و یقین حسی

إِلَى الذَّاتِ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ باین تقریر پر دوش تبیح میشود که بر جمع صوفی به تقرری لازم نمی آید
و فرعیات شان العلم و شان الجامع از تعین حی نیز درست می آید که آن شان علم و شان جامع
در مرتبه علم متحقق است و تحقق آن در مرتبه علم فرع حبست که در خارج موجود است کُنْتُ كُنْتُ
مُخْفِيًا فَأَجَبْتُ أَنْ أُعَرِّفَ بَرَانِ شایسته است و الله اعلم صلی قلب در دائره ظلال است و اصل آن
ظن که مری قلب است در مقام صفات است و مری آدم است چون فنار قلب اصل او صوفی
را حاصل شود آن صوفی صاحب لایت آدم علیه السلام باشد و چون روح هم در اصل خود فانی
شود و اصل روح شفیق ابراهیم و نوح علیه السلام است آن زمان صوفی را صاحب دو ولایت
گویند ولایت آدمی و ولایت نوحی و ابراهیمی و چون سرهم در اصل خود فانی شود که شفیق موسی
علیه السلام صاحب لایت موسوی هم باشد و چون خنی هم در اصل خود فانی شود که شفیق عیسی
علیه السلام صاحب لایت چهارگانه شود و ولایت عیسوی هم او را باشد و چون اخنی هم در اصل خود
فانی شود آن صوفی صاحب لایت پنجگانه باشد اخنی زیرقام آن حضرت است و اصل اخنی شفیق
اوست علیه الصلوة والسلام

مکتوب بنام قاصنی شیخ محمد منجانب قاصنی صاحب رحمه الله

نوشته بودند که بعضی کلمات صوفیه اهل شرع تکفیر صوفیه میکنند چنانچه مولانا روم میفرماید

چونکه پیرنگی اسیر رنگ شد	موسی با موسی در جنگ شد
چون به پیرنگی رسی کان داشتی	موسی و فرعون دارند آشتی

و چنین مولوی عبد الرحمن جامی میفرماید

همسایه و همشین و همزه همه اوست	در دل تو گدا و اطلس شه همه اوست
--------------------------------	---------------------------------

و چنین جاچه اعتقاد باید کرد مهربان من مردم که کفینه می کنند و بر مراد قائل اطلاع نیافته
لب بطن می کشند بیجای می کنند اول مراد قائل را باید فهمید بعد از آن حکم باید کرد این چنین
مقالات مبنی بر وحدت وجود اند که همه اوست می گویند و هم ازوست

در انجمن برق و نهال خانه جمیع	بالله همه اوست ثم بالله همه اوست
-------------------------------	----------------------------------

باین معنی نمیگویند که زید خداست و عمرو هم خداست نعوذ بالله من هذا و نه باین معنی که حق تعالی

بمنزل کلی طبعی است و اشخاص ممکنات افراد سے اند۔ این ہر دو قول کفر صریح است و انکار وجود حق تعالیٰ تَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا بعض جہال کلام بزرگان را برین معنی باطلانہ خود حمل کر دہ بالحاد میروند و بعضے زبان طعن بزرگان می کشایند و در حقیقت صوفیہ وجودیہ حتمی را بوجہ حقیقی موجود میدانند رسول خدا کے را موجود یعنی دانند و عالم را بر مرتبہ و ہم می دانند لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا تَوْجُدُ إِلَّا اللَّهُ میگویند و برین جا چند اعتراض وارد میشوند یکے آنکہ این مذہب سلفطانیہ است کہ حقائق موجودہ محسوسہ را مہمومہ گفته شود و فرق در مذہب سلفطانیہ و درین مذہب چیست۔ دوم آنکہ استدلال بر وجوب واجب از وجود ممکنات کر دہ میشود۔ لہذا و کتب عقائد اول مسئلہ حقائق الْأَشْيَاءِ ثَابِتَةٌ می نویسند پس اگر عالم ممکنات موجود نباشد پس استدلال بر صانع فوت میشود سویم آنکہ آری کہ میرتبنا مَا خَلَقْتَ هَذَا أَبَاطِلًا منافی این قول است چرا کہ مہموم ہل و نا چیز است چہاں آنکہ بالضرر اگر عالم مہموم باشد و حتمی موجود پس ہمہ اوست گفتن چگونہ راست آید کہ اتحاد موجود با مہموم محال است و معنی این ابیات و امثال آن چہ باشد جوابات برین اعتراضات آن است کہ سلفطانیہ عالم مہموم بستمی میگویند کہ منشا تحقق آن اصلاً نیست لہذا استدلال بر صانع فوت میشود و صوفیہ وحدت حقیقی یعنی وجود واجب را منشا توہم کثرت کہ عبارت است از عالم امکان میدانند چنانچہ شعلہ جو را منشا توہم دائرہ میگردد و چنانچہ زید اگر در آئینہ نما رود و عکوس او در آئینہ ہائے زنگار رنگ با شکل الوان مختلفہ ظاہر شود پس شک نیست کہ شعلہ وزید در خارج موجود اند و دائرہ و عکوس آئینہ اصلاً متحقق و ثبوتی ندارند و معہذا آن دائرہ و عکوس دلیل اند بر وجود زید بِنَبْنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا أَبَاطِلًا و اق است چرا کہ عالم را در مرتبہ و ہم برائے استدلال بر وجود خود پیدا ساختہ و معہذا صوفیہ با استدلال کار ندارند حاصل استدلال حصول علم حصولی است نہ حضوری کہ بر وجود خود کہ آنرا علم حضوری متعلق است محتاج استدلال نیست مولوی روم رحمۃ اللہ علیہ فرماید یہ

آفتاب آمد دلیل آفتاب	گردیلے بایدت زور و متاب
پائے استدلالیان چوین بو	پائے چوین سخت بے تمکین بود

ازین جواب ہمہ اعتراضات منحل گشتہ۔ مگر اعتراض چہارم و جوابش آنکہ ہمہ اوست گفتن خالی

از تجوز نیست چرا کہ چون محقق و آرد شعلہ و عکس زید کہ در آئینہ خانہ ظاہر شد تا اصلانیت بلکہ ہاں شعلہ وزید است پس اگر آنرا بالجا زمین زید گفتمہ شود و عین شعلہ گفتمہ شود ہم گنجایش دارد و اگر غیر گفتمہ شود ہم گنجایش دارد کہ آن موجود است و این موہوم لیکن در غیر گفتن اثبات وجود متقل متبادر میشود لہذا از ان تماشای مینمایند و بعینیت قائل شدہ اند و اگر نہ مراد از انہا عینیت نیست کہ مستلزم کفر باشد نعوذ باللہ فمنہا پس معنی بیت مولوی جامی حمت اندر علیہ معلوم شد چگونہ مراد مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ آن باشد کہ معترض نمیدہ است حالاکہ خود مولوی میگوید ۵

لے عرض ذات او نے جوہر | ہر چہ بندی خیال ازان برتر

و معنی بیت مولوی رومی قدس سرہ آن است کہ وجود حقیقی کہ عین ذات حق است یا صفت او چون بریرنگی خود اسیر رنگ شد یعنی در مرتبہ و ہم بکثرت تعلقی گرفت موسی باموسی و جنگ شد یعنی از یک نوع افراد متعددہ و متکثرہ برآمد موسی و عیسی و محمد صلی اللہ علیہم از یک جنس اند و ہر یک منشا رہایت و با این احکام و احوال مختلفہ دارندہ مراد در جنگ شدن بہین تکثر و اختلاف است

چون بریرنگی رسی کان داشتی | موسی و فرعون دارند آشتی

یعنی چون صوفی در وقت مراقبہ مستغرق مشاغل و وجود حقیقی میشود و در آن وقت موسی و فرعون ہر دو از نظر او ساقط میشوند و تعدد و تکثر مطرح نظر او نمی باشد ازان وقت خبر میدہد کہ موسی و فرعون دارند آشتی و از ہمچنین حالت مولوی روم قدس سرہ خبر میدہد ۵

علم حق در علم صوفی گم شود | این سخن کے باور مردم مشہود

یعنی وقتیکہ صوفی متوجہ ذات حجت میشود در آن صفات الہی ہم تد نظر نمی باشد پس صادق آمد کہ علم حق کہ صفت از صفات حقیقیہ حق است و انفکاک او از ذات محال است در آن وقت در علم صوفی آن ہم مطرح نمی باشد پس در علم صوفی گم شد نہ در نفس الامر سوال ازین تقریر امکان صحت دعوی صوفیہ ظاہر شد لیکن دلیل برین دعوی چیست جواب این جماعت برین دعوی ہر چند استدالات مذکورہ کردہ اند و در آن کتب رسائل نوشتہ اند لیکن در واقع دلیل انہا کشف است لا غیر صوفیہ میگوید کہ این جماعت کہ ہمہ اوست میگویند در غلط افتادہ اند و منشا غلط ایشان دو چیز است یکی سکر عشق و مقتضای عشق آن است کہ غیر محبوب

از نظر محب مستور گردد و ہر سو کہ می بیند صورت معشوق کہ در خیال او مستقر است مشہود میگردد
و عشق مجازی ہم این صورت ظاہر میشود و دوم آنکہ وجود ممکن در مقابلہ وجود واجب منہلہ لاش
است و لهذا اعتقاد وجود اکتلی شکک میگویند عظام میگویند لایمکن فی نفسہ لکین قلہ
مَنْ عَلَيَّهِ آيَتِي وَرَسُولِ كَرِيمٍ مَبْدَأُ قَوْلِي قَوْلُ الْكَذَّابِ مَصْرَعُ الْكَافِرِ شَيْءٌ
مَا خَلَا اللَّهُ بَاطِلٌ لِيْنِ عَدَمِ ذَاتِي اوست و وجود او مستمرا از حق جل علاہ پس قنیکہ بحکم
قوله تعالى اَنْ تُوَدَّ الْاَمَانَاتِ اِلَىٰ اَهْلِهَا اِنْسَانٍ تَصُوْرُكُمْ وَلَقِيْنِ دَانِدَکہ وجود ممکنات
ذاتی شان نیست مستعار است در وقت غلبہ بین تصور ممکن را البتہ از وجود خالی خواہد یافت
و خواہد گفت لا مَوْجُوْدًا اِلَّا اللّٰهُ چنانچہ زید کہ برہنہ بود و پاچہ عاریت پوشیدہ است اگر
آن پاچہ را بغیر نسبت کند و درین ملاحظہ استقامت نماید البتہ خود را برہنہ خواہد دانست
و چنانچہ شخصہ نظر خود را آفتاب و دوختہ باشد البتہ روشنی چراغ و نظر او تاریک خواہد بود و این
ویدا قرب بصواب اوفق بکتاب سنت و اجماع اُمت است سوال فریق ثانی صوفیہ
کہ قائل حدیث شہود اند میگویند کہ در خارج حقیقی غیر از او حقیقی بیچ موجود نیست و ممکنات در
خارج ظلی بوجہ ظلی موجود اند این چہ معنی دارد جواب این جماعت کہ عالم را بطل و عکس نمیکند
بالجائز نمیکند و نیز آنچه ایشان را در اثبات سیر و سلوک مشہود می شود در حالت سکر از ان بحایت محی کنند
و چون بہ منتہائے کاریسہ ازان تجاشی می نمایند و میفرمایند کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم را بطل نبود
خالق محمد را چگونہ بطل باشد و نسبتہ کہ در میان وجود و جہی و وجود ممکن متحقق است لفظی حقیقی بر آن
آن موضوع نیست ناچار بالمجباز برائے اظہار قوت و صنعت و اولویت و اولیت و ضد آن صہل
و ظل تعبیری کنند و میگویند کہ آنچه در دید تو مشہود تو بگذرد آن غیر حق است آنرا تحت لائے نفی باید
کرد و مقصود و رے آن باید جست و عکس در آئینہ بنامید مرد دہ

غیر ازین پے نبرده اند کہ هست

و در بینان بارگاہ است

مَا لِلرَّابِّ وَدَبَّ الْاَدْبَابِ اور حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلی
رحمۃ اللہ علیہ بحواب خطوط شاہ ابوسعید صاحب تحریر فرماتے ہیں : ”نوشتہ بودند کہ اولاً مشہود میشود
کہ ذات مبداء اثر ما دارد و اند آتش کہ اثر او ضور است فرق اینقدر کہ ذات مبداء صفات کاملہ غیر تشاہی

دارد. لهذا سبب ظهور مراتب غیر متناهی میتواند بود. و آتش همه یک شعله دارد که صورت است. سیادت یا حاصل این میشود بطور استعدا و ذات وجودیه است. در ظاهر اسکانیه و اطلاع بر عدم تنهایی آن متعلقات جمیع صوفیه چه قائل بوحده و چه قائل بوحده و چه قائل بوحده و چه بر آن تنفق اند. باز نوشته اند که مشهور میشود که وجود واحد است. و قوالب مختلف و بسبب اختلاف قوالب امتیاز ممکنات پیدا شد. مصباح و راجع یک صورت است چون آنجا قوالب مختلف است اگر آئینه یا شرح و سنو زرد یا زنگه های مختلف پیدا شود سیادت آبا. این معرفت بوحده و وجودی کشد باز نوشته اند و چیز مشهور میشود ذات که نور و دقیق است و صفات در زید و فرس غیر مشهور میشود و در آن میان بنظر دقیق ذات هم مشهور میگردد سیادت آبا. آن نیز از شبهه های وحدت وجود است که حقیقت وجود و زنگه های مختلف که ظل قابلیت ذات وجود است در همه مشهور و ظاهر است. سیادت آبا آنچه بر لوح ضمیر ایشان مشهود شده همه موافق مکاشفات صوفیه محققین است غلطی واقع نشد و تنه سیر لطیفه خفیه است. و غفلت گفته شده بود که در سیر لطیفه خفیه پنجاه شفا پیش خواهد آمد. یاد داشته باشند. شکر نعمت حضرت واجب الوجود باید کرد و امید فریاد باشد سیار این لطائف بحقیقت این نیست که یاران گمان می کنند که بجزو اتنطاق تمام شود طو ل و عرض دارد. بالجمله بخاطر جمع بین سیر و سلوک سعی نمایند. هم موافق سیر صوفیه است و هم مطابق شریعت. آنچه نوشته اند نشان لطیفه خفیه است آنکه جمالا اشیار را در مبداء می بیند و مبداء را تفصیلا در اشیا همان کیفیت است که موقت بدیدن حق و خلق و دیدن خلق در حق تعبیر کرده اند. مبارک باشد. خدا بی تعالی انوار و فتوح فرید گرداند. آنچه نوشته بودند بر قاعده است تر و در اجائے مذمذمه. نوشته بودند که رجوع کل آنجا مبداء مشهور میشود پس تطبیق خلوص اهل ناز و ناز و صور اهل بهشت در بهشت این مکاشفه چه صورت بند و صاحب من این رجوع کل که عارف را مشهور و میگرد و رجوع در زمان آئینده نیست بلکه بالفعل است با اعتبار ذات خود حکیم میگوید که ما بهیت ممکنه را باعتبار ذات او این است که نیست و باعتبار موجد این است که هست و عارف میگوید که ما بهیت ممکنه را باعتبار تحقق خود با مبداء دو نوع ارتباط واقع است یکی آنکه از مبداء بر آید و دیگر مبداء را بازگشت بالفعل او را باعتبار مبداء هر دو حیثیت ثابت است چنانکه خود را با یک دور ربط واقع است یکی آنکه یک را چند بار گردش دام

دو گشت دیگر آنکہ چون تمام شائیکے گشت از عشرات الحال مہین قدر باید فہمیدہ ثانی الحال صورت مبارک و مرج بوجہ دیگر نسخ خواہد بود **ایضا** اینکہ میروند بہان صراط مستقیم است کہ اکابر اہل عرفان رفتہ اند پہنچ و غار غہ خاطر ایشان را متشوش نسا زدہ و حالت اولی صفتہ از صفات مبارک و لازمی از لوازم ذات او بہتر نہ ضرور بہ نسبت آفتاب کہ بر نگہائے مختلفہ بر آمدہ و ثانیاً ذات مبارک را بغیر ملاحظہ صفات و دیدند کہ در مطاہر مختلفہ ظہور نمودہ و فقیر این ہر دو حالت را منسوب بلطفہ غیبیہ می کند۔ اما حالت ثانیہ بلن تر بہت از حالت اولی بعد از ان دیدند کہ از میان ایشان نوسے میل سکینہ بجانب مبارک و آنجا مثل حباب در آب شلالتی شدہ پیش این فقیر این حالت نمایش است از حجب بہت۔ با حجبہ آنچہ حدیثے تعالی عطا کردہ بہت نعمتے است عظیمہ بران از جان و دل شکر کنند و متوقع مزید باشند **ایضا** نوشتہ بودند کہ ذات مقدس خالی از جمیع قیودی شود گشت کثر **مُحَفِّیَا** اشارہ باوست بعد از ان انوار صفات کہ مبارک افعال است بنظر می آید فاما

آن **اُحْجَرَتْ** رمز است بآن بعد از ان تاثیر آن صفات و خارج بحیثیت آن صفات مرئی میگردد **فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ** تلمیح است بآن ہمہ معارف حقہت شکر او تبارک و تعالی بران باید کردہ **مکتوب از حضرت عبد الرزاق احمد صاحب قادری جہنجا نوی رحمۃ اللہ علیہ** جانب شیخ حسین شاہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آنکہ **اَعْلَمَ يَا اخي مُتَعَلِّكَ اللهُ بِالْمَعْرِفَةِ وَالْحُبَّةِ اِنَّ الْمَعْرِفَةَ عَلَى نَوْعَيْنِ اِسْتَدِلَّ لَاحِثٌ وَوَجَدَ اِنِّیْ وَ اَمَّا الْاِسْتِدْلَالُ فَاِنَّ مِنْ طَالِعِ حَسَنِ اللهِ وَ اَنْفِائِهِ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاحِثٌ لَهُ فِي كُلِّ صَنِيعٍ آيَةٌ يَسْتَدِلُّ بِهَا عَلَى صِدْقِ كَلِمَةٍ يُّرِيدُ اِلَى غَيْرِ ذَلِكَ يَكُونُ ذَلِكَ الصَّنْعُ اَثَرًا مِنْهُ فَيَقُولُ اللهُ بِدَلِيلِهَا وَ هَذِهِ الْمَعْرِفَةُ وَاِنْ كَانَتْ ضَرْبَ دُرِّيَّةٍ لَا يَسْمَعُ الْمُؤْمِنُ جَهْلَهَا وَلَا يَتَوَقَّعُ عَقْلُ الْاِيْمَانِ اِلَّا بِهَا لَكِنَّهَا مَعْرِفَةٌ عَامَّةٌ لَيْسَتْ مِنَ الْمَعْرِفَةِ الْحَقِيقِيَّةِ فِي شَيْءٍ**

۵ چو آیات است روشن گشتہ از ذات نگردد ذات اور روشن ز آیات

وَالْمُسْتَدِلُّونَ يَعْرِفُونَ وَ اَرَادَ الْعَالِمُ بِهِمُ الْمُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ الْمُسْتَدِلُّونَ بِالْاَدْلَالِ

زبے ناواں کلو خوشیہ ز بابان بنور شمع جوید و بیابان

وَاَمَّا الْمَعْرِفَةُ الْحَقِيقِيَّةُ الْوُجُودَانِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَخْلَعِ ذَاتَ الْعَارِفِ عَنْ مَلَأْسِ الْمَوْجُودِ

بِمَلَا زِمَةِ الرِّيَاضَاتِ وَالْمَجَاهِدَاتِ وَكَادِمَةِ الذِّكْرِ بِلُوحَاةِ الْقَلْبِ اللَّسَانِ وَلَا عَصَامِ
بِعُرْوَةِ هَمَةِ الشَّيْخِ فَسَلَّكَ بِسَلَابِ الْفَنَاءِ فَيُخَلِّعُ اللَّهُ عَلَيْهِ لِبَاسَ نِعْوَانِهِ وَأَسْمَاءِ وَانْدَامِهِ
الَّذِي يُعْرِضُ الْحَقَّ بِالْحَقِّ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَرَفْتُ رَبِّي بِرَبِّي

رویت حق بحق شہود بود | خاصہ حضرت وجود بود

حاصل این معرفت آن است که جمیع موجودات ممکن بنور حق یعنی تجلی او پیدا و روشن گشته
اند و بواسطه تجلی او بصورت اشیا نسبت وجود با شیا کرده اند و بحقیقت غیر حق هیچ موجود
نیست جمیع اشیا را بوجود شده اند نه آنکه حق سبحانه تعالی در عالم هست و عالم در او
حق است تعالی الله عن ذلک علو اکبراً اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الدَّنِیْلِ وَ مِنَ الْخَلَلِ وَ مِنْ تَفْسِیْرِ
الْقُرْآنِ بَرَاءِیْ بَلْ یَكُونُ لِهَذَا مِنْ فَضْلِهِ وَ عَنَّا هُ قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی یَا آئِمَّاهُ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا اٰمِنُوا بِاللّٰهِ یَعْنِیْ اَنْ کَسَانِیْکَ اِیْمَانِ آوروه اند ایشان یعنی اَلْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ
یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ هُمْ الْمُسْتَدِلُّونَ خَاطِبُهُمُ اللَّهُ بِخُطَابِهِ وَ اَمَرُهُمْ بِفَعْلِهِ اٰمِنُوا بِاللّٰهِ
ای بالتَّحَادِثِ کَمَا اِنشَاءً اِلٰی هَذَا الْاِیْمَانِ بِقَوْلِهِ اَلَا اُنْهَمُ فِیْ مِرْبِیَّتِهِ مِنْ لِقَائِهِ رَجِعُهُمْ اِلَّا اِنَّهُ
بِكُلِّ شَیْءٍ مُّخِیْطٌ مُحَقِّقٌ بَایْده مشاهد حق فرماید در هر متعین بے تعین زیرا که الله تعالی مشهود
در هر مقید بے ماس و صفت امانی الواقع نه مقید است بدین بایکله مطلق است از اینها

همه عالم جمال حضرت اوست | او جمیل و جمال دارد و دست

فَاعْلَمِیْ اَنْحِیْ اَطَالَ اللَّهُ بِفَعْلِهِ بِالْمَعْرِفَةِ وَ الْحُبِّ اِنَّ الْحَقَّ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰی وَاجِبُ الْوُجُودِ
فَاِذَا وَجِبَ وَجُودُهُ وَجِبَ عَدَمُهُ مَاسِوَاهُ فَانَ الَّذِیْ یُطِیْقُ اَنَّهُ سَوَاهُ لَیْسَ بِسَوَاهٍ
لَا اِنَّهُ تَنَزَّهٌ اَنْ یَّکُوْنَ غَیْرَهُ سَوَاهٍ بَلْ غَیْرُهُ هُوَ فَلَغَیْبُهُ وَ اِلٰی هَذَا اِنشَاءُ الَّذِیْ صَلَّی اللَّهُ
عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ یَقُولُهُمْ لَا تَسْبُوْا اللَّهَ هُوَ فَاِنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِیْ اَنشَاءُ اِلٰی اَنْ وَجُودُ الدَّهْرِ وَجُودُ
اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی لِاَنَّهُ تَعَالٰی قَدْرَهُ الدَّهْرِ وَ قَدْرُ الدَّهْرِ الْعَالَمِ تَعَالٰی اللَّهُ عَنْ ذَلِکَ شَایْکَ نَجَامُ
شریف واضح نماید روشن تر ازین عرض دارم یا آئمه الذین اٰمَنُوا اٰمِنُوا بِاللّٰهِ یعنی اَمْسَانِیْکَ
ایمان آوروه اند ایشان بذات خود یعنی هستی را بخود نسبت کرده اند و دانسته اند که ما موجودیم
و ارحمیت مطلق خطاب مستطاب از ملک و باب بدیشان میرسد که یا آئمه الذین اٰمِنُوا

اَلْمُؤْمِنِينَ اَلْمُسْتَبِقِينَ اِيْنَفْسِهِمْ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ بِاَنَّ وُجُودَكَ وُجُودُ اللّٰهِ بِلَا ضَرْوَةٍ
وُجُودَكَ وُجُودُ اللّٰهِ وَهَذَا مَعْنَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ زِيرُكَ
اَوَّلِ اَوْسَتْ وَاٰخِرِ اَوْسَتْ ظَاهِرِ اَوْسَتْ وَبَاطِنِ اَوْسَتْ فَاِذَا ثَبَتَ اَنَّهُ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ
وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ثَبَتَ اِنَّكَ لَسَمِعْتَ اَنْتَ بَلْ اَنْتَ هُوَ فَاِذَا عَرَفْتَ نَفْسَكَ هَكَذَا فَكَدَّ
عَرَفْتَ اللّٰهَ وَكَأَنَّ لَآئِنَ تَعَالَى جَزَى حَقِيقَتِي وَرَأَى اَلْمَوْجُودَاتِ كُلَّهَا تَعَالَى
اللّٰهُ عَنْ ذَلِكَ مَحْضًا اَكْبَرُ اَشْيَاءُ وَاضِعٌ لِّكَ وَرَاشِدٌ تَرَاوِجُ عَرْضِ دَارِ قَالِ اللّٰهُ تَعَالَى
يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اٰمَنُوا بِاللّٰهِ يَعْنِي اَلْمُؤْمِنِينَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا بِالْاَشْيَاءِ وَتَنَقَّلُوا بِاَنَّ
الْاَشْيَاءَ مَوْجُودَاتٌ عَلَى حَدٍّ مُسْتَقْلَقَةٍ وَرَأَى الْحَقِيقَةَ الْمَطْلُوقَةَ حَطَابِ كَرِيمٍ اَزْجَمَتْ حَرَمِ
بَرِيَّانٍ رَسِيدٍ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ اِلَّا بِالْاَشْيَاءِ لَآئِنَ الْاَعْيَانِ اَلْمَوْجُودَاتِ مَعْدُومَاتٌ اَبَدًا
مَوْجُودَاتٌ لِّمَوْجُودٍ سَرْمَدًا وَهَذَا مَعْنَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرْنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ ۝

وَلِظَهْرِ عَيْنٍ غَيْرِ آبٍ نَّمَانَد

مَحْضَةً قَطْرَةً وَحِبَابٍ نَّمَانَد

وَاَعْيَانِ اَزِيْنَ رُوْكَهْ سَيَكُنْ مَعْدُومٌ اَنْدَوَا عِيَانِ مَكْنَاتِ اَلْاَنْفَارِ هَسَتْ دَرُجُوْهُ كَمَا ظَاهِرِ هَسَتْ
وَدَوَا عِيَانِ وَجُوْدِ عَيْنِ حَقِّ اسْتِ وَاَصْنَافِ وَجُوْدِ بَا عِيَانِ سَبْتِي اسْتِ اَعْتِبَارِيَّةِ وَاَفْعَالِ تَاثِيَّةِ
تَالِجِ وَجُوْدِ اَنْدَوَا عِيَانِ مَعْدُومٌ نَدْمُوْثَرُ تَوَانَدُ بُوْدُوْنَهْ فَاعِلٌ بَلَكُمَا وَجُوْدِ حَقِّ اسْتِ تَعَالَى تَقْوَرُ
عَايِدِ هَسَتْ بَا عْتِبَارِ تَعَيْنِ وَتَقْيِيْ بِصُوْرَتِ عَجْدِ اِيْنِ شَانِي هَسَتْ اَرَشِيُوْنِ ذَاتِيَّةِ اَوْ مَوْجُوْدِ
بَا عْتِبَارِ اَطْلَاقِ عَيْنِ عَجْدِ بَاتِي اسْتِ نَدِ اَوْ تَعَالَى شَانَهْ مَعْبُوْدِ اسْتِ وَاَحَقِيقَتِ عَجْدِ زِيْرِكَ
حَقِيقَتِ عَجْدِ ذَاتِ اَوْسَتْ تَعَالَى شَانَهْ اَوَّانِ ذَاتِ اَزْجَبِ تَعْدُوْثُ وَتَكْمَلُ كَرِهْ بُوْاسْطَةِ تَلْبِيْسِ اَوْ تَبْيِيْنِ
مِيْ نَمَايِدِ خَلْقِ وَعَالَمِ هَسَتْ پَسْ پَشِ اَزْظَهْوَرِ عَيْنِ حَقِّ بُوْدُوْ حَقِّ بَعْدِ اَزْظَهْوَرِ عَيْنِ عَالَمِ ۝

بِرْمَكْلِ تَبَانِ رَهْبَرِ عَشَاقِ حَقِّ هَسَتْ
چَرِيْرِكَ كَهْ بُوْدُوْ زُوْرُكُ تَقْلِيْدِ جِهَانِلَا بَلَكُمَا عِيَانِ دَرْمَهْ آفَاقِ حَقِّ هَسَتْ
وَاللّٰهُ كَهْ جِهَانِ زُوْجِ اَطْلَاقِ حَقِّ هَسَتْ

فَاِذَنْ لَّا مَوْجُودَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَأَنَّ مَعْبُوْدَ عَيْنِ اللّٰهِ وَقَدْ ذَكَرْنَا اَنَّ حِجَابَهُ وَحَدَّ اٰنِيَّةٍ وَ
فَرَدَّ اٰنِيَّةٍ لَا غَيْرَ وَلِهَذَا جَاءَ لِلْوَاَصِلِ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا الْحَقُّ وَاَنْ يَقُوْلَ سُبْحَانِيْ
مَا اَعْظَمَ شَأْنِيْ وَمَا وَصَلَ وَاَصِلْ اِلَّا بِصِفَاتِهِ صِفَاتِ اللّٰهِ وَذَاتِهِ ذَاتِ اللّٰهِ لَآئِنَ

حاصل شویں سچ کار سے بہتر ازین کار ندارد و در گوشه افتاده ہم درین ملاحظہ مشغول ماند اگر چه ریاضت دیگر داشته باشد ہیں اور اسجد رساند و مبتدی را از مشغول بودن بصورت پیر گزینست زیرا کہ عالم الہی عالم معنی است و دیدن او ممکن نیست مگر در صورت صاحب کمال کہ انسان کامل ذات اودات حق است و مظهر کالات حق است ۔

منظر تمام غیر ان نیست	کہ ہمہ کون را مسح کرد
انبیاء و اولیاء را حق بدان	سہر مخفی کردہ ام با تو بیان

این فقیر را حضرت ملاحظہ صورت خود با ذکر چہار پایہ فرمودند بچارے مشغول گشتم کہ بالکلہذا ذکر فرقت یعنی ہیں ملاحظہ صورت ماند غیر از نماز فرض و سنت موکہ لا بد از دستم نمی آمد و ہر کس کہ بواسطہ پیر مشغول ماند اگر چه از دستش بیچ عبادتے و ریاضتے نیاید ہم مقصود ہے برآید زیرا کہ ہر صاحب دولتے و سعادت مندے کہ با ایشان متوجہ شود و در متابعت ایشان موافق رود و نور روئے رخشان ایشان در مراتب دل سے بتابد و بواسطہ صفائے وجہ ایشان خود را عین ایشان یا بدلہ لاجم فیض و عطائے کہ با ایشان میرسد با و نیز رسد و ذوقے و حالے کہ از ایشان ظاہر می شود و از و نیز ظاہر شود چنانچہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در باب ابابکر صلی اللہ عنہ فرمودند مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا إِلَّا وَقَدْ صَبَّبْتُ فِي صَدْرِ ابْنِ أَبِي قُحَافٍ و بواسطہ حضرت پیر بر فقیر چنان غالب آمدہ بود کہ چون خلق ماہمی دیدند و بندہ نیز می نگریست اصلاً ما ہتتاب و نظری نمی آمد و بحدے مشاہدہ صورت غالب بود کہ غیر از وجہ مبارک ایشان اینچ چیز در دیدہ نمی نمود اگر بر درخت یا بر دیوار و بہر جانب کہ نظر میکردم جمال حضرت ایشان مشاہدہ

در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمی بینم	غیر از تو کسے باشد خدا کہ محال است این
در ہر چہ نظر کنم بہ تحقیق	جز نور رخ تو نیست منظور

ہفتم

ان بزرگان دین کے خوان نیل یعنی کتب و بات مذکورہ بالا کے مضامین تخلیق الہیہ کے انعمہ مختلفہ سے اس فقیر کو جو کچھ حصہ ملا ہے مسافران طریق طریقت و ہر و ان راہ حقیقت و

وساکنان مسلک معرفت کی خدمت میں پیش کرتا ہے تاکہ اہل ذوق اپنے مذاق طبعی کے موافق اس دسترخوان نہتہائے پر لطف انعمہ الہی سے مغلوط ہو کر باطمینان تمام و بحسب منشاء خود دیار یار کا رہتے ہیں وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ صوفیہ کرام وحدت حقیقی کو منشاء تو ہم کثرت جانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ عالم امکان ایک عالی شان طلسم ہے جسکو صانع مطلق نے اپنی صنعت کاملہ سے واسطے پوشیدہ رکھنے اپنی وحدت حقیقی کے برپا کر رکھا ہے تاکہ ہر ایک شخص اس گنج مخفی کا کھوج نہ پاسکے اور یہ راز ان پر پر تہ حق الیقین منکشف ہو گیا ہے کہ وجود واجب تعالیٰ یعنی وحدت حقیقی کثرت طلسمی غیر حقیقی میں ساری وطاری ہر جیسے آب کہ باوجود کثیف ہونے کے صور مختلفہ محسوسہ وغیر محسوسہ میں ساری وطاری ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو عالم امکان و رطہ عدم میں پہنچے پس اسی طرح اگر وحدت حقیقی یعنی وجود واجب جو لطف ہر کثرت طلسمی غیر حقیقی میں موجود ہو تو کل کثرت طلسمی غیر حقیقی معدوم محض ہو جائے اور اس طلسم مضوعی کا ڈھانچ بالکل بکھر جائے لیکن چونکہ کثرت غیر حقیقی میں وحدت حقیقی بذات خود موجود ہے لہذا کثرت غیر حقیقی قائم و نمودار ہے۔ کثرت غیر حقیقی وہ ہے جو بوسہ یا ظاہر ہو اور وحدت حقیقی وہ ہے جو بذات خود قائم و برقرار ہے۔ کثرت غیر حقیقی قانع وحدت حقیقی نہیں ہو سکتی کہ وہ معدوم ہو اور یہ موجود بلکہ غیر وحدت حقیقی وجود کثرت غیر حقیقی محال ہے جیسے بغیر آب وجود کل اشیاء۔ مفسرین نے کَانَ عَرَفَهُ عَلٰی الْمَاءِ کی تفسیر میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک موتی منور پیدا کیا جسکو نور محمدی کہتے ہیں جسکی گولائی اور بزرگی اُسکے علم میں ہے پھر اس پر تجلی جلال فرمائی اور وہ ہیبت الہی کے مارے پھل کر پانی ہو گیا اور جو ش لکھا کر پکچے لگا اور اُس میں سے دھان اُٹھا اور ہوائیں مختلف پیدا ہو گئیں اُس دھان سے آسمان بنے اور ہواؤں کے جھونکوں سے پانی پر کف نمودار ہوا جس سے زمین نمودار ہوئی پھر ان چاروں یعنی آتش و ہوا و آب و خاک کے اشتعال سے جملہ اجرام فلکی و اجسام ارضی محسوسہ وغیر محسوسہ موجود ہو گئے کُنْتُ كَمَا اُخْفِيَتْ اَفَا حُبَّتْ اَنْ اَعْرِفَتْ تَخَلَّقْتُ الْخَلْقَ سے واضح ہے غرض دنیا و مافیہا میں جو کچھ کلکاریاں ہو رہی ہیں حضرت آب کا فیضان ہی پس اس سے ثابت ہو گیا کہ زمین و آسمان وغیرہ کی اصل اور کل اشیاء کی جان پانی ہے کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجَعَلْنَا

مِنَ الْمَاءِ كُلُّ شَيْءٍ حَيٍّ یعنی اور کیا ہنسنے پانی سے ہر چیز کو زندہ اور اسی بارہ میں حدیث شریف
 بھی مطلق ہے کُلُّ شَيْءٍ حَيٍّ مِّنَ الْمَاءِ اور پانی کی اصل وحدت حقیقی یعنی وجود واجب تعالیٰ پر
 تو سب اشارے کے وجود میں وحدت حقیقی ضرور موجود ہے جیسے ہر شے میں پانی کی حقیقت اور یہ
 وہی پانی جو بخارات بن کر اڑتا ہے اور ہوا کے ذریعہ سے جا بجا بھی تک اپنی اصلی بہار کے
 کرشمے رنگ بزرگ صورت و اشکال و ألوان مختلفہ میں دکھارہا ہے اور دکھاتا رہیگا اِلَّا مَا شَاءَ اللہ اب
 وراعداد پر غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی نقطہ احدیت ذات لائقین سے ظہور پکڑا ہے جس کا بیان
 مفصل بندہ آہستہ میں کیا جا بیگا اور مجملہ اعداد اسی ایک سے شروع ہو کر تو پر ختم ہو جاتے ہیں
 اور آگے وہی صفر اور وحدت حقیقی واحد کے ہر ایک عدد میں موجود ہے مثلاً ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹
 اور اگر اس ایک کی وحدت حقیقی اعداد میں بہنو تو کوئی عدد قائم نہیں رہ سکتا اور یہ
 نو کا عدد پورے طور پر مکمل ہے چونکہ اس نو کے عدد کو وحدت حقیقی نے کمال کے درجہ تک
 پہنچا دیا ہے اسلئے اسکے آگے صفر کے سوا کوئی عدد نہیں اور جو کچھ بھی ہیں تو اسی ایک سے
 نو تک کی شاخیں ہیں باقی صفر مثلاً اسی ایک سے نو تک کے اعداد میں باہم ایک کو دوسرے
 میں جمع یا ضرب یا تفریق یا تقسیم یا اور کوئی عمل حسابی ان اعداد پر کیا جائے تو شاخ و در شاخ برابر
 منطقی ملی آئینگی غرض ایک سے لیکر نو تک تمام دنیا کے حساب کا خاتمہ ہے یہی اکائی ہیں
 اور یہی دہائی اور یہی سیکڑا اور یہی لاکھ وغیرہ فقط نقطہ و مراتب کا ہیر پھیر ہے اور کچھ بھی نہیں ہے

آثار تعینات چوں یافت حکے	کثرت ہمد وحدت است بے ہیج شکے
چون نقطہ صفر شد نہان از رقت	بنگر چہ وہ و صد و ہزار است سیکے

مگر جہاں کہیں کوئی عدد ہے وہاں ایک بھی ضرور موجود ہے یعنی یہ ایک اپنی وحدت حقیقی
 ہر ایک عدد میں قائم اور برقرار رکھتا ہے اسی طرح منظر ہرات و شیونامات آہستہ لا تعد و لا تحصى ہیں
 کہ ہر ایک اپنے کمال ترین درجہ کو پہنچا ہوا ہے اور آگے صرف وہی نقطہ وحدت ذات ہے اور احدیت ذات
 کی وحدت حقیقی ہر ایک منظر و شان میں اظہر من الشمس مل حال ہے لیکن اندھا موزاد معذور
 محض ہے اب دہائی سیکڑہ ہزار دس ہزار لاکھ دس لاکھ وغیرہ میں نقاط کا فرق ہے اور
 اعداد وہی ایک سے لیکر نو تک ہیں اور انکے درمیانی اعداد مختلف صورت و شکل کے ہیں مگر ایک

کی وحدت حقیقی جلد اعداد میں ساری طاری ہے اور جمیع علوم و ہر زبان کے اعداد و حروف کی ابتدا اسی ایک سے جسکو الف کہا جاتا ہے شروع ہوتی ہے اور اسی پر ختم اور ہر عدد و حرف بالمشکال و صورت مختلفہ موجود ہے اسی طرح احدیت ذات ہر شے میں اپنی وحدت حقیقی قائم و قرار رکھتی ہے۔

احدیت و شمار از موندول	صمدیت و نیب از زونخندول
آن احد نے کہ عقل داند و فہم	آن صمد نے کہ حس شناسد و فہم
ہزار رنگ جہاں گرچہ در نمود آید	ہمان یکے است کہ در دیدہ شہود آید
مستی ایک انگ نیکت امین سب ہیں کاروپ ہے جی	
بے مات کوئی سنگ مات لئے مس سب ہی میں تدروپ ہے جی	
ایسے کہاں چرون چداند ہی میں چداند دیکھو سب ٹھوڑے جی	
گیسر ہیک سی جان لیجئے نام روپ تو من کے دوڑے جی	

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت وجود کو اس طرح پر ثابت کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ظہورات عالم کو احدیت ذات سے دو ربط ہیں جیسے دس کے عدد کو ایک کے عدد کے ساتھ مثلاً اگر ایک کے عدد کو چند بار گردش دی جائے تو دس کے عدد تک پہنچ جائیگا اور جب دس تمام ہوئے تو پھر وہی ایک کا ایک ہے۔ اگرچہ مولانا صاحب نے اس میں ظہور و بازگشت کا حساب رکھا ہے کہ کل شئی زیر جبر الی اصلہ لیکن فی تحقیق اپنے انھیں اعداد میں ھُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ کو ظاہر کر دیا اور وحدت وجود کا ثبوت کامل طور سے کر دکھایا ہے یعنی اول ایک آخر ایک ظاہر ایک باطن ایک اور سب میں موجود اور سب سے جدا اور پھر وہی ایک ایک یعنی باوجود کثرت اعداد مختلفہ صورت و اشکال کے سب میں ایک موجود ہے۔ اسی طرح عشرات و مات و لوف وغیرہ میں وحدت حقیقی کو دیکھو غرض کوئی شے وحدت حقیقی سے نہ خالی ہے اور نہ ہو سکتی ہے بعض صوفیہ کا قول ہے کہ صفات عین ذات نہیں بلکہ ذات پر زائد ہیں کہ ذات محتاج صفات نہیں اگر صفات بھی نہ ہوتیں تو ذات سے ہی صفات کا کام سرانجام ہوتا۔ بھلا اگر ذات ہی بذات خود بغیر صفات کھلے بندوں بے پردہ ہو کر پیش میدان میں آکر کھل کھلتی تو بھلے

ہی دن نہوتے اس میں ہمارے لئے یہ بڑا نفع تھا کہ ہم اس بندگی کے جنمال سے آزاد ہو جاتے۔

نہ تھا کچھ تو خارا تھا اور نہ ہوتا تو حسد اہوتا | ٹوٹو یا مجھ کو ہوئے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

مگر افسوس کہ ایسا نہوا اور کیوں ارادہ بدلدیا۔ لیکن ذات حق نے چونکہ علیم و حکیم مطلق ہے اپنے علم قدیمہ سے معلوم کر لیا کہ کھلے بندوں میدان میں آجانا حکمت بالغہ کے خلاف ہو لہذا صفائی بھیرکلی بہرہ و پھر کرتی صفائی فرمائی اور صلت بھی اسی میں دیکھی تاکہ غنائیت و صمدیت محفوظ و قائم ہے اور صفات کا فرمائے عالم سمجھی جائیں۔

بدلا نہیں کوئی بھیس نا چاری سے | ہر رنگ ہے اختیار سرکاری سے

سب روپ میں ناک جھانک اپنی کرنا | یہ سوانگ بھرا گیلے عیاری سے

اور پھر طیف کیفیت بھی اسی میں ہے کہ عاشق و معشوق کے درمیان پردہ ہو۔ ورنہ نہ عاشق رہے نہ عشق نہ معشوق۔

ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو | چوں پردہ بر افتد نہ تو مانی و نہ من

اب بڑے بڑے دانشمندوں کی عقل جزوی چکر کھا رہی ہو کہ ہیں یہ کیا ظلم حیرت افزا ہے کوئی تو عین کہتا ہے اور کوئی ظل و عکس اور کوئی کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں غرض ہر ایک شخص اپنے علم و اعتناء سے خیالی تئے لگا رہا ہے مگر وہ ذات کیسے لکھلکھ شئی اپنی اسی اسی شان میں اکتان گماکان متجلی ہے

رباعی

زاد بہ نماز و روزہ رستے دارد | عاشق بہ مئے دو سالہ ضبطے دارد

معلوم نشد کہ یا رشتہ غول بکبیت | ہر کس بنجیاں خویش ضبطے دارد

باز آمد بر مطلب یاد رکھو کہ شیونات جمع شان کی ہے بمعنی طود زمن اظوار اللہ یا تجلی ذات یعنی بطون سے نہر میں جلوہ نمائی فرمانا کل یوم ہو فی شین و لیل قطعی اس پر ذال ہو پس جیسے پانی کا ظہور موج و جاب کی صورت میں ہو کہ یہ آپس میں یکذات ہیں اسی طرح شان و شیونات و ذات حق بھی ایک ذات ہو غرض ہر ذات حق کچھ بھی موجود نہیں الا پردہ طلب جسم و صورت۔

زاد بر موج گوناگوں برآمد | زینچونی برنگ چوں برآمد

گہے در کسوت لیلیٰ فروشد

گہے بر صورت مجنون برآمد

چنانچہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی شہودی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ
 (صوفیہ شہود یہ کہ صحیح و افاقہ ہم رسانیدہ اند و شہود وحدت حقیقی و کثرت وہی حکم کردہ ہمہ ازوست۔
 میگویند و چون تعمق نظر کردہ میشود ہمہ نیستند موجوداوست ظاہر میشود قولہ تعالیٰ کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ
 اِلَّا وَجْهَهُ وَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اَصْدَقَ الْقَوْلِ قَوْلُ الْبَلْبِدِ اَكُلْ كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَقَ اللَّهُ بَاطِلٌ
 دلیل است برین مدعا باطل بمعنی آنکہ کان ہالکا اذ سبکون باطلا گفتن مجاز است و تکلف و مخفی حقیقی
 تبادران است کہ ہالک باطل فی الحال بل علی الاولیٰ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بحر ذات حق کچھ
 موجود نہیں۔ اور اگر کوئی شخص جمیع حقائق الموجودات عالم کو جس کا نام ممکنات ہو ہم و باطن و محمول
 کرے تو یہ آیت مذکورہ بالا و قول لبید کے جسکو رسول علیہ السلام اصدق فرما چکے ہیں بالکل بطلان
 ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَ يَتَّبِعُ وَجْهَ رَبِّكَ
 ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ یعنی جو کچھ یہاں پر ہے وہ سب فانی ہے اور تیرے پروردگار صاحب
 جلال و اکرام کی ذات باقی ہو یعنی جن کو تم ممکنات کہتے ہو وہ سب فانی ہیں اور ذات واجب تعالیٰ
 باقی پس فانی وہ ہے جسکے اندر فانی فی الحال اصلی لازمی ہو جیسے جسم و صورت اشیاء اور جس میں
 فی الحال اصلی و لازمی فنا ہوتی ہے وہ فی الحال لاشے و معدوم محض ہوتی ہے اور جب یہ بات
 ممکنات میں ثابت ہو تو ممکنات فی الحال لاشے و معدوم محض ٹھہرے۔ اور باقی وہ ہے کہ جسکی
 ذات کو اصلی لازمی بقا ہو اور یہ ذات واجب تعالیٰ پر صادق ہے تو معلوم ہو گیا کہ ممکنات فی الحال
 معدوم و فانی محض ہیں اور ذات الہی موجود و قائم۔ اب حیرت انگیز یہ بات ہو کہ جو ذات ازل
 الازل سے باقی ہے اور ابد الابد باقی رہی اُس ذات کے مقابل جو اپنی اصلی و ذاتی بقا
 رکھتی ہے اور ادراکات و انکشافات و عقول و انہام و خیال و قیاس و گمان و اوہام سے برتر ہو
 ایک لاشے و معدوم محض کو اسکے مقابل قائم کر کے اپنے عقلی و قیاسی و دلائل شریعت کی آڑ میں
 پیش کیئے جاتے ہیں تعجب سے غالی نہیں مالا کہ شریعت پہلے ہی وَحْدَهُ لَا شَرِکَ لَهُ
 ارشاد فرما چکی ہے کیا ایسے دلائل احتمالی و انکشافی قابل پذیرائی ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ؟
 سوال بعض فقر فرماتے ہیں کہ حسین بن منصور کی وید نے انالحن کہنے میں خطا کی۔ اور

اکثر سالکان راہ کو ایسے اغلاط واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً سبحانی یا عظم شانی وغیرہ کیا یہ صحیح ہے؟
 جواب کتب تہجد میں جمیع علماء کے نزدیک یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ اَلْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ
 الصَّحُّ وَالْبَيِّنَاتُ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ وَالْحَقُّ
 اور اگر حق حق کا عقیدہ نہیں رکھے گا تو کافر ہو گا۔ اور اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ یہ حق باطل
 کے مقابل کہا گیا ہے تو ہم کو ضرور یہ عرض کرنا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو باطل پیدا
 ہی نہیں کیا چنانچہ اوجہ نہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا يَعْنِي
 اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے باطل ایضاً خالق السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ يَعْنِي پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ساتھ حق کے ایضاً وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِحَقِّ يَعْنِي اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں
 کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلے ہوئے (یعنی بیچوں کا سا بیہودہ کھیل نہیں ہے۔
 کہ بنایا اور بگاڑا) نہیں پیدا کیا ہم نے ان دونوں کو مگر ساتھ حق کے ایضاً وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى يَعْنِي نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور
 جو کچھ درمیان ان کے ہے مگر ساتھ حق اور وقت مقرر کے۔ پس جب ہر جگہ حق ہی حق موجود ہے
 تو پھر بچا رہے منصور نے اگر ناالحق کہہ دیا تو کیا بڑا کبلا۔ اور اگر یہ فرمائیں کہ وہاں حق بمعنی ثابِتۃ
 ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ بچا رہے حسین ابن منصور نے کیا خطا کی ہے یہاں بھی ثابِتۃ کے معنی
 لگاؤ آپ کا کیا حرج ہے مگر ہاں یہ بات دوسری ہے کہ ملائی ماری حلال ہے اور سچی بات تو یہ ہے
 کہ انانیت خاصۃ ذات حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ اور ذات کا ذاتی نام بجز ضمیر شکم کے دوسرا نہیں
 ہے یعنی اَنَا۔ اَخْنُ۔ مَن۔ مَا۔ میں۔ ہم۔ جو ہر ایک زبان میں بولتے ہیں۔ اور اللہ وغیرہ اسماء
 حسنیٰ یہ سب صفاتی نام ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں ہر چیز کو اپنی طرف
 منسوب فرمایا ہے چنانچہ آیات مذکورہ بالا سے مفہوم ہوتا ہے پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں
 کہ یہ کلام منصور حلاج و بانیرید بسطامی رحمہما اللہ کا تھا نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ۵

انسان کی ذات میں یہ خدائی کے کھیل ہیں | بازی کہاں بساط میں چو شاہ ہی نہیں

پس کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ جو چیزیں خاصۃً ذات حق ہیں وہ ماسوا اللہ کی طرف منسوب کی جائیں ہَذَا ظَلَمٌ عَظِيمٌ اور بعض محال اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ منصور صلاحؒ سے اَنَا الْحَقُّ اور بایزید بسطامیؒ سے سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِیؒ اور ضیاء بغدادیؒ سے لَکَیْسٌ فِی مَجْلَیِّ اِلَہِ اللہ وغیرہ وغیرہ اولیاء اللہ سے اور جو کچھ سرزد ہوا ہے اور حضرت امیر المبین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے قرآن شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ هَذَا اقْتِرَافٌ صَامِتٌ وَاَقْتِرَافٌ نَاطِقٌ اور فرمایا ہے اَنَا عَاقِدٌ لُطْفَةٍ فِی الْاَدْحَامِ وَاَنَا بَاعِثٌ مَنَ فِی الْقُبُورِ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مَن رَافِی فَقَدْ رَافِی الْحَقَّ کَمَا قَالَ اللہ تَعَالٰی قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَبَ الْبَاطِلُ اور فرمایا ہے وَاَنَا عَرَبٌ بِلَا عِلَیْنِ وَاَنَا اَحَدٌ بِلَا مِیْمٍ کیا اَلْعِبَادُ اِیَّا اللہ ان بزرگان دین سے یہ کلمات وہم و غلطی سے سرزد ہوئے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ سب بولنے کی وہم و ہام ہے خیر یہ تو جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن وہ اوی مقدس طویٰ میں وہ شجر فے زبان کس وہم و غلطی میں گرفتار ہو گیا تھا کہ اول تو موسیٰؑ کو ان کلمات سے فَاَخْلَعْنَا لَیْلِکَ الْاَوْدِی الْمَقْدَہِ مِی صُلُوٰی اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا اِنِّی اَنَا اللہ وغیرہ وغیرہ کلمات سے پکارا اٹھا۔ اب میں یہ سوال کرتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس شجر فے زبان کی زبانی جو کچھ سنا تھا اُسکو غلط سمجھا یا وہم و باطل۔ اور اُسپر عمل کیا تھا یا نہیں اگر اس قسم کی ذاتی تجلیات کا ظہور جو ہر شخص ہر شے پر وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے اعلیٰ و اہم و ابطال پر مبنی ہے تو خدا و رسول و رسالت و نزول و وحی ایمان و کفر و مومن و کافر و بہشت و دوزخ و شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت و جمیع مراتب منازل تصوف و فقر و ولایت صغریٰ و ولایت کبریٰ و عرفان و انکشاف سب کے سب باطل و غلط و وہمی ثابت ہونگے واہ سبحان اللہ!

دوہا

بھلا ہو اگر میرے اور سر سے ملی بلائے جیسے تھے ویسے بہتے اب کچھ کہا نجائے
ہاں اگر کوئی صاحب یہ ثابت کر دکھائیں کہ اِنِّی اَنَا اللہ وغیرہ اسی درخت کا قول تھا تو پھر
ہم کو بھی ضرور قائل ہونا پڑے گا کہ اَنَا الْحَقُّ و سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِیؒ وغیرہ وغیرہ انہیں

۱۲ ان روایات کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب تلخہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے

ساکنانِ معرفت کے اقوال تھے لیکن یہ تو فرمایے کہ **هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ كُلُّ شَيْءٍ عِلْمُهُ كَوَالِدِهِ** یعنی اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں کیوں ارشاد فرمایا اس میں کوئی رادھی ضرور ہے گو علما ظاہر نے بلحاظ شریعت غراہت کچھ ناوہیں گہڑی میں مگر صاف معانی کے متبادل مصنوعی تاویلات کا اثر دل پر بہت کم پڑتا ہے اور رسولِ عالیہ السلام نے بھی یہاں صراحت کے ساتھ اس آیت شریفہ کی تشریح بڑے زور سے فرمادی ہے کہ **مَا قَالِ صَلَاحُ وَالَّذِي نَفْسِي مَحَلٌّ بِيَدِهِ لَوْ تَكَلَّمَ أَذْ لَيْكُم مَّعْبُودٌ إِلَى الْأَرْضِ السُّفْلَى لَهَيْتَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ كُلُّ شَيْءٍ عِلْمُهُ** یعنی رسولِ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم سے مجھ کو اس خدا کی جسکے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر ڈالو تم سب کو سب نیچے کی زمین پر تو ابنتہ پڑے گی اللہ تعالیٰ پر پھر پڑھی آپ نے یہ آیت کہ وہی اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہ سب چیز کو جانتا ہے۔ البتہ ذاتِ حق پر دو کی آہ میں متکلم ہے کہ **مَا قَالِ اللَّهُ تَعَالَى وَكَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكْلَمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسَلُ رُسُلًا لِقَبُولِ مَعْنَى مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَكِيمٌ** (ترجمہ) آدمی کی حد نہیں کہ اس سے بائیں کرے اللہ مگر اشارے سے یا پردہ کے پیچھے کوئی فرشتہ پیغام لائے والا پس جی میں ڈالے اس کے حکم سے جو کچھ چاہتا ہے وہ سب سے اوپر ہے حکمنوں والا یہی اس کا نام بھی وہم ہے۔ اس بات کے کہنے کا تو کچھ خوف نہیں کہ صاحبِ حسن و جمال کو پردہ کی آڑ ضروری ہے مگر توبہ۔ توبہ۔

حسن نہ آن است کہ ماند نہاں	گرچہ بود پردہ جہاں در جہاں
جبہ جمال و لغز و صورت مہر نیم روز	آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ میں نہ چھپائے کیوں
نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ ذرہ بھی پردہ نہیں۔ وہ ذاتِ توبہ پردہ خاموشی کے ساتھ ہر ذرہ میں جلوہ گر ہے مگر تابِ جمال کہاں۔ اور جب اوسبحانہ تعالیٰ اپنی انانیت کے اظہار کا ارادہ کرتا ہے تو انہیں صورتِ ہائے مختلفہ طلسمی کی آڑ میں اپنی ہی انانیت کا اظہار فرماتا ہے کہ میرے سوا کچھ بھی موجود نہیں۔ ہر مکان و لامکان و ورار و راین میری ہی ذاتِ موجود ہے	

اور اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ پس میری ہی ذات کا ظہور ہے۔ پس ظاہر میں جو یہ اجسام اور صور احساس سے معلوم کر رہے ہو یہ فقط ایک طلسمی نظر بند ہی ہے اور کچھ بھی نہیں سچ ہے ۷

ذات اور ابے عفا تش کس نید	ذات ابا با کن گفت و شنید
ہاں ۷	برہم بولے کا یا کے اوسے
	کا یا بن برہم کیا بولے

کا یا یعنی طلسمی حجاب صوری و تعیناتی ہیں۔ کہا قال علیہ السلام اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی سَبَّحُوْنَ اَلْفَ حِجَابًا مِنْ نُورٍ وَظُلْمَةٍ (ترجمہ) تحقیق اللہ تعالیٰ ستر ہزار حجابات نور و ظلمت کے رکھتا ہے یعنی وہ ذات حق اپنے انہیں شیونات و طلسمی تعینات و اصنافات و صور مختلفہ میں اپنی کثرت انوار سے محجب و مستور ہے جیسے ذات شمس اپنی ہی شعاع میں مستور و پوشیدہ ہے پس اگر کوئی شخص طالب صادق ان طلسماتی تعینات و اصنافات و صور کے پردوں کو جو حقایق الاشیاء کائنات سے اور نظر ظاہری کے درمیان بائشکال و الوان مختلفہ بصورت غیرت مائل ہو رہے ہیں اٹھائیگا تو بالضرور ذاتی جلوہ پائیگا۔ اس کا کام ہے تَطْهِیرُ الْقَلْبِ عَنْ مَّا سِوَى اللّٰہِ ۝

سوال۔ بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ یہ باعثِ جود یہ جو ہمہ دست کہنتی ہو غلطی میں پڑی ہے جواب۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان ہر دو گروہ شہود و وجودیہ میں سے کون صاحبِ غلطی پر ہیں کیونکہ ہر دو گروہ کے حضرات ادنیٰ و اعلیٰ امیرے بزرگ اور سر کے تاج ہیں مگر اس مقام پر دو قول صاحبانِ شہود کے نقل کرتا ہوں جو صاحبِ نظر ہو گا وہ اپنے دل میں خود ہی فیصلہ کر لے گا۔ اول حضرت منظر جان جاناں صاحبِ ہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں (صوفیہ اگر وجودیہ اند تعبیر ازان نسبت بطہور وحدت و کثرت می کنند مثل ظہور آب صور موج و حباب می گویند کہ این کثرت مزاجم وحدت حقیقی مطلق نیست و اگر شہود یہ اند نسبت اصل باطل چون نسبت اضواء منبسط شمس با شمس مفیر مابیند و ظل اینجا بمعنی تجلی است یعنی ظہور

۱۷ اس حدیث کو قاضی شہار الدین صاحب نے اپنے مکتوب میں جو شاہ غلام علی شاہ صاحب کو لکھا ہو نقل کیا ہو ۱۷

۱۸ سبب بمعنی علاقہ بین الطرفین اور یہاں اس علاقہ سے مراد ہی جو درمیان حق جل شانہ و خلق کے واقع ہے ۱۸

در مرتبہ ثانیہ ظاہرست کہ این کثرت وجودات ظلی محل وحدت وجود حقیقی اصل نمی تواند شد
 این قدر فرق است میان تغیر اول و ثانی کہ ہر چند ظل را حقیقتے دیگر غیر از حقیقت اصل او
 نیست ہماں اصل در مرتبہ ثانی ظہور کرده خود را ظل نامودہ است اما محل مواطات یکے بر دیگرے
 این جا هیچ نیست و در امواج و دریای هیچ است پس شہود یہ باین تعبیر من وجہ اثبات غیرت می کنند
 دوم حضرت قاضی شہار اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ
 (انکار حضرت مجذوب توحید وجودی نہ مثل انکار علماء ظاہرست بلکہ از مقامے کہ وجود یہ کلمہ میکنند
 تصدیق و تسلیم آن بنمایند۔ انقدر بہت کہ مقصود اصلی رافوق این مقام میفرمایند و غیرت
 فی الجملہ بین الحق و الخلق نہ نہجیکہ محل وحدت وجود حقیقی کہ متحقق در خارج حقیقی است نہ ممکنند
 انتہی کلام) پس وجود یہ خدا کے ساتھ غیرت ثابت نہیں کرتے اور شہود یہ خدا کے ساتھ
 کسی قدر غیرت ثابت کرتے ہیں۔ اس بات سے ہر ایک شخص صاحب بصیرت بغیر قائل
 باسانی نتیجہ کمال سکتا ہے کہ حق پر کون صاحب ہے۔ پس اگر کوئی وجودی ہو یا شہود ی
 یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ ذات کے عرفان کا فائدہ ہمارے ہی علم و انکشاف پر ہو گیا ہے۔
 اور باقی سب غلط چنانچہ رسول علیہ السلام نے بصیغہ جمع تشکیم ارشاد فرمایا ہے کہ مَا عَرَفْنَاكَ
 حَقَّ مَعْرِفَتِكَ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کا فقرہ بہ نظر غائر کلام اللہ میں
 دیکھو اور پڑھو تا کہ تم کو کُلِّ ذی عِلْمٍ عَلَیْہِمْ کی تصدیق ہو جائے۔ ذات الہی کا عرفان کسی کے
 علم و معرفت پر منحصر نہیں اور اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ ”ہمہ اوست“ تو شریعت کے
 مخالف ہو اور ”ہمہ ازوست“ موافق۔ کیونکہ اگر ”ہمہ اوست“ کو صحیح مانا جائے تو پھر شریعت
 اور اس کے جملہ احکام و مومن و کافر و بہشت و دوزخ و جزا و سزا سب کے سب معطل و بیکار ہو جائیگی
 وجود یہ صاحب فرماتے ہیں کہ شریعت ہی نے تو ہم کو توحید تشریہ کا سبق پڑھایا ہے اور
 یہ راہ رست و صراطِ مستقیم جہاں جھکاڑ سے صاف اور رہزنوں سے بالکل پاک بالمشترک
 بتلویا اور فرمادیا ہے کہ دیکھو خبردار ہو خدا کے ساتھ غیرت ثابت مت کرنا کہ شرک ہے اور
 یہ بھی صاف طور پر سمجھا دیا ہے کہ ذات حق کے دو وصف ہیں یعنی جمالی و جلالی۔ اور
 اسمائے الہی بھی دو قسم کے ہیں جمالی و جلالی جبکہ اور باب کہتے ہیں اور وصف جمالی۔ و

اربابِ جمالی میں انبیاء و اولیاء و مومن و ثوابِ جزا و بہشت اور وصفِ جلالی و اربابِ جلالی میں کافرو مشرک و سزا و عذابِ دوزخ۔ اور ہر ایک ہلِ جمال و جلال کے علاماتِ حوال و اقوال و افعال و اعمال اور ان کے مدارج و مراتب سے بالتصريح خبر کر دی ہے۔ اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ ہر ایک شخص علی قدر وصفِ جمال و جلال اپنے اپنے مقام میں آرام و راحت پائیگا۔ اور جمال و جلال ہر دو وصف ذاتی ذاتِ حق ہیں کہ یہ کہی ذاتِ حق سے منفک نہیں ہو سکتے۔ اب فرمائیے کہ اس میں کیا قباحت و شریعت کی مخالفت ہے بلکہ شریعت بھی توحید و جود ہی میں داخل ہے اور راقم کے نزدیک تو ”ہمہ اوست“ و ”ہمہ ازوست“ بھی شرک کے خالی نہیں۔ ذاتِ حق کے مقابل دہمہ کیا چیز ہے۔ اگر آپ صاحب (ہمہ و ہمہ) کی گردن مار دو گے تو کیا ہی کہنا ہے پھر تو توحید ذاتی کے مطلع پر جو اضافات کا ابر چھا رہا ہے جہ جہاڑ جھکاڑ سے بالکل پاک و صاف ہو کر ”اوست ہی اوست“ جلوہ نما ہو گا۔ اَللّٰهُ اَصْفَا الْاَصْفَاتِ عَنْ مَاسِوَى اللّٰهِ اِسى کا نام ہے۔ حدیث صحیحہ میں وارد ہے اَنَّ اللّٰهَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ يَنْفَعُ اللّٰهَ تَعَالٰى اور نہ ہتی اُس کے ساتھ کوئی شے وَالْاَن كَمَا كَانَ لَعْنَةُ اللّٰهِ اَبِى بَحْرٍ وَبِاِى ہے جیسا کہ تھا یعنی اب بھی اُس کے ساتھ کوئی شے نہیں۔ پس ان تین میں ذاتِ یعنی احدیت و وحدت و احدیت میں غیر اللہ کا جسکو ممکنات کہا جاتا ہے کہیں پہنچتا نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اِنْ عَلِمَ ظَوَاهِرِ جہم اللہ نے کہاں سے اور کیونکر غیر اللہ کو اللہ کے مقابل خم ٹھوک کر ٹھرا کر دیا ہے اور ان ظہورات الہی کا نام ممکنات رکھا ہے اور ممکن معنی شاید ہے یعنی جسکے ہونے اور نہ ہونے کا شک ہو یقین نہ ہو۔ یعنی یہ یقین دل یہ نہیں کہہ سکتے کہ چنانچہ اشیا غیر اللہ ہیں۔ یا اشیا را مسوی اللہ ہیں۔

سوال۔ علمائے ظواہر روحِ قدسی کو ممکنات و مخلوقات میں شمار کرتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟
جواب۔ وہ روحِ قدسی جسکے لئے اللہ تعالیٰ مالا مال کو حکم فرماتا ہے کہ قَدْ اَنزَلْنَاهُ وَفَعَلْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا اِلَيْهِ يَسْجُدُوْنَ یعنی پھر جب میں ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اُس میں اپنی جان تو گر پڑو اسکے آگے سجدے میں۔ شاہ عبدالقادر صاحب اس آیت کے

اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ۱۲

قائد میں کہتے ہیں کہ اپنی ایک جان یعنی آب خاک کی نہیں بنی غیب سے آئی ہے یعنی روح مخلوق نہیں۔ اس آیت سے یہ راز بھی منکشف ہو گیا کہ سجدہ روح اللہ کو تھا۔ خاکی ڈھچھر طلسمی کو نہ تھا ورنہ سَتَوَيْتُہُ کے آگے فَفَعَلُوْا لَہُ یَسْجُدُوْنَ ہونا نَفَحْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوحِی کے بعد ہونا ضرور اس طلسم میں کوئی راز پوشیدہ ہے صوفیہ وجودیہ کے نزدیک روح و ذات حقیقت واحد ہے نہ غیر اور ہندو مذہب والے کہتے ہیں کہ مادہ اور روح اور الیٹر آپس میں غیر اور قدیم ہیں پس یہ محض غلط اور لغو ہے۔ واجب الوجود کے سوانہ کوئی قدیم ہے نہ کچھ موجود البتہ ویدانتی سیاسی مت کے فقر اور جو دہر اسلامیہ فقر اسے موافقت تامہ رکھتے ہیں مخفی نہ ہے کہ عالم دو ہیں یعنی عالم خلق و عالم امر لکما قال اللہ تعالیٰ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ پس یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلق امر نہیں اور امر خلق نہیں۔ عالم خلق جسم و صورت محسوسہ و غیر محسوسہ ایک طلسم ہے جسکو ظاہر و آخر کہتے ہیں اور عالم امر روح و حقایق اشیا ہے جس کا نام باطن ازل ہے اور کتب عقائد میں لکھا ہے کہ حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ ثَابِتَةٌ ثَابِتٌ وَہ ہے جسکو فنا نہ ہوا اور روح کو اللہ تعالیٰ اپنی جانب منسوب فرمانا ہے یعنی میری روح۔ تو پھر کس طرح قوت شعلہ نے روح اللہ کو اپنی خام خیالی سے بغیر دیکھے بھالے اور سوچے سمجھے ممکنات و حادثات میں داخل کر لیا ہے حالانکہ پہلے ہی اسکی منادی ہو چکی ہے۔ جبکہ یہود نے روح کی حقیقت کا سوال کیا تھا اور پھر فرماں الہی صادر ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قُلِ السُّحْرُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا مِنْ تَنْفِیْثٍ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلٌ کہنے تو کہہ میرے پروردگار کا ایک ذاتی راز مخفی ہے چونکہ کفار کو اس راز مخفی سے محروم رکھنا تھا فرمایا کہ تمہارا اعتور اساعلم اس راز کی نقیم میں قاصر و عاجز ہے پس تمکو اتنا ہی بتا دینا کفایت کرتا ہے کہ یہ روح ہمارا ایک مخفی راز ہے چنانچہ حدیث قدسی اس مخفی راز کی حقیقت سے خبر دے رہی ہے کُنْتُ کُنْزًا مَّخْفِیًّا فَاجْبَلْتُ اَنْ اُخْرِجَ تَخْلَقْتُ الْخَلْقَ یعنی میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ پس میں نے یہ چاہا کہ میں اظہر من الشمس ہو جاؤں تو پھر میں نے اپنے مہرات کو اس طلسمانی مخلوقات میں پوشیدہ ترو ظاہر کر دیکھا یا اور انسان کو منظر اتم بنا دیا۔ اے افسوس

اگر نہ ہم خدا تھے گردِ بے تدعا ہوتا

اسرا پا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو

اور جمیع صوفیہ کرام شہود یہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ قلب روح و سرخنی و نفی کہ مقرر انہا فوق العرش است۔ آیہ کریمہ قُلِ السَّوْءُ حَرِمْ اَمْرًا رَیْفًا وَمَا اَوْتِیْتُمْ مَعِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا در شان انہا است۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح عالم امر میں ہے جو فوق العرش ہے عالم خلق میں سے نہیں جو عرش سے تخت النریٰ تک ہوا و شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ قُلِ السَّوْءُ حَرِمْ اَمْرًا رَیْفًا کی تفسیر میں یون ارشاد فرماتے ہیں کہ روح چونکہ عالم امر میں سے ہے نہ عالم خلق میں سے اسلئے مجاہدین کے علم و ادراک کی رسائی و ہائیک غیر ممکن ہے۔ کیونکہ عالم امر وہ ایک ذات مجرودہ ہے ہیولی و جاہر سے۔ اور وہ مقدس و منزہ ہے شکل و لون و جہات سے۔ پس محال ہے کہ مجاہدوں کا ناقص علم و ادراک اسکی تعریف و توصیف بیان کر سکے بلکہ عالم خلق کے محسوسات میں بھی ان کا علم و ادراک ناقص و بے قدر ہے اور فرماتے ہیں کہ ظاہری جسم و صورت آدم حکمت ظہور احکام اسرار و صفات الہیہ ہے اور روح آدم یعنی باطنی حالت حکمت ربوبیت و خلافت ہے پس آدم ربوبیت و خلافت و صفات الہیہ کے اعتبار سے عالم کے لئے حق ہے اور ربوبیت و عبودیت کے اعتبار سے خلق ہے یعنی باعتبار روح حق ہے اور باعتبار جسم و صورت خلق انتہا کلامہ۔ پس اگر کسی صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ ممکنات و حادثات میں ہے تو روح اللہ بھی یہی ہمارا اس میں کیا جج ہے لیکن تلت ابراہیمی میں عقلاً و نقلاً ثابت ہو چکا ہے کہ ذات واجب الوجود وَحْدًا لَا شَرِکَ لَکَ اَزَلُ الْاَزَالِ سے قائم و واجب قدیم ہے ممکن و حادث نہیں اور تم کو بھی اس بات کا کامل یقین ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی روح قدسی کیسے ممکنات و حادثات میں سے ہو سکتی ہے ع حیرت اند حیرت اند حیرت است۔ لے یاران جلسہ! اگر تم تھوڑی دیر کے لئے خام خیالی کو دھٹکا بھیجو اور چشم ظاہری احوال بین کو بند کر کے چشم باطن سے اگر روشن ہے تو دیکھو کہ ذات واجب تعالیٰ کشف ہوتی ہی یا نہیں۔ اگر کسی کے ہنرے کی بھی پھوٹ رہی ہو تو خدا کے حوالے پھر کسی طیب یا ڈاکٹر حاذق سے علاج کرائے وہ اپنے علاج کامل سے تمھاری چشم باطن کو پر نور کر کے اُس پر عینک حق میں چڑھا دے تاکہ ملکوت حق ہی حق دکھائی دینے لگے ہی نور کو نور علی نور کہتے ہیں یَحْدِی اللہُ لِیُوْدِیْ

مَنْ يَشَاءُ غَرَضُ بزرگانِ دین نے جو کچھ واجب ممکن کی نسبت ارشاد فرمایا ہے وہ اپنے علم و انکشاف و مراتب کی داد و دی ہو ورنہ حقیقت ذات و صفات واجب تعالیٰ علم و انکشاف و اور احکام عقول و افہام سے برتر ہے۔

نہایت کس ان حقیقت گہری جملہ می سرزندہ بدست

البتہ حیہ اس ہمیشہ نہ ہو کا کھانے اور پینے کے عادی ہیں اور محسوسات میں بلا تحقیق حکم لگا دینا انکا کام ہے جیسے انسان کو رستی میں سانپا و سمپ میں چاندی اور سراب میں پانی کا دھوکا ہو جاتا ہے غرض یہ جو اس دھوکا دیئے بغیر نہیں رہتے پس انسان بھی انھیں کے دھوکے میں جو پہلے ہی سے اسی طلسمات میں گرفتار ہو رہے ہیں اگر ذات واجب تعالیٰ میں جو جو اس کے اور اک سے بعید و برتر ہے اور ممکنات جو محسوسات طلسمی ہیں ان میں کچھ گڑ بڑ کر کے دلائل عقلیہ سے کام لیتے ہیں بعید از قیاس ہے چونکہ راقم نے اس کتاب میں متقدمین و متاخرین بزرگان دین کے مقالات جمع کئے ہیں اور ان بزرگواروں نے ممکن و واجب میں ظلال و اہل آئینہ و عکس و دریا و موج و حباب قطرہ کی نسبت قائم کر کے کم فہموں کو سمجھایا ہے تاکہ غلط فہمی سے بچیں اور خدق زندقہ و الحاد میں نہ گریں لہذا مجھ کو بھی وہی طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ ورنہ اس سبباً تعالیٰ ملکوں ظلال غیر سے متبرہ و منزہ ہے تو ہمت کو اس ذات مقدس میں کچھ خل نہیں سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَنْہُ مَا يَصِفُونَ یہ چند اقوال در بابِ وحدت وجود و وحدت شہود مشتمل نمونہ از خروائے واسطے فرید آگاہی طالبین کے نقل کئے گئے ہیں۔ اگر کسی کو زیادہ شوق ہو تو مطولات میں دیکھے یہاں گنجائش نہیں والسلام بازا آدم بر سر مطلب وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

فصل سوم در بیان تنزلات و تعینات

حمنہ ذات بخت بالا جمال

واجب چو منزل کند از حضرت ذات	پنج است تنزلات اور درجات
وحدت و واحدیت است روح و مثال	و انخاسن جمعیت است امر و بصفت

ذات بخت با عالم لاہوت

بخت بہنی خالص یعنی جو ذات کہ اکم و برکم و لغت و وصف سے منزہ و متبرہ ہو اسی کو ذات بخت

تنزلات و تعینات

کہتے ہیں اور اسی کو احدیت صرف ولا تعین وجود مطلق وورالور اور منقطع الاشارات وکنہ حق و
ہویت حق و حقیقت حق بھی کہتے ہیں یہ مقام تنزیہ ہے اس کا نام عالم لاہوت ہے اس مرتبہ
میں ذات کا کوئی نام مقرر نہیں لیکن اہل تصوف نے دوسروں کو سمجھانے کے لئے
ذات مطلق کے نام رکھ لئے ہیں ۛ

وحدت یا عالم جبروت

جب اس ذات بخت نے اسم و رسم و لغت و وصف پایا تو اس کا نام وحدت ہوا یعنی ذات الوجل
والجل اسم سے مراد ہے ذات باصفات اور وہ صفات وجودی ہوں یا عدمی اور اسم سے مراد
ہے خلق و صفات خلق اور لغت عبارت ہے صفات وجودی اور وصف اسماء صفات وجودی
عدمی سے یہ مرتبہ خالقیت ہے اور یہ حدیث قدسی کُنْتُ كُنْزًا خَفِيًّا فَاجَبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ
الْحَقُّ وَتَعَرَّفْتُ لِيْلِهِمْ فَبَنِي عَمَّا تَوْفِي وَبَعَثْتُ بِهِمْ اِنِّى اَعْرِفُ خَلْقَهُ
میں نے چاہا کہ پہچان جاؤں تو پیدا کیا خلقت کو اور میں نے اُنکو اپنا شناسا کیا پس اُنہوں نے
مجھ کو مجھ سے پہچاننا اور میں سبب اُنکے پہچاننا گیا یہ اسی مقام کا بیان ہے جب اس ذات نے
ارادہ ظہور کا کیا تو اول نور محمدی ظہور میں آیا اس مرتبہ میں ذات کا نام وحدت رکھا
جسکو حقیقت محمدی یا عالم جبروت یا برج کبریٰ یا منزل اول کہتے ہیں یہاں ذات کو اپنا
علم بالاجال ہے اب تمکو یہ خیال ہو گا کہ حقیقت محمدی کیا شے ہے اور محمد صلعم کون ہیں اور
خدا تعالیٰ کسے نزدیک انکی کیا قدر و منزلت ہے اور وہ کن اوصاف سے موصوف ہیں اور خدا تعالیٰ
سے کیا نسبت رکھتے ہیں؟ سنو!

بیان حقیقت محمدی صلعم

کیا لکھوں اور کس سے کہوں کہ دانشور دنیا میں کم ہیں اور عوام الناس کو الحق شمس کا اثر نہ ملے
تیر جاہ و وز کے ہوتا ہے لیکن بغیر کہے رہا بھی نہیں جاتا۔ کیونکہ حق کو پوشیدہ رکھنا بھی منع ہے خیر
بطور اشارہ کچھ بیان کرتا ہوں قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَالْحَقُّ مِنْ نُورِ عِزِّي يَعْنِي سَوَّلَ
لہ اس حدیث قدسی کو شاہ عبداللطیف محدث دہلوی نے مکملہ مروج النبوة میں نقل کیا ہے کہ کتاب الجہنم میں یہ حدیث کو جلالہ زائق نے نقل کیا ہے

عالم لاہوت

عالم جبروت

حقیقت محمدی صلعم

صلعم نے فرمایا جو کہ میں خدا کے نور سے ہوں اور خلقت میرے نور سے ہے اور دوسری حدیث میں اس اجمال کی تفصیل آن حضرت صلعم نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری نے رسول علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو خبر دو اول شے سے جسکو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا ہو آپ نے فرمایا کہ یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نور محمد الخ یعنی او جابر تحقیق اللہ تعالیٰ نے سب شیا سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا الخ یہ حدیث بہت طویل ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ مجھ سے پہلے کوئی چیز یعنی لوح و قلم وغیرہ نہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پھر یا جب تک چاہا پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ خلقت کو پیدا کروں تو میرے نور سے فلاں فلاں چیز کو پیدا کیا۔ اس حدیث میں بالتفصیل بیان ہے یہاں طوالت کی وجہ سے ترک کیا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کل شیا میرے نور سے پیدا کی گئیں اور یہ حدیث کہ اَکَامِنُ نُورِ اللَّهِ وَالْمُؤْمِنُ مِنْ نُورِي - وَفِي ذَوَائِبِهِ - اَنَا مِنَ اللَّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ مِنِّي یعنی میں خدا کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں خدا سے ہوں اور مومنین مجھ سے ہیں۔ یہ کمال شفقت اور اتحاد کی بات ہے چونکہ مومنین رسول خدا صلعم کی پیروی میں ہر موافقات نہیں کرتے اس اتحاد کی وجہ سے آن حضرت صلعم نے اپنی کمال شفقت سے ان کو اپنے ساتھ شامل کیا ہے ورنہ کل مخلوق نور محمدی سے ظاہر ہوئی ہے۔ ہر گاہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور ذاتی کو نور محمدی سے مہیوم کیا پس اسی کو حقیقت محمدیہ و تعین نزول اول کہتے ہیں۔ اس تقریر سے مکویہ بھی ثابت ہو گیا ہو گا کہ کوئی چیز نور محمدی سے کہ وہ نور ذاتی ہو غالی نہیں اور کل اشیا میں اسی ذاتِ احدیت کا جلوہ ہے اور یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کے نزدیک کیا مرتبہ اور کیا قدر و منزلت ہو۔ یا ذاتِ خدا سے کیا نسبت رکھتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں اس سے زیادہ ہم کچھ نہ کہیں گے کہ وہ حبیبِ خدا ہیں اور مرتبہ محبوبیت رکھتے ہیں۔ اور حدیث میں بھی وارد ہے کہ کسی صحابہ کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ

لہ آج دونوں حدیثوں کو شاہ عبدالحق صاحبِ محدث دہلوی نے اپنی کتاب مباحث النبوت میں نقل کیا ہے ۱۲

روح اللہ اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی یہ قدر و منزلت ہے کہ اللہ تعالیٰ
 حدیث قدسی میں فرماتا ہے **لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَوَّلَاتِ وَفِي رِوَايَةٍ لَوْلَاكَ لَمَّا
 اَظْهَرْتُ الرَّسُولِيَّةَ** اگر تجھ کو نہ پیدا کرتا تو البتہ میں ظاہر نہ کرتا اپنی ربوبیت کو
 یعنی تیری خاطر ہر دو جہان کو پیدا کیا۔ اب اس سے زیادہ اور کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے
 اب اگر گوش ہوش سے سنو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات الہی سے کیا نسبت ہو اب ہم وہ آیا
 پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں اپنے اسماء حسنی سے موسوم
 کیا ہے **رَاللّٰهُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَا رَمَلْتُ اِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی عَنِّيْ** اور تم نے
 نہیں پھینکی مشنہاں کہ جبکہ تم نے پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے کافروں کے منہ میں خاک
 ڈالی یعنی تیرا پھینکا اللہ کا پھینکا تھا **اَيُّهَا الَّذِيْنَ يَبَايِعُوْنَكَ اَللّٰهُ يَبَايِعُكُمْ** اللہ
بِذِ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یعنی تحقیق جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں جبرائیل سے کہ وہ لوگ
 اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے یعنی تیرا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے (دور) **مَا
 قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِيْنٌ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لِيُظْهِرُوا
 نُوْرَ اللّٰهِ بِاَنۡوَارِهِمْ وَاَللّٰهُ مُتِمِّمٌ نُّوْرِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ** اللہ تعالیٰ نے تحقیق آیا تمہارے پاس
 اللہ کی طرف سے نور اور قرآن واضح چلے ہیں کافر کہ مجھادیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں
 سے حالانکہ اللہ پور کرنے والا ہے اپنے نور کو اور اگرچہ کافر ناخوش ہوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نور اللہ میں اور نور الہی کسی سے مجھ نہیں سکتا حق **يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ
 رَبِّكُمْ اَلَيْسَا فَنَدُّوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ** یعنی اے لوگو آیا تمہارے پاس حق تھا
 رب کی طرف سے پس تحقیق مجھلایا انہوں نے حق کو جبکہ آیا ان کے پاس یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کو اہم حق سے موسوم کیا (شہید) **وَيَكُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا** یعنی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر
 گواہ ہے **(رَوُّوا الرَّحِیْمَ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِاُمُوْمِنٍ رَّوُّوا الرَّحِیْمَ** یعنی حریص ہے تمہارے
 ساتھ مومنین کے روف و رحیم ہے (شاہد) **يَا أَيُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَهِیْدًا اَوْ مُبَشِّرًا** اَوْ

۱۲ یہ حدیث کتاب مدارج النبوت میں ہے

۱۵ پ ۱۶ ع ۱۷ ع ۱۸ ع ۱۹ ع ۲۰ ع ۲۱ ع ۲۲ ع ۲۳ ع ۲۴ ع ۲۵ ع ۲۶ ع ۲۷ ع ۲۸ ع ۲۹ ع ۳۰ ع ۳۱ ع ۳۲ ع ۳۳ ع ۳۴ ع ۳۵ ع ۳۶ ع ۳۷ ع ۳۸ ع ۳۹ ع ۴۰ ع ۴۱ ع ۴۲ ع ۴۳ ع ۴۴ ع ۴۵ ع ۴۶ ع ۴۷ ع ۴۸ ع ۴۹ ع ۵۰ ع ۵۱ ع ۵۲ ع ۵۳ ع ۵۴ ع ۵۵ ع ۵۶ ع ۵۷ ع ۵۸ ع ۵۹ ع ۶۰ ع ۶۱ ع ۶۲ ع ۶۳ ع ۶۴ ع ۶۵ ع ۶۶ ع ۶۷ ع ۶۸ ع ۶۹ ع ۷۰ ع ۷۱ ع ۷۲ ع ۷۳ ع ۷۴ ع ۷۵ ع ۷۶ ع ۷۷ ع ۷۸ ع ۷۹ ع ۸۰ ع ۸۱ ع ۸۲ ع ۸۳ ع ۸۴ ع ۸۵ ع ۸۶ ع ۸۷ ع ۸۸ ع ۸۹ ع ۹۰ ع ۹۱ ع ۹۲ ع ۹۳ ع ۹۴ ع ۹۵ ع ۹۶ ع ۹۷ ع ۹۸ ع ۹۹ ع ۱۰۰ ع

نَدِیْرَ یعنی اے بنی تحقیق! تمکو شاہد و مبشر و تدبیر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر آپ کا نام شاہد رکھا (کبریم) اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ وَهُوَ یَقُوْلُ شَاعِرٍ یَعْنِی تحقیق وہ بہت قول رسول کریم کا ہے اور نہیں ہے وہ قول شاعر کا علیٰ ہذا الْفِیْثَانِ حَبِیْبٌ فَتَاخٌ شَلُوْرٌ عَلَیْہُمْ ہَادِیٌّ مُّؤْمِنٌ مُّہِیْمٌ ذَا رِیْءٍ عَظِیْمٌ وغیرہ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ہمارے جنے سے رسول مہم کو قرآن شریف میں موسوم کیا ہے و کچھ شفا کے قاضی عیاض و شرح مشکوٰۃ و مدارج النبوت کو اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ چونکہ اختر صمد کو اللہ تعالیٰ سے بہت اتحاد ذاتی و صفاتی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے اسماء ذاتی و صفاتی سے موسوم کیا ہے اس تقریر سے کوئی یہ نہ سمجھ جائے کہ رسول صلعم العیاذ باللہ خدا سے نہیں ہرگز نہیں کیونکہ تعین کفر ہے ہاں البتہ انہما ضرور کہیں گے کہ اگرچہ رسول علیہ السلام خاں نہیں لیکن خدا سے غیر و جابھی نہیں چنانچہ رسول علیہ السلام خود ارشاد فرماتے ہیں مَنْ کَرِهَ فِیْ حَقِّیْ اَلْحَقَّ جَنَ مَجْکُوْہٍ کَیْجَاسٍ یَّحْقِیْقُ اَنْہُ حَقٌّ کُوْہِیْجَاسٍ۔

فَافْہَمُ

یَا صَاحِبَ الْجَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ	مِنْ وَجْہَتِ الْاٰمِنِیْرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرُ
لَا یُمْکِنُ الشُّکُّ اَنْکَ کَانَ حَقًّا	بعد از خدا بزرگ تو فی قصہ مختصر
غالب ثنائے خواجہ بہ زیوان گزشتیم	کمال ذات پاک مرتبہ وان محمد است

یَکْدِی اللہ لُؤْلُؤِ مَنْ کَیْثَئُ یعنی ہدایت کرنا ہے اللہ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہے

واحدیت

جس وقت اُس ذات نے اپنی ذات میں تعینات اقسام و انواع عالم کو موسوم کیا تو اہل تمجید نے اُس کا نام واحدیت رکھا یہ مرتبہ ربوبیت و اکبیت ہے جسکو تحقیق انسان و اعیان ثابتنہ و خالق ممکنات و صور علیہ برزخ صغریٰ بھی کہتے ہیں یہ تعین و تنزل ثانی ہے۔ یہاں ذات کو علم بالتفصیل ہے اس مرتبہ ذات تک ہر دو گروہ صوفیہ کرام یعنی وجودی و شہودی متفق ہیں یعنی تعین اول و تعین ثانی مرتبہ وجوب میں ہیں اس میں کسی کو اعتراض و گفتگو نہیں ہر دو فرق بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں:

لے پ ۲۹ ع ۶ لے اس حدیث کو بخاری نے ابو سعید انصاری سے روایت کیا ہے ۱۲

تعیّن روحی و عالم ملکوت

عالم ارواح جسکو ملکوت بھی کہتے ہیں اور قرآن شریف میں فُتُوحَاتِ الدِّیْنِ بِیَدِ الْمَلَائِکَہِ کُلِّ شَیْءٍ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اس مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ روح ایک وجود صرف بسیط ہے جسکی کوئی صورت نہیں مگر جس صورت میں چاہتا ہے نمودار ہوتا ہے اور یہی معنی ہر ایک صورت میں ظاہر ہے اسکو روح ربانی کہتے ہیں۔ رباعی

روح درمراۃ قالب از ظہور وجہ اوست شخص رہت ماس کان ہم اول ہم آخرت
از ازل سے بر آن جن ابد کرد اوست باز دپے معراج دل شوقاب قوسین این ستر
اس کو منزل و تعین سوم کہتے ہیں۔ اس مرتبہ میں ذات باہم روح موسوم ہے اور کفایت فیہ
میں روحی اسی مقام کا بیان ہے۔

تعیّن مثالی عالم مثال

عالم مثال جسکو لوح محفوظ بھی کہتے ہیں سلم لوح محفوظ است پر مثالی پار بست دروس
سیر جانان آشکار سبل کھو قرآن مجید فی لوح محفوظ عالم مثال عبارت ہے صورت
مربکات لطیفہ سے جو قابل تجزی و تبیین نہیں نہ انکو خرق و است یام سے اس کا نام
خیال منفصل صی ہے اس کو منزل و تعین چہام بھی کہتے ہیں یہاں ات بنزلہ مثال

تعیّن جسدی و عالم ناسوت

عالم اجسام مراد ہے صورت مرکبات کثیفہ سے جن میں تجزی و تبیین و خرق و التیام کی قیادت
ہے۔ اسکو عالم ناسوت یا عالم حس یا عالم شہادت بھی کہتے ہیں یہ مرتبہ جامعہ ہے اور تعین
و منزلانغم پس جو حرکت یا جس کہ اس عالم میں موجود ہے عالم مثال کے واسطہ سے ہے
یعنی اول فیاض مطلق کا فیض عالم ارواح میں پہنچتا ہے پھر عالم مثال میں پھر عالم حس و

عالم ملکوت

عالم مثال

عالم ناسوت

شہادت میں۔ عالم شہادت صوری ہے اور عالم مثال صور خیالی اور عالم ارواح دونوں سے لطیف تر۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ سبے اللطف لَا تَدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

شہیدہ ام کہ جمال تو دیدہ اند ہے | ولے چنانکہ تو فی اس پنہاں ندید کے

بیان بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ تعین اول مراد ہے علم جمالی سے جسکو وحدت کہتے ہیں اور دوسرا تعین مراد ہے علم تفصیلی سے جسکو واحدیت اور اعیان ثابۃ وصور علیہ وحقائق ممکنات بھی کہتے ہیں اور تیسرا تعین روحی ہے اور چوتھا تعین مثالی اور پانچواں تعین جہدی اور کل صوفیہ کرام کے نزدیک تعین اول و ثانی مرتبہ وجوب میں ہے اور باقی تین تعین یعنی روحی و مثالی و جہدی مرتبہ امکان میں ہیں لیکن رقم کے نزدیک روح قادسی یعنی روح اللہ ممکنات و مخلوقات میں داخل نہیں۔ بلکہ وہ ذاتی جلوہ ہے اسکی بحث پہلے گزر چکی ہے اور اعیان ثابۃ وحقائق ممکنات کا وجود و ظہور خارج میں نہیں ہے باقی تین تعین جمالی میں وہی خارج میں نمودار ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اعیان ثابۃ کا سایہ میں اور یہی محل جزو امور و کمالات شریعیہ میں ہے صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ یہ موجودات امکانیہ خارجیہ اعیان ثابۃ کا سایہ ہے اور اعیان ثابۃ کیلئے صور علیہ یعنی ذات کا علم تفصیلی اور علم جمالی نامفہوم کے تو عین ذات نہیں لیکن بلحاظ وجود کے غیر ذات بھی نہیں ہے اور بعض کے نزدیک علم عین ذات ہے اور ذات عین علم ہے چنانچہ مولانا جامی گویا میں فرماتے ہیں کہ صفات تعالیٰ مِنْ حَيْثُ التَّعْقُولِ غیر ذات ہیں اَوْ مِنْ حَيْثُ الْحَقِيقَةِ وَالْحَقُولِ عین ذات تعین ثانی کے اعتبار سے حضرت علم میں ہر شے کے وجود کی حقیقت کا تعین ہے یعنی اعیان ثابۃ (صور علیہ) اسماء الہی کے مظاہر ہیں اور یہ موجودات خارجیہ اعیان ثابۃ کا عکس یا سایہ ہے اور وہ اسماء و احکام خلی تکلیف کی گئی ہے موجودات خارجیہ کے لئے ترتیب دیئے گئے ہیں نہ کہ اعیان ثابۃ کیلئے کیونکہ احکام کی ترتیب جو مفصل کے واسطے ہے اور اعیان ثابۃ کا زوال و انفصال ہستی باری تعالیٰ سے محال ہے کیونکہ حقائق ہمیشہ باطن وجود میں پوشیدہ ہیں اور انکے آہا و احکام ظاہر وجود پر ظاہر ہیں اور صور علیہ کا زوال باطن وجود سے محال ہے ورنہ خدا کی ذات میں جہل لازم آتا ہے پس صفت باعتبار مفہوم غیر موصوفہ ہے اور باعتبار وجود عین موصوفہ یعنی

تغایر بحسب مفہوم و اتحاد بحسب وجود ہے پس اس بیان میں قباحات شرعیہ کوئی نہیں کی جاتی

ہمسایہ و ہم نشین و ہم درہمہ دوست	رباعی در دلق نہ او طلسم شہرہ دوست
در انجمن منرق و نہاں خانہ جمع	ہاں تہم دوست تہم ہاں تہم دوست
الحق کہ نہیں ہے غیسر ہرگز موجود رباعی	جنگ کہ ہے و ہم غیر حق ہی مفقود
حق یہ کہ ہم کا بھی ہونا حق ہے	حق ہے تو ہر ایک طرح سے حق ہی شہود

اور یہ کثرت جو نمودار ہے اصل اس کا کوئی وجود نہیں معدوم محض ہے۔ چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اپنی کتاب تقریر دلیہ میں لکھتے ہیں کہ بجلاف کثرت کے کہ وہ حقیقت میں وجود کے اقسام میں سے نہیں غلطی کے باعث اسے وجودات میں سے شمار کرتے ہیں بلکہ جیسے وحدت کی اصل جو ہے کثرت کا مبنی عدم پر ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نور آفتاب ایک شے واحد ہے پر اگر دیوار میں ایک مکان کے کئی روشندان برابر برابر ہوں تو بسبب بیچ کے اندھیرے کے ہر روشندان کا نور جذب معلوم ہوگا غرض یہ کثرت اندھیرے کے سبب معلوم ہوتی ہے اگر اوجھڑا دھریج میں اندھیرا نہ ہو یعنی دیوار کو مکان کیج میں سے اٹھا ڈالیں تو سب جگہ نور ہی نور ہو جائے۔ اور یہ فرق امتیاز و تقدیر جس کا نام کثرت ہی باقی رہے اور چونکہ اندھیرا نور کے ہونے کو کہتے ہیں اور یہ ہی عدم ہے تو معلوم ہوا کہ یہ کثرت عدم کے باعث معلوم ہوتی ہے کچھ وجود کے اقسام میں سے نہیں۔ انقصہ کوئی یوں نہ دھوکا کھائے کہ کثرت بھی تو وجود کے اقسام میں سے ہی ہو و جو عالم عارضی ہے تو یہ بھی کسی موجود حقیقی کا فیض ہوگا تو لازم آئے گا کہ کثرت بھی خدا کے اندر ہو۔ کیونکہ دوسرے کو فیض اسی چیز کا ہوتا ہے جو اپنے اندر ہوئی ہے۔ آگ میں اگر گرمی ہو تو دوسروں کو کیا گرم کرے اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو اوصاف وجود کے اقسام میں سے ہیں اور عالم میں پائے جاتے ہیں جیسے مثلاً اپنا ہونا و ضروریہ کہ خدا میں ہی ہوں اور جو اوصاف عدمی ہوں جیسے مثلاً اپنا ہونا و ضروریہ کہ خدا میں ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو موجود اصلی ہو اس میں کسی طرح کثرت کی گنجائش ہو نہیں سکتی وحدت جو اوصاف وجودی میں سے ہے چنانچہ بھی ظاہر ہوا اس میں صلی نہ ہو حالانکہ یہ محال ہو کہ وجود تو اس کا اصلی ہوا و تبسم کا وجود و وجودات کو اس پہنچے اور ہر طرح کے جو کا وہ معدن میں ہو

تقریر مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی

اور پھر اس میں بعضی قسم وجود کی اصلی نہ ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وجود اس کا عین ذات ہی
 اور ذات اس کی عین اوصاف ہی اور اوصاف اس کے عین وجود ہیں یہ نہیں کہ ذات اس کی اور
 ہے اور اوصاف اس کی اور وجود اس کے۔ ورنہ دو خرابیاں لازم آئیں گی ایک تو یہ کہ اس میں
 وحدت اصلی نہ ہو حالانکہ اس کی وحدت کا اصلی ہونا ابھی ثابت ہوا ہے دوسرے یہ کہ جیسے ہمارے
 وجود سبب اس کے کہ ہماری ذات پر ایک شے زائد ہے عارضی پھر ایسے ہی اس کا وجود بھی
 عارضی ہو گا۔ پھر وہ وجود اصلی کیوں ہو گا انتہی کلام غرض یہ ہے کہ کثرت تو محض دہمی خوداری
 البتہ اس میں جو کچھ ظاہر ہو رہا ہے وہ سب ہی واحد کا ہر تو ہے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محبت
 دہلوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے
 علیؑ اِلَٰہِ شَٰنِ حَٰجِیِّ مِّنَ الدِّیْنِ کہ ایک شے قَدْ کُوْنُ قَارِی سے منستے تھے تو فرمایا
 کرتے تھے کہ یَا اَیُّھَا التَّقِیُّ یعنی کا ش یہ حالت تمام ہو جاتی اور پہنچے جس جگہ سے سفر کیا ہو
 پھر وہاں پہنچ جاتے اور کثرت وحدت میں متلاشی ہوتی۔ اور حجاب وار درپاسے بے پایاں
 ازل میں نیست و نابود ہو جاتے یعنی یہ سی حالت مہیومہ موجب گرفتاری ہے اور جب یہ
 ہم بتا رہا پس وہی ایک ذات ہے جس کے لئے کوئی نام مقرر نہیں انتہا کلام۔ اور تحقیق اہل
 وجود اہل شہود کے درمیان جو جنگ ہے یہ فریقین میں نزاع لفظی ہے نہ حقیقی کیونکہ موجود
 کی ہائیں ہیں واجب الوجود متمنع الوجود ممکن الوجود واحد الوجود۔ واجب الوجود
 وہ ہے نہ جس کا وجود لازمی و ضروری ہو اور اس کا عدم محال اور متمنع الوجود وہ ہے کہ جس کا
 عدم ضروری و لازمی ہو اور اس کا وجود محال اور ممکن الوجود وہ ہے جس کا وجود عدم
 دونوں مساوی ہوں اور واحد الوجود وہ ہے کہ اس کی ہستی کے سوا کسی کی ہستی نہ ہو پس
 ذات احدیت کو باعتبار مرتبہ علم اجمالی کہ جسکو حقیقت محمدی و ملاحظہ صفت وحدت کہتے
 ہیں تنزل اول ہے اور جب یہ مرتبہ اسرار و صفات کی علت و مبداء ہو اپنے علم تفصیلی کے
 درجے میں یا تو اس کا نام تنزل ثانی رکھا اور ان ہر دو تنزل کو واجب قیوم کہتے ہیں۔ اور اس کا
 صفات جبکہ اپنے ظہور میں عالم ارواح کی حاجت و ضرورت رکھتے ہیں یہ تنزل ثالث ہے
 اور عالم مثال کہ مانند رویا کے ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے یہ درمیان عالم ارواح و عالم

اجساد کے برزخ ہے اسکو تنزل اربع کہتے ہیں اور مرتبہ اجساد تنزل خامس ہے اور یہ ہر سہ تنزلات ممکن و حادث ہیں انکا حل ہر دو تنزل سابق پر نہیں کیا جاسکتا کہ موجب کفر ہے کیونکہ حل میں محمول کو اپنے موضوع کے ساتھ کسی قدر اتحاد و مطابقت و موافقت شرط ضروری و لازمی ہے اور اس میں مادہ منازعت ذاتی رکھتے ہیں پس حل کس طرح پر صحیح و درست ہوگا بخلاف حل اشتقاقی کے کہ ذوالکافی کے واسطے سے ہونا ہے پس چونکہ صوفیہ کرام وجودیت کی نظروں میں دو واحد پر ہوتی ہے اور تنزلات ثلثہ ممکنہ کو مثل ظلال موجود و وجودی ظل بلکہ بن کل الوجود مہموم و معدوم مطلق جانتے ہیں مستقل وجود نہیں جانتے اسلئے کہتے ہیں کہ یہ باعتبار اپنے انتشار کے ان کا عین ہی خلاصہ تقریر یہ ہے کہ ممکن و حادث کے دو وجود ہیں اجمالی تفصیلی پس صوفیہ وجودیت فرماتے ہیں کہ ممکن وجود اجمالی کہ انتشار سے مراد ہے عین واجب و اور صوفیہ شہود یہ کا قول ہے کہ وجود تفصیلی ممکنات واجب تعالیٰ سے منازعت بالذات رکھتا ہے اور اس کا حل اس پر غیر جائز و نادرست ہی فقط اور اسی نزاع لفظی پر یقین کی جتا ہے چنانچہ حضرت مظہر جان جاناں صاحب نقشبندی مجددی شہودی ایک سائل کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں حضرات صوفیہ لفظ وجود برابر بمعنی اطلاق می نمایند یکے وجود یعنی کون و حصول کہ امر انتزاعی و معقول ثانوی است دوم وجود منبسط کہ انتشار انتزاع معنی اول و معبر بظاہر وجود و لیساد اول است و بدیہی است کہ این ہر دو وجود از حضرت لغات و تقسیم متاخر اند و ذات باین ہر دو وجود مصدر اشارتی تواند شد ششم وجود یکہ اول لا و اول و مصدر الیسادی است و برعکس قوم عین ذات است و ذات بآن وجود مصدر اشارت است و حضرت ایشان از حضرت مجتہد میگویند کہ ذات اول تعالیٰ خود مصدر اشارت خود است و ہر گاہ وجود ذات ہر دو و تحقیق یکے باشد مصدر اشارت خود بود و منسوب باید کرد و خواہ بذات مطلب واحد است پس اختلاف راجع بنزع لفظی است ۔

فصل ہمام در بیان تنزلات بطرز دیگر

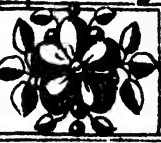
ہویت حق

ہویت حق مراد اس سے ہے کہ ذات کا ملاحظہ ہے اعتبار ماسویٰ یعنی ماسویٰ سے قطع نظر

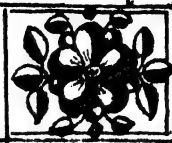
کر کے ذات کو دیکھنا اسکو غیب الغیب اور الطین کل باطن اور ہوت مطلقہ کہتے ہیں اور اس میں نہیں کہ اس صحرائے ہوت میں خیال وہم اور ادراک و فہم کے پر جلتے ہیں کیونکہ مجال پر وہ نہیں

زجہت بود مبرا مطلب بہج سولیش

بخیاں در گنج تو خیال خود مرخیاں



احدیت ذات و عالم لاہوت



احدیت ذات عبارت ہے ملاحظہ ذات بشر طوطی نظر جمع ماسونی سے اور اس حضرت کو حدیث اس میں جہ سے کہتے ہیں کہ اس میں کثرت مستہلک و مقہور ہے اور اس کے احکام طوطی سلطنت وحدت کے مقابل میں مستور ہیں۔ اس حضرت کو علم مطلق و حضرت جمع و مرتبہ عجب بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اولوالانظار کی البصار و ذوی الافکار کی البصائر اس حضرت کے ادراک سے گزریں۔ اور حقیقت الخالق اس لئے کہتے ہیں کہ قیام جمیع خالق و مابیات کا اس ذات میں ہے۔ اس حضرت میں کوئی تنزیہ بے شائبہ تشبیہ و تشبیہ بے غائلہ تنزیہ حاصل نہیں ہوتی اس لئے رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تَفَكَّرُوا فِي نِعْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي ذَاتِهِ

۵	لے منور زاین و آن کہ توئی ساحت کبریات افزوں است یہج کس بے نشان نگشت تیرا در جلایب گر چہ پنهانی آشکارا بہرہ چہ سے نگر م	کہ شناسد ترا چنانکہ توئی ز انچه من میسر مگمان کہ توئی در نیابہ بدن نشان کہ توئی داندت جان خروہ و اکج توئی بتوان دشتن نہاں کہ توئی
---	--	---

جملہ چاہیے کہ حقیقت ذات حق سبحانہ تعالیٰ ایک ہستی ہے جو زوال و نقص سے پاک ہو اور تمام ہستیوں سے ظاہر تر ہے کیونکہ وہ خود بخود ظاہر ہے اور جمیع ہستیوں کا موجب ہی ذات ہے

۵	ہمہ عالم ز نور اوست پیدا چو آیات است روشن گشتہ از فات	گجا او گرد از عا لم ہویدا نگرد و اوست اور روشن از آیات
---	--	---

ہر طرح کے تہر و تہلیل سے اور شمار و کثرت سے بتر ہے وہ ہستی خود نما ہے کیونکہ حقیقی نمایندگی جو ہستی کے ممکن نہیں جو ہستی تمام نشاںوں سے بے نشان ہے نہ عیاں ہے نہ نہاں ہے۔ نہ علم میں

عالم لاہوت

آئے نہ عیاں میں سمائے جمیع اہل یار اسی سے مدد رک ہیں اور وہ احاطہ اور اکست باہر چشم سر
اس کے مشاہدہ جمال میں خیرہ اور دیدہ سر اس کے ملاحظہ کمال میں تیرہ حقیقتا وہ ہستی اپنی دلیل
آپ ہر کسی طرح اس میں کثرت کو دخل نہیں پس یہ اپنی خودی پر خود ہی دلیل ہے کما قال اللہ
تعالیٰ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّيْلًا بَرَّتْ اَنْفُكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ یعنی کیا تیرا رب کافی نہیں ہر چیز پر گواہ

آفتاب آمد دلیل آفتاب اگر ولایت بایا رشتے رخ مناب

وہ ذات وجود ساوہ ہوتی جہت ہے لفظ وجود کو کہی معنی تحقق و حصول یعنی ہونا کہ معانی مصدر
و مضبوط اعتبار یہ ہیں اطلاق کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے معقولات ثانیہ کے قبیلہ سے ہے
کہ خارج میں اس کے مقابل کوئی امر نہیں بلکہ تعقل مہیات کو عارض ہوتا ہے چنانچہ حکماء متکلمین نے
ایک تحقیق و تشریح کی ہے اور کہی لفظ وجود سے ایک حقیقت مراد لیتے ہیں کہ جسکی ہستی بذات
خود ہے اور باقی موجودات کی ہستی اس کے سبب سے ہے اور حقیقت میں اس کے سوا کوئی موجود فی
انجاء نہیں کما قال علیہ السلام کَانَ اللّٰهُ وَ کَلَّمَ یُکُنْ مَعَهُ شَیْءٌ یعنی تھا اللہ تعالیٰ اور نہ تھی
کوئی شے اس کے ساتھ وَاَلَا نَکَانَ یعنی اور وہ اب بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ تھا۔ پس یہ باقی
موجودات اس کے عوارض ہیں اور اسی کے ساتھ قائم۔ اقوال ارسطو اور سکھیا منی بودہ مت اور
اقوال یدانت مت وغیرہ و عرفائے کاملین سلام کا ذوق و وجدان اس پر گواہی دیتا ہے۔
پس اس اسم وجود کا اطلاق حضرت حق سبحانہ تعالیٰ پر یعنی ثانی ہے اس سے ثابت ہے کہ وجود
حقیقی ایک کے سوا نہیں اور وہ عین وجود حق و ہستی مطلق ہے اکثر ذہاب کی کتب تصوف
میں یہ مسئلہ بالتفصیل موجود ہے وہاں دیکھو اور ہم بھی اسی کے ثبوت میں کوشش کرتے ہیں اس وجود
کے لئے مراتب بشمار ہیں اول مرتبہ لائقین و عدم انحصار ہے اور وہ ہر قیوہ ہر اعتبار سے مطلق
ہے اس حیثیت میں جملہ اضافات و صفات سے منزہ اور دلالت الفاظ و لغات سے مقدس ہے
اس کے جلال کی رفعت زبان سے ادا نہیں ہو سکتی اور اس کے کمال کی کہنہ سمجھ میں نہیں آ سکتی ارباب کشف
و عرفان بھی اسکی حقیقت کے اور اک سے حجاب در حجاب ہیں و مَاعَزَمْنَاكَ حَقِّ مَعْرِفَتِكَ اس کے عرفان
کی غایت حیرانی و نادانی ہے۔ اس مرتبہ کو حضرت علم مطلق حضرت جمع و مرتبہ عما حقیقت الحقائق بھی کہتے
ہیں کیونکہ ساری حقیقیات و کمال ہستیاں اسی سے قائم ہیں۔ اور اسکو جمع الجمع بھی کہتے ہیں اس لئے کہ تمام

اسما و صفات خالق و مہیات اس میں مجتمع ہیں۔ کلام سرشتیہ ولایت کا اشارہ اسی مرتبہ کی طرف
ہو گا قال اُولَ الَّذِیْنَ مَعْرِفَتُهُ وَ کَمَالُ مَعْرِفَتِهِ بِہِ وَ کَمَالُ التَّصَدِیقِ بِہِ وَ حُجْدَہُ
وَ کَمَالُ تَوْحِیدِہِ الْاِخْلَاصُ وَ کَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَہِ نَفْحُ الصِّفَاتِ عَنْہُ یعنی دین اسلام کی
ابتداء اجماعاً ہے اور جاننے کا کمال اسکی تصدیق کرنا ہے اور اسکی تصدیق کا کمال اسکی وحدت
و واجب الوجود ہونے پر پورالیقین کرنا ہے جو عقل و نقل دونوں سے علی حسب استعداد افراد تک
ثابت ہوتا ہے اور اسکی توحید کا کمال اسکی ذات کے ساتھ خلوص پیدا کرنا ہے اور اخلاص کا
احمال ات باری سے صفات کا نفی کرنا ہے اس مرتبہ کا نام احدیت ہے اور دوسرا مرتبہ وحدت
کا ہے یعنی وہ ایک تعین ذات جمع تعینات فعلیہ جو بیہ الہیہ و تعینات فعلیہ مکانیہ کا جامع
ہے اور اس مرتبہ کا نام تعین اول ہے۔ اسلئے کہ تعینات میں سے اول حقیقت وجود کا تعین ہے
اور ارفوق اسکے مرتبہ لائقیت ہے اور بس اور اس مرتبہ وحدت ہی کا نام حقیقت محمدی ہے تیسرا مرتبہ
واحدیت کا ہے۔ واحدیت سے مراد ہے کہ ذات کا ملاحظہ مع جمیع اسماء و صفات کے۔ اور اس
مرتبہ کو مرتبہ الوہیت و مقام جمع و غیب مصاف بھی کہتے ہیں اور اس مرتبہ الوہیت کو اگر اس اعتبار
سے ملاحظہ کریں کہ اعیان خالق جو حضرت خالق کے اسماء و صفات کے مظاہر ہیں اپنی استعداد
موافق اکتساب کمالات کرتے ہیں تو اسکو مرتبہ ربوبیت کہتے ہیں اور اگر ذات کو بشرطہ طور علمیہ
ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اسم باطن مطلق و اعلم کہتے ہیں کہ رب عیان علیہ نابتہ کلہ اور اگر ذات کو بشرطہ
تکلیات اشیاء فقط ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اسم حسن کہتے ہیں کہ رب عقل اول کا ہے جسکو لوح قضا
و ام الکتاب قلم علی کہتے ہیں۔ اور اگر ذات کو اس شرط کے ساتھ رکھیں کہ اس میں تکلیات جزئیات ثابتہ
مفصلہ ہوں بغیر اسکے کہ وہ جزئیات ان تکلیات میں محتجب ہوں (ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اسم جبریم
کہتے ہیں کہ رب نفس کلیہ کا ہے جسکو لوح قدر لوح محفوظ و کتاب مبین بھی کہتے ہیں اور اگر ذات کو دایں
شرطہ کہ صورت مفصلہ اس میں جزئیہ مستقرہ ہوں) ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اسم خجینی کہتے ہیں جو کہ جسم
قلی میں رب ہو نفس منطبعہ کا جسکو لوح محو و اثبات کہتے ہیں اور اگر ذات کو اس شرط کے ساتھ
ملاحظہ کریں کہ وہ صورت نوعیہ روحانیہ و جسمانیہ کے قابل ہو تو اسکو مرتبہ اسم قابل کہتے ہیں جو کہ جسم
ہیولی کلیہ کا جسکو کتاب ستور ورق منشور کہتے ہیں اور اگر ذات کو اس شرط کے ساتھ کہ اس میں

تاثر و تاثیر کی قابلیت ہو تو اسکو مرتبہ اہم فاعل کہتے ہیں جو کہ موجد و فاعل کی طرف مقبر ہے اور طبعیت کلیہ کارب ہو۔ اور اگر ذات کو بشہ طور روحانیہ مجرودہ ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اہم علیہ مفصل و مدبر کہتے ہیں جو کہ عقول و نفوس و اطاقہ کارب ہو حکما جسکو عقل مجرودہ کہتے ہیں اہل اللہ اسکو اللہ اسکو روح کہتے ہیں اس لحاظ سے عقل اول کو روح اللہ کہا گیا ہے اور جسکو نفس مجرودہ کہتے ہیں اہل اللہ اسکو قلب کہتے ہیں جسوقت کہ اسیر کلیات مفصل ہوں اور شہود عیانی ان کلیات کا مشاہدہ کرے پس عقل اول روح اللہ ہے اور نفس مجرودہ قلب اور انکے نزدیک نفس سے مراد نفس منطبقہ حیوانی ہے اور اگر ذات کو بشہ طور صیغہ علیہ ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اہم مصو کہتے ہیں کہ رب عالم خیال مطلق و متبکیہ اور اگر ذات کو بشہ طور صیغہ شہادہ ملاحظہ کریں تو اسکو مرتبہ اہم ظاہر مطلق و آخر کہتے ہیں جو کہ رب ہی عالم ملک کا۔ اور اسکو مرتبہ انسان کامل کہتے ہیں ورنہ انسان کامل مراد ہے اس انسان سے جس میں جمع ہوں جمیع مراتب اکہیہ و عقول و نفوس کلیہ و جزئیہ و مراتب طبعیت و وجود کے آخرت و ازل تک اور اسی کو مرتبہ غائیہ بھی کہتے ہیں اسلئے کہ یہ مرتبہ بمرتبہ اہمیت مشابہت رکھتا ہے اور ان دو مراتب کے درمیان فرق ربوبیت و مربوبیت کا ہی اسی لحاظ سے ستر خلافت حق و مظهر اسماء و صفات جناب مطلق کا قرار پایا ہے۔

چوتھا مرتبہ عالم ارواح

یہ عالم مرتبہ الوہیت کی تفصیل اور اس کے اسماء و صفات کا مرتبہ ہے اور ان دو مراتب کا اعتبار ظاہر و وجود کی حیثیت سے ہے کہ وجوب و صفت اس کا خاصہ ہے۔

پانچواں مرتبہ عالم مثال

یہ مرتبہ جمیع تعینات و انفعالیہ کا مرتبہ ہے کہ تاثر و انفعال انہیں کی شان ہے اور یہ مرتبہ کونیہ امکانیہ کا

مرتبہ سادہ عالم حسن و شہادت

یہ مرتبہ تفصیل مرتبہ کونیہ کی ہے کہ مرتبہ عالم حسی ہے اور ان دو مراتب کا عروض باعتبار ظاہر علم کے ہے کہ امکان اس کے لوازم میں سے ہے اور یہ اسکی تجلی ہے کہ اپنے اُپر بصورت حائق و

عالم ارواح

عالم مثال

عالم حسن و شہادت

ایمان ممکنہ تھی فرمائی ہے پس فی الحقیقت وجود ایک ہی ہے زیادہ نہیں جو ان تمام مراتب و حقائق میں کہ مرتبہ واحدیت کی تفصیل ہے ساری و طاری ہو اور وہ ذات ان مراتب و حقائق میں عین مراتب حقائق ہے جس طرح یہ مراتب حقائق مرتبہ ذات میں عین ذات ہیں وَقَدْ خَلَقْتَنِي مِنْ قَبْلِ وَلَمْ يَكُنْ لَكَ شَيْئًا لَعِنِي اَوْ خَلَقْتَنِي بِمَا كُنْتُ لَمْ تَجْعَلْ لِي مِنْ شَيْءٍ اَوْ لَمْ تَجْعَلْ لِي مِنْ شَيْءٍ اَوْ لَمْ تَجْعَلْ لِي مِنْ شَيْءٍ اور نہ تھا تو کچھ۔ شاہد حال ہے۔ یہاں اسما و صفات حق تعالیٰ کو حسب کُلِّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ مراتب اہی میں شوق و تجلیات ہو اور حسب شوق و تجلیات اسما و صفات ہیں اور اس کے صفات یا تو ایجابی ہیں یا سلبی۔ اور صفات ایجابی بھی یا توصیفی ہیں کہ ان میں اضافت کو کچھ بھی دخل نہیں جیسے حیات و وجوب بقا یا اضافی ہیں جیسے ربوبیت و علم و ارادت یا محض اضافت ہے جیسے اولیت و آخریت اور صفات سلبی جیسے غا و سبوحیت و قدوسیت اور ان میں سے ہر ایک صفت اہجانی و سبکی کا ایک وجود ہے اور یہ وجود جیسے کہ عدم پر عارض ہونا ہر ایک وجہ سے معدوم پر بھی عارض ہے اور وہ وجود عبارت ہو تجلیات ذات حق سبحانہ تعالیٰ سے اس وجود کے مراتب کے تقاضا پر کہ تمام کو مرتبہ الوہیت جامع ہے اس کی نام لسان شریع میں عام ہے پس اول کثرت وجود میں فاعل ہوتی ہو اور وہ درمیان حضرت احدیت ذاتیہ و مظاہر حلقہ کے بزرخ ہو کیونکہ ذات حق تعالیٰ کے صفات متعدد و متقابلہ کو بذات خود حسب مراتب الوہیت و الوہیت خویش نقصا کیا ہے جیسے لطف و قہر و رحمت و غضب و سخط و رضا و غیور۔ اور ان جمیع نفوت متقابا کو جمال و جلال جامع ہو اس لئے کہ جو کچھ لطف و رحمت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ جمال ہے اور جو قہر و نفوت کے ساتھ متعلق ہے وہ جلال ہے اور ہر ایک جمال کو جلال اور جلال کو جمال ہے پس ذات جبکہ ملاحظہ کی جائے باعتبار تعلق کے کسی صفت معین کے ساتھ تو اسکو ہم کہتے ہیں جیسے کہ رحمن ایک ذات ہو موصوف برحمت۔ اور قہار ایک ذات ہو موصوف بقہر اور یہ اسمائے لفظی اسی ذات کے نام ہیں۔ اس خیال سے کہ ہم کو عین سہمی کہتے ہیں دوسری یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی ذات پر بذات خود اپنے جمیع کمالات پر علم کا موجب ہوا اور محبت اہی نے کہ جسکو قابلیت ظہور کہتے ہیں ان کمالات میں سے ہر ایک کیساتھ اول حضرت علیہ میں پھر حضرت عیسیٰ میں ظہور ذات کو چاہا اسی وجہ سے ظہور کثرت نمودار ہوا پس

کثرت ایک جہ سے راجع بعلم ذاتی ہو گئی یہہر صفات اس لحاظ سے کہ یا تو جلد دیگر صفات پر انکو احاطہ کلی ہے یا احاطہ کلی نہیں ہے باہم متفاوت ہیں اور جو صفات کہ جمیع صفات کو محیط ہیں انکا نام امہ سبعہ ہے اور وہ حیات بعلم - ارادہ - قدرت - سمیع - بصیر - کلہام ہیں اور یہ سات صفات اگرچہ اصول ہیں تمام صفات کے لیکن بعض بعض سے متاخر ہیں جیسے کہ علم متاخر حیات سے ہے اور ارادت و قدرت و دواول سے متاخر ہیں اور سمع و بصر ان چار سے متاخر ہیں اور کلہام سب سے آخر - اور مراتب اسماء بھی اس لحاظ سے کہ ان کو دوسرے اسماء پر شمول کلی ہے یا شمول کلی نہیں ہے باہم متفاوت ہیں اور یہ اسم یعنی اول و آخر و ظاہر و باطن انکا نام امہ اربعہ ہے اور اسم اللہ اور اسم الرحمن ہر ایک ان میں سے جامع جمیع امہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ قُلْ اَدْعُوا اللہَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ اِنَّیَّامَلَّةٌ عَلٰی فَلَهٗ الْاَلْمَلٰئِکَۃُ یعنی کہہ اللہ کو پکارو یا الرحمن کو جو کہہ کر پکارو گے سو اسی کے ہیں سب نام خاصے - اور جمیع اسماء کو ان چار اسماء کا شمول اس جہ سے ہے کہ جس اسم کا مظہر ازلی و ابدی ہے ازلیت اس کے اسم اول سے ہے اور ابدیت اس کے اسم آخر سے اور ظہور اس کا اسم ظاہر سے اور بطون اس کا اسم باطن سے اور جو اسماء کہ ابد اور ایجاو کے متعلق ہیں وہ اسم اول کے تحت میں ہیں اور جو بحر او معلو متعلق ہیں وہ اسم آخر کے تحت میں ہیں اور جو بطہور و بطون متعلق ہیں وہ اسم ظاہر و باطن کے تحت میں داخل ہیں اور کوئی ٹپے اولیت و آخریت و ظہور و بطون سے خالی نہیں پس کل اسماء ان اقبہات اربعہ کے تحت میں ہیں اور یہ چاروں اسم تمام اسم الرحمن کے تحت میں ہیں پس صفات بحیثیت معقولہ غیر ذات ہیں اور سب بتحقق عین ذات میں مثلاً سخی باغبانہ سست حیات ایک ذات ہے اور عالم باغبانہ صفت علم ایک ذات ہے اور مرد باغبانہ صفت ارادت ایک ذات ہے اور قادیانہ صفت قدرت ایک ذات ہے اور سمیع و بصیر و کلیم باغبانہ صفت سمع و بصر و کلہام ایک ذات ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ صفات جیسے بحسب مفہوم ایک دوسرے کے متغایر ہیں ذات کے بھی متغایر ہیں لیکن بموجب تحقیق و ہستی عین ذات ہیں کیونکہ یہاں وجودات متعذر و نہیں بلکہ محض وجود واحد ہے اور اسماء و صفات اس کے نسب اعتبارات ہیں اور ذات بحیثیت ذات جمیع اسماء و صفات و نسب و

اضافات سے منزہ و برتر ہے۔ مگر چونکہ اول تجلی میں ظہور عالم کی طرف توجہ فرمائی ہے اسلئے
 ان امور میں الصفات ذات ہی یعنی خود بخود اپنی ذات پر تجلی فرمائی اور علم و نور و وجود
 شہود کی نسبت متحقق ہوئی پس علم کی نسبت چاہتی ہے کہ ایک عالم ہو ایک معلوم اور نور کی
 نسبت کے لئے لازم ہے کہ ایک ظاہر ہو ایک مظهر اور وجود کی نسبت کے لئے ایک واجد ہو
 ایک موجود اور شہود کی نسبت کے لئے چاہئے کہ ایک شاہد ہو ایک مشہود اور اسی طرح ظہور جو کہ نور
 کے لئے لازم ہے اس سے پہلے بطون ہونا چاہئے اور بطون چونکہ مقدم ہے ظہور پر اس لئے
 بطون و مظهر میں اول آخر کی نسبت ہوئی اسی وجہ سے اول آخر ظاہر و باطن ذات کے نام تھیں
 اسی طرح دوسری اور تیسری تجلی میں تعینات و اضافات یعنی نسبتیں بڑھتی گئیں ہر خد کہ اس کے
 نسبت اسماء کا تضاعف اس کے ظہور سے پیشتر ہے لیکن اس کا خفا اس سے بھی زیادہ ہے
 کیونکہ خفا باعتبار صرافت و اطلاق ذات کے ہے اور اس کا ظہور باعتبار مظاهر و تعینات کے ہے
 اب ایجاد و عالم کا حال سنئے کہ عالم ماخوذ ہے علامت سے اور لغت میں اس چیز کو کہتے
 ہیں جس سے کوئی چیز کی جملے اور یہ اسم آہ ہے۔ پس عالم آہ علم ہے جیسے قائم آلہ حقہ اور
 اور مطلق میں جمیع ماسوی اللہ کو عالم کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اس سے اسماء و صفات باری
 تعالیٰ مفہوم ہوتے ہیں کیونکہ افراد تمام عالم میں سے ہر فرد میں جملہ اسماء الہی کسی اسم خاص کا مظهر
 کہ وہ اسم اسی فرد سے معلوم ہوتا ہے جیسے اجناس انوع اسماء کلیہ کی حقیقت پر دال میں پس
 عقل اول یعنی نور محمدی جس کو وحدت و لوح قضا و ام الكتاب قلم اعلیٰ کہتے ہیں از روئے اشمال
 جمیع حقائق و صورت پر علی طریق الاجمال ایک عالم کلی ہے کہ اسم جنس پر دال ہے اور نفس کلیہ
 جس کو لوح قدر و لوح محفوظ و کتاب بین کہتے ہیں از روئے اشمال ان جمیع اشیاء پر جن پر
 عقل اول مشتمل ہے ایک عالم کلی ہے کہ اسم جمیم پر دال ہے اور حضرت انسان کامل کہ جامع
 جمیع حقائق ہے اجمالاً برتبر روح و تفصیلاً برتبر قلب ایک عالم کلی ہے کہ اسم اللہ پر دلالت کرتا ہے
 کیونکہ اسم اللہ جامع جمیع اسماء و صفات ہے اور چونکہ ہر فرد عالم اسماء الہی میں سے ایک اسم
 خاص کی علامت ہے اور وہ اسم اس ذات سے عبارت ہے جو جمیع اسماء کو جامع ہے تو انسان
 کامل بھی مشتمل جمیع اسماء و صفات ہوا۔ اسی وجہ سے ہر ایک فرد عالم ایک عالم کلی ہے کہ جمیع اسماء

عالم ہوا

میں منزل فرمایا اس گروہ کے نزدیک ہوتے واحد میں کچھ فرق نہیں یعنی ہوتے کو احدیت پر تقدیم نہیں
 ایک ہی مرتبہ ہر تقدیر تجلی اول کو مقام اَوْدَافِی وَاَحَدُ الْجَمْعِ وَطَامَةُ الْکَلْبِ کہتے ہیں اور تجلی ثانی کو قَابِ
 قَوْسِیْنِ اور یہ مرتبہ منزل میں مقدم ہے اور حج میں مونوں سے نرکان قَابِ قَوْسِیْنِ اَوْدَافِی کہہ میں
 معراج ہے محتاج شرح نہیں۔ اسی طرح ہر تعینات میں سے ہر ایک مقتضی غیر حضرت حضرات
 مذکورہ سے ہے اور موجب تحقق مرتبہ قَابِ قَوْسِیْنِ مراتب ذات سے ہے پس غیب مطلق
 سے تا آخر مرتبہ مظاہر حق اور اطلاق وجود سے تا تقید شہو و ایک ہی ذات ہے جو تجلیات اور
 تعینات کے اختلاف کے مطابق مختلف مراتب یا مختلف حضرات سے موسوم ہوئی ہے اور
 تعینات محض اعتباری اور صرف نسبتی باتیں ہیں جنکی وجہ سے ذات مقدس میں کوئی نقص عام
 نہیں ہوتا۔ تم ایک کو اگر چار کی چوٹھائی کہو یا تین کی ہتائی یا دو کا آدھا یا آدھے کا دو چٹو
 ان نسبتوں سے اسکی پکاگی میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ اسی طرح ذات پاک کو تجلیات
 و تعینات کے لحاظ سے مختلف ناموں اور مختلف مرتبوں اور مختلف حضرات کے نام سے
 بولنا اسکی احدیت کا مانع نہیں ہے وہی ایک ذات ہے جو رنگارنگ نظر آرہی ہے ۛ

فصل پنجم بیان نزلات بطریق دیگر قدامے لکھن جمہم علیہم

تعیین اول۔ ایک وحدت صرف و قابلیت جمیع صفات و اعتبارات سے مجز و مہویا نہوا اگر
 جمیع صفات و اعتبارات سے مجز و مہویا نہوا تو اس قابلیت مجز و کو احدیت کہتے ہیں جس کا نام
 بطون و اولیت و ازلیت ہے اگر اس قابلیت کا اعتبار ہے جو جمیع صفات و اعتبارات
 سے متصف ہے تو وہ مرتبہ واحدیت ہے کہ اس کے لئے ظہور و آخریت و ابدیت
 ہے لیکن۔ مرتبہ واحدیت کے بعض اعتبارات اس قسم سے ہیں کہ ذات کا انصاف
 ان کے ساتھ باعتبار جمع کے ہے خواہ وہ مشروط بہ تحقق و وجود بعضے حقائق کو نبیہ کے
 ہوں یا نہ ہوں۔ اور اگر ہوں تو وہ حقائق کو نبیہ ہیں۔ مثلاً خالقیت و رازقیت وغیرہ
 اور خواہ مشروط نہ ہوں۔ جیسے حیات و علم و قدرت و ارادت وغیرہ۔ اور یہ
 اسماء و صفات الہیت و ربوبیت ہیں۔ اور صورت معنویت ذات

نزلات بطریق قدامے لکھن جمہم علیہم

جوان ہمارے صفات سے ملتبس ہے یہ حقائق آہیں میں مگر ان کے ساتھ ظاہر وجود کا ملتبس ہونا موجب تعدد وجودی نہیں بلکہ تعدد لباس ہے۔ اور وجود واحد۔ اور مرتبہ واحدیت کے بعض اعتبارات اس قسم سے ہیں کہ ذات کا انصاف ان کے ساتھ باعتبار مراتب کونیہ کے ہر جیسے فصول و خواص و تعینات کہ اعیان خارجیہ کے میزات ہیں اور صورت معلومیت ذات جوان اعتبارات سے ملتبس ہے حقائق کونیہ ہے اور ان کے احکام و آثار سے ظاہر وجود کا ملتبس ہونا یہی موجب تعدد وجودی ہے اور حضرت ذات جامع کمالات احدیت عالم ارواح و مثال میں جس شہادت میں دنیا و آخرت میں مجمع شیون آہیہ و کونیہ از لا و ابد ان سب حقائق میں کہ مرتبہ واحدیت کے تفصیل میں ساری و متجلی ہے اور ان تمام تحقق و ظہور سے مقصود اصلی کمال آہائی ہے جس کو کمال جللا و استجلا کہتے ہیں کمال جلا یعنی اعتبارات کی وجہ سے اس کا ظہور۔ اور کمال استجلا یعنی انہیں اعتبارات کی وجہ سے اپنے لیے اسکا شہود اور یہ ظہور شہودی ہی اسکو اعیانی و عینی بھی کہتے ہیں یعنی محل کا ظہور شہود مفصل میں جیسے تخم کا وجود درخت میں بخلاف کمال ذاتی کے کہ بغیر اعتبار بغیریت و غیر اپنی ذات کا اپنی ہی ذات کے واسطے ہے اور اس ظہور کا نام ظہور علمی عینی ہی جیسے مفصل کا ظہور محل میں مثلاً تخم کے اندر درخت کا وجود۔ اور غنائے مطلق کمال ذاتی کو لازم ہے۔ اور غنائے مطلق کے یہ معنی ہیں کہ ذات کے شیون و احوال و اعتبارات اُسکے احکام و لوازم سمیت کلی جلی کی وجہ پر ہوں کہ ذات کو تمام مراتب حقائق آہی و کونی کے بطون میں دکھاتے ہوں اور اسکی وحدت میں اندراج کل جمیع اس کی صورت و احکام کے شاہد ثبات ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَعِنِّیْ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ وجود مطلق کا مستغنی ہونا اسی حیثیت سے ہے کہ اب آخر منزل سے اصل کی طرف عروج کرو۔ مثلاً اگر تشخصات و تعینات افراد و انواع مندرجہ تحت الحیوان کو دفع کیا جائے تو ہر نوع کے افراد اس میں جمع ہو جائیں گے اور اگر ان انواع کے میزات کو کہ وہ فصول و خواص میں دور کرو تو تمام حقیقت حیوان میں جمع ہو جائیں گے۔ اور اگر میزات حیوان و ماتحت جسم نامی کو دفع کر دو تو جسم نامی میں آجائیں گے۔ اور اگر جسم نامی و ماتحت جسم کو دور کیا جائے تو تمام حقیقت جسم میں شامل ہو جائیں گے۔ اور اگر میزات جسم و ماتحت جو ہر یعنی غفول و نفوس کو اٹھا دو تو ان تمام کا شمول حقیقت جوہر میں ہو جائیگا اور اگر ماہہ الاقویاز جوہر و عرض کو دفع کیا جائے تو کل کا جلع ممکن کے تحت میں

ہو جائیگا۔ اور اگر مابہ الامتیاز ممکن ہو واجب کو مرتفع کیا جائے تو دونوں موجود مطلق میں جمع ہو جائیگے کہ جو عین حقیقت وجود ہے اور بذات خود موجود جسکی ظاہر صفت وجوب باطن امکان ہے یعنی ایمان ثابۃ تجلی علی النفس سے غلبہ شینوئہ بر دے کار ہوئے۔ اور یہ کمیزات خواہ فصول و خواص میں خواہ تعلیمات و تشخصات تمام شینوں آہی ہیں جو وحدت ذات میں مندرج تھے اولاً مرتبہ علم میں بصورت ایمان ثابۃ نمودار ہوئے اور ثانیاً مرتبہ عین میں بظاہر وجود وجود باطن کا آئینہ ہے بواسطہ غلبہ حکام و آثار ایمان ثابۃ نے ایمان خارجیہ کی صورت پکڑ دی پس خارج میں کچھ بھی نہیں مگر حقیقت واحدہ لیکن جو لوگ کہ صنیق مراتب میں محسوس اور نکلے حکام و آثار میں مقید ہیں ان کو وہ حقیقت احدہ شینوں و صفات مختلفہ کے اعتبار سے متکثرہ و متعددہ معلوم ہوتی ہے۔ جانا چاہئے کہ وحدت ذات میں کثرت شینوں کا اندراج جو مکمل مقصود و ظرف کا سا نہیں بلکہ جیسے اوصاف کا موصوف میں یا لازم کا ملزوم میں ہوتا ہے بالنعیضیت و ثلاثیت و ربعبیت و خمیسیت وغیرہ کا ذات واحد عددی میں اندراج ہوتا ہے اس لئے کہ نسبتیں اس میں مندرج ہیں لیکن جب تک جزو ثلثین و ثلاثہ و اربعہ و خمسہ کا واقعہ نہ ہو اصلاً اس کا ظہور نہیں پس جمع موجودات میں احاطہ ذات حق ایسا ہے جیسے احاطہ موصوف باوصاف یا ملزوم بلوازم نہ احاطہ کل یا جزو یا ظرف بمظرف اور حفظ مراتب کے اعتبار سے وجود کی حقیقت اگرچہ جمع موجودات ذہنی و خارجیہ پر مقول و محمول ہوتی ہے۔ لیکن مراتب میں تفاوت و فوقاً بعض فوق ہے اور اس کیلئے ہر مرتبہ میں اسامی اور نسبتیں و صفات و اعتبارات مخصوص ہیں نہ سائر مراتب میں درجہ مساوات مثلاً حقیقت وجود مرتبہ الوہیت و ربوبیت و خلقیت میں تفاوت ہے نہ درجہ مساوی پس اسامی مرتبہ الہیت کا اطلاق جیسے اللہ و الرحمن و غیر جم مراتب کونیہ پر عین کفر و محض زندقہ ہے اس طرح اسامی مخصوصہ مراتب کونیہ کا اطلاق مرتبہ الوہیت پر فایات و جہ کا انکسار و الحاد ہے۔ س۔ مگر حفظ مراتب کئی زندگی۔

فصل ششم در تنزلات بطریق دیگر بالتفصیل

مغنی نہ رہے کہ طریقت میں ستر عظیم توحید ذاتی ہے۔ اور علم توحید ذاتی وہ علم ہے کہ نہ تحریر و تقریر کو اس کی طرف راہ نہ اشارہ و کنایہ کی اس کی جانب نگاہ۔ وہ علم باطن ہے۔ باطن باطن میں حاصل ہوتا ہے

تنزلات بطریق دیگر بالتفصیل

اور اسکے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ بہ یقین دل جان لے کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ اللہ کے سوا کوئی وجود موجود نہیں مگر مجالی و مظاہر حق ہے۔ اور اہل توحید وہ گروہ ہیں کہ کوئی وجود غیر حق انکی نظر میں نہیں آتا اور نہ کسی شے کو غیر اللہ جانتے ہیں۔ مگر مظاہر و مجالی حق۔ اور وہ لوگ صاحب توحید و تفرید ہیں یعنی زائل کرتے ہیں اپنے دل سے ماسوائے اللہ کو اور دیکھتے ہیں حق کو کل میں اور انکی نظر ہر دم مرتبہ احدیت میں ہوتی ہے کہ اس مرتبہ میں ماسوائے اللہ کا کچھ بھی وجود نہیں۔ پس جب اہل توحید از روئے تمام صدق و اخلاص و تفکر و تامل میں اس معنی کا لحاظ علی الدوام رکھتے ہیں تو بالکل نفس غیریت انکے دل سے محو و سمیت و نابود ہو جاتا ہے۔ پھر اسی حالت میں کہہ اٹھتے ہیں ۵

سوئے اللہ واللہ ما فی الوجود

کجا غبر کو غیب کو نقش غبر

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ طریقت میں اہل توحید بہت قسم کے ہیں لیکن دو گروہ سب میں ممتاز و اہل
عالم الشریعت ہیں یعنی وجودی و شہودی اور انہیں کو محققین کہتے ہیں۔ اہل وجود کا قول ہمہ اوست ہے
کہ کل خلائق اشیا عین حق ہیں۔ اور اہل شہود ہمہ ازوست فرماتے ہیں کہ کل اشیا رنہ غیر حق ہے نہ
عین حق بلکہ منظر حق۔ گروہ اول کا کلام مرتبہ احدیت میں ہے۔ اور گروہ ثانی کا مرتبہ واحدیت میں ہے۔
اور حقیقت میں دیکھو تو مقصود ہر دو گروہ کا ایک ہے فقط نزاع لفظی ہے چنانچہ تفصیل و تشریح سے
بخوبی روشن ہو جائے گا۔



خمسہ منزلات



قال عليه السلام كان الله ولم يكن معه شيء غير الله يعني الله تھا اور نہ تھی کوئی شے اس کے
غیر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے منہج ذات و صفات کو ظاہر کیا۔ چنانچہ حدیث قدسی
میں آیا ہے كُنْتُ كَلِمَةً فَاجْبَدْتُ أَنْ أُعْرِفَ تَخْلَقْتُ الْخَلْقَ وَتَعَرَّفْتُ إِلَيْهِمْ
فَفِي عَرَفِي وَعَرَفْتُ إِلَهُهُمْ یعنی میں خزانہ پوشیدہ تھا پس چاہا میں نے یہ کہہ چنانچہ آ جاؤں
پس میں نے خلقت کو پیدا کیا اور میں نے انکو اپنا شناسا کیا پس شناخت کیا انکو مجھ سے اور
ملا اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ ملا اس حدیث قدسی کو حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے

میں بسبب اُن کے پہنچنا گیا ساطالبان حق و تشنگان توحید مطلق کو معلوم ہو کہ علماء محققین کے نزدیک حق تعالیٰ واجب الوجود یعنی وجود مطلق ہے۔ اس وجود کے لیے نہ کوئی شکل ہے نہ حد نہ حصہ۔ اور یہ وجود واحد ہے اور لباس متعدد و مختلف ہیں اور یہ وجود جمع موجودات کی حقیقت ہے کوئی شے اس وجود سے خالی نہیں اور وجود اس کا خود بخود موجود اور کل موجودات میں ہویدا ہے خارج میں بھی اسکے سوا کچھ نہیں اس وجود کے لیے کئی لباس ہیں اول لباس لاتین و ذات بحت یعنی خاص لباس ذاتی ہے اس لباس میں تعین و غیر تعین کو دخل نہیں۔ کیونکہ وہ ذات ہر قید و اطلاق سے منزہ و مبرا و کل اشیاء ذات وجود مطلق میں مندرج۔ اور حکم ظہور کا بطون میں اور صفات قدیمہ ذات عزیزہ میں مخفی ہے اور نام عنیت و غیریت دائم و دائم و نعمت و وصف و ظہور و بطون و کثرت و وحدت و وجوب و امکان و انتفی تھا۔ اس مرتبہ میں ذات کا نام اہل توحید نے احدیت و لا ہوت رکھا ہے۔ اسامی ذات مرتبہ احدیت میں یہ ہیں اس نقشہ میں دیکھو۔

اسامی ذات بمرتبہ وحدت	کیفیت
۱ لاتین	لاتین ایسے کہتے ہیں کہ ذات کو اس مرتبہ میں کچھ تعین نہیں نہ اسمائی و نہ فعلی ہے۔
۲ ازل الازل	ازل الازل ایسے کہتے ہیں کہ نہ ذات تمام مراتب قدیمہ ازلیہ کا ہے کوئی مرتبہ اس سے فوق نہیں ہے۔
۳ غیب الغیوب	غیب الغیوب اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ فوق جمع مراتب مقولہ سے ہے۔ تامرتبہ شہادت کہ یہ تمام جس سے غائب ہے۔
۴ وجود الوجود	اس لیے کہتے ہیں کہ وجود بمعنی ذات ہے اور بحت بمعنی خالص۔ پس

اس نام عنیت و غیریت مخفی تھا اس لیے کہا گیا ہے کہ اس مرتبہ میں کثرت کو مہلک محقق نہیں اور نہ یہ امور لازم کثرت ہیں کیونکہ عنیت و غیریت بجز انہیت متصور نہیں اس عبارت ذات با صفات وجودی سے جیسے علیم قدیر و غیرہ اس مراد ہے مطلق و صفات سے اس لغت عبارت ہے صفات وجودی اور وصف اعلام وجودی و عدمی سے ۱۲ ظہور و بطون ظہور موجب کثرت ہے اور بطون بغیر ظہور متصور نہیں یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اسی طرح وحدت و کثرت ۱۲۔

اس وجہ مراد ہے اس آیت کی کلی سے ۱۲۔ ۱۳ امکان۔ عبارت ہے اس آیت کی کوئی سے ۱۲۔

اسامی ذات بہ مرتبہ وحد	کیفیت
۵	وجود بحت مجهول لغت ذات اس مرتبہ میں اسم و رسم و لغت و وصف سے خالص ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ نعت عبارت ہے وصف ثبوتی سے اور اس مرتبہ میں وصف کا ثبوت اصلاً نہیں۔
۶	عین الکافور اس لئے کہتے ہیں کہ کافور کی خوشبو سب پر غالب ہے جو چیز اس میں شامل ہوتی ہے اسی کی صفت اختیار کرتی ہے اسی طرح جو کوئی اس مرتبہ میں پہنچتا ہو فنا ہو جاتا ہے نمک کے مانند۔ مصرعہ۔ ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد اور نیز کافور کے غایت مزہ میں کوئی پہنچتا نہیں ایسا ہی اس مرتبہ کی اتہا کو کوئی نہیں پہنچتا۔
۷	ذات سافرج اس مرتبہ میں ذات کیلئے کوئی شے نہیں یعنی یہ مرتبہ ذات صفات بالکل سادہ و معرا ہے۔
۸	منقطع الاشعار منقطع الاشعار اس لئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں نمیز کسی شے کی نہیں اور متوال اشارہ کے ہے اور نہ اس مرتبہ میں کوئی غیر ہو جو اس کی طرف اشارہ کرے یا کیا جائے
۹	منقطع الوجدان منقطع الوجدانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں وجدان ذاتی و صفاتی ہرگز نہیں۔
۱۰	غیب الہویت غیب الہویت اس لئے کہتے ہیں کہ ہویت مراد ہے ذات بحت سے پس ذات اس مرتبہ میں صفات سے غائب اور اس کے شعور سے محرابکہ جملہ صفات اس مرتبہ میں بالکل نثار دیں
۱۱	عین مطلق اسی لئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں ذات بالکل مطلق ہو شائبہ غیر اس میں صلاً نہیں بخلاف دیگر مراتب کے کہ ان میں مطلق مصناف ہے۔
۱۲	ذات بلا اعتبار اسی لئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں ذات کیساتھ کسی چیز کا اعتبار و تعلق نہیں۔
۱۳	مرتبہ الہویت اسی لئے کہتے ہیں کہ ذات بحت کو ہو کسائے نسبت ہو اور ہو اشارہ ہو اور یہ اشارہ طرف ذات کے ہو اور تا نسبت واسطے مبالغہ کے ہو یعنی وہ ذات کہ کامل ہو اپنی ذاتیت میں اور غیر ہرگز اس کے ساتھ شامل نہیں +

لباس دوم تعین اول

یعنی اس لباس مرتبہ میں ذات مطلق کو ہر شے میں علم بالا جمال ہے اس مرتبہ میں ذات کا نام وحدت جبروت ہے اور اس کو منشاء احدیت و واحدیت بھی کہتے ہیں ظاہر ہے کہ واحدیت وحدت سے ناشی ہے کیونکہ وحدت مرتبہ اجمال ہے اور واحدیت مرتبہ تفصیل پس مرتبہ تفصیل مرتبہ اجمال سے ناشی ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت مرتبہ احدیت ہی منشاء کل ہے۔ اور وحدت منشاء ہر تمام قابلیات کا کہ وہ خالق اشیا ہیں اور مرتبہ وحدت کا طور و بطون مساوی ہے۔ اور یہ برزخ جامع ہے درمیان احدیت و واحدیت کے جس طرف توجہ کرتا ہے بے واسطہ اس کا رنگ پکڑتا ہے گاہ بطرف بطون کہ وہ احدیت ہے اور گاہ بطرف ظہور کہ وہ واحدیت ہے اور محققین نے اس مرتبہ میں ذات کے نام یہ کھتے ہیں۔ اس نقشہ میں دیکھو وھو ہذا

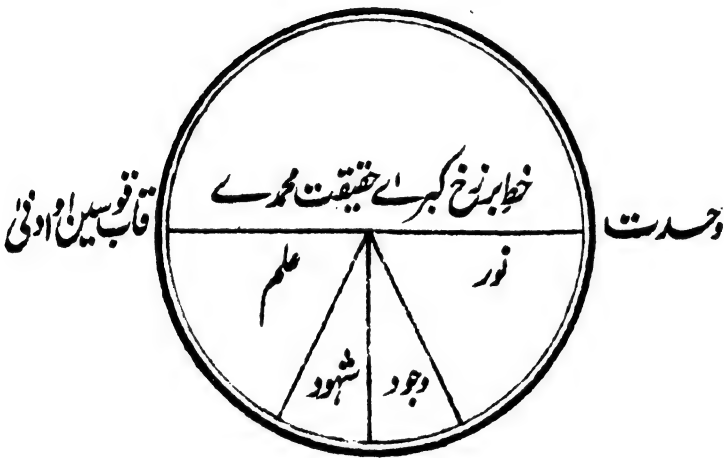
لباس مرتبہ اول	کیفیت
۱ تعین اول	تعین اول اسلئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں ذات کے نام مقرر کئے گئے ہیں
۲ علم مطلق و وجود مطلق	علم مطلق کہ وہ وجود مطلق ہے اسلئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں بخلاف مراتب دیگر کے ذات کا شعور و یافت باعتبار مطلق و محال ہے کہ ہر ایک مرتبہ اس سے تعین پایا ہے۔
۳ وحدت حقیقی	وحدت حقیقی اسلئے کہتے ہیں کہ یہ نام باعتبار نفس تعین اول کے ہے یعنی ذات وحدت کہ ہر دو جانب نسبت مطلق برابر ہے اور کسی جانب متوجہ نہ ہو یہ برزخ ہے بخلاف وحدت کہ باعتبار مواجہت بطرف ظہور کے ہو یا بطرف بطون کے ہو کہ نہیں شائبہ ظہور و بطون کا، اس مرتبہ میں ولایت مطلقہ کا دار ہے یعنی اس مرتبہ پر کسی مرتبہ ولایت کو فوقیت نہیں۔
۴ فلک ولایت مطلق	بخلاف دیگر کے کہ مراتب انبیا اور اولیاء کے ہیں فوقہا بعض فوق بلکہ یہ کل مراتب صفات میں اس طرف از معنی ولایت کے ہیں کہ قائم بحق ہو اور اپنی ذات سے غانی۔

سے جبروت عظمت و جلال اسرار و صفات الہی کہ کہتے ہیں اسلئے اصل حالت ۱۲

۵	اس لئے کہتے ہیں کہ اول طور اسی مرتبہ میں ہوا ہے پہلا مرتبہ طہور یہی ہے کہ اول تجلی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آیا ہے	۵
۶	اس لئے کہتے ہیں کہ درمیان ذات کے کہ من کل الوجوه واحد ہے اور درمیان صفات کے کہ مرتبہ کثرت ہے ربط و تلبس ہے	۶
۷	اس لئے کہتے ہیں کہ کُنْتُ كُنَّا فَخَفِيًّا فَاجْبَدْتُ کے اشارہ سے جب حقیقی پائی جاتی ہے اور کثر معنی عبارت ہویت احدیت سے یہ کہ غیب میں درمکنون ہے اور وہ باطن ترین تمام باطن کا ہے اور شاید کہ جہت سے مراد توجہ طہور بطرف خلق ہو	۷
۸	اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ذات اس مرتبہ میں مادہ و مبداء تمام قابلیت کا ہے۔	۸
۹	اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قَابِ قَوْسَيْنِ اَوَّاكُنْجی سے مراد ہے اور مقام اوادنی نزد صوفیہ کرام احدیت جمع وائینہ سے مراد ہے اس لئے کہ اس مرتبہ میں تیر و ثنیت اعتبار یہ لقبائے محض مرفع ہو جاتی ہیں اور ہر رسوم کے لئے طمس کلی ہے	۹
۱۰	اس لئے کہتے ہیں کہ یہ خط برزخ ہے درمیان دو قوس کے کہ وہ احدیت و واحدیت ہے۔ اور تیز کر تا ہے اوادنی کو بوقت اتحاد ہر دو قوسین کے۔ اور اوادنی عبارت ہے اتحاد قوسین سے	۱۰
۱۱	اس لئے کہتے ہیں کہ احدیت الجمع مراد ہے اعتبار ذات مِنْ حَيْثُ هِيَ بغیر اعتبار سقا صفات کے اور اثبات اُس کا اس حیثیت سے کہ مندرج ہو اُس میں نسبت حضرت واحدیت کی اور تعین اول باعتبار طرف ظہور کہ وہ شامل ہے واحدیت کی نسبت کو۔	۱۱
<p>اور اس لباسِ حادث کو حقیقت محمدی بھی کہتے ہیں کہ جب ذات مطلق نے اپنے آپ کو اجمالاً دریافت کیا اور جو کچھ اُس یاس میں بنو تمام کو اجمالاً مشاہدہ کیا تو اول محمد صلعم کو مشاہدہ کیا۔ بلکہ محض شہود آنحضرت صلعم کو وحدت کہتے ہیں یعنی آنحضرت صلعم کے شہود میں ذات کو وجدان ایسا اور غیر شہود کل ماسوی کا ضمناً حاصل ہے۔ پس وحدت بغیر اعتبار علیہ بطون و ظہور کے کہ نفس اس مرتبہ کا ہے یعنی اس مرتبہ کی اصلی حالت یہی ہے کہ کسی جانب غلبہ نہ ہو کیونکہ احدیت</p>		

مرتبہ ذات کا ہے۔ اور واحدیت مرتبہ صفات کا۔ اور بعیر اعتبار توجہ بطرف باطن و ظاہر کے کہ مرتبہ
 احدیت و واحدیت کا ہے اور ان ہر دو مراتب کے درمیان اس لیے ہے کہ مرتبہ احدیت سے
 فیض لے اور مرتبہ واحدیت کو فیض پہنچائے۔ تاکہ پرورش عالم کی ہو کہ کَوْلَاكَ لَمَّا اَظْهَرْتُ
 اَلْبُكُوْبِيَّتْ گواہ ہو چو کہ وحدت یعنی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بزیر درمیان احدیت و واحدیت
 کے ہے پس اس دائرے میں دیکھو کہ ایک طرف قوس احدیت ہے اور دوسری طرف واحدیت۔ اور
 درمیان خط بزیر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اس سے طرفین کی تمیز ہوتی ہے اور قوس
 واحدیت چار قسم پر منقسم ہے یعنی نور۔ وجود۔ شہود۔ علم۔ جیسا کہ اس دائرہ میں لکھا ہے

قوس احدیت



قوس واحدیت

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر خود تکملی کی یعنی تعین اول اپنی ذات کو ظاہر کیا اس کا نام نور ہے اور اپنے
 آپ کو پایہ وجود ہے۔ اور بخودی خویش خود حضور ہوا وہ شہود ہے۔ اور وہاں کہ ذات کو من حیث الوجود
 والصفات مجلاً شعور ہوا وہ علم ہے جس مرتبہ میں ذات مطلق ہو یعنی ماسوئے ہے نام اس کا احدیت
 اور جب ذات در پے ارادہ ظہور اجمال ماسوئے ہوئی تو اس کو وحدت کہتے ہیں۔ اور جب در پے
 تفصیل ظہور ماسوئے ہوئی تو اس کا نام واحدیت رکھا ورنہ غیبر ذالک من اہل نیب پس
 بیان ذات کو حادث کرنا ماسوئے کا باعث بارات جملگی حاصل ہوا ہے۔ والا ذات میں کچھ تغیر و
 تبدل نہیں ہوا اور نہ ہو گا۔ پس یہ یافت و پیدائی کہ عبارت وجود سے ہے۔ اور پیدائش گندگی کہ

مراتبی ذات ہے اور شہود کہ باخودی خود حضور ہے یہ سب کثرت اعتباری ہیں کیونکہ اس مرتبہ میں مجملًا حاصل ہیں پس انکا ثبت کرنا قوسِ احدیت میں کہ جانب کثرت ہی بہ نسبت قوسِ احدیت کے سبب ہوا اس لئے کہ یہ اعتبارات اس حضرت میں ایک دوسرے سے ممتاز نہیں بلکہ عین ایک دوسرے کے ہیں یعنی مرتبہ احدیت میں کسی چیز کی متمیز اصلا نہ تھی جب ایک حالت شعور اجالی پیدا ہوئی تو اس اعتبار سے کہ وہ حالت شعور ذات من حیث الاسما و الصفات مجملًا ہوئی ہو اسکو علم کہتے ہیں اور باعتبار اسکے کہ اس طہور تجلی ذاتی کیساتھ وجود حقیقی ہے اسکو نور کہتے ہیں اور باعتبار اسکے کہ یافتن خود من حیث الاسما و الصفات مجملًا ہے اسکو وجود کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ جو کچھ تفصیل میں الی الا بد ہے مشاہدہ مجملًا ہے اسکو شہود کہتے ہیں پس جانب کثرت ثبت کرنا سبب ہوا اور ان امور کو اعتبارات اس واسطے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں انکا محض اعتبار ہی اعتبار ہے اور ایسا ہی مرتبہ واحدیت میں ہو گا کہ مرتبہ تفصیل ہو

لباس سوم تعین ثانی

اس لباس میں علم اللہ تعالیٰ کا ہر شے میں تفصیل ہے اس لباس کو واحدیت و حقیقت انسانہ بھی کہتے ہیں۔ ان تین مراتب میں تقدیم و تاخر اعتباری ہے نہ زمانی۔ اور یہ مراتب قدیم ہیں جبکہ ذات مطلق خواہ ان اس بات کی ہوئی کہ جیسے مرتبہ وحدت میں اپنے آپ پر سکے مجملًا جلوہ کیا۔ مفصلًا بھی جلوہ کرے پس وحدت کو توجہ ظہور پر حاصل ہوئی اور یہ توجہ ضمن کمال ذاتی اسمائی کی بطریق اجمالِ کلیت ہوئی اور حکم غلبہ وحدت کہ مرتبہ اجمالِ الاجمال کا ہے یہاں تیز خالق کی گنجائش نہیں کہ غما مطلق کمال ذاتی کو لازم ہو اور غما مطلق کے معنی ہیں کہ جو کچھ من الازل الی الابد پر تفصیل ہے اس کو شہود کلی اجمالی مشاہدہ ہوا لہذا وہ سبب اس شہود کلی کے اس کی تفصیل سے مستغنی ہو کہ چونکہ جو کچھ پر تفصیل ہے اس کا شہود حاصل ہو گیا اگرچہ بوجہ اجمال ہی ہو پس اس مرتبہ واحدیت میں مطلوب کمال اسمائی ہے یعنی جب ذات نے توجہ ظہور کی طرف کی تو ظہور کو ہرگز قرار نہیں جب تک ظہور نہ ہو اور بعد فناء عالم پھر ظہور ہو علیٰ ہذا کجائید انا اول خلق تعیندہ اور کمال اسمائی اس وقت حاصل ہو گا کہ جیسے مرتبہ وحدت میں یافت ذات و حضور

ذات من حیث الاسماء والصفات وظہور ذات مجلاً حاصل ہوا ہے ایسے ہی مفصلاً بھی حاصل ہو
مفصلاً حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمیز خالق بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ وثبوت حکم غیریت نہ ہو اگرچہ
اعتباری ہی ہوتا و فیکہ ظہور کا اعتبار ہے۔ مثلاً وہی ظاہر ہے جو باطن میں تھا پس ظاہر میں
باطن ہوا۔ اور مرتبہ وحدت میں تیس زخائق و تغائر کو ہرگز راہ نہیں۔ پس کمال اسمانی کہ مطلوب
ہے اس وقت حاصل ہو گا کہ تعین ثانی حاصل ہو۔ اور یہ موقوف ہے تجلی و تعین ثانی پر پس ذات
نے دوسری تجلی فرمائی یعنی جب ذات وحدت نے ظہور کی جانب توجہ کی تو اس مرتبہ کا نام
واحدیت رکھا گیا۔ ہر گاہ کہ مرتبہ واحدیت منشا کثرت ہے تو ایراد تمثیل و اطلاق اسم اس پر نہ
ہونگے پس اسمی ذات مرتبہ واحدیت میں یہ ہیں۔ اس نکتہ کو دیکھو

منشأ اسما و صفات تدریجاً	کیفیت
۱ تدریج	تعین ثانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس دوسرے مرتبہ میں ذات کا نام مقرر کیا گیا ہے تعین معنی مقرر اور ثانی دوسرا یعنی ذات نے تنزل و سر اختیار کیا۔
۲ کثرت	اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تنزل منشا کثرت ہے یعنی اس مرتبہ میں کثرت شروع ہوئی
۳ منشأ سوا	اس لئے کہتے ہیں کہ ذات وجود حق جو ظاہر میں بطور ممکنات کے ہوا اس لئے اس کے ظہور کے اعتبار سے بصورت ممکنات اس کو سوار و غیر کہتے ہیں ورنہ یہاں بھی ذات ہی جو پہلے تھی
۴ حضرت جمع و الوجود	اس سبب سے کہتے ہیں کہ جمع عبارت ہے وحدت سے باعتبار طرط ظہور کے اور وہ باطن اس مرتبہ کا ہے اور اس مرتبہ میں ذات من حیث الاسماء والصفات پائی جاتی ہے یعنی اس مرتبہ تنزل میں ذات نے اسماء و صفات کو پایا ہے اور یہاں اطلاق اسماء و صفات کا ذات پر صادق آیا ہے
۵ حضرت الابرار والصفات حضرت الابرار	اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ شامل ہے اسماء و صفات کو اور الوہیت عبارت ہے حصول تمامی اسماء و صفات و افعال سے
۶ قابلیت الکثرت	اس لئے کہتے ہیں کہ اس تنزل میں چونکہ خالق اشیا کا بیان ہے اور وہ قابل کثرت و جودات خارجیہ کا ہے

۷	احدیت	احدیت اکثریت اسلئے کہتے ہیں کہ اسکا اعتبار طرف ظہور ہی جیسے احدیت الجمع
۸	فلک ایجات	اس لئے کہتے ہیں کہ مدار حیات عالم س مرتبہ میں ہے جو متضمن ہر خالق عالم جسام و ارواح کو ہے
۹	قابلیہ	اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ خالق عالم کو متضمن ہے جو منشا کثرت اور ظہور عالم و منشا کثرت کی قابلیت رکھتا ہے
۱۰	نفس رحمانی	اس لئے کہتے ہیں کہ نفس رحمانی عین تعالیٰ ثانی ہے ظہور عالم مانند نفس پرانگندہ کے ہوئے جیسے متضمن کے سائنس منہ سے نکل کر پھیل جاتے ہیں۔ یہ تعالیٰ ثانی بھی مانند اثبات نفس و رحمت عام ہے
۱۱	نہایتی العالیٰ	اس لئے کہتے ہیں کہ مرتبہ الوہیت کو متضمن ہے

اور تعالیٰ ثانی حق سے تعالیٰ ہے بطریق نفس پرانگندہ جو شخص متضمن کے باطن سے ظاہر ہوتا ہے پس جمع
حقائق الہی و کیانی و انسانی سبب اس پرانگندگی کے متنازعہ نہیں ہوں میں مراد خالق الہی سے اسماء الہی
تعلیٰ میں مثل بیع و باعث وغیرہ کے اور خالق کیانی عبارت ہے اسماء کیانی سے جیسے عقل کل نفس کل
وغیرہ ہیں اور حقیقت انسانی آدم کی حقیقت کو کہتے ہیں اور کون سمیٹیت ہی وجود عالم مرا ہے پس جو کچھ
درپے تفصیل تھا تعالیٰ ثانی میں نمودار ہوا جبکہ یہ تعالیٰ ثانی نفسی و طور ہی تعین اول سے ہی تضرع ہوا کہ اسی
کی صورت پر ظاہر ہو یعنی جیسا وہ مرتبہ تعین اول احدیت و واحدیت و برزخیت پر مشتمل تھا۔ یہ تعین ثانی
بھی وحدت و کثرت اور ایک و بزرگ پر مشتمل ہو کہ وہ حامل جامع ہو و میان دونوں کے اور جو وحدت کہ اس
تعین ثانی کے ضمن میں ہو اسکو ظاہر وجود کہتے ہیں اسلئے کہ وجود کا اعتبار جو مرتبہ وحدت میں تھا اس
مرتبہ میں ظاہر ہو یعنی اپنے آپ کو پاناک جو مرتبہ وحدت یعنی تعین اول میں تھا اس مرتبہ تعین ثانی میں اس کا
ظہور ہوا کہ جو خاص وصف انسان کا ہے اور جو اسماء الہی شکل کہتے ہیں اور وہ اٹھائیں ہیں یعنی

اسامی کلمات اسمائے الہی ارباب یہ ہیں

بیع - باعث - باطن - آخر ظاہر - حکیم - محیط - شکور - غنی - الذکر - مفقود - رب - علیم
قادر - نور - مصور - محض - مبین - قاطن - حی - معنی - مہیت - عزیز - رزاق - مدلل
قوی - لطیف - جامع - رفیع الذرات - اور کثرت اس کثرت کو کہتے ہیں جو ضمن میں تعین

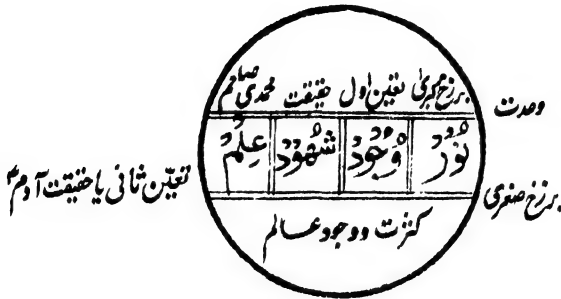
ثانی کے ہے یعنی کثرت اسماء کو ظاہر علم کہتے ہیں اسلئے کہ اُس کا تعلق خالق کو نبی سے ہے کیونکہ اعتبار علم کا جو مرتبہ وحدت میں تھا اس تعین ثانی میں اُس کا ظہور ہوا اور وہ اٹھائیس اسماء کلی مربوط ہیں جو تمام اس مرتبہ میں ہیں کہ جو ذات کو شعور من حیث الاسماء والصفات مفصل ہوا کہ امکان اُسکے لازم میں سے ہے اور امکان اسماء کو نبی کو کہتے ہیں اور وہ بھی اٹھائیس اسماء میں سے ہیں

اسامی کلیات اسماء کو نبی مربوط

عقل کل یعنی قلم نفس کل یعنی لوح محفوظ طبعیت کل جو ہر تبار تشکّل کل جسم کل عرش سرشتی فلک اطلّش فلک منازل فلک وصل فلک مشتری فلک مریخ فلک سمّش فلک زہرہ فلک عطارد فلک دنیا کرہ آتش کرہ ہوا کرہ آب کرہ خاک مرتبہ جمادات مرتبہ نباتات مرتبہ حیوانات ملائکہ مرتبہ جنات مرتبہ انسان مرتبہ جائعہ اور اس ظاہر وجود جو اس مرتبہ ثانی میں باعتبار سرایت احدیت کے صورت احدیت کی ہر حقیقی ہر نبی اس سبب کہ احدیت اس میں ساری ہے اور اس میں کثرت نسبی ہر سرایان واحدیت سے کہ وہ ایک وحدت ظاہر وجود ہر جو شامل ہر شیعہ کلی واعتبارات اصلی کو اور اسکی کثرت نسبی شمار و صفات کا ہے اور یہ ظاہر علم جو اس تعین ثانی میں صورت واحدیت کی رکھتا ہر ایک کثرت حقیقی اس میں ہر سرایت واحدیت سے اور اس میں ایک وحدت نسبی ہر شراحت سے اس لئے کہ وحدت غیریت کی طرف منہ رکھتی ہے اور یہ شمار غیر ہیں اور اس میں احدیت کے اثر سے ایک وحدت نسبی ہے اس کثرت حقیقی کو اعیان ممکنات و حقائق کو نبی کہتے ہیں اور اس وحدت نسبی کو حضرت ارشام و عالم معانی و بحر امکان کہتے ہیں یعنی ظاہر وجود جو اس تعین ثانی میں ہے اس میں ہر ایک احدیت و واحدیت نے سرایت کیا ہے لیکن حضرت احدیت کو غلبہ ہے اور صورت احدیت کی ہے ضرور احدیت کی سرایت سے اس میں وحدت حقیقی ہوگی اور واحدیت کی سرایت سے کثرت نسبی برخلاف ظاہر علم کے کہ اس میں وحدت کا غلبہ ہے اور اسی کی صورت پس سرایت احدیت سے اس میں کثرت حقیقی ہوگی اور وجود اثر احدیت سے وحدت نسبی ہے نہ سرایت احدیت کی پس وحدت اُس ظاہر وجود کی جو وحدت حقیقی ہے ظاہر وجود کا باطن ہے اس نقشہ میں دیکھو

اسماء کو نبی مربوط

توس احدیت



توس احدیت

جوشیون کلی و عتبارات اصلی کو شامل ہو اور کثرت نسبی اس ظاہر وجود کی ہو جو اس سے اسما و
صنات ظاہر ہوئے پس کثرت حقیقی کو اعیان ممکنات و حقائق کو فی کہتے ہیں کیونکہ مشارث خاص
ممکنات و حقائق خارجیہ کا ہے اور وحدت نسبی کو حضرت اقسام محال معانی کہتے ہیں اسلئے کہ اقسام
واعیان ثابتہ اس مرتبہ میں ہیں۔ اعیان ثابتہ معانی ہشیار کو کہتے ہیں اور بحر امکان اس کو
سلئے کہتے ہیں کہ مشارک اس کو فی کا ہے اور انکے محیط کیونکہ مرتبہ ظاہر و وجود بحر کے مانند ہے اور
حقائق کو فی مثل انہیوں کے ہیں جو اس سے صورت پکڑی ہوئی ہیں وہ برزخ وجود میان وجود اور
ظاہر علم کے ہے وہ حقیقت انسانی ہے یعنی حقیقت آدم کہ وہ مقام ابھاری اسکو برزخ صغریٰ میں
کہتے ہیں اور اسی طرح برزخ کبریٰ یعنی وحدت کہ حقیقت محمدی صمیم ہے مقام آنحضرت صلعم کا ہے
یعنی جیسے مرتبہ وحدت مرتبہ احدیت کو واحدیت میں پہنچاتا ہے کہ وہ مقام محمد صلعم کا ہے یعنی واسطہ
بس اسی طرح علم کو وجود میں پہنچانے والی حقیقت آدم کی ہے کہ برزخ واسطہ ہو اس سے ثابت ہوا
کہ جس طرح آنحضرت صلعم جامع جمیع حقائق الہی و کوئی ہیں اسی طرح آپ کے بعد آدم جامع جمیع حقائق
الہی و کوئی ہیں پس اسی طرح تفصیل عالم کی ہے مانند عالم مجردات و عالم ارجاع و عالم مثال و عالم
طلوع و عالم غاصر و عالم نباتات و عالم حیوانات پھر آدم ظاہر میں جامع جمیع حقائق الہی و کوئی ہیں
اور تمام حقائق کلی و جزوی کو شامل ہوئے لہذا انسان کامل میں بھی یہ تمام حقائق الہی و کوئی ظاہر
ہوتے ہیں اور تنجالی انکے ساتھ ہوتا ہے اور حقائق کو تمام موجودات میں موجود پاتا ہے بخلاف
ملائکہ و عقول کے الیس یعنی نے آدم کو سجدہ نہ کیا اس وجہ سے کہ حق کو مرتبہ خاک میں نہ پہنچانا۔

جبکہ ذات وحدت نے توجہ مرتبہ واحدیت میں کی تو مراتب معدودہ و تعینات مہودہ اہل توحید کے نزدیک جب ایک لاکھ چالیس ہزار تک آئی تو آدم کے قالب کے خارج میں وجود پایا لیکن جب از روئے حقیقت دیکھا جاتا ہے تو تعینات وجود مرتبہ واحدیت میں حدود حصہ سے زیادہ ہیں کہ شمار و محال ہو کما قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَوْ كَانَ الْخَرَجُ مَدًّا اَذْ لَکُم مَدَّ رَبِّیْ لَنُفِذَ الْخَرَجَ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جُنَّا بِمِثْلِهِ مَدًّا بِیْسے ذات نامحدود و نامتناہی اسی طرح تعینات بھی نامحدود و بے انتہا ہیں اس لئے کہ شبہا کبیرہ و صغیرہ میں سے ہر شے کا مرتبہ علیحدہ علیحدہ ہو بلکہ ہر ذرہ کے لئے ایک اسم باری تعالیٰ ضرور ہے پس عقلمند خوب جانتے ہیں کہ تعینات حدود حصہ سے باہر ہیں کیونکہ ذات مرتبہ واحدیت میں کمال الوہیت کے ساتھ پہنچی ہے اور الوہیت عبارت ہمگی ذات و صفات سے ہے اور وہ نامحدود و نامعصور ہیں تو تعینات بھی نامحدود و نامعصور ہیں کیونکہ صفات اٹھائیں ہیں کہ تعین پایا ہے ساتھ ترتیب کے اوپر ایک کلی کے اسماء نامعصور ہیں کہ مرتبہ اشیاء نامعصور کے اور ظاہر کنندہ اشیاء نامحدود کے میں یعنی کلیات اسماء الہی ظاہر کنندہ کلیات اکوان اور جزئیات کہ تحت میں ہر ایک کلی کے میں ظاہر کنندہ جزئیات اکوان ہیں جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں اور بعض محققین نے چار لباس ذات اور زیادہ کر کے انسان تک پہنچایا ہے یعنی چہارم لباس تعین ثالث عالم ارواح پنجم لباس تعین رابع عالم مثال ششم لباس تعین خامس عالم اجسام سہم لباس جامعیت ہے یعنی یہ تمام مراتب جسمانیہ و نورانیہ و روحانیہ احدیت و وحدت و واحدیت ایک جامع ہونا ہیں اور یہ لباس و تجلی خیر ہے اور وہ انسان ہے کہ اَلْاِنْسَانُ سِیِّئٌ وَاَنْ اَشْرَءُ رُبَّاعِی

بدلائیں کوئی بھیس ناچاری سے	ہر رنگ و اختیار سرکاری سے
بندہ شاہد ہے اور طاعت زیور	یہ سوانگ بھر اگیلے عیاری سے

ان سات مراتب میں سے پہلا مرتبہ بلا ظہور کا ہے اور باقی چھ مراتب ظہور کلیہ کے ہیں اسی کو صوفیہ کرام نزول کہتے ہیں یعنی وہ وجود مطلق درجہ بدرجہ تبدیل لباس انسان تک پہنچا اور جب انسان یہ تمام مراتب عروج میں ملے کر لیتا ہے تو اس کو انسان کامل کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

روزے دوسہ خانہ در عدم باید داشت	رباعی	روزے دوسہ در وجود ہم باید داشت
اکنون ز وجود و از عدم آزادیم		ما گشتیم ار کہ عدم باید داشت
اور مولنا روم رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں	۵	
از جہادی مردم و نامی شدم		وز نما مردم بجوان سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم		پس چترسم کے ز مردن کم شدم
حملہ دیگر بمبدم از بشل		تا بر آرم از ملائک بال و پر
و ز ملک ہم باید ہم بستن ز جو		کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ
بار دیگر از ملک و تر بان شوم		آنچه اندر ہم نہم ناید آن شوم
پس عدم گروم عدم چون از غنوں		گویدم کانا الیکہ راجعون

پھر اُس وجود مطلق کے دو کمال ہیں ایک ذاتی۔ دوسرا اسمائی۔ کمال ذاتی یعنی دیکھنا اللہ تعالیٰ کا سبب شیون اعتبارات کو اپنے آپ میں جیسے تخم میں درخت کا وجود معہ شاخ و برگ و ثمر۔ اور کمال اسمائی یعنی ظہور اللہ تعالیٰ کا اپنے آپ پر اور شہود اُسکی ذات کا قیادت خارجیہ میں جیسے درخت کے اندر تخم کی حقیقت پس معلوم ہوا کہ ذات خدا میں جمیع موجودات اور جمیع موجودات میں ذات خدا موجود ہے۔ ۵

رباعی

انخاکے لئے ہر اس قدر جوش و خروش	یہاں ہوش کا مستغنا ہے بنیاد ہوش
حسن ازلی تو ہے ازل سے ظاہر	یعنی ہے تجلیوں میں اپنی رو پوش

قال علیہ السلام وَاَذْنَى نَفْسٍ مُحَمَّدٍ بَيْتَهُ لَوْ اَنْتُمْ اَذْ كَيْتُمْ مَجْبِلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلَى الْهَبَةِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰی ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
یعنی رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ تم ہے مجھ کو اُس خدا کی جگہ قبضہ میں محمد کی جان ہر اگر تم ڈالو
رستی کو سب نیچے کی زمین پر تو پڑے گی اللہ تعالیٰ پر پھر پڑھی آپ نے یہ آیت کہ وہی اول ہے وہی
آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہ سب چیز کو خوب جانتا ہے۔ رباعی

الحق کہ نہیں ہے غیر ہرگز موجود	جب تک کہ ہے وہم غیر حق ہے منقود
--------------------------------	---------------------------------

لہٰ اِس حدیث کو ترمذی اور احمد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے ۱۲

حق یہ ہے کہ وہم کا بھی ہونا حق ہے حق ہے تو ہر ایک طرح سے حق ہے مشہور
 کما قال اللہ تعالیٰ واللہ المشرق والمغرب فاینما نور کونوا فکون وجہ اللہ اور اللہ کی ہے
 مشرق اور مغرب پس جہنم دیکھو اور ہر ذات خدا ہے ۔

یعنی آنسو کہ قصد اندازی و جہ حق کان بود حقیقت او بیج جائے نکر وہ استغنا عارف حق شناس را باید بینہ آنخبا جمال حق پیدا	تا حق بندگیش بگداری باشد آنجا بسوئے او کن و پس بود عین حق عیاں ہر جا کہ بہر سو کہ دیدہ بکشد پر نگہ ساز جمال حق قطعاً
--	--

یعنی عارف ہر جگہ ذات باری کو متجلی دیکھے و هو معکم آئینہ گشتہ یعنی او خدا تمہارے ساتھ ہے
 جہاں رہو تم۔ یہ معیت عقل سے مفہوم نہیں ہوتی بلکہ یہ ذوق اور کشف سے نمایاں ہوتی ہے و با محی

ہو معکم زین حقیقت حق چہ خواست کل شیء ہا لک دانہ چہ گفت	یعنی واجب راز ممکن جلو ہاست اے اسیری یار بی ما و شاست
---	--

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرج از عالم کون بر نیامدہ است اگر آمدہ بودی بر دول در آئیے ۔

ممکن رنگ گاہے عدم ناکشیدہ رخت در حیرت کہ این ہمہ نقش غیب حسیت	واجب بجلوہ گاہ عیان نا تھا وہ گام بر لوح صورت آمدہ شہود خاص عام
--	--

تو کہ تعالیٰ انما یوق لنا الشیء اذا اردنا ان نقول کہ کئی فیکون یعنی سوئے اسکے نہیں ہمارا کہنا کسی
 چیز کی واسطے جب ہم نے چاہا یہی ہو کہ کہیں اسکو ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے بعض محقق اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ لفظ کن
 واسطے خطاب شے کے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر یہ خطاب وجود شے سے پہلے ہو تو محال ہے کہ معدوم شے قابل خطاب
 ہو کیونکہ معدوم ہی تو خطاب کس کو اور اگر یہ خطاب بعد وجود شے ہو تو اسکو پیدا کرنیکی حاجت نہیں کیونکہ وہ
 موجود ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ حقائق کل شیا علم الہی میں موجود ہیں تو خطاب شے کی جانب جائز نہ
 ہوا کہ وہ حاضر ہے اور ہو جانا عبارت ہے بطون سے ظہور میں اور بے صورتی سے صورت میں آجانا ۔ اور
 ہمارے نزدیک تو ایمان کی بات یہ ہے کہ ذات ہر شے وصف ذاتی ہے اور ذات قدیم ہے تو وصف ذاتی
 بھی قدیم ہوا۔ اور وصف ذاتی عین ذات ہے تو ثابت ہوا کہ وجود واحد کے سوا کچھ موجود نہیں ۔

اور شے کا ہو جائے صرف بے صورتی سے صورت میں آجائے اور ہے کیونکہ اس فی اتبے صورت نے یہ صورت پکڑ لی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے یعنی خود ہی مخاطب ہو اور خود ہی مخاطب ہو اور خود ہی خطاب۔ کوئی غیر نہیں۔ اور یہ جو کثرت بصورت غیر نمودار ہے یہ محض ہماری نظر کی خرابی اور فہمی کے آثار ہیں ورنہ ہر شے میں ذات واحد ہے اگر دیدہ بصیرت میں سرمہ توحید لگا کر نظر کرو گے تو سوائے ذات واحد کے کچھ نہ پاؤ گے۔

علم توحید گشتہ حق یقین	کردم این نکته را ازان تضمین
کہ ہمہ دوست ہر چہ ہست یقین	جان و جانان و دلبر و دل و دین

وجود عالم ان تین چیزوں سے نمودار ہے یعنی زمان و مکان و جہات۔ اگر ان تینوں چیز کا تعین ٹوٹ جائے یا فرض کیا جائے کہ یہ تینوں چیز معدوم ہیں تو بتاؤ باقی کیا رہ جائیگا اور اس کا کیا نام رکھو گے یا انہیں بند کر کے دیکھو اور بتاؤ کہ اب کیا ہے۔

غیر تشغیر در جہان نگذاشت	لا جرم عین جملہ اشیا رشد
--------------------------	--------------------------

مان ایک ہستی و علم مطلق باقی رہیگا اب جو چاہو اس کا نام رکھو۔ اور سچ پوچھو تو یہ سارا گو کہ دہندا اس علم کا ہی ہو اگر یہ علم بھی فنا ہو جائے تو سبحان اللہ تینوں تعین خود بخود ٹوٹ جائینگے۔ اور اگر تمہارا علم اس طرف متوجہ ہو کہ یہ ظہور عالم غیر اللہ ہے تو اس علم کو حجاب کبر کہتے ہیں انعم و عجائب الکا کبر یعنی جان علم کا قیام ہو گا وہی حجاب کبر و سد سکندربن جائیگا لیکن فی الحقیقت اگر علم کی طرف دیکھا جائے تو یہی علم باعث نبوت ہے اور یہی دانشکی موجب ولایت ہے اور یہی گاہی سبب کفر و شرک ہو جب سمجھ جاتی رہی تو مفرع القلم ہو گیا نہ شارع اس کا خواستگار نہ حاکم طلبگار اگر یہ علم رستی کیسا تھو ہو تو سبب نجات و رستگاری ہو اور اگر یہی علم کج کیسا تھو ہو تو موجب ہلاکت و گرفتاری ہے جیکہ دلائل عقلی و نقلی سے ثابت ہے کہ غیر اللہ کا کچھ بھی وجود نہیں تو پھر ماسوائے اللہ کو موجود سمجھنا باعث ہلاکت و گرفتاری نہیں تو اور کیا ہے اور قرآن و حدیث اس بات کے دو گواہ عادل موجود ہیں کہ غیر اللہ نہ کچھ پہلے تھا نہ اب ہے اور یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ سب صفات ذاتی کے آثار و اعتبارات و تعینات ہیں دراصل ان چیزوں کا کچھ بھی وجود نہیں۔ جو کچھ ہو سب ایک ذات ہے جو تمہی نہ گمشدی نہ بڑھی نہ اتری نہ چڑھی یہ سب باتیں اسی علم کے متعلق ہیں۔ نقل ہے کہ ایک روز جناب قبلہ

حضرت سید غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری قدس اللہ بترہ العزیز کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ حضرت دیکھئے فلان شخص نے جس قدر علم پڑھا ہے اسی قدر گمراہ زیادہ ہو گیا ہے سچ ہے زیادہ علم بھی انسان کو خراب کرتا ہے اور دین کے لیے حجاب کبر بن جاتا ہے۔ اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَكْبَرِ آپ نے فرمایا کہ علم کی نسبت یہ خیال ہرگز نہیں ہو سکتا جن لوگوں نے علم کے معنی یہ سمجھے ہیں انکی غلط فہمی ہو علم شریف ہے اور علم کی شرافت سے انسان کو شرافت ملی ہو علم کی شرافت سے تمام مذاہب و ملل و ادیان کے کتب خانے معمور ہیں کوئی علم کے شرف سے انکار نہیں کر سکتا۔ عالم کا نظریہ اسی علم سے ہے انسان علم کے زور سے کیا کیا ایجاد کرتا ہے ریل۔ تار بستی روشنی برقی جہاز لٹنی اور طرح طرح کے ہتھیار پیشہ وغیرہ وغیرہ اَدَمُ الْاَتَمَّاءُ کَلَّمَہَا بلکہ اس علم کے ذریعہ سے خدا تک پہنچ جاتا ہے بعض نے علم حجاب لاکبر کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ حجاب شیار کو پوشیدہ کرتا ہے اور یہ علم بھی عیبوں کو ڈھانپ لیتا ہو لیکن یہ معنی ٹھیک نہیں کیونکہ حجاب کا کام ہی پوشیدہ کرنا خواہ وہ چیز اچھی ہو خواہ بری یہ نہیں کہ بری چیز کو پوشیدہ کرے اور اچھی کو نہیں مثلاً خواہرات اور پیچہ دونوں کو ایک جگہ بکھرا کر پردہ ڈالو تو دونوں کو پوشیدہ کر لیا جائے۔ ہمارے دانست میں تو علم تلوار ہے اور تلوار کا کام کاٹنا ہے جسکے ہاتھ میں ہو اور اسکو جہان چاہے جاوے جہاں ہمال کرے دشمن کو مارے یا اپنا گلا گلاٹے اس کا کام کاٹنا ہے کاٹے گی بلکہ علم مصقلہ ہے کہ جو ہر ذاتی و مادہ اُصلی کو ظاہر کر دیتا ہے یعنی جس انسان میں جو مادہ ہے اس کو ایک خوبی کے ساتھ روشن و بتجلی کر دیتا ہے اگر اس میں مادہ نیکی کا ہے تو نیکی کو اور اگر مادہ برائی کا ہے تو برائی کو بھی خوبی کے ساتھ ہوید کرے گا۔ مصرعہ۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے۔

اور ہمارے نزدیک تو علم حجاب لاکبر کے یہ معنی ہیں کہ علم بمعنی دانستن ہو مثلاً گشتی کا علم حاصل کرنے کے واسطے تم نے کوشش کی اور بدل تقین کر لیا کہ اس چیز کا علم مجھ کو حاصل ہو گیا ہے تو بس یہی دانستگی اس کی واسطے حجاب لاکبر اور سادہ سکندری ہو اب اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ کیونکہ خود حد مقرر کر چکا ہے ورنہ علم کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا جس چیز میں غور کیا جائے شاخ و شاخ نکلتی چلی آئیگی یہی حال فقر کا ہے جس شخص نے اپنے دل میں یہ خیال کر لیا کہ مجھ کو خدا کا عرفان حاصل ہو گیا ہے بس وہ آگے قدم نہیں بڑھا سکتا وہی علم اس کی واسطے حجاب کبر ہو گیا

ورنہ محاط محیط کو کیا پاسکتا ہے جو صاحب حوصلہ میں وہ بل من مزید کا نعروں مارتے ہوئے آگے
 بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ہر وقت یہ ورد زبان رکھتے ہیں وَمَا عَزَمْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ
 جیسے خدا لا ابتداء لا ولا انتہاء نہ ہی اسی طرح علم بھی حد و حصر سے باہر ہے بلکہ یہ اُسکی صفت ذاتی
 ہے اور ذات عین علم ہے کہ ہر شے کی ذات میں موجود ہے غرض علم ایک عجیب چیز ہے بغیر علم کے
 آدمی سو کہہ کہلاتا ہے تم یہ خیال مت کرو کہ بہت سی کتابیں پڑھنے کا نام علم ہو نہیں بلکہ دانستی و
 آگاہی پیدا کرنا کا نام علم ہے اور یہی موصول الی مطلوب ہے علم و دانائی و عقلمندی محض ہمیشہ
 ممتاز رہی ہے اسی لیے صاحب علم و عقل قدیم مرجع خاص و عام چلا آتا ہے چنانچہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب انبیاء علیہم السلام اور دنیا میں جو عالم و عقلمند زیادہ ہے وہی سرگروہ
 قوم و مرکز حاجات ہے۔ مصرعہ۔ روز خلق بیدار شش از بے فرسنگ۔

نقل ہو کہ ایک گروہ چمیلیوں کا متفق ہو کر اور دور دور فرط کر کے ایک عالم عقلمند غیبی کے پاس
 پہنچا اور دریافت کیا کہ ہم مدت سے دریا کا نام سنتے ہیں کہ اس سے ہماری زندگی ہے لیکن
 آج تک دریا نہیں دیکھا ہم کو بتاؤ وہ کہاں ہے اس نے جواب دیا کہ اگر تم مجھ کو دریا کے بغیر کوئی چیز بتاؤ
 میں تمکو دریا بتا دوں یہاں تو دریا ہی دریا موجود ہے اگر دریا کے سوا کچھ اور موجود ہو تو بتاؤں
 تم کو تمہاری لاعلمی نے مجھ کر رکھا ہے ورنہ ہماری تمہاری بود و نمود اسی دریا سے ہے جس
 میں ہم موجود ہیں غرض علم ایک وصف اعظم اور مرتبہ عالی ہے اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں اور علم کہیں
 باہر سے نہیں آتا بلکہ اس کا چشمہ اپنے ہی اندر سے اُبلتا ہے چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ مانتے ہیں

ایک سب پر نان نزار فرق سر	تو ہی خواہی لب نان در بدر
در سر خود پیچ دل خیمہ دوسری	رو در دل زن چہ را بر ہر دری
تا بزن انومی میان آب جو	غافل از خود این و آن تو اب جو
بر سر تان است پایت اندر آب	وز عطش و ز جوع گشتی خراب
پیشیت آب و پس ہم آب بادو	چشمہا ر خلف سد و پیش سد
اسپ زیر لیل و فارس اسپ جو	چست این گفت اسپ لیکن سپک
میں نہ اسپ است این بزمیر تو پدید	گفت آئے لیک خود اسپم کہ دید

اندکے بے خبر ز آب روان
وان خیال چون عدت دیوار او
ابر تا بد آفتابش مے شود
عین رفع سدا دگشته سدش
گوش با حق دارے مدہوش او

ہست آن پیش رے اوست
چون گہر در بحر گوید بحر کو
تحقق آن کو جالبش مے شود
بند چشم اوست ہم چشم بدش
بند گوش اوست رہ ہم گوش او

قوله تعالیٰ اَللّٰهُ ذُوُّ السَّمٰوٰتِ وَ اَلْاَرْضِ اَللّٰهُ عِنِّ ذَاتِ اِلٰهِيَّ اَسْمَانُونَ اور زمین کا نور ہے وھو
بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخِيطٌ اور وہ سب شے کو محیط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَلَمَّا اتَّفَقَتْ دِی
یَمُوْسٰی اَنِّیْ اَنَا رَبُّكَ فَاحْلُمْ نَعْلَمُ اَنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی وَاَنَا خَتَمْتُكَ فَاَسْمِعْ
لَمَّا جِئْتَنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ عِنِّیْ پس جب آیا
اُس کے پاس (یعنی اُس درخت روشن کے پاس) پکارا گیا اے موسیٰ تحقیق میں ہوں پروردگار
تیرا پس اوتار ڈال دونوں جنتیان اپنی تحقیق تو پنج میدان پک طوے کے ہے (یعنی دین
دنیا دونوں کو ترک کر۔ کہ تو میدان پاک عشق میں آیا ہے) اور میں نے پسند کیا تجھ کو پس سن جو
کچھ وحی کیا جاتا ہے (اور وہ یہ ہے کہ) تحقیق میں ہوں میں اللہ ہوں نہیں کوئی معبود مگر میں۔
پس عبادت کر میری اور قائم کر نماز کو واسطے یا میری کے اور پھر دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ اِسْکٰی
تصدیق فرماتا ہے کَلَمَّا اَنشَاْنُوْجِدٰی مِنْ شَاطِئِ الْوَادِیْ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبَارَکَةِ مِنَ
الشَّجَرَةِ اَنِّیْ مَوْسٰی رَاقِیْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی جب پہنچا اس کے پاس۔ آواز ہوئی میدان
کے واسطے کہنا اے سے برکت والی زمین میں اُس درخت سے کہ اے موسیٰ علیہ السلام البتہ میں
ہوں میں اللہ ہوں جہاں کارب ف یعنی حضرت موسیٰ نے وادی مقدس طوے میں ایک درخت
سبز زیتون کو منور و بجا جب وہاں پہنچے تو اس درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں خدا ہوں
جہاں کارب میرے سو کوئی نہیں میری عبادت کر۔ عیا ز ابا اللہ کیا درخت کی آواز تھی نہیں نہیں
ہرگز نہیں بلکہ ذات احدیت بل شئی محیط ہے۔ اور ہر جگہ ظہور ذات ہے اور کچھ بھی نہیں پس معلوم
ہوا کہ سوائے ذات الہی کے کوئی چیز موجود نہیں۔ بقولہ تعالیٰ اِنَّکَ مِیَّتٌ وَّ اَنھُمْ مِّیَّتُوْنَ یعنی

لے خود تحقیق تو اور وہ سب میت ہیں اور معدوم۔ اور یہ نہیں فرمایا اَنْتَ تَمُوتُ وَاَنْتُمْ تَمُوتُونَ
اس سے صاف ظاہر ہے کہ کل موجودات فی الحال میت، نابود و معدوم ہے اور حیات الٰہی صرف
ذات خدا کو ہے۔

جملہ معشوق است و عاشق پرودہ	زندہ معشوق است و عاشق مردہ
کہتے ہیں جواہل عقل میں دور اندیش	مخلوق کو ہے عدم کا رستہ درمیش
مخلوق پہلا عدم سے نکلی کب تھی	موجود تو ہے وہی جو کم ہونے پیش

تو کہ تعالیٰ بَانَ اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ وَ اَكْمَايِدُ مَحَوْنٌ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ یعنی یہ اسی سبب ہے کہ اللہ
تعالیٰ بذاتِ خود واجب و ثابت ہے اور یہ جو پکارتے ہیں اللہ کے سوا بدرستیکہ وہ باطل و
معدوم ہے یعنی دونوں حق جسکی پرستش کفار کرتے ہیں معدوم و غیر موجود ہیں کیونکہ ذاتِ
حق کے سوا کوئی موجود اصلی نہیں اور وہ بذاتِ خود قائم و ثابت و واجب و قدیم جو پس اُس کے
سوا کسی اور کو موجود سمجھنا محض نادانی ہی بقول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اَصَدَّقُ كَلِمَةً قَالَهَا الشَّاعِرُ
تَوَكَّلْ لَبِيدٌ - اَكْمَلُ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ یعنی سچا کلمہ جو شاعر نے کہا ہے وہ قول لبید کا ہی
اور وہ کلمہ یہ ہے کہ سن لو جو خشنے ما سوا اللہ ہے وہ باطل ہے یعنی فی الحال معدوم ہے چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَكْمَلُ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ	اِنَّ ضَلُّ اللّٰهِ غِيْمٌ حَاطِلٌ
المکمل ملک دست او خود مالک است	غیر ذاتش کل شے مالک است

پس ثابت ہو کہ کچھ ذاتِ خدا کچھ موجود نہیں اور حدیثِ قدسی میں آیا ہے یا اِبْنِ اٰدَمَ قَرَضْتَ
قَلَمَ لَعَدْنِي يَا اِبْنَ اٰدَمَ اسْتَظَمَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعَمْنِي يَا اِبْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي
یعنی قیامت کے روز اللہ فرمایگا کہ اے آدم کے بیٹے میں بیمار ہوا تھا تو تو نے مجھ کو نہ پوچھا اے آدم
کے بیٹے میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو تو نے مجھ کو نہ کھلایا۔ اے اولادِ آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا
تھا تو تو نے مجھ کو پانی نہ پلایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وجودِ مرض و وجودِ سبیل حق جو بس کوئی
وجود ذاتِ حق سے خالی نہیں ہے۔ نہ تو دریغ مکانی نہ مکانے ز تو خالی ❖

۱۶ پ ۲۱ ع ۱۲ - ۱۲ - ۱۳ اس حدیث کو بخاری مسلم بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے ۱۳ - ۱۴ حدیث کو مسلم بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَجِدُ نَفْسِي الرَّسْمَيْنِ مِنْ جَانِبِ الْيَمَنِ اور امام احمد نے بروایت ابو ہریرہ یون بیان کیا ہوا ہے لَأَجِدُ نَفْسِي رَسْمَكُم مِّنْ قِبَلِ الْيَمَنِ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تحقیق میں پاتا ہوں خوشبو تمہارے خدا کی یمن کی طرف سے۔

بوئے خدا دم آید یمن

گفت سیمب کہ ز خط یمن

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ رَافِيَ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ یعنی جس نے دیکھا مجھ کو پس تحقیق اس نے خدا کو دیکھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہوا أَنَا حَيُّ لَا يَمُوتُ وَأَنَا مُقِيمٌ الْقِيَامَةِ وَأَنَا عَافٍ نَظْفِيهِ فِي الْأَرْحَامِ وَأَنَا بَاعِثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ یعنی میں زندہ ہوں نہ مړ و گامیں اور میں قائم کروں گا قیامت کو اور میں باز ہوتا ہوں نطفہ کو ارحام میں اور میں اٹھاؤں گا مردوں کو قبروں سے۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ إِنِّي أَنَا اللَّهُ یعنی تحقیق میں اللہ ہوں۔ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ وَشَبَّحَنِي مَا أَعْظَمَ شَأْنِي۔ یعنی البتہ میں ہوں میں اللہ ہوں کسی کی جنگی نہیں سوا میرے۔ سو میری عبادت کرو۔ اور میں پاک بڑی شان والا ہوں اور حضرت سید الطائفہ ابوالقاسم حیدر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لَيْسَ فِي جُبَّتِي إِلَّا اللَّهُ یعنی میں میرے جہر میں مگر اللہ ہے اور حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَأَنَا أَقُولُ وَأَنَا أَسْمَعُ وَهَلْ فِي الدَّارَيْنِ غَيْرِي یعنی میں ہی کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں ہلکا میرے سوا دونوں جہان میں کون ہے اور حضرت غوث صمدانی قطب بانی سید عید القادر حیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ أَنَا الْوَرُثَةُ یعنی میں روئے ہوں شفیق۔ اور حضرت شاہ منصور کا قول ہوا أَنَا الْحَقُّ یعنی میں خدا ہوں اور حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من خدا یم من خدا یم

فارسم از کبر و کینہ وز ہوا

اور بہت بزرگان دین خدا ان اللہ علیہم جمعین کے کلام سی طریق برپا ہے میں پس ان آیات احادیث و اقوال سے صاف ظاہر ہے کہ ذات خدا حقیقت سب جودات کی ہے جب کہ وہ تھا تو تمام انا شمس کا نعرہ مارتے ہیں۔

اللہ جس نے تمام شے کو پیدا کیا ہے اور وہی ہے اور ایت کیا ہے اور ۱۶ مولانا شاہ ابوالعزیز صاحب محدث دہلوی کتاب فتح مبینہ میں

آفتاب ہم آفتاب

آفتاب ہم آفتاب

اور حدیث قدسی میں آیا ہے یٰٰدِیْنِیْ اِبْنِ اٰدَمَ کَسَبْتَ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایدیتنا ہے مجھ کو ابن آدم برا کہتا ہے زمانہ کو اور زمانہ میں ہوں و قَالَ اِبْنُ الْعَرَبِ اَخْلَقَ مَعْقُولًا وَاَلْحَقَّ مَحْسُوسًا یعنی حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ مخلوق معقول ہے اور حق محسوس ہے پس صوفی ظاہر کو دیکھتا ہے نہ منظر کو۔ ۵

این نہ جهان است کہ مے بینشین

این نہ جهان است کہ مے بینشین

جبکہ اول آخر ظاہر و باطن جب الوجود و وجودی تو جو کچھ ہو سو عین حق ہو سو اسے حق کے کوئی موجود بالذات نہیں ہے ہمہ اوست و ہمہ ازوست و ہمہ بروسست و ہمہ باوست و ہمہ بے اوست میں کیا شک نہ دروہ ۵
نزار دوست بگویم حکایتے بے پوست
اگر دیدہ دل سر میر تو حیدر سے روشن اور چشم بصیرت نور لگا لگی سے منور ہو تو سو اسے خدا کے کچھ موجود نہ پاؤ گے ۵ رباعی۔

در و لک گدا و اطلس شہمہ اوست

ہم شاہ و ہم بینشین و ہمہ ہمہ اوست

باللہ ہمہ اوست شہمہ باللہ ہمہ اوست

در نمہن فرق و نہان خانہ جمع

ایک روز کسی نے اس رباعی پر جناب قبلہ قدس اللہ سرہ سے سوال کیا کہ حضرت جب ہمہ اوست ثابت ہے اور اسکی ذات کے سوا کچھ موجود نہیں اور وہ ذات مستلجیع جمیع صفات کمال ہے تو ہم میں وہ قدرت و علم ارادہ و حیات و سمع و بصر و کلام وغیرہ کیوں نہیں آپے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز میں اسکی حیثیت کے موافق قدرت علم و ارادہ وغیرہ موجود ہے۔ مگر چلو بہر بانی میں تو تنکا ہی تیر سٹکا ہے نہ جہاز اور عیار سمندر میں شنادر ہی کرسٹا نہ چلو بہر بانی میں پس جو طاقت کل میں ہے وہ چیز میں محال ہے مثلاً جو قوت ایک آدمی میں ہے وہ طاقت کسی ایک ماتھے میں نہیں اور جو قوت ایک ہاتھ میں ہے وہ اسکی ایک انگلی میں نہیں اور ہر ایک صفت و قوت موائیہ کل عالم میں ایک ہی ہے مثلاً قدرت و علم و ارادہ و حیات و سمع و بصر و کلام وغیرہ غرض جس صفت کو یا قوت کو نوہ ہر دو عالم میں ایک ہی ہے اور کوئی جگہ اس سے خالی نہیں عیاں ساری و طاری ہے جیسے خلک کہ ہر ایک چیز کو اسکی تعین کے موافق حصہ ملا ہوا ہے اور ذات بحت بلا تعین ہے پس یہ تعین لاتعین ہے کیسے

۵ اس حدیث کو امام بخاری نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے۔ ۱۲

مقابلہ کر سکتا ہے جب قدر اس کا تعین ہے اسی قدر اس کو قدرت و علم وارادہ وغیرہ بھی ہو اگر سب تعینات
کی کوئی قوت یا صفت جیسے علم وارادہ و قدرت سمیع و بصیر وغیرہ میں سے کسی ایک قوت کو جمع کر کے
دیکھا جائے تو بتاؤ وہ کیسی قوت ہو جائیگی۔ پس ان کل طاقتوں کا مجموعہ خدا میں ہو اور تم میں ان کل
طاقتوں میں سے قدر قلیل میں توکل و جزو کا مقابلہ غیر ممکن ہو بقدر تمہاری حیثیت کے تم میں بھی وہ
صفات موجود ہیں اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ اور اگر تم اپنی انانیت کو فنا کر دو تو سب صفات
کمال تمہارے ہی میں ہیں شعلہ سمش نہ عین شمس ہے اور نہ غیر شمس اور سب کی نمود شمس کی شعلہ
سے ہے اگر شعلہ شمس نہ تو آفتاب ندارد ہو۔ اسی طرح اگر صفات نہ ہوں تو ذات کا پتہ نہیں اور
وہ صفات ہم ہی میں ہم سے ذات جدا نہیں اور نہ ذات سے ہم جدا بلکہ ذات کا ظہور ذات سے ہی ہو
اور ایک سبب سے صفات عین ذات ہیں اور ذات عین صفات جیسا تمہارا علم ہوگا وہی ظہور پر دیکھا
اور جو علم ہوگا وہی نظر آئیگا ہر ایک کو اسی کا علم رہنما ہے غرض یہ سب علم کی خوبی ہے جس قدر علم
زیادہ ہوگا اُسی قدر اس کو اپنا عرفان زیادہ ہوگا چنانچہ حضرت بایزید بسطامیؒ کو جب اپنے نفس کا علم
ہوا تو ایک روز فرمایا کہ تیس برس پہلے میں خدا کو ڈھونڈتا تھا اور اپنے آپ کو پاتا تھا لیکن اب میں
اپنے آپ کو ڈھونڈتا ہوں اور خدا کو پاتا ہوں۔ ۵

بجدا غیر خدا اور دو جہان چیز نے نیست | بے نشان است کرو نام و نشان چیز نے نیست
اور کھایا کہ جب حضرت طیفور ثامیؒ بایزید بسطامیؒ علیہ الرحمۃ کو مَن عَرَفَتْ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَتْ رَبَّہَا کے
معنی متکشف ہوئے اور اپنی حقیقت کا علم و انکشاف حاصل ہوا تو جناب باری میں عرض کی کہ ابھی میں
اتنی بدلت حیران و پریشان رہا تمام عمر مجرا بات میں صرف کی اب آنکھ کھلی تو دیکھتا ہوں کہ مجھ میں اور
تمام مخلوق میں کچھ بھی فرق نہیں اور ہر اُدھر ایک حقیقت ہے پس مجھ کو اس کوشش سے کیسا
فائدہ ہوا جبکہ میں کسی طرح کا فرق و امتیاز اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ حکم ہوا کیسی فرق ہو کہ تجھ پر یہ بعید
گہل گیا اور اس سے مجرب ہیں ورنہ خلقت سب کی ایک ہے۔ رباعی۔

ساقی وہی مے کش و ہی مینا بھی و ہی | گویا وہی سخا و ہی مینا بھی و ہی
آدم وہی بندہ و ہی مولا بھی و ہی | ہے بھی وہی تھا بھی و ہی ہوگا بھی وہی

جب آثار تعینات دل سے مٹ جاتے ہیں اور حقیقت و ماہیت اشیاء عیان ہو جاتی ہے تو جو ذات واحد کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ۵
رباعی

آثار تعینات چون یافت سکے	کثرت ہمہ مدت ست بے ہیج شکے
چون نقطہ صفر شد نہاں از رقت	بنگر کہ وہ و صد و ہزار ست یکے
دو عالم صیبت نقش و صورت دست	چہ جابے نقش صورت بلکہ خود است
دو صد آئینہ یک رستے مقابل	اگر چہ صد نہاید یک یک اوست

جملہ موجودات دو عالم سے خالی نہیں یا تو عدم ہے یا وجود العدم کینس بشیء و الوجود ھو الحق یعنی عدم کوئی چیز نہیں اور وجود وہ عین حق ہے پس اس سے صاف ظاہر ہو کہ وجود واحد کے سوا کچھ موجود نہیں بلکہ ایک ہی ذات ظاہر و عیاں ہے قطعہ

بہ بین بہ دیدہ دل منظر جمال و جلال	سموم و دمنخ و ہم روضہ جان ہمہ اوست
شمار اوست ہوا ظاہر ہوا الباطن	عباں بخلق نہاں در جان جان ہمہ اوست
ز حسن و قبح مزین دم کہ اندرین عالم	شرار گلشن و ہر رنگ گلستاں ہمہ اوست

اور مولانا مغربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ قطعہ

قرار یافت کہ از غیر حق وجوئے نیست	نہ شود کہ بنوعے و گرفتہ ارکنم
چہ شد کہ کافر و مؤمن بنام ما خوانند	یکے دو کے شود از نام گر ہزار کنم
بنحاطر دل ما نیست غیر جلوه حق	چو غیر نیست چہ ارض این خبار کنم
تو طالبی و ترا مطلب از ہمہ رجاؤست	ز صیبت آنکہ تفاوت بنور نا کنم

کرستما ہے نقاش سے کب نقش خلاف	رباعی
ہر شے میں عیاں ہے آفتاب وحدت	ہیں نقش میں جلوه گر اسی کے اوصاف
	گر وہم و دوتی نہ ہو تو ہے مطلع صاف

جب یہ بات حدیث صحیحہ سے ثابت ہو کہ اللہ تھا اور کوئی شے غیر اللہ نہ تھی اور اب بھی وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا تو جابے غور ہے کہ اس غیر اللہ کا ظہور کہاں سے ہو گیا اور کہاں سے آیا اور کدھر جاتا ہو اور حدیث میں اراد ہوئی کہ شئی ترجیع الی اصلہ یعنی ہر شے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہو اور سبکی اصل ذات الہی ہے کما قال اللہ تعالیٰ و الی اللہ ترجع الاھود یعنی سب تھاق و امور اللہ

کی طرف پھیرے جاتے ہیں پس جبکہ بجز ذات الہی کسی کی اصل پائی نہیں جاتی تو فرمائیے کہ یہ مخلوق کیا ہوا البتہ از روئے صورت غیر ہے اور از روئے معنی عین۔ اور صورت معنوم محض ہی۔ پس ذات کے سوا کوئی موجود نہیں۔ حدیثوں میں وارد ہے کہ اول پانی کا طور ہوا پھر اس میں جوش آیا پھر بخارات اُٹھے اور اس پر کف ظاہر ہوا گو ان سب کی صورت مختلف ہو گئی ہے لیکن حقیقت سب کی پانی ہی ہے۔ اور اس اجمال کی تشریح یہ ہے کہ پانی سے مراد دیائے احدیت ہے اور اس میں جوش آنا راوہ ظہور ہے جسکو تنزل اول کہتے ہیں یعنی نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آیا اور بخارات کا اٹھنا تعین ثانی ہے اور اس پر کف نمودار ہونا عالم حساب کی پیدائش مراد ہے اور یہ بیان مفصل ہو چکا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اپنے سے غیر پیدا کیا ہے اس لئے خلقت غیر خدا ہے لیکن دانشمند اس راز کو خوب جانتے ہیں۔

مولانا فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۵

خلقتے درین طلسم گرفتار آمدہ
کاین جانہ اندک ست نہ بسیار آمدہ
این حد قتی است لیک بتکرار آمدہ
جملہ ز نقد علم خبر بیدار آمدہ
ابرست عین قطرہ عدو بار آمدہ
کر عکس او دو کون پر انوار آمدہ
پس دز زول مختلف آثار آمدہ
کاین جاجہان محو جہاں دار آمدہ
ہژدہ ہزار عالم اسرار آمدہ
شاخ و درخت برگ و گل مزار آمدہ
چون گشت ظاہر این ہمہ اغیار آمدہ
در صد ہزار پردہ سپندار آمدہ
یک غم گشت این ہمہ دربار آمدہ

اسے پردہ برگرفتہ بازار آمدہ
غیر تو ہرچہ است سراب نمایش است
این جاحول کفر بود اتحاد ہم
یک صانع است صنع ہزاران ہزار ہم
بحریت غیر ساختہ او موجہاںے خویش
این را مثال است بعینہ یک آفتاب
والاکلام حق کہ علی اسخ نکیت بس
سنگ سیہ بین تو بین اللہ اشہ بین
بر خود پدید کرد و خود سر خود دے
در بلغ عشق کیا حدیت کہ بافتہ است
یک عین متفق کہ جزا و ذرہ بنود
عکسے ز زیر پردہ وحدت علم زدہ
یک پرتو او فکند جہاں گشت پر چرخ

برخویش جلوہ وادین خود بود کار تو
از قہر دور مانده و انکار خواسته
چون در دو کون از تو بخت نیست چکا
زلف تو پیش رویتو افتاده داد خود
بر خود جہاں فروخته از نور خوشین
لے ظاہر تو عاشق معشوق باطن
این خود چہ مکتہ است کہ گرد طواف
آن کمیت و ان کجاست چنین جلوہ گر شد
گر ہر دو کون معج بر آرد و صہ ہزار
غیرے چگونہ روئے نہا یک ہر چہ است
بوئے بجان ہر کہ رسید بہت ازین شد
این آن قلند نیست کہ ہل من گفت
زینجا فقیر سوختہ بگرختہ ز کفر
رستم ازین حدیث شدہ زیر چادر
بر کبر یک نفس شدہ وزین راز آشکار

تا بصد ہزار کار ز یک کار آرد
وز لطف قرب یافتہ اقرار آرد
صد شہور از تو دور تو پدید آرد
روئے تو پیش زلف بزہار آرد
خود را ورون پردہ چہ بیدار آرد
مطلوب را کہ دید طلب گار آرد
ہفت آسمان مستقیم چو پر کار آرد
واں حسیت اں چہ بود و رابطہ آرد
جلہ کمیت لیک دو صہ ہزار آرد
عین و گریکے است پدید آرد
از کف و دس ہر آئینہ ہزار آرد
سبج در حمایت ز تار آرد
وہرین شد بسم ز کھار آرد
پس چون زمان روئے بدیو آرد
انفاس برو ہانش چو سمار آرد

اگر تم حجاب تعینات کو اٹھا کر بغور و فکر خیال کرو گے تو تمہارے خیال میں بجز ذات واحد کے
کسی کی بھی گنجائش نہوگی مثلاً شعاع آفتاب کی گرمی سے سمندر کا پانی بخارات بن کر اڑا اور
مختلف صورتوں میں نمودار ہوا اور ہر تعین میں ایک نام علیحدہ پایا غرض ہر لباس میں
ایک نئی شان دکھائی اور ہر جگہ مختلف ناموں سے نامزد ہو کر ایک نئی صورت بنائی اب
اگر تم ان ملبوسات کو ہٹا دو اور تعینات کو توڑ کر دیکھو تو وہی سمندر کا پانی ہے جو مختلف نہیں
فقط اس لباس و تعین کی وجہ سے تم غیر جانتے تھے ورنہ ہر لباس و تعین میں پانی ہی پانی
ہے پس تمام مخلوقات کا ظہور اس طور پر ہوا ہے کہ جب ارادہ الہی جنیش میں آیا تو ہر شے کے
پردہ تعینات میں وہی ذات نے انداز و شان و زلی ادا و ان سے جلوہ افروز ہوئی۔

اور رنگ بزرگ کے تعینات میں طرح طرح کے نیاز و ناز سے ظہور فرمایا پھر جب تعین ٹوٹا تو ہی ذات واحد بے کم و کاست پر جو جتنی شکا غیر خیال محال ہر سبب جو ذات و تعینات وہی و اعتباری میں جنکو کچھ بھی ثبات نہیں ایک آن کی آن میں درہم ویرہم و فنا ہو جاتی ہیں۔ اسے رستم و زہر ہوش میں آ۔ کہاں جا پہنچا تو نے ایسے عرش عظیم پر کمنہ ڈالی ہے کہ جہاں اور اک میرے لیسر کی رسائی نہیں۔ اور خیال برق رفتار کی مجال نہیں اور ایسے بیابان و شواہد گزاریں قدم رکھا ہے کہ جہاں شیر ز کے ہوش و حواس پر آگندہ ہیں اور فیل مست کا حوصلہ پست و اور ایسے دریائے عمیق بے پایان میں غوطہ لگایا ہے کہ جس میں کروڑ ہا دانشمند انبیاء و اولیاء و حکماء و عقلا کی جانیں ہلاک ہو گئی ہیں مگر اس بحر ناپید انکار کی تہ کسی کو نہ ملی۔ ۷

ہاں اہل طلب کون شے طعنہ نایافت	دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے
۷	کے رہ سوئے گئے قارون سب
	دگر بزدل باز بیرون سب

اس بحر عروج و خول خوار سے نکل اور اپنی سیدھی ڈکریں۔ ۷

حادث از مطرب سے گو و راز و ہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید حکمت ابن ممتلا
لیکن میں کیا کروں کہ میرا اصلی مقصود یہی ہے اور بغیر اسکے مجھ کو چین نہیں کہ یا کی باتیں اور اس کا بیان میری غذائے روح اور راحت جان ہے۔ ۷	

پھر پھر کے دائرہ ہی میں رکھنا ہوں مقیم	آئی کہاں سے گردش پر کار پاؤں میں
باز آدم بر سر مطلب پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ انسان کامل جامع جمیع خالق الہی و کوئی ہی مرتبہ وحدت میں انسان کامل عبارت ہر ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنی جو کچھ اس کے مافوق وجود باطن میں ہے کہ وہ مرتبہ احدیت ہی مرتبہ وحدت میں اجمالاً موجود ہے۔ اور جو کچھ اسکے ماتحت یعنی ظاہر وجود و اسماء و احدیت میں ہے وہ مرتبہ وحدت میں ضمناً موجود ہے اور مرتبہ احدیت میں انسان کامل آدم سے مراد ہے اگرچہ اور انبیاء اور اولیاء بھی اس میں شامل ہیں لیکن آدم برتر از صغرابے انکا مرتبہ جامع ہے مافوق خود کہ وحدت ہی یعنی توجہ وجود بجانب ظہور و ماتحت خود کہ خالق کونیاں ہیں ان میں ضمناً موجود ہیں اس واسطے آدم جامع جمیع خالق الہیات و کونیاں کے ہیں یعنی عالم ظاہر و باطن میں بطور کلیات و جزئیات موجود ہیں۔ پس	

ترکیہ نفس و تصفیہ قلب جمیع افراد انسان کا اس وقت ممکن ہے کہ اسما الہی کے ہر اسم سے عبادت کرے اور سر بر قلب پر کہ عرش الہی ہے خیر کو جگہ نہ دے لکھا قال اللہ تعالیٰ حَافِظُوا عَلَی الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ اَوْسَطُ اَوْقَافٍ مَّا دَلَّہِ قَدِیْنِیْنِ یعنی تم محافظت کرو تمام نمازوں پر اور نماز میانی پر اور تم کھڑے رہو اللہ کے واسطے حالت خاموشی میں یہ آیت تعلیم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اہل تصوف نے اس آیت کے یہ معنی لئے ہیں کہ صلوٰۃ سے جمیع جوارح بدن سوائے دل کے مراد ہیں اور صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد دل ہے تو یہ معنی ہوئے کہ تم فطرت کو تمام جسم کی آموزنا شایستہ سے اور خاص کر دل کو نگاہ رکھو یعنی جب تک تم اپنے دل کی نگرانی نہ کرو گے تو نماز ادا نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس دل میں شرک ہو وہ دل مقبول نہ ہوگا اور قَوْلُ اللہِ قَانِیْنِیْنِ کے یہ معنی ہیں کہ مستعد ہو جاؤ غیر اللہ اور ماسوی اللہ کے دور کرنے میں بحالت تصور و تفکر اس لئے رسول علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے لَا تَقْبَلُ الصَّلٰوةَ بَعْدَ طَهْرٍ یَعْنِی طہارت کے بغیر نماز نہیں قبول کی جاتی اسکے یہ معنی نہیں کہ دل میں کفر و شرک اور طرح طرح کے فسادات بھرے ہوئے ہیں اور مونہ ہاتھ دھو کر نازیڑھی اوپر قبول ہوگئی یہ نہیں بلکہ جب تک تطہیر القلب عن ماسوی اللہ نہ ہو خدا کے نزدیک نماز قبول نہیں پس طہارت قلب عن ماسوی اللہ ضروری ہے کیونکہ دنیا و دل سے متعلق ہر اول میں اگر شرک بھرا ہو تو وہ عمل باطل اور مردود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ باطن کو دیکھتا ہے نہ ظاہر کو۔ چنانچہ حدیث شریفہ قدسی میں وارد ہے کہ اِنَّ اللہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوْرٍ کَوْاْءٍ اَوْ اَلْوَانِیْ کَوْاْءٍ لِّکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں کو اور اعمالوں کو دیکھتا ہے۔ ۵

مادروں راسب گیم و حال را

مابروں راسب گیم و حال را

اگر دل غیر اللہ سے پاک ہی تو محبوب ہے ورنہ مردود۔ اور حضرت ابو بکر شبلی رحمہ اللہ کا منقولہ ہے کہ اَوْفَوْا اَفْصَالَ وَالصَّلٰوةَ اَفْصَالَ فَمَنْ لَمْ یَفْصِلْ لَمْ یَقْبَلْ یعنی وضو سے مراد جدا ہونا ہے غیر اللہ سے اور نماز عبارت ہو وصل ہونا اللہ سے پس جو شخص غیر اللہ سے دور ہی ہوا وہ اللہ سے ملا ہی نہیں

ط ۲ خ ۱۵ ۱۲۰۱۵ اس حدیث کو سلم نے عبد اللہ ابن عمر سے روایت کیا ہے ۱۲۰۱۵ اس حدیث کو سلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے

یعنی جب تک غیر اللہ و ماسوی اللہ سے دور نہ ہوگا مع اللہ اتصال پایگا جب غیر حق کا وہم باطل مٹ جاتا ہو تو تخت دل پر حق جلوہ نہا ہو تا ہے اور یہ رتبہ ان لوگوں کا ہے جو ہر وقت اپنے دل کی نگرانی کرتے ہیں اور شرک ماسوی اللہ کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے کما قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ یعنی اور وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں یعنی وصال عرفان الہی ان لوگوں کے نصیب میں ہے جو غیر اللہ کو اپنے دل میں آنے نہیں دیتے غرض جب تک توحید پوری نہ ہوگی عرفان و وصال محال ہے۔

فصل ہفتم در بیان بہت البہیہ

حدود - حدود - نقطہ - یعنی ذات بحت

تعریف و شرح نقطہ نقطہ وہ ہے جسے اجزا نہ ہو سکیں یعنی اسکی کچھ مقدار نہ ہو اور کیفیت اور کثرت کی بحت سے پاک ہو مقدار نہ ہو کہ جسے میں جو کم و بیش ہو سکے پس وہ نقطہ ہے جو مقدار سے منزہ و مبرا ہے نہ کہ ہی کم ہونہ بیش اَلَا نَ کَانَ لَفْظُ النُّقْطَةِ عِبَارَتٌ بِرَأْسِ مَعْنَى كَيْفِيَّةٍ تَعْرِيفٍ وَتَوْضِيحٍ مَقْصُودٍ بِهٖ
یعنی اس موجود غیر معلوم و لا تعین غیر محدود کا اسم معین کیا گیا ہے جسکا علم و عرفان ہنوز محال نہیں

نسبت رویت اگر باہر و پروین کردہ اندر صورت نا دیدہ تشبیہ بہ شخص کردہ اندر
لیکن یہ اسم فرضی چونکہ اسی ذات غائب لا تعین کے خیال سے پیدا ہوا ہے اسلئے وہ غیر ذات نہیں بلکہ وہی ذات غائب جب تعین علم کی طرف متوجہ ہوئی تو لامحالہ خود ہی ایک اسم معلوم و معین کے لباس میں رونما ہوئی تاکہ اپنی ذات پر آپ ولالت کرے۔

زور یا موج گوناگوں برآمد زنجیری برنگ چوں برآمد

اگرچہ اسم کا وجود مسمیٰ کے وجود سے مؤخر بلکہ اس کے وجود کا پرتو ہے لیکن تعریف و بیان کے طریقہ میں اسم اپنے مسمیٰ پر تقدم ہے لیکن حقیقتاً نہ تقدم ہے نہ تاخر کیونکہ وہی ذات لباس اسم و عبارت میں آن کر خود ہی دال رہنا اور خود ہی مدلول مفہوم ٹھہری پس چونکہ دال مدلولات واحد ہے اس لئے باوجود تعریف و تعین کے بھی غیر معلوم و غیر معین ہے تعالیٰ شَآئِدُهُ عَمَّا يَصِفُونَ یعنی

وہ ذات معنی بن جائے یا عبارت میں ظاہر ہو یا باطن میں عیاں ہو یا نہاں کسی شان ہنگ
 اور کسی طور اور کسی ڈھنگ میں ہو اسکی اصل و حقیقت میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا اَلَا نَکَمَا کَانَ
 پس حقیقت مقصود بعد تبس و تحقیق اور کشف و عرفان بھی ویسی ہی رہتی ہے جیسی کہ تھی۔
 مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ چونکہ اس عبارت یعنی لفظ نقطہ سے عقدہ حل نہوا اسواسطے
 اشارت کی طرف رجوع کی گئی اور کہا گیا کہ نقطہ وہ چیز ہے جسکی کچھ مقدار نہیں یعنی وہ ذات
 لا تعین جو اس عبارت کی حقیقت معلوم ہے اسقدر ظاہر و عیان ہے کہ بے اختیار اسکی
 طرف اشارہ کرنے کو موجب ایقان و عرفان خیال کیا گیا لیکن یہ اشارہ حقیقت معلوم کی
 حصول علم کے واسطے واقع ہوا ہے اس لئے اشارہ عین جہل ہو گیا۔ پس نہ تو وہ عبارت
 کے تعین سے معین ہو سکے نہ اشارہ کی قید میں مقید۔ کیونکہ اشارہ و عبارت کا وجود اس کے
 وجود باوجود کا ایک پر تو ہے بلکہ وہی خود بہ تبدیل لباس عبارت و اشارت ہو اس لئے اسکی
 تعریف و توصیف کا ذریعہ کسی دوسری شے کو سمجھنا ایک خیال محال اور تصور باطل ہے۔
 مصرع کہ نتوان ترا دید آتا بتو نہ خود ذات نقطہ موجود ہے اور خود ہی وجود و وجدان ہے
 اور خود ہی مکشوف و عیان اور خود ہی معلوم و علم اور خود ہی عرفان و ایقان۔ چونکہ وہ ذات خود ہی
 اصل ہو اس لئے اس سے جو کچھ صادر اور متفرع ہوتا ہے وہ بھی عین اصل ہے۔ رباعی

از حق جز حق و گر چہ روید بابا

از حق جز حق و گر چہ گوید بابا

حق را جز حق و گر کہ جوید بابا

در شدت این ظہور مجہو صفت

پس ثابت ہے کہ اسکی تعلیم و تعریف کے لئے وہ ہی کافی ہے کما قال اللہ تعالیٰ اَوَلَمْ نَكِلْ
 بِرَبِّكَ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیدٌ کیا تیرا رب کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر حاضر و شاہد ہے۔

اگر دیسے باید از توے رومتاب

آفتاب آمد و سیل آفتاب

ما رجب اس کے علم و عرفان اور حصول ایقان کا ارادہ کیا گیا تو وہ ذات کہ ظاہر و باطن ہے
 عین اشارت و عبارت بن گئی اور وہ ذات کہ عین وحدت بر صورت مختلفہ اور آفاذ اطوار رنگارنگ
 میں ظاہر ہوئی پس حصول علم و عرفان عین ترک علم و عرفان ہے اَلتَّوْحِيدُ تَرْکُ التَّوْحِيدِ

فِي التَّوْحِيدِ مَا جَارَاسِ جِرَانِي وَسِرْ كِرَانِي تَوَكُّمِ كُشْتَكِي وَپَرِشَانِي سَے بَیْتِجِہ نِکالا کہ نقطہ وہ ہے جسکی کچھ مقدار نہیں یعنی وہ کچھ نہیں لَکِیْسَ بَیْتِجِہ کا مصداق ہے جسکو کچھ چیز یا شے یا معلوم و محسوس یا معدود و معدود قابلِ تجرُّی و انقسام یا کمی و بیشی سمجھتے ہو وہ ذات ان سب کے نِزَالِی مَعْدِل ہے وہ حَقِیْقَتِ مَحَقَّقہ اور عین واحد خود موجود و مکشوف اور ظاہر و عیان ہے نہ کسی ذریعہ سے مغلوب ہو سکتی ہے نہ کسی واسطہ اور ویل سے مجبور۔ اگر وہ ہے تو کسی شے کا پتہ نہیں اور جب کسی شے کا وہم ناشی ہو تو خود اُس کا نشان گم ہے کیونکہ خود ہی منشا ہے وہی ناشی وہی شے ہے وہی لاشے وہی نیست وہی ہست وہی عدم وہی وجود وہی غیب وہی شہود۔ اِس لئے وہ اعلاۃ قیاس دگھان اور وہم و خیال اور حس اور اک سے منزہ اور متبر اور ورار اور وار ہے کیونکہ وہ سب کے لئے اصل الاصول اور عین وحدت ہے تعین عبارت اگر کچھ ہے تو وہ اُس سے الگ ہے اور قید اشارت کا اگر کچھ وجود ہے تو وہ اُس سے بھی جدا ہے (کچھ بھی نہیں) اگر کچھ ہے تو وہ اُس سے بھی پرے ہے۔ کیونکہ وہ خود موجود و وجود و وجدان ہے۔ لا والا۔ کی قید میں کس طرح مقید ہوا لای بھی اور لا بھی ہی جس طرح وہ کچھ ہے سے پاک ہے اس طرح کچھ نہیں سے بھی منزہ ہے۔ ۷

لا والا ہر دو لفظ نے ساخت نہ۔ خلق را در دم و ہم انداختند

مصرع نہ تو دو بیچ مکانی نہ مکالے ز تو خالی یہ حاصل مطلب یہ ہے کہ مطلب کا حصول کچھ بھی نہیں جو کچھ نہیں وہی نقطہ ہے اور جو نقطہ ہے وہ کچھ نہیں یعنی جو کچھ نہیں وہی جو اور جو ہے وہی کچھ نہیں۔ ۷

زاں سبب اُستاد اُستادان محمد کارگاہش نیستی و لا بود

نہ تو ہے نہ نہیں۔ یہ بھی اور نہیں بھی۔ معدوم بھی اور موجود بھی۔ مثبت بھی اور منفی بھی۔ وال بھی مدلول بھی۔ معلوم بھی مجہول بھی۔ وہی ہر علم و خیال اور ہر قال و حال کی اصل الاصول اور عین البیون ہے۔ وہی کاتب وہی کتاب۔ وہی مبارک وہی مآب۔ وہی محبوب ہی حجاب اِنَّ هَذَا اَشْیَءٌ مُّحْجَبٌ وہی ارض و سموات کا نور اور وہی جمیع کائنات و موجودات کا ظہور وہی ظاہر وہی مظاہر وہی باطن وہی مابطن۔ لیکن وہ خود اپنی آبِ تاب میں رہتا ہے

اور زیر پرہ وجہ ہے با این ہمہ ظہور مستورا و باوجود وجود نابود ہست نیست نہا۔ موجود کا عدم پس اس کے علم و عرفان کی راہ ہے تو وہی راہ ہے وہی رہنما۔ وہی علم و معلوم ہے وہی آگہی و آگاہ ہے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ در پوشش | من از رفتارِ یامیت می شناسم

پس نقطہ وہ ہے جو کچھ نہیں یعنی ہر چیز کا جو کچھ نہیں کے ذریعہ سے قائم ہے اور جو کچھ وہ و حقیقت اسی کچھ نہیں کا ظہور ہے مصحح کچھ نہیں سب کچھ ہے یا و سب کچھ کچھ نہیں اس سے ثابت ہوا کہ جہاں دیکھو جس طرف نظر کرو جس پر خیال جاؤ نقطہ کا وجود ظاہر و باہر عیان و آشکار ہے پس بلا نقیص و تلخیص اور بلا تحدید و تعدد نقطہ ہی نقطہ ہے اور یہ کثرت مظاہر عین وحدت ظاہر ہے چونکہ نقطہ بالذات موجود و نمایاں ہے اس واسطے واحد و لا نہایت نقاط پیدا ہیں جو کبھی بصورت خط ہو یہ اکہی بہ لباس سطح عیاں کبھی بصورت شکل نمودار۔ اور کبھی بحالت جسم محسوس نقطہ کی حرکت سے خط پیدا ہوا یعنی نزاع طول اور خط کی حرکت سے سطح اور سطح کی حرکت سے جسم پس نقطہ ان سب کے وجود کا باعث ہے اور خط و سطح و جسم میں ہر جگہ نقطہ ہی نقطہ ہے مبتدا بھی نقطہ اور منتہا بھی نقطہ۔ اسلئے مہندس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے نقطہ فرض کر لے یعنی وہ عین واحد و صورت مختلفہ اور اشکال محدودہ و معدودہ میں عیاں و مشہود ہے اگرچہ نقطہ بے مقدار ہے لیکن ہر ایک مقدار جب ہی میزور معین ہوتی ہے کہ نقاط فرض کئے جائیں ورنہ مقدار خود کوئی چیز نہیں پس نسبتی ہر ایک ہست اور اسکی ہستی کا سرچشمہ ہے اور خود کچھ نہیں مگر جو کچھ ہے اسی سے ہے

یک عین متفق کہ جزا و نقطہ نبود | کردہ ظہور ازان ہر اعیار آمدہ

جبکہ سطح پر نقطہ کا نشان بنا یا گیا تو یہ لفظ کچھ نہیں کی شان سے نکل کر کچھ ہے کے لباس میں جلوہ گر ہوا تو وہ نقطہ جو کچھ نہیں تھا اس سے الگ ہو گیا۔ نہیں نہیں یہ نقطہ باوجود کچھ ہونے کے بھی عین کچھ نہیں کی شان میں داخل و متفرق ہے۔ کیونکہ ”ہے اور نہیں“ سب میں نقطہ کا وجود نہایت ہی۔ پس نقطہ بھی اس نقطہ کے وجودت غالی نہیں کیونکہ اسکی ہستی کچھ نہیں کے ظاہر کرنے کو پیدا ہوئی ہے اسلئے اسکی ہستی بھی عین ہستی ہے اور ہستی عین نقطہ ہے پس یہ بھی جو نقطہ

نہیں وہی حقیقی نقطہ ہے۔ اگر وہ نقطہ جو کچھ نہیں ہے نہ ہوتا تو یہ نقطہ جو کچھ ہے کہاں ہوتا۔ اور کیوں ہوتا یعنی جو کچھ ہے وہی نقطہ اور جو کچھ نہیں وہی نقطہ۔ اس لئے نقطہ ہی نقطہ ہمہ نقطہ ہمہ از نقطہ ہمہ و نقطہ ہمہ با نقطہ ہمہ بے نقطہ جو ہے وہی نہیں اور جو نہیں وہی ہے۔ مکملہ متلی کی اوٹ میں پہاڑ کل موجود اس لئے اس نقطہ وجود یعنی ذاتِ بحت سے جسکو کچھ نہیں کہتے ہیں وجود نمود پائی ہے یعنی کثرت میں وحدت نمودار اور وحدت میں کثرت آشکار۔ جیسے نقطہ مہموم ام الدماغ جسکو فی الواقعہ کہتے ہیں مقام محمود اور ہندی میں برہم منڈ اور تربیتی اور فلاسفر فوکس کہتے ہیں تمام جہان کی صورت مختلفہ اس میں مندرج اور نقطہ چشم سے آمد و رفت کرتے ہیں سب شے ہیں وہ نقطہ اور اس نقطہ میں کل شیا جیسے درخت میں گٹھلی اور گٹھلی میں درخت مندرج ہے موجود ہے یہی نقطہ سویدے قاب ہی یہی نقطہ حقیقت انسان و جان ہے یہی نقطہ ماہیت کون و مکان ہے یہی نقطہ ابعاد و ثلثہ کی جان ہے۔ اسی نقطہ سے ظہور کن و فکال ہے۔ باوجود نہ ہونے کے یہ شور و غوغا ہے۔ اگر کچھ ہوتا تو کیا ہوتا۔ اب اس مثال پر ذرا غور و فکر کرو تا کہ تم کو حقیقت وحدت کی کثرت میں اور کثرت کی وحدت میں منکشف ہو جائے اکثر نے عکسی تصور کیسچہ دیکھا ہوگا اور وہ اس طرح کیسچہ ہیں کہ آئینہ میں ایک نقطہ مہموم ہے جسکو فوکس کہتے ہیں اس میں یہ کمال ہے کہ جملہ موجودات کی تقاضا و بلا فرق و امتیاز اس میں مندرج ہیں جب کوئی مجمع اس کے مقابل ہوتا ہے تو دوسرے آئینہ کے ذریعے سے صفحہ قرطاس پر بعینہ نقشن کر دیتا ہے اور وہی نقطہ دماغ میں جہاں دونوں آنکھوں کا خط نظر تقاطع کرتا ہے موجود ہے اس میں بھی کل عالم کی تقاضا و بغیر فرق و امتیاز کے مندرج ہیں اگر کوئی چیز اس کے مقابل میں پڑتی ہے تو فوراً آئینہ چشم کے ذریعے سے صفحہ عالم میں صورت ثبت کر دیتا ہے پس اسی طرح نقطہ ذاتِ بحت جو جس میں کل کائنات منقش ہے۔ آئینہ حقیقت حقیقت محمدی کی آہو میں اشکال مختلفہ کو صورت حقیقت انسانی و غیرہ پر ثبت کر دیتا ہے اور طرفہ ماجری یہ ہے کہ وہی نقطہ ذاتِ بحت ہر شے میں خود بھی موجود و منقش ہے ہر وہی کچھ نہیں جو سب کچھ ہے لا حول و لا قوت الا باللہ

در سخن معنی و در سخن سخن

توبہ کروم ز انچه گفتم ز انکہ نیست

(مرد ۲) ظہور نقطہ یعنی اول مما خلق الله فودری۔ یہ نزول اول ہے۔

(۱) کثرت نقطہ یعنی اَنَامَتْ نُورِ اللّٰہِ وَکُلُّ شَیْءٍ مِّنْ نُورِ حَیْہِ نَزُولِ نَانِی ہے۔

(۲) خط مستقیم یعنی توحید

(۳) زاویہ یعنی مذاہب۔

(۴) عمود یعنی پتھر۔

(۵) شکل یعنی عالم مثال۔

(۶) دائرہ یعنی عالم کون۔

(۷) محیط دائرہ یعنی وہی نقطہ جبکہ اپنے اوپر آپ گردش میں آیا واللہ علیٰ اَکْلِ شَیْءٍ بِرُجْعِ اِلَیْہِ

اصول موضوعہ (۱) اختیار ہے کہ ذات صفات میں ظہور کرے (۲) کن فیکون۔ (۳) قیام

ہے کہ صفات اسمائے آثار میں جلوہ گر ہوں۔



علوم متعارفہ



(۱) ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ یعنی موجود اصلی ایک سے زیادہ نہیں۔

(۲) اللّٰہُ الْقَمَدُ یعنی موجود اصلی کسی کا محتاج نہیں۔

(۳) کَمَ بِلَدٍ وَکَمُ قُوًی لَدَہُ - یعنی نہ تو اس کے اولاد نہ وہ کسی کی اولاد۔

(۴) وَلَوْ یَکُنْ لَّہُ کُفُوًا اَحَدٌ - یعنی نہ اس کا کوئی شریک۔

(۵) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ یعنی کوئی شے اس کے مانند نہیں۔

(۶) ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظّٰہِرُ وَالْبَاطِنُ

سنت

(۱) ثابت کرو کہ اَلْوُجُوْدُ وَاَحَدٌ غَیْرُہُ لَیْسَ بِوُجُوْدٍ فَرَضِ کر دو کہ زید غیر ہے مطلب یہ ہے کہ

زید موجود نہیں یعنی موجود اصلی نہیں بجکم (۱) اصل موضوعہ کے ذات کو متصف بصفہ خالق

سمجھو بجکم (۲) اصل موضوعہ کے مخلوق کو مظہر اسم خالق سمجھو۔ اب زید چونکہ ایک مخلوق

ہے لہذا مظہر اسم خالق ہے اور چونکہ خالق اسم صفت اور صفت میں ذات نے ظہور کیا ہے

لہذا خالق وہی ذات ہے۔ اور پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ زید مظہر اسم خالق ہے اس لئے زید بھی

منظہر ذات ہے یعنی وجود زید علین وجود ذات ہو اور حکم (۱) علوم متعارفہ کے ذات ایک سے زیادہ نہیں پس ثابت ہوا کہ اَلْوَجُودُ وَاحِدٌ یعنی نہ جب کو غیر فرض کیا گیا تھا موجود نہیں بلکہ ہی ذات موجود اصلی ہے جو بالضرور واحد ہے پس معلوم ہوا کہ وجود غیر باطل ہے فہو المطلوب

اس ذات کا طور شہود و صفات ہے | نزدیک غارفون کے بھی عین ذات ہے

زیادہ اشکال کے کھنکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہندسہ الہیہ کے طالب اگر ذوق سیم و وجدان صحیح رکھتے ہیں تو وہ خود ہزاروں شکلیں ثابت کر سکتے ہیں ورنہ اشکال نامتہ بھی بے کار محض ہیں

۵	یک چشمہ خور و از درون خانہ	۵	بہ راں جوئے کہ از بروں می آید
۵	دینے بے باید کہ بیند و نظر	۵	سیر و حدت و صفات ہر بشر
۵	چو آدم را فرستادیم بیرون	۵	جمال خویش در حیرانہادیم
۵	جمال ما بہیں این راز پنہاں	۵	اگر حشمت بود پیرانہادیم
۵	و گر حشمت نباشد از پنہاں داں	۵	کہ گو ہر پیش نا بینا نہادیم

باب دوم در بیان عین الیقین

جب پیر کامل تمام طریقت میں طالب صادق کو وادی طلب سے نکال کر اس قلم کے رسم و رواج کے موافق اذکار و اشتغال و مراقبات کی تعلیم فرماتا ہے تو یہاں دو وادی پیش آتے ہیں وادی عشق و وادی عرفان۔ پیر کامل اول وادی عشق میں لاؤں لٹا ہی تاکہ جو کچھ کدورت اس میں باقی رہی ہو مٹ جائے۔ یہ منزل نہایت حیرانی و سرگردانی کی ہے۔ اس منزل میں مسافر عشق کی تپش و بھیراری سے روتا ہے شور و غل مچاتا ہے درد و غم از مد بڑھ جاتا ہے۔ اکثر مسافر اپنی کم مہمتی سے اس وادی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور مطلوب حقیقی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور اگر بہت تمام اس وادی سے نکل جاتے ہیں تو وادی عرفان میں سیر و جودی سے تسکین پاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ۵

بیان عین الیقین

صفت واوی عشق

بعد از اس واوی عشق آید پدید
کس دریں واوی بجبر آتش مباد
عشق آں باشد کہ چون آتش بود
عاقبت اندیش نبود یک زمان
لحظہ کے کافری داند نہ دین
نیک و بد در راہ او یکسان بود
ہر چہ دارد و چلہ در باز و بہ نعت
و گیلان را وعدہ در سر دابہ
عشق جانان آتش است عقل و دود
مرد کار افتادہ باید عشق را
لے تو کار افتادہ لے عاشقی

غن آتش شد کہے کا بخار سید
وانکہ آتش نیست عشق خوش مباد
گرم رو سوزن و سرکش بود
در کشد خوش آتش صد جہاں
لحظہ کے تلک شناسد لے یقین
خود چو عشق آمد نہ ایں لے آن بود
دروصال دوست می تاز و بہ نعت
عارفاں را نقد ہسم این جا بود
عشق آمد در گریز و عقل زود
مردم آزادہ باید عشق را
مردہ تو عشق را کے لایقی

اور حضرت ملا حسین کا شفی فرماتے ہیں

اے زندہ شراب خانہ عشق
از عشق پیس و ز نشان
آنجا کہ تیرا قدم کشد عشق
اول قدمے کہ عشق دارد
عشق از تو نہایت تو خواہد
معشوق کہ است عاشقی صیت
این بکتہ ز ما و من جدا کن
از قدریم وحدت است حاصل
سیمرغ نشان بے نشان است
پیوند ندارد و جدانیت

این جاشنوی ترا نہ عشق
خود ہا تو بیان کند ز بان
بر تخته بے رسم کشد عشق
ابریت کہ جسمہ کفر بارو
ہے نہ حکایت تو خواہد
از علت ہر دو عشق خالی است
اندیشہ این و آن رہا کن
در حوصلہ تو این حوصل
سر حتمہ خوش آشیان است
بیگانہ بخت و آشنانیت

سوزندہ صد ہزار حسرت من
 این جابہ حقیقتی رسد مرد
 آنکہ نہ زیان و سود باشد
 پندار لغت و دید طاعت
 علم و عمل اندین ورق نیست
 این جا کہ نماز بے رکوع است
 آن قبلہ بروں ازیں جہاں است
 این جا نہ طمع نہ علت آمد
 در راو حقیقی و محبازی
 دفت بر من دم لے مزلق
 شمشیر فداورین نیام است
 طاووس تو پر برید این جا
 لے رہروتینہ گام چالاک
 چون عشق چراغ خود فروزد
 و عشق نہ شک و نہ یقین است
 بشنوا پر! حقیقت عشق
 باخویش بود ہمہ خطابش
 معشوق خود است و عاشق خویش
 از لذت وصل رحمتش نیست
 صد قافلہ و مہدم روان است
 و عشق چہ جائے کار سازی است
 در مرتبہ بلا و تہمت
 ہر دل کہ بعشق محرم آمد

رویش نہ لقبہ معین
 کہ محنت کف رودین شود فرد
 یک قبلہ و یک سجود باشد
 شر کے است بہ نزد این جماعت
 این شیوہ عاشقان حق نیست
 چہ جائے اصول یا فروع است
 آن کعبہ و رے کا ناست
 نے مذہب و کیش ملت آمد
 این است کمال عشق بازی
 این است سواد و وجہ مطلق
 این نور سیہ درین ظلام است
 سر چشمہ کفر خیر و این جا
 این مرتبہ ایست بس خطرناک
 اول پر جب بیل سوزد
 نے خوف ورجا و کفر و دین است
 باخوشتن است نسبت عشق
 خود گوید و خود دہد جوابش
 و عشق سخن زلفت زین پیش
 از در وفاق ز رحمتش نیست
 عشق است کہ میر کاوان است
 ہشدار کہ تنگ بے نیازی است
 ابلیس قدم بود بہ تہمت
 ماتم زدہ و دعا لم آمد

ایجاو وہاں جوئے نیرزد
حسناج کہ بود مرد مطلق
او واسطہ گشت خود نبود او
بود از غلیان عشق در بخش
چشم و دلش استقامت آمد

پائے ہمہ سروان بلزد
این جا بر سید و گفت انا الحق
حقا کہ لعاب کس سے نمود او
ناگاہ شکستہ دید سر کوش
بر آب و گلش طامت آمد

جب عشق کی آگ سے طالب دم بخت ہو جاتا ہے تو پھر اس کو وادی عرفان میں پہنچاتا ہے
یہاں اپنے نفس کی سیر ہوتی ہے وَمَنْ عَرَفَتْ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَتْ رَبَّهُ کے معنی علی قد مرتب
منكشف ہوتے ہیں طالب تنہا غرق و سر کے فناک میں جاگرتا ہے یہاں سے نکلا سخت
دشوار ہو جاتا ہے اور ہمیشہ مدہوش و مست رہتا ہے اکثر طالب اس وادی میں بٹھکتے ہیں

صفت وادی عرفان

بعد ازاں پیش آیت اندر نظر
سیر ہر کس با تمثال خود بود
چون بتابد آفتاب معرفت
ہر کے بنیاشود بر قدر خویش
مے سرو و آتش اگر روشن شود
مغز بینا زوروں نے پوست او
صد ہزار اسرار از زیر نقاب
گر ز اسرار شود دوتے پدید
گر بیماری دست بر عرش مجید
خویش را در حب عرفان غرق کن
گر نے بسیجی جبال یا تو

معرفت را وادی بے پاوسہ
قرب ہر کس حسب حال خود بود
اڑ سپہاں رو عالی صفت
باریابد از حقیقت صدر خویش
گلخن دنیا بر و گلشن بود
خود نہ بیند ذرہ حب و دوست او
روئے بنماید بر و چون آفتاب
ہر زمانت نوشود شوق پدید
و م مزن یک ساعت از بل میں مزید
ور نہ بائے خاک رہ بر فرق کن
خیز و نشین مے طلب ویدارو

جب طالب سیر علی قد رہے اور غوغا ہو تا ہو تو پھر اس کو وادی تنہا کی سیر کرتا ہو یہاں طالب مستغنی ہو کر
خوشی مناسبات کلمات کا طہ و خاطر خواہ ہوتا ہے یہ وادی چہارم ہے بعض طالب یہاں متوطن ہو جاتے ہیں ۛ

فصل اول در بیان ثبوت اذکار

ثبوت اذکار

اذکار جمع ذکر اور ذکر کے معنی کسی کو یاد کرنا۔ پھر یاد کے پانچ طور ہیں لسانی قلبی۔ وحی
 سہمی غبی۔ ایک عارف کہتا ہے ذکر اللسان لقلقلۃ۔ ذکر القلب مویسۃ۔ ذکر الشہدۃ مشاہدۃ
 ذکر البصر معايشۃ۔ ذکر الحقیقۃ معايشۃ یعنی ذکر زبانی کرکھا اور ذکر قلبی بحال و تقوا اور ذکر روح مشاہدہ
 اور ذکر سہمائی یعنی دیدار اور ذکر حسی فہم ہونا قال اللہ تعالیٰ فاذا ذکرہ ذنی اذکرہ کما یعنی تم مجھ کو یاد کرو
 میں تم کو یاد کرو گا و اذکرہ ربک کثیرا و سبغہ بالغیبی و لا یجارد اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور بیچ کر شام
 صبح کو و اذکرہ ربک اذا استبیت اور یاد کر اپنے رب کو جبکہ تو بھول جائے یعنی اگر تم انشاء اللہ کو یاد کرنا چاہو
 کو بھول گئے ہو تو اب پھر تم کو یاد دلایا جاتا ہے اور جو شخص خدا کو یاد نہیں کرتا تو دنیا و آخرت میں سکے لئے خرابی
 ہو کہما قال اللہ تعالیٰ و من اعرض عن ذکرہ فی قات لہ معیشۃ مہنکا و خسرۃ و یوم القیامۃ اعمی
 یعنی اور جس نے ذکر کو ان کی میری یاد سے پس تحقیق کئے واسطے معیشت تنگ ہو اور ہم سکوٹا بیٹھے میت
 کے دن اندھا نظر بنیں قلن بھٹم بدین کما اللہ الاولین کما اللہ تطمئنن القلوب یعنی
 دل خدا کی یاد میں آرام پکڑتے ہیں خبردار ہو خدا کی یاد میں دل آرام پکڑتے ہیں ۵

ذکر کن ذکر تاثیر جان است | صافی دل ز ذکر نیروان است

لما قال انس بنی صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد قوم ینکرون اللہ حقہم ملکۃ و غشیہم
 الشرحۃ و نزلت علیہم السیکینۃ و ذکرہم اللہ فیمن عندہ یعنی رسول صلعم نے
 فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا کا ذکر کرنے اور یاد کرنے کو بیٹھتے ہیں تو انکو فرشتے چاروں طرف
 سے گھیر لیتے ہیں۔ اور خدا کی رحمت انکو چھپا لیتی ہے اور اترتا ہے ان پر آرام و چین
 اور خدا انکا ذکر کرتا ہے جو ان کے پاس میں یعنی فرشتے اور ارواح انبیا اور بہت سی
 آیات احادیث میں ذکر کی فضیلت آئی ہے کیونکہ غفلت کا علاج اسکے سوا کچھ نہیں ہے
 جب تک انسان غیر حق کی طرف مشغول ہو تو خدا سے غافل ہے اور یہی غفلت موجب عذاب
 ہے غیر حق کی طرف مشغول ہونا ایک قلبی مرض ہے جو تین قسم کا ہوتا ہے (۱) حدیث نفس ہے

۱۔ پ ۲ ع ۲۔ ۳ پ ۳ ع ۱۲۔ ۴ پ ۵ ع ۱۶۔ ۵ پ ۱۶ ع ۱۶۔ ۶ پ ۱۳ ع ۱۰۔ ۱۲

۱۳۔ اس حدیث کو مسلم نے بروایت ابو ہریرہ بیان کیا ہے ۱۲

یعنی نفس ہمیشہ بالقصد کچھ نہ کچھ کہتا رہتا ہے یہاں تک کہ نماز میں بھی چپ نہیں ہوتا (۲) خطرہ کہ بغیر اختیار و قصد کے دل میں آجائے ۳۔ دل کی نظر عظم شہ پار چسکی وجہ سے دل کو ثبات و قرار نہیں ہوتا۔ پس سب سے اچھا علاج یہ ہے کہ حدیث نفس کے موقع پر ہم ذات (اللہ) کو اور خطرہ کے موقع پر اسماءِ اہیات صفات کو قائم کر کے دل کی نظر کو جمالِ مرشد سے جو آئینہ حق ہے روشن رکھتے۔ ایک تنگ تاریک مکان میں تنہا سیڑی پشت کر کے رو بقلبہ بیٹھ جائے اور آنکھیں بند کر کے نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ یاد آہی میں مشغول ہو۔ ایسا مشغول ہو کہ گرمی اذکار تمام گوشت و پوست و خون و تن و جان و رگ و پے میں اثر کر جائے۔ اس وقت مکاشفات و انوار کی آنکھ کھلتی ہے اور حجاب قلبی رفع ہو جاتا ہے محض زبانی شور و غل سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اہیات صفات ثبات میں حیاتِ عظیم۔ ارادت۔ قدرت۔ سمیع۔ بصیر۔ کلام۔ ان صفات کی نسبت سے سات اسماء ہیں حتیٰ عظیم۔ مرتبہ۔ قدیر۔ سمیع۔ بصیر۔ کلیم۔

فصل دوم در بیان طریق اذکار

یہاں وہ اذکار جو امرِ ارضِ قلب کے لئے مفید تمام ہیں تبرکیتِ مفصل تحریر کرتا ہوں تاکہ طالبانِ حق ماسوی اللہ کو ترک کر کے قرب الہی حاصل کریں اور قلب کی بیماریوں سے نجات پا کر حیاتِ جاودانی میں آرام و چین منائیں قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْيُسْأَلُ. وَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ يَعْنِي بَهْتَرِ اذْكَارِ میں سے ذکر لا الہ الا اللہ کا یہ ایسا اور جسے کہا لا الہ الا اللہ بخلوصِ دل داخل ہو جنت میں اس کلمہ میں چار فرض ہیں اول تمام عمر میں ایک بار کہنا دوم درست کہنا سوم اس کلمہ کے معنی یاد رکھنا چہارم ہی معنی پر مرنے اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ذکر پانچ چیزوں سے کیا جاتا ہے۔ زبان۔ دل۔ روح۔ پیر۔ حقی۔ انکو ناسوت۔ ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت۔ باہوت بھی کہتے ہیں۔ اول۔ ذکر کلمہ شریعت ناسوتی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ زَبَان سے

۱۔ اس حدیث کو ترمذی نے بروایت ابنِ شعیب عن شعب بن جریج بیان کیا ہے ۲۔ اس حدیث کو مسلم نے ابو بکر شعری نقل کیا ہے

کہنا سند ہے کیونکہ مدارس شریف ظاہر پر ہے دوم ذکر کلمہ طریقت ملکوتی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
دل سے کہنا سند ہے سوم ذکر کلمہ حقیقت جبروتی اللَّهُ روح سے کہنا سند ہے چہارم
ذکر کلمہ حقیقت لاهوتی ھُو سر سے کہنا سند ہے پنجم ذکر کلمہ معرفت ماہوتی اَنَا خنی سے کہنا
سند ہے ششم حقیقت اَحیٰ خنی الا خنی ہے اس میں کہنا سنا کچھ نہیں ۛ

بیان طریق اذکار

لما قال الله تعالى فَإِذَا قُضِيَ إِلَيْكَ صَلَاتُكَ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ يَغْنُ
پھر جب نماز ادا کر چکے تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر اس سے ثابت
ہے کہ ذکر ہر طرح جائز و درست ہے اسی لئے صوفیہ کرام نے اذکار کے طرق انواع و اقسام
سے بیان فرمائے ہیں چنانچہ اس کا بیان کیا جاتا ہے وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۛ

طریق ذکر نفی و اثبات چہار ضربی

کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو جانب چپ سے کہنے اور بطرف راست لائے اور مد کو ایسا دہرا کرے کہ بیکم
ضربات ثمانہ کو ادا کر کے ضرب چہارم اَلَا اللَّهُ کی فضا ردل پر پائے اس کلمہ میں لَا اِلَهَ اِشادہ
نفی تین خطرات کا ہے نفی خطرہ شیطانی - و نفسانی - و ملکی - اور اَلَا اللَّهُ میں اِشادہ اثبات
ذات پاک کا ہے دل میں ضرب اول زانوئے چپ پر مارے کہ نفی خطرہ شیطانی ہے -
اور مقام خطرہ شیطانی بطرف چپ مقرر ہے ضرب دوم بزانوئے راست کہ اشارہ نفی
خطرہ نفسانی سے ہے ضرب سوم بردوش راست کہ اشارہ نفی خطرہ ملکی ہے کہ مقام ثمر
کاتب خیر کا ہے ضرب چہارم بر فضا دل کہ اشارہ اثبات ذات پاک کا ہے دل پر
یا مقام ثلاثہ پر تصور لَا مَعْبُودَ - يَا لَا مَقْصُودَ - يَا لَا مَطْلُوبَ - يَا لَا مَوْجُودَ کا کرے اور کلمہ
اَلَا اللَّهُ میں اثبات ذات پاک کا دل پر کرتا رہے اور اس قدر کثرت کرے کہ مستغرق ہو جائے
اور دو ضربی میں دو ضرب ہیں یعنی ضرب اول لَا إِلَهَ ضرب دوم اَلَا اللَّهُ اور چہارم سے با
یا پنج باریا ہفت باریا زیادہ محمد رسول اللہ کہے تاکہ ہر سہ رکن کلمہ طیبہ کے پورے

طریق اذکار

ذکر نفی و اثبات چہار ضربی

ہو جائیں اسی کو ذکر سر کہتی ہیں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ذکرنا سوتی ہے اور **الا اللہ** ذکر ملکوتی اور **اللہ القہد اللہ اکل حی قہم** ذکر جبروتی یعنی اسم ذات باصفا اور **اللہ** غیر صفات ذکر لاہوتی اور اس ذکر میں ہمیشہ ملاحظہ صفت سلبیہ و ایجابیہ کا رکھے اور وہ صفات ہیں **لا مسموعی الا اللہ**۔ **لا مشہودی الا اللہ**۔ **لا مقصودی الا اللہ**۔ **لا محبوبی الا اللہ**۔ **لا معبودی الا اللہ**۔ **لا مطلوبی الا اللہ**۔ **لا موجودی الا اللہ** اور اس راہ میں عروج و نزول بھی نہایت تاثیر رکھتا ہے مثلاً نزل میں کہے اول بار **لا معبود الا اللہ** بار دوم **لا مطلوب الا اللہ** بار سوم **لا موجود الا اللہ** پھر عروج میں **لا موجود الا اللہ** **لا مطلوب الا اللہ** **لا معبود الا اللہ** پھر نزول میں **لا معبود الا اللہ** **لا مطلوب الا اللہ** **لا موجود الا اللہ** یہ نوم یکدم کہتا ہے تاکہ صفائی قلب حاصل ہو جب ایک کرے دوسرے ذکر کی طرف انتقال کرے تو اول تین بار **اللہم اتی اعوذ بک من ان اشک بک شیئا وانا اعلم بہ واستغفرک لعلہ اعلم بہ ثبت عندہ وانی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اور رب و یکبار استغفار استغفر اللہ الذی لا الہ الا اللہ وانی اقیوم عنقار المذنب سناذ العیوب واثوب الیہ اور یہ درود شریف بعد و طاق الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ پھر تین بار کلمہ طیبہ بالستیمہ پڑھے اور پھر ذکر لا الہ الا اللہ میں بالما حطات مذکورہ مشغول ہو جب ٹھک جائے تو تھوڑی دیر خاموش ہو کر متوجہ الی اللہ ہو پھر ذکر لا الہ الا اللہ کو استغفار کہے کہ ٹھک جائے پھر خاموش ہو اور متواضع و متوجہ ہو کر بیٹھے پھر دم لیکر ذکر اس میں ایسا مشغول ہو کہ متفرق ہو جائے لیکن ہر ذکر میں صفات سلبیہ و ایجابیہ و شہ و مدح و صحت حروف کا ہمیشہ لحاظ رکھے اور نفی و اثبات سے اثبات زیادہ اور اثبات سے اسم ذات زیادہ کہے۔ اور بوقت اتمام درود و فاتحہ بارگاہ پیران عظام صاحب سلسلہ و جملہ خاندان اہل شریعت و دعا مزید ذوق و شوق طلب کر کے فارغ ہو۔

طریق ذکر نفی و اثبات

دو زانو بیٹھے اور دونوں ہاتھ اپنے دو نون زانو پر رکھے اور زبان کو تالو سے چپان

کر کے جس مہجراتِ ثلاثہ و وقوفِ ثلاثہ و خمسہ اسماء صفاتِ اس طور پر ذکر کرے کہ سر کو نیچے
لیجا کر لایحوائف سے کھینچے اور لاکے ساتھ سر کو بلند مائل بکثرت راست کرے
حتیٰ کہ کسرہ ہمزہ لاکو بسر کثرت اور فتح ہائے الہ کو دماغ میں پہنچائے اور سر کو ذرا مائل
پشت کی طرف کر کے یہ خیال کرے کہ جمیع ماسومی اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے پھر ضرب
ضمہ ہائے الا اللہ کو بزور تمام قلب پر لے۔ وقوفِ ثلاثہ یہ ہیں۔ وقوفِ عددی یعنی ذکر
بعد و طاق رکھے سہ بار یا پنج بار یا ہفت بار جب تک کہ دم و فاکرے حتیٰ کہ یک صد و یک
مرتبہ تک پہنچائے کہ محل نتیجہ ہے یعنی فنا و وجود یہ بشریہ۔ وقوفِ زمانی یعنی بوقت جس و
کشایش دم و ما بین نفسین آگاہ رہنا کہ غیر حق دل میں نہ آئے۔ اور وقوفِ قلبی یعنی بوقتِ
نفسی نفسی عنصر اور بوقتِ اثبات اثبات ذات حقیقی کرتا رہے اور اسماء صفاتِ خمسہ یہ ہیں
لا مَعْبُودَ۔ لَا مَطْلُوبَ۔ لَا مَقْصُودَ۔ لَا مَحْجُوبَ۔ لَا مَوْجُودَ یعنی بوقتِ نفسی ان اسماء میں
سے ایک اسم کو دل میں تصور کرے بقدری لا مَعْبُودَ لَا مَطْلُوبَ و متوسط لا مَقْصُودَ یا لَا مَحْجُوبَ
و انتہی لا مَوْجُودَ ایضاً نفسی و اثبات ذکر و وطنی کہ مراد دو کون سے ہے یعنی دنیا و آخرت
چاہے کہ دل سے لا الہ کو نکالے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کرے بعد بلند ہونے کے
سر کو دو حلقہ سے۔ اول میں تصور دنیا۔ دوسرے میں آخرت مراد رکھے اور سر کو پس پشت
مائل کرے اور اس میں یہ خیال ہو کہ محبتِ ہر دو جہان کو قلب سے نکال کر پس پشت ڈال دیا
پھر لا الہ کی ضرب تصور ثبوت محبوب موجود حقیقی دل میں لگائے اور اس وقت یہ بھی
خیال رکھے کہ خدا جمع کو دیکھتا ہے اور میں خدا کو۔ اور نفسی میں اسماء خمسہ کا بھی خیال رکھے ۛ

ایضاً نفسی و اثبات بموجب لطائف قلب

کَمَا قَالَ إِنَّ فِي جَسَدِ آدَمَ مُضْغَةً وَفِي الْمُضْغَةِ قَلْبٌ وَفِي الْقَلْبِ خَوَادُّ وَفِي الْخَوَادِّ
رُوحٌ وَفِي الرُّوحِ سِتْرٌ وَفِي السِّتْرِ نُورٌ وَفِي النُّورِ آكَاسِي طَرَحٌ وَفِي طَرَحِ ذِكْرِ نَفْسٍ وَاثِمَاتٌ كَبْهِي
سات درجے ہیں اول ذکرِ ربانی ماسومی لا الہ الا اللہ اس میں ایسا مشغول
ہو کہ بجز ذکر کچھ باقی نہ رہے جب سالک یہاں سے ترقی کر کے نفس میں پہنچے وہاں ذکر لا الہ
الا اللہ یا قلم ہے چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا ہے ایسا مشغول ہو کہ لا الہ نفسی ہو جائے اور بجز

نفسی و اثبات

نفسی و اثبات بموجب لطائف قلب

اثبات کے کچھ نہ ہے نفس سے ترقی کر کے مقام دل میں پہنچتا ہے اور ذکر اولِ اَلَا اللہ ہے
 بنص و دل اپنی ذات و صفات کو ذات و صفات حق سے ربط و یکجاس ذکر میں ایسا
 مشغول ہو کہ استثنا یعنی اَلَا بھی نفی ہو جائے بجز اَللہ کے کچھ باقی نہ ہے جب سالک کو
 یہ مقام ملا تو خطرہ ملکوتی سے نکل کر مرتبہ دل کو طے کر کے مرتبہ روح میں پہنچتا ہے اور ذکر روحی
 اسم ذات یعنی اَللہ ہے اور یہ اسم ذات جامع جمیع صفات ہے یعنی اَللہ میں جو حرف الف
 لام ہے یہ اشارہ ہے طرف افعال و اسماء صفات کے اور حرف ہا جو اَللہ میں ہے یہ اشارہ
 ہے طرف ذات کے پس سالک اس ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ لام جو اسم اَللہ میں ہے وہ بھی نفی
 ہو جائے بجز اَللہ کے کچھ باقی نہ ہے یہاں ذکر خود ذکر ہو جاتا ہے اور مرتبہ روح سے ترقی کر کے مرتبہ سیر میں
 پہنچ گیا ہے اور اس مقام میں ذکر ہو میں ایسا مشغول ہو کہ خود کو رہو جائے فنا و فناء یہی مقام ہے وَ تَوَكَّلْ
 وَ تَوَكَّلْ کا ظہور نہیں ہوتا ہے سالک خود یہاں نور لیکہ نور علی نور ہو جاتا ہے آگے جو کچھ ہوتا ہے یا رائے
 بیان نہیں۔ جو دیکھتا ہے وہی جانتا ہے ۛ و دیگر ذکر نشست مرتبہ
 رو قبلہ تراکشت پائے راست سے رگ کیماں کو کہ زیر زانوئے چپ ہے خوب نصب و پکڑے
 اور ہر دو ہاتھ اپنے زانو پر رکھے اور پشت راست کر کے ذکر نفی و اثبات شروع کرے وقت
 نفی ہر دو ہاتھ کی دو انگلیوں کو بائیں خیال اٹھائے کہ غیر اللہ سے ہاتھ اٹھایا اور بوقت
 اثبات بخیاں ثبوت ہستی مطلوب حقیقی انگلیوں کو ران پر رکھے اور اس طرح پڑو کر شروع
 کرے کہ سر کو زانوئے چپ پر لیجائے بعد یکہ پیشانی قریب زانوئے چپ پہنچ جائے اور
 وہاں کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کو آغاز کرے اور سر کو زانوئے راست پر لاکر دورہ تمام کتب راست پر
 پہنچائے اور دم کو اسقدر دوا کرے کہ ضربات نلشہ یکہ میں آئیں یعنی بنص و نفی خطرات
 شیطانی زانوئے چپ پر اور نفی خطرات نفسانی زانوئے راست پر اور نفی خطرات علی کتب راست
 پر کرتا ہوا سر و پشت و کمر برابر کر کے سر کو اس خیال سے پس پشت قدر سے کھج کرے کہ تمام
 خطرات ماسوی اللہ کوئیں نے پس پشت ڈال دیا اور وہاں سے بزور وقت تمام ضرب کلمہ
 اَلَا اللہ کی دلیر لگائے اور تصور کرے کہ عشق اور نور الہی کو دل میں لایا ہوں حالت نفی
 میں ہر کموں کو بند رکھے اور حالت اثبات میں کشادہ لیکن بتدی کلمہ نفی میں لَا مَعْبُودَ

اور متوسطاً لا مقصوداً یا لا مطلوباً اور مہتمی لا موجود خیال کرے اور کلمہ اثبات میں تصور نور الہی وہمہ اوست کرتا رہے اور وہم بار محمد المرسل اللہ کہے اسی طرح دوسرے بار کہے پھر تھوڑی دیر مراقب ہو کر یہ تصور کرے کہ عرش سے نور الہی میرے میں آتا ہے اور پھر ذکر میں مشغول ہو اور یوں بھی ہے کہ لا محمول سے نکالے اور اللہ کو کف راست پر لائے اور سر کو مائل پشت کر کے یہ تصور کرے کہ غیر المد کو دل سے نکال کر پس پشت میں نے ڈال دیا اور ضرب اَلَا اللہ کی بزور قوت با ملاحظات مذکورہ بالا دل پر لگائے لا مقصوداً ملاحظہ شریعت ولا مقصوداً یا لا مطلوباً ملاحظہ طریقت ولا موجوداً ملاحظہ حقیقت ہمہ اوست ملاحظہ معرفت ہے یہی یاد رکھو کہ خطرہ شیطانی خطرہ معصیت ہوا و خطرہ نفسانی خطرہ نعم لذات و شہوات ہوا و خطرہ ملکی خطرہ عبادت و طاعت ہے اور خطرہ روحانی خطرہ در و محبت و عرفان حق جل شانہ ہے اور عرفان ہمیشہ مشاہد حق میں رہتا ہے :

دیگر ذکر آوردہ برد

اس کو ذکر نفا و نفا و ذکر خبر و فی و ذکر لا ہوتی بھی کہتے ہیں اور یہ دو طریقہ پر ہے ایک ترکیب تو یہ ہے کہ اول رو قبضہ مربع نشست رگ کیماںس پائے چپ کو انگشت نہ پائے رست سے مضبوط پکڑے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں نوں پر رکھے اور مقعد کو اس طرح اوپر کھینچے کہ ہر دو سر میں ایک ہو جائیں اور شکم کو پشت سے ملائے اور سر و سینہ و کمر کو برابر کر کے جانب کتف راست ٹھونہ پھیر کر ہالکے اور جانب کتف چپ ہو اور سرنگوں کر کے دل پر جی کی ضرب لگائے اسی طرح پیاسے مشغول ہو دوسری ترکیب یہ ہے کہ ہاکی ضرب ناف میں اور ہو کی ضرب باغ میں اور جی کی ضرب دل پر لگاتے ہیں۔ جناب قبلہ سید محمد غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری قدس اللہ سرہ العزیز ہر دو طرح ارشاد فرمایا کرتے تھے اور اس تصور سے ذکر کرے لا تعین کو ہای ہویت کہتے ہیں۔ اول حرف ہ حرف بیط ہے بغیر حرکت پڑھنا و شوار۔ لہذا باشباء حرکت فتح بحرف ہ رجوع کیا۔ الف پیدا ہوا۔ الف عبارت احد سے ہے بحر متہ احدیت امم اعظم ہا پر در بصورت تعین و تقید احدیت اس کل

ذکر آوردہ برد

نام ہوا۔ ایک مرتبہ ماضی ہوا۔ پھر اس حرف نے دوسری حرکت طلب کی فتح سے ضمہ کی طرف مائل ہو کر ضم بہ واد ہوا اور او سے یہ مراد ہے کہ وہ موجود ہے لبش مراتب کہ اشارہ بطرف مراتب واجب الوجود کے ہے اسکو ہو کہتے ہیں اور وہ لبش مراتب ہیں غلم۔ لوز۔ وجود۔ شہود۔ رُوح۔ مثال۔ کہ واجب الوجود نے ان مراتب کیساتھ تعین پایا ہے۔ پھر وہ حرف مخفف بصورت ہی مشغل مبدل ہوا مرکب بیا فتح و ضم سے منع نسبت صورت پکڑی حرف یا سے کہ جامع کون و مکان ہے مرا عقول عشرہ سے ہے پس کر کے وقت کلمہ ہا میں مرتبہ اح تصور کرے اور ہو کہنے میں واجب الوجود کو لبش مراتب مذکورہ ثابت کرے اور کلمہ ہی صورت مثال کہ غیب شہادت ایک بند میں پیوند میں ثبات کرے اور تمام کردہ عرش کو ایک حیوان ذی حیات تصور کرے حضرت غوث صہبانی نسبت عبد القادر جیلانی قاسم اللہ سرہ الغریب نے کلمہ لا ا کہ سے ہا اور لا اللہ سے ہوا اور رُحّٰی رسول اللہ سے ہی اختصار کیا ہے اور اس ہی کو ساتھ ہی کے مبدل فرمایا کہ حقیقت بولاروح کو ابوالاجساد مرتبہ جامع میں تصور ہی ثابت کرے جب تعین و تقیید سے باہر آگیا تو کردہ عرش بصورت ایک حیوان ظاہر ہو کے بہ لسان انسان حتی کہے گا اسوقت اس ذکر کے ثمرات و فوائد بھی و حضور میں آئیں گے۔

دیگر ذکر مکاشفہ

جلسہ مربع زانو چپ سے یا ہو کہتے ہوئے سر کی گردش زانوئے راست اور کتف بہت زانوئے چپ تک پہنچائے پھر اسی طرح یا من ہو کی گردش زانوئے چپ سے زانوئے راست تک پہنچائے پھر یہاں سے یا من لادالہ کی گردش بالما خطہ و واسطہ زانوئے چپ بنفی ہر سہ خطرات کتف راست پر تمام کر کے آٹا کو دماغ میں لیجا کر تین ضرب ہو کی دل پر کھا ذکر بارہ بسیج۔ باشرائط مذکورہ بالا و بسیج نفی و اثبات اور چار بسیج اثبات اور چار بسیج نفی و اثبات ہمیشہ بالما خطہ و واسطہ پڑھتا رہے انشاء اللہ پھر روز میں متور بنور ہی ہو گا۔

دیگر ذکر کڑ کا جیدری۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر

بغیر اس کے ممکن نہیں یہ ذکر اپس انھاس مذکورہ شرف عظیم و برکت ہائے عظیم رکھتا ہے نیز
عارفان خدا کا ہے ۛ

ذکر فنا و بقا

اور یہ آٹھ قسم کا ہے اول زانو سے راست کو استادہ اور زانو سے چپ کو فرش کر کے
ایک ضرب کلمہ اَللّٰہ کی زانو سے استادہ پر اور دوم ضرب دل پر لگائے۔ دامام اسطرح
کرتا رہے لیکن نفی کو منہم رکھے دوم ہر روز انہماودہ کرے اور نیم خیز ہو کر حالت ضرب میں
سینہ کو پیش کر کے ضرب لگائے اور ضرب دوسری دل پر طریق سوم کھڑے ہو کر سیدھے
پاؤں کو ہتھوڑا آگے کر کے رکھے اور حالت رکوع میں اول ضرب زمین پر اور دوسری ضرب
کھڑے ہو کر دل پر لگائے طریق چہارم چار مصحف ہر چار طرف اور ایک اپنے سامنے کھول کر
رکھے اور دائیں طرف کے مصحف پر ضرب یا سحیٰ اور بائیں طرف یا قیوٰم سوم پر یا سمیع چہارم
پر یا علیم کی ضرب لگائے اور ضرب اَللّٰہ کی اول پیش مصحف پر اور ضرب ثانی دل پر
لگائے طریق پنجم مثل آتش سامنے رکھے اول ضرب آتش پر اور ضرب ثانی دل پر لگائے یہ سب انکشاف بہت کسی سے ہے
طریق ششم سیدھا لیٹے اور ضرب اول دہنی طرف اور ضرب ثانی دل پر لگائے طریق
ہفتم ہر پنج انگشت دست راست کشادہ کر کے پیشانی پر رکھے اور ضرب لگائے پھر کتف
راست پر رکھا ضرب لگائے پھر کتف چپ پر رکھا ضرب لگائے پھر دل پر رکھے اَللّٰہ
کی ضرب لگائے طریق ہشتم بتصور فائے خود و بقائے ذات حق قدم آگے بڑھا کر ضرب
لگائے اور پھر قدم ہٹا کر دل میں ضرب لگائے ۛ

دیگر ذکر کشف روح مبارک جن حضرت صلعم

بعد نماز عشا آنحضرت صلعم کی صورت مثالیہ کا تصور کر کے اول درود شریف پڑھے پھر
اس طرح ذکر میں مشغول ہو کہ دہنی طرف یا اَحْمَدؑ بائیں طرف یا محمدؑ اور دل پر یا رَسُوْلُ اللّٰہ
کی ضرب لگائے۔ گیارہ سو گیارہ مرتبہ اور بصورت محجہ قبلہ رخ سو جائے دیا رہے انوار سے
مشرف ہوگا ۛ

ذکر فنا و بقا

ذکر کشف روح مبارک جن حضرت صلعم

دیگر ذکر برائے کشف ملائکہ و ہر روحے کہ باشد

اول بست و یکجا ضرب یارب و یا رُوح اَلْاَزْوَاجِ دِل پر لگائے پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دس بار یا رُوح اَلْاَزْوَاحِ کہے پھر اس طرح ذکر میں مشغول ہو کہ طرف راست سُبُحُوْم و طرف چپ قُدُّوْس و بطرف آسمان رَبَّنَا وَرَبِّ الْمَلَائِكَةِ اور دِل میں وَاللّٰهُ وُح کی ضرب لگائے۔ اسی طرح گیارہ سو گیارہ بار تا حصول مراد ہر روز بعد نماز عشاء پڑھتا رہے ۞

دیگر ذکر کشف قبور

قبر کے پاس بیٹھ کر اول فاتحہ پڑھ کر بروج میت بنشے اور بطرف قلب خود متوجہ ہو کر کہے اَکْشِفْ لِيْ یا فُور پھر دِل پر اسی کی ضرب لگائے پھر قبر پر عَنْ حَالِهِ کی ضرب لگائے اسی طرح گیارہ سو گیارہ دفعہ ضرب لگا کر اپنے قلب کی طرف متوجہ ہو جا

دیگر ذکر برائے کشف قایق آیندہ و حصول مشکوٰۃ

بعد نماز مغرب یا تہجد یہ رُتَبَا یا حُی و چِیَا یا قِیُوْم و بطرف آسمان یا وَهَّاب اور دِل میں یا اَللّٰہ کی ضرب لگائے اسی طرح گیارہ سو گیارہ مرتبہ تا حصول مراد کہتا رہے ۞
ایضا برائے کشف آیندہ۔ بعد مذکور دہنی طرف یا اَحَد بایں طرف یا صَمَد پھر بحقیق راست یا حُی اور دِل میں یا قِیُوْم کی ضرب لگائے تا حصول مدعا۔ اور یا دُرُکھو را دواؤ کا و اشغال و مراقبات۔ خاندان قادریہ محبوبہ غوثیہ جو اس خاندان ذی شان میں مروج و معمول ہیں وہ پانچ خمسہ ہیں۔ ہر ایک کو اپنے اپنے موقع پر تحریر کر و لکھا یہاں اول خمسہ اور دواؤ کا رکھا تھا ہوں ۞

اول خمسہ رُتَبَا و قایق غوثیہ جو بعد نماز صبح پڑھتے ہیں

(۱) یا حُی یا قِیُوْم لا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ایک سو گیارہ بار

دیگر ذکر برائے کشف ملائکہ و ہر روحے کہ باشد

دیگر ذکر کشف قبور

دیگر ذکر برائے کشف قایق آیندہ و حصول مشکوٰۃ

خمسہ رُتَبَا و قایق غوثیہ

یا مین سوساٹھ بار پڑھے لیکن جب یا حی یا قیوم لا الہ الا انت سبحانک کہے
تو اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھائے اور جب اے کائنات کے ظالمین کہے تو منہ سیئہ و قلب
کی طرف لائے مگر ضرب نہ لگائے پس جب اس ورد کی تعداد پوری کر چکے تو آخر
میں فاستجبنا لہ ونجینہ من العقم وكذلك ينبغي المؤمنین گیارہ بار پڑھ لیا کر
(۲) بعد نماز طہر یا حی یا قیوم برحمتک استغیث ایک سو گیارہ یا مین سوساٹھ بار
(۳) بعد نماز عصر قتل یا اھل کل صعب + بحر مت سید البرار سچل +
ایک سو گیارہ بار یا مین سوساٹھ بار اور حسبنا اللہ نعیم اویل نعیم المولیٰ
ونعیم النصیر ایک سو گیارہ بار یا مین سوساٹھ بار +

(۴) بعد نماز مغرب دس مرتبہ یہ اختصاص پڑھے اللہ الصمدی من عبدک مدد
وعبدک معتمدی پھر یہ درود پڑھے ناد علیا مظہر العجائب + تجدد عونک لک
فی التوائب + لی الی اللہ حاجۃ من کل ھہ وعنم سینحلی + بنبوتک یا محمد
و یو کایتک یا علی یا علی یا علی مگر اس کو دس سے زیادہ نہ پڑھے اور پھر اس غثہ م
یا ابا الغیث اعننی و یا علی اذر کئی محمد و عمرتہ الطاہرین دس مرتبہ پڑھے پھر
اس آیت کو دس بار اتنی مرتبہ الضر و انت ارحم الراحمین ایک سو گیارہ بار پڑھے
(۵) بعد نماز عشاء یا شیعہ عبد القادر جیلانی شیعہ اللہ ایک سو گیارہ بار یا مین سو
ساتھ بار پڑھ کر اس آیت کو اوقص اھری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد
ایک سو گیارہ بار پڑھے اور ہر ورد کے اول و آخر ایک سو گیارہ بار درود شریف
پڑھے۔ اور جب طالب صادق اور اکی محنت کا عادی ہو جاوے تو پھر اسکو چھ
ادھار کی تعلیم دیتے ہیں مثلاً صبح کی نماز کے بعد ذکر نفی و اثبات بموجب لطائف
قلب اور نماز طہر کے بعد ذکر اتر و نفی و اثبات اور نماز عصر کے بعد ذکر پاس انفاس
نفی و اثبات اور نماز مغرب کے بعد ذکر مکاشفہ اور بعد نماز عشاء ذکر تجرید مجاہدین سینے
کڑ کا جدری اسکے بعد پھر یہ چھ تعلیم ہوتا ہے +

ذکر پایہ - درود قادی - ذکر روح - ذکر پاس انفاس - ذکر ذات - ذکر آراءہ ہام

ذات: ذکر آؤر دُور و جُود و خصوص حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تھا۔ اس کے علاوہ اور ہر قسم کے
اذکار کی بھی تعلیم ہوتی ہے۔

بیان ذکر اسم ذات قُلِ اللّٰهُ شَعَدَ ذَرْهُمْ۔ اللّٰهُ۔ وَلَکَ سے ماخوذ ہے واولت
بدل گیا اللّٰهُ ہوا اللّٰهُ کے معنی ہیں جاذب و جذب کنندہ عالم و اشیا کل عالم اور حجاب عیو
لو اپنی حقیقت سے حیرت میں ڈالنے والا۔

ذکر اسم ذات: بہت ضروری تاک کیا جاتا ہے مثلاً ایک ضروری قبلہ رخ ہو کر مومنہ و بنی طرف
پہر کے اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔ دو ضروری روح اور دل پر ضرب لگائے۔ تیس ضروری چپ
وراشت تنوم دل پر ضرب لگائے۔ چار ضروری راست و چپ و پیش چہارم دل پر ضرب لگائے
پنج ضروری راست و چپ و پیش و پیش تنجم دل پر ضرب لگائے۔ شش ضروری راست و چپ و پیش و پیش
فوق ششم دل پر ضرب لگائے۔ بہت ضروری راست و چپ و پیش و پیش تحت و فوق و ہفتم
دل پر ضرب لگائے۔ اسی طرح بار بار کرتا رہے۔ اور اگر بغیر ضربات کے زبانی ذکر کرے تو
ہر روز ایک لاکھ پچیس ہزار بار پڑھتا رہے تَطَوُّتِ الْقُلُوبِ بِدِکْرِ اللّٰهِ اَکْبَدَ کَیْلَ اللّٰهِ
تَطَوُّتِ الْقُلُوبِ وَکَرْتَلْنَدِی دینی طرف سے کلمہ اللہ کو شروع کرے اور اُھو کی ضرب
دل پر لگائے۔ ابتدا میں آہستہ آہستہ پھر جوں جوں جوش آتا جائے آواز کو بلند کرتا جائے
پھر ذکر مخفی بھس دم کرے یعنی ھو اللّٰہ کوناف سے کھینچ کر ام الدماغ تک لیجا کر بھس دم
کرے اور ھو اللّٰہ کی جنبش ناف میں ہے جب تنگی نفس ہو جائے تو بلفظ اللّٰہ ھو دم
کو چھوڑے اسی طرح بار بار کرے اس میں بہت کچھ اثر ہے جو کرے گا دیکھے گا۔ طیر و سیر و
سازب کچھ اپنے جسم میں پائیگا۔

ذکر قلبی اسم ذات اگر چالیس روز ہر روز و شب دل سے اسم ذات کا ذکر کرے
چالیس روز میں انکشاف عالم ناسوت و ملکوت و جبروت و لاہوت و ہاہوت اور ایک ایسی
حالت پیدا ہوگی کہ بیان نہیں ہو سکتا غرض بجز ذات بحت کے اُس کو کچھ نظر نہیں آئیگا۔
دیگر ذکر ارزہ جلسہ مرجع۔ رو قبلاً آنھیں بنا کر کے زبان تالو سے لگا کر اسم ذات ناف
سے پشت تمام باہم واؤگوں کھینچ کر کتف راست پر لائے اور اُھو کی ضرب بقوت تمام

ذکر اسم ذات

اسم ذات بہت ضروری

ذکر قلندی

ذکر قلبی اسم ذات ذکر ارزہ جلسہ مرجع

دل پر لگائے جیسے اترہ کش چوب پر اترہ کو کھینچتا ہے۔ اسی طرح دام نفس کو بزور آواز سخت بلا خط و صفات اہیات و واسطہ جاری رکھے اور یہ تصور کرے کہ میرے قلب پر اترہ چلتا ہے اور بجائے بڑا وہ سکے دل سے ذرات نور صاف ہمراہ ہونے لگتے ہیں اور ان سے تمام جسم میرا منور ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح ذکر اترہ نفی و اثبات میں بھی کیا جاتا ہے چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

دیگر ذکر اسم ذات یک ضربی اللہ کہتے ہوئے مونہ و اپنی طرف کف کے بلند کر کے ہونے کی ضرب دل پر ایسے زور سے لگائے کہ پہلوئے چپ خم ہو جائے اور اسم ذات کو ایک اسم اسما صفات اہیات سبع سے متصف کرے اور دام اسکو کرتا رہے یہاں تک کہ بے خودی طاری ہو۔

دیگر ذکر روح۔ ہوا کا کون پہلوئے راست ہوا کا اخیر پہلوئے چپ ہوا کا ظاہر و میان و وزانو ہوا الباطن کی ضرب دل پر مارے۔ بار بار اسی طرح کرتا رہے۔

دیگر ذکر اس نفاس اسم ذات جب سانس نیچے جائے اللہ کہے اور ہونے کے ساتھ باہر آئے اور ہمیشہ خیال دل پر رکھے اور دلوں کو معمور نور سے دیکھے چند روز میں نواذاتی سے مشرف ہو گا لیکن ہر وقت یہی تصور رکھے۔

دیگر ذکر سرہ پایہ دورہ قاوریہ۔ جلد و زانور و قبیلہ نہ نکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے لگائے اور صبر دم کر کے بلا خطہ نور خط نورانی دل سے اس طرح ذکر کرے کہ اللہ سَمِیعُ کوناف سے وسط سینہ میں لائے کہ مقام لطیفہ تر ہے پھر سینہ سے اللہ بَصِیئُ کہتا ہوا ام الدماغ نکالے اور وہاں سے اللہ عَلِیْمُ کو عرش تک پہنچا دے پھر اللہ عَلِیْمُ و عرش سے ام الدماغ میں اور دماغ سے اللہ بَصِیئُ کو سینہ میں اور سینہ سے اللہ سَمِیعُ کوناف میں لائے یہ ایک دورہ ہوا۔ اسی طرح بار بار عروج و نزول کرتا رہے اس کے ثمرات قلم میں نہیں آسکتے اب آگے کچھ اور بیان کروں گا۔

ایضا ذکر سرہ پایہ دورہ قاوریہ ذکر سرہ پایہ کے تین رکن ہیں اسم ذات کو مقام حدیث نفس میں اور بلا خطہ صفات اہیات کو محل خطرہ میں اور نظر دل مسکے مرکز میں قائم کرے

دیگر ذکر اسم ذات یک ضربی
دیگر ذکر روح
دیگر ذکر اس نفاس اسم ذات
ایضا ذکر سرہ پایہ دورہ قاوریہ
دیگر ذکر سرہ پایہ دورہ قاوریہ

اس واسطہ اس کا نام سہ پایہ ہے۔ جب سار صفات کو اسم ذات سے ملائے ہیں تو اصطلاح صوفیہ کرام میں ملاحظہ اور ارادہ کہتے ہیں اور اس منظور کو تصور و واسطہ و رابطہ و برزخ کہتے ہیں۔ پس اس ذکر میں آٹھ شرطیں ہیں۔ چار داخل یعنی شہود تحت فوق بغیر انکے ذکر نہیں ہوتا۔ پنجم محاربہ ششم مراقبہ یہ دو شرطیں متداخل ہیں اور تداخل محاربہ شد میں ہے اور تداخل مراقبہ ملاحظہ میں ہفتم محاسبہ ششم موعظہ یہ دو شرطیں خارجی ہیں۔ ۵

برزخ و ذات و صفات و شہود و مدت و فوق

می نماید طالبان را کل نفس ذوق و شوق

یا دیکھو کہ برزخ لینے واسطہ و رابطہ تین قسم پر ہے۔ اول صورت مرشد کہ بوقت ذکر نظر دل بحال مرشد منور رہے کہ صورت مرشد جمال الہی ہے۔ یا اپنی صورت کو آئینہ میں دیکھ کر نظر دل کی اپنی صورت پر قائم کرے یا نقش اسم اللہ کو بزرگ طلانی تصور کر کے نظر دل کی اس پر رکھے کیونکہ بغیر واسطہ کے اثر کم ہوتا ہے۔ اول متقدمی۔ دوم لازمی سوم متوسط ہے ذات مراد اسم ذات سے ہے کہ اسکے معنی دل میں موجود رکھے یعنی جذب کنندہ جمیع عوالم و صفات عبارت اسمائے سے ہے یعنی سمیع۔ بصیر۔ علیم۔ احوال و احوال و افعال بلحاظ معانی شنونده۔ بینہ۔ دانندہ یعنی متعارف احوال و احوال کو خوب سنتا۔ دیکھتا۔ جانتا ہے۔ اور شد مراد بر آوردن ہمزہ اسم ذات یعنی جانب فوق۔ اور مد عبارت کشیدن الف اسم ذات۔ جو لام کے آگے اُسکے کھینچنے سے پیدا ہوتا ہے اور تحت مراد ہے سرکوناف کی طرف لیجانا۔ اور فوق برداشتن سر بطرف اُم الدماغ۔ محاربہ۔ اور یہ دو قسم ہے ایک صغیر و دوسرا کبیر۔ محاربہ صغیر یہ ہے کہ دہن بستہ بیک دم اسم ذات کو بالماخذ و واسطہ و شہود و تحت و فوق چالیس دفعہ کہہ سکے اور چالیس سے زیادہ تو تاک محاربہ کبیر ہے اور جب ایک سو سے دوسو تک باشرائط مذکورہ پڑھ جائے تو مقام محویت کو متعراق ہے۔ پھر سلطان الاذکار ظہور کرتا ہے ترکیب اسکی یہ ہے کہ مریج نشست میں دم کوناف سے کھینچ کر ام الدماغ میں صس کر کے

بتصور بی سیم۔ اللہ سمیع کی ضرب مانع میں اور تصور بی سیم اللہ بصیر کی ضرب
 دل میں اور تصور بی نطق۔ اللہ علیہ کی ضرب ناف میں لگائے پھر مانع میں۔
 اللہ علیہ دل پر اللہ بصیر اور ناف میں اللہ سمیع کی ضرب لگائے۔ اس طرح عروج و نزول کرتا
 اور معانی ہما صفات دل میں رکھتے تاکہ مفہوم ملاحظہ بخوبی حاصل ہو اور خیال ملاحظہ میں رکھتے تاکہ
 خطرہ سرد ہو اور نظر دل ہم وسط پر رہے تاکہ فانی اندر تیرے اوزد اگر وند کو رکھ باقی نہ رہے
 اذکار میں نہین حال و نہایت ہیں ایک قرب نوافل تم قرب نہایت تو ہم عن بیت اللہ پوشیدہ ہے
 کہ جب طالب صادق اذکار جہرہ و خفیہ و سریرہ سے بفضلہ تعالیٰ ترقی کرتا ہے تو ذکر وحی
 و مشاہدہ میں پہنچتا ہے یہاں قلبہ انوار بہیت و جلال الہی سے بیہوش ہو جاتا ہے۔ اور
 جب ہوش میں آتا ہے تو اپنے آپ کو خیر و عاجز دیکھتا ہے۔ پھر ترقی کرتا ہے اور
 انوار و جمال الہی میں متغرق ہو اس منہ سالک معطل بے کار ہو جاتے ہیں۔ اور تجلی
 طالب کے دل میں قرار پکڑتی ہے۔ پھر دید شنید و علم و فعل ارادہ و کلام وغیرہ سالک کا
 عین خدا کا ہوتا ہے۔ اس مقام میں خدا آلاہ اور سالک اس کا فاعل ہے اور جمیع اشیا
 میں ویدہ باطن سے ہستی حق کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اس مرتبہ کو قرب نوافل مقام مشاہدہ
 کہتے ہیں۔ اور اسکی نہایت نہیں۔ اس مرتبہ میں سالک کی نظر معرفت صنع سے صانع
 کی طرف جاتی ہے۔ اس مرتبہ کمالیت میں طالب کو سالک مجذوب کہتے ہیں مَا رَأَيْتُ
 شَيْئًا إِلَّا ذَرَأْتُ اللَّهَ فِيهِ اس مرتبہ سے پھر ترقی کرتا ہے اور ظہور تجلی الہی بصورت
 اجسام سالک کے دل پر ہوتی ہے۔ اس مرتبہ میں نظر معرفت سالک صانع سے صنعت
 کی طرف ہوتی ہے اور تجلی ذاتی عاشق کے دل پر ظہور کرتی ہے۔ اس تجلی میں نور
 الہی کو بے مثل و مانند دیکھتا ہے اور ہستی حق کو تجاب کثرت اشیا میں مشاہدہ کرتا ہے
 اور جو کچھ صفات و افعال از خود یاد گیر موجودات سے دیکھتا ہے یقین کامل جانتا ہے کہ
 یہ صفات و افعال خدا تعالیٰ کے ہیں۔ اس مقام کا نام قرب فرائض ہے اور جو اس
 مرتبہ کمالیت کو پہنچتا ہے اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ تمام ہشیا میں ہستی ذات حق
 کو جلوہ گر دیکھتا ہے مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا ذَرَأْتُ اللَّهَ قَبْلَهُ یہ مقام بھی لا نہایت ہے۔

جب طالب اس سے بھی ترقی کرتا ہے تو کئی ذاتی جمیع صفات ظہور پا رہتی ہے اور فنا و فنا حاصل کرتا ہے اور مرتبہ سوم میں بحر صانع کے کچھ باقی نہیں رہتا کئی شئی هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهُ پھر بذات حق بقا حاصل کر کے چشم روح کہ نور ذاتی ہے ذات حق کو بے پردہ معائنہ کرتا ہے اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ دل کی دو آنکھیں ہیں ایک اُپر دوسری نیچے چشم بالائی کثاود ہے اور وہ جسم سے متعلق ہے اور چشم پائیں جو مسدود ہے اُس کا روح سے علاقہ ہے جب سالک ذکر جہر میں بکوشش تمام مادی و مشائخت و فوق مشغول ہوتا ہے تو بعد چاندے جسم بالائی بند ہونی شروع ہوتی ہے اور چشم زیریں بذکر خفی جس دم سے مفتوح ہونے لگتی ہے خاندان قادریہ چشم تہ میں رضوان اللہ علیہم اجمعین جس دم اصل الاصول اور شرط اعظم ہے کہ بغیر جس دم کے چشم روح کشادہ نہیں ہوتی لہذا ہر طالب صادق کو لازم ہے کہ ذکر جہر خفی میں جس دم کی کوشش ملین کرے تاکہ چشم دل عالم میں مسدود ہو اور چشم روح ذات میں کشادہ کیونکہ بغیر کشادگی چشم روح کے انوار ذاتی کا حصول محال ہے ۔

فصل سوم۔ در بیان ذکر صلوٰۃ دائمی

اذکار الہی میں سے ایک ذکر کا نام صلوٰۃ دائمی ہے اور وہ ذکر باسم ذات کیا جاتا ہے اصطلاح صوفیہ لکڑ میں ذکر بمعنی یاد الہی صلوٰۃ بمعنی نماز۔ دائمی بمعنی ہمیشہ۔ یعنی اذکار بذکر اسم ذات ہمیشہ اور ہر وقت نماز میں ہے۔ نماز دو قسم ہے ایک تو یہ کہ جس میں یقین وقت و رکوع و سجود وغیرہ کی شرط ہے جیسے نماز پنجگانہ وغیرہ پس اگر اس نماز پنجگانہ وغیرہ کے نمازی نے اِنْ تَعْبُدُوْا اللّٰهَ کَاَنَّکُمْ تَرٰوْاْ فَانْ لَّمْ تَکُنْ تَرٰوْاْ فَانْہَ یَرٰکَ کو دل میں قائم کر کے نماز اولیٰ ہے یعنی بشاہدہ یا بمرقبہ تو بہتیک یہ نماز مقبول و موجب فلاح دارین ہے اور جسکی نماز اس شان و شوکت کی نہیں تو مقبول شخصے مجرا برباد گناہ لازم۔ خالی از علت نہیں۔ دوسری قسم نماز کی ہے کہ جس میں یقین وقت و رکوع و سجود وغیرہ کی شرط نہیں ہے اس نماز کا نمازی بلا یقین وقت و بغیر رکوع و سجود ہر وقت اپنی نماز میں مشغول رہتا ہے۔ اس کو

ذکر صلوٰۃ دائمی

ذکر اللہ دوائی کہتے ہیں اور اسی کا نام نامی صلوٰۃ دوائی ہے جسکی شریح عنقریب بیان کی جائیگی۔ یہ نماز جمیع عبادات سے افضل و بہتر شمار کی گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذٰکَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ لَعَلَّہُمْ یَعْنٰی تحقیق نماز بے حیائی و بدکرداری سے روکتی ہے اور البتہ ذکر الہی سب سے افضل ہے۔ یعنی جو نماز کہ نظر مشاہدہ یعنی محاکات تِزَاہِ یا بطور مراقبہ یعنی قَائِلُہٗ بِرَآءِ اَدَا کی گئی ہے۔ وہ نماز بے حیائی و بدکرداری سے روکتی ہے۔ اور اگر وہ نماز بغیر مشاہدہ و مراقبہ کے ہے تو وہ بے سود اور برباد ہے۔ پس آیت مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ ذکر الہی جمیع اعمال پر بدرجہا فضیلت رکھتا ہے اور نیز رسول علیہ السلام نے بھی ذکر اللہ کی فضیلت میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے جس کو میں شے نمونہ از خروارے اسی کتاب کے چوتھے بیان میں تحریر کر چکا ہوں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے غرض صوفیہ کرام ذکر اللہ دوائی کو صلوٰۃ دوائی ارشاد فرماتے ہیں اور بھی اُن کا فرمان ہے کہ اس نماز میں اطمینان قلب بدرجہ غایت نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَطْمَئِنُّ قُلُوبُہُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا یَذِکِّرُ اللّٰہُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ یعنی دلوں کا اطمینان اللہ کی یاد میں ہے خبردار ہو اللہ کی یاد میں اطمینان قلوب ہو۔ اور اس نماز میں زیادہ خوبی کی ایک بات یہ بھی ہے کہ اس نماز کے نمازی کا قلب کبھی خدا سے غافل نہیں رہتا۔ اور اسکی حالت قلبی کسی طرح اور کسی حال میں متغیر نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی اصلی حالت پر ہمیشہ قائم و برقرار رہتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ تَنَاطَلُ الْاِنْسَانُ خُلُقًا اِذَا مَسَّہُ اللّٰہُ رُجُوعًا وَاِذَا مَسَّہُ الْخَیْرُ مَمْنُوْعًا اَلَا الْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ہُمْ عَلٰی صَلَٰوَتِہِمۡ دَامِیُوْنَ یعنی تحقیق انسان یہی اکیا گیا ہے بے صبر۔ جب لگتی ہے اس کو بُرائی اضطراب کرنے والا ہے اور جب لگتی ہے اس کو بھلائی منع و نخل کرنے والا ہے مگر وہ نمازی جو اپنی نماز میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (یعنی وہ نمازی جو ہمیشہ اپنی نماز میں ہیں) انکے دل کو کوئی بُرائی اور بھلائی جنبش نہیں دے سکتی وہ اپنی اصلی حالت پر قائم و برقرار رہتے ہیں، پس اگر اس نماز سے نماز پنجگانہ مراد ہے تو اس نماز کے نمازی کی حالت

قلبی بنی اور بھلائی کے پہنچنے پر قائم رہنی چاہئے حالانکہ قائم نہیں رہتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نماز سے علاوہ کوئی اور نماز بھی ہے کہ جس کے نمازی کی حالت قلبی ہر دو حال میں اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتی ہے۔ اور اس نماز کا نمازی بلا تعین وقت ہمیشہ اپنی نماز میں مشغول رہتا ہے صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ اسی نماز کو صلوٰۃ دائمی کہتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایہ مذکورہ میں ذکر فرمایا ہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک صحابی کو اسی صلوٰۃ دائمی کی تعلیم فرمائی ہے۔ کما قال ترمذی وابن ماجہ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ شَأْنَكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ قَدْ كَثُرَتْ
عَلَيْكُمْ فَأَجْرُكُمْ فِي بَيْتِي أَكْثَنُ مِنْهُ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ يَعْنِي
عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ تحقیق احکام سلام
مجھ پر بہت ہیں پس خیر و موجب کو ساتھ ایک ایسی چیز کے کہ میں بھروسہ کروں ساتھ اس کے اپنے
فرمایا کہ ہمیشہ تر ہے زبان تیری خدا کے ذکر سے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حکام
شرعیہ سے جس شخص کا اطمینان قلب پورے طور پر نہ ہو سکے تو وہ اپنی زبان کو خدا
کے ذکر سے تر رکھے۔ اہل تصوف نے اس ذکر کا نام صلوٰۃ دائمی رکھا ہے اور یہ ذکر
بغیر تعلیم پر کامل متبصر نہیں ہو سکتا۔ پس اس کو لازم ہے کہ وہ اہل تصوف کی طرف رجوع
کرے کما قال اللہ تعالیٰ فَسَلُّوْا اَهْلَ الدِّیْنِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ یعنی اہل ظوہر
فرماتے ہیں کہ پسلوں سے دریافت کرو اور صوفیوں کا یہ مقولہ ہے کہ اہل تصوف اولیاء اللہ
سے پوچھو مگر تم نہیں جانتے ہو چونکہ اہل تصوف ہمیشہ ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں اس
لیئے ان کا نام اہل الذکر رکھا گیا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَنْ آذَانُ
يُجَلِّسُ مَعَ اللَّهِ فَيُجَلِّسُ مَعَ اَهْلِ الدِّیْنِ یعنی جو شخص یہ ارادہ کرے کہ میں خدا کے ساتھ بیٹھوں
پس وہ صوفیوں میں بیٹھے کہ وہاں بغیر ذکر خدا کچھ تذکرہ نہیں ہوتا یہ لوگ تَخْلُقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ
سے موصوف و بذکر الہی مشغول رہتے ہیں ۵

۵۔ اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ نے عبداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے ۱۲۷۵ سورہ انبیاء پ ۱۷۷ ع ۱۰ سورہ نمل

پ ۱۷۷ ع ۱۲۔ ۱۲۷۵ اس حدیث کو مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہنوی میں لکھا ہے ۱۲

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

گوشیند در حضور اولیا

اور بیش قدسی میں وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُولُ اِنَّمَا مَعَ عَبْدِيْ اِذَا ذَكَرْتَنِيْ وَ تَحْتَ كَتِّ شَفَتَاہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بند کے ساتھ ہوں جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور اُس کے دلب میری یاد میں حرکت کرتے ہیں۔ اور دوسری حدیث قدسی میں آیا ہے اِنَّمَا جَلِیْسٌ مِّنْ ذِكْرِنِيْ وَ اَنْیْسٌ مِّنْ اِسْتِثْنَانٍ یعنی میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھ کو یاد کرتا ہے اور میں اس کا انیس ہوں جو مجھ سے طلب اِس کرتا ہے۔ ۷

اگر باہم چوبے منی بے ہمہ

وربے ہمہ چوبانی باہمہ

صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ پانچ وجود میں ہر ایک وجود کی استعداد کے موافق پانچ جداگانہ طریق پر اس ذکر صلوٰۃ دائمی کو تعلیم فرماتے ہیں۔ وہ پانچ وجود یہ ہیں واجب الوجود۔ ممکن الوجود۔ عارف الوجود۔ واحد الوجود۔ ان وجودات میں ذکر صلوٰۃ دائمی کا طرز عمل اس طرح ہے۔ مِمَّا قَالَ ذِكْرُ اللِّسَانِ لِقَلْقَلَةٍ وَ ذِكْرُ الْقَلْبِ وَ سَوْسَةٌ وَ ذِكْرُ الشَّرْخِ مُمَشَاهِدَةٌ وَ ذِكْرُ النَّسْرِ مُعَاهَدَةٌ وَ ذِكْرُ الْخَفِيِّ مُعَاوَبَةٌ وَ اجِب الوجود غرضی ناموتی میں ذکر لسانی جس کو قلقلہ بھی کہتے ہیں کیا جاتا ہے یعنی زبان خدا کے ذکر میں ہمیشہ تراویز متحرک رہے کسی وقت بند نہ ہو۔ قلقلہ کے معنی حرکت کنندہ کے ہیں۔ اس وجود میں ذکر لسانی کا نام صلوٰۃ دائمی ہے۔ ممکن الوجود۔ روحانی مثالی ملکوتی میں ذکر قلبی ہوتا ہے جسکو سوسہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی قلب میں ذات حق کو موصوفہ بجمع صفات کاملہ منظور رکھے اور قلب کو کبھی ذات حق سے غافل نہ ہونے دے۔ اس وجود میں اسی کا نام صلوٰۃ دائمی ہے۔ متنع الوجود۔ ظلمانی جبروتی میں ذکر روحی مقرر ہے جس کو مشاہدہ بھی کہتے ہیں یعنی ہر شے کی حقیقت میں مشاہدہ ذات حق کرتا رہے غفلت کو کبھی راہ نہ دے۔ کما قال علی علیہ السلام مَا رَأَيْتُ سَعِيدًا اِلَّا كَرَأَيْتُ اللّٰهَ فِيْہِ یعنی ہر شے کی حقیقت میں میں نے خدا کو دیکھا یہ ممکن الوجود مانع صورہ شیار ہے اسی کو حقایق اشیار و اعیان ثابترہ بھی کہتے ہیں کہ جس کا ظہور اب تک نہیں ہوا۔ اور نہ ہو یہ موجودات اس کے آثار میں اس

۷۔ اس حدیث کو امام بخاری نے کہا ہے ۱۲۔ اس حنفی کو تشریح ثنوی میں بحر العلوم نے لکھا ہے ۱۲

وجود میں ہمیشہ ہر شے کی حقیقت میں ذاتِ حق کا مشاہدہ کرتے رہنے کا نام صلوٰۃ دائمی ہے۔ عارف الوجود۔ نورانی لاہوتی میں ذکر ستری معین ہے۔ یعنی ہر شے کی حقیقت کو ذاتِ حق میں دوام معائنہ کرتا رہے جیسے دریا میں امواج و حباب۔ اس وجود میں خفائق ایشیا کو ذاتِ حق میں مدام ملاحظہ کرنے کا نام صلوٰۃ دائمی ہے۔ و آخر الوجود۔ احدیت ذاتِ باہوتی میں ذکر خفی ظہور میں آتا ہے یعنی احدیت ذاتِ میں محور محور و فناء فنا ہو جانے کا نام ذکر مغائبہ و صلوٰۃ دائمی ہے۔

جب حبابِ باہنی گروہ کے بنیے و ابھو گیا صاف کہتا ہوں حقیقت میں وہ دریا ہو گیا غرض تعیناتِ صوری جی میں یہ امواج و حبابِ قطرہ نامزد ہو۔ اور جب تعیناتِ حسی و صوری کو گئے تو نہ یہ امواج و حبابِ قطرہ رہا اور نہ وہ دریا فقط ایک ذاتِ ہر جس کا نہ کوئی نام ہی نہ نشان اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ صلوٰۃ دائمی اور روزہ دائمی کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

بُحْبُوحُ الْقُلُوبِ فِي ذَاتِ صَلَوةٍ دائِمَةٍ اَوْ صِلَ اَللّٰهُ الْمَسْجُوْدُ فِي قَلْبِ صِيَامٍ صَائِمٍ اَصْلٌ

یعنی قلب کا سجدہ ذاتِ الہی میں یہ صلوٰۃ دائمی و وصالِ ہر اور وہی ذاتِ سجدہ فی قلب ہے یہی اصلی صیام اور صائم ہے۔ اہل تصوف کے نزدیک عبادت کے وقت ذاتِ الہی کی دید میں فنا ہو جانے کا نام نماز ہے بقول مولانا عطار صاحب علیہ الرحمۃ۔

در نماز آن نگار را دیدن در عبادت کسے شرکای کن
طاہر و باطن لے سپر بشار زانکہ لا بشرک است حکم نگار

پس حواسِ خمسہ ظاہری باطنی کو خواہشاتِ حیوانی و مہنوانی سے روکنے کا نام اصلی روزہ ہے۔ روزہ حفظ دل است از خطرات پس بود از مشاہدہ افطار

چونکہ قلب کا سجدہ ذاتِ الہی میں اور ذاتِ حق عین حقیقتِ قلب ہے تو حقیقتِ قلب ساجد اور ذاتِ الہی سجدہ ہوتی۔ اول حالت کا نام سجدہ فی ذاتِ و صلوٰۃ دائمی و وصالِ ہر۔ اور حالتِ دوم کا نام سجدہ فی قلب و روزہ اصلی ہے۔ سجدہ کے یہ معنی ہیں کہ اپنی ذات کو عاجز خیال کر کے کسی کے سامنے اپنا سر جھکا کر محو ہو جانا۔ پس سالک جب مقامِ توحید میں پہنچتا ہے تو سالک کا قلب ات الہی کے عظیم جاہ و جلال میں اپنی ذات کو بندگی و بیچارگی

کی حالت میں بہت حقیر و فقیر و ذلیل محتاج دیکھتا ہے اور کہم و اسجد و اقرب اپنی انانیت و تعیناتِ حسی کو قطع کر کے ذاتِ الہی میں سجدہ کرتا ہو درمخوفا ہو جاتا ہے۔ اور یہ انتہائے قرب ہے۔ اس حالت کو سجود فی قلب صلوٰۃ دائمی و وصالِ حقیقی کہتے ہیں۔ اور جب سالک کے قلب سے انانیتِ قلبی و تعیناتِ حسی مرتفع ہو جاتے ہیں تو جملہ لذائذِ محسوسات جمیع خواہشاتِ نفسانی بھی معاً منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہ روزہ اصلی ہے اس وقت قلب سالک اپنی ذات میں صفاتِ الہیہ و کفایتِ فیہ من روحی کی شان پاتا ہے۔ اس حالت کو سجود فی قلب و روزہ اصلی کہتے ہیں۔ پس تعینات میں شانِ عجز ہے اور لائقین میں شانِ غنوری اور حقیقت ایک ذات ہے جو ہر شان میں جلوہ گر ہے کہیں ساجد ہے اور کہیں سجدہ اور کہیں عابد ہے تو کہیں معبود۔ اور کہیں طالب ہے تو کہیں مطلوب۔ اور کہیں عاشق ہے تو کہیں معشوق۔ اور بلحاظِ حقیقت ہر شان شبیوناتِ عالم میں خود ہی ساجد ہے اور خود ہی معبود۔ اور خود ہی عابد ہے اور خود ہی معبود۔ اور خود ہی طالب ہے اور خود ہی مطلوب اور خود ہی عاشق ہے اور خود ہی معشوق۔ پس خود بخود ایک ذات ہے جو جمیع صفات ہے اور کچھ بھی نہیں بل باطن اپنے حوصلہ و استعداد کے موافق اس پانچ قسم مذکورہ بالا میں سے کسی نماز کی مشغولی ضرور رکھتے ہیں۔ پس اہل ظواہر اگر کسی رویش شوریدہ سر و زولیدہ موکو ظاہری صوم و صلوٰۃ کا پابند نہ دیکھیں تو اپنی زبان کو بدگوئی و سخت کلامی سے روکیں کہ شاید وہ کسی وجود میں صلوٰۃ دائمی جو بہتاری نماز سے ہزار ہا درجہ بہتر و افضل ہے پڑھتا ہو

ظَنُّوا مَوَدِّعِينَ خَيْرًا اَبْرًا كَتَفَاكِرِينَ ۔ ۵

ٹھوٹے درویشان تو منکرِ ست سست
دم بدم از حق مرا ایشان را عطا ست
روزی دارند ز عرف از ذوالجلال

کار درویشی و رائے فہم نیست
زانکہ درویشی و رائے کار با ست
زانکہ درویشان و رائے ملک و مال

ان وجوداتِ حسنہ مذکورہ بالا کا حال مفصل بیان مشرَح مع لوازمات اور ان کا نزول و عروج آئندہ کسی مناسب موقع پر تحریر کیا جائیگا ۔

فصل چہارم در بیان اشغال

بیان اشغال

اشغال جمع شغل ہے اور شغل بمعنی مشغول شدن و توجہ کردن بکارے یا بکفایتارے۔ یا باوازے۔ یا بنجیالے۔ اور یہ چار قسم ہے۔ ہستی۔ لسانی۔ سمعی۔ نظری۔ شغل ہستی مثلاً دستکاری و صنعت و پیشہ و حرفہ ہے۔ اور شغل لسانی۔ گفتگو و تقریر و کتاب خوانی و قصہ خوانی و وعظ و قرآن خوانی و وروداد کار الہی ہے اور شغل سمعی یعنی متوجہ ہونا قوت سامعہ کا آواز و حرکت کی جانب اور اس میں سے معانی الفاظ مرغوبہ خود پیدا کر کے محو ہونا اور فقرا اکثر اسی قسم کے اشغال کرتے ہیں مثلاً اشغل صوت سردی و شغل منصور می و شغل قلبی وغیرہ۔ اور شغل نظری و بصری۔ یعنی متوجہ کرنا قوت باصرہ کو کسی چیز مرنی کی جانب یہاں تک کہ وہ قوت نظر قائم ہو جائے جنبش نہ کرے اور وہ نظر ہر شے منظور نظر سے اثر انداز کرنے لگے اور نظر میں اس قدر اثر پیدا ہو جائے کہ اگر کسی شے پر اثر نظر ڈالنا چاہے تو خیال کے ہوتے ہی اس پر اثر پڑنے لگے۔ چنانچہ اس کا عشرہ غیر قواعد سمیرم ہیں جسکو علم مقناطیسی کہا جاتا ہے اور فقرا میں اس قسم کے اشغال معمول ہیں مثلاً شغل آفتابی۔ شغل مقامات نجوم و اشغل مسطابا نصیب و اشغل روحی وغیرہ اور توجہ قلبی کو ان چار اقسام کے اشغال میں شرکت ہو اور فقرا کے نزدیک آخر و انجام ان اشغال کا ابتداء مراقبہ ہے۔ جو شخص کہ اشغال سے عاری ہے اور ان میں دل کی کچھ قوت پیدا نہیں کی وہ فوائد و نتائج علیا مراقبہ سے بھی بے بہرہ و محروم رہے گا۔ کیونکہ اس میں نقطہ تصور و خیال کو قائم کرنا ہوتا ہے اور وہ اس کے قواعد و حال سے ناواقف محض ہے گو وہ اپنے دل میں کچھ ہی کیوں نہ سمجھے۔ لیکن کمال محبت کو نہیں پہنچے گا۔ یہ بات دوسری ہے کہ کوئی زبردست کامل اس کے حواس عشرہ کو قوی و قائم کرنے مگر ہر ایک کو اس کا میسر آنا دشوار ہے لہذا ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء ۛ

تعلیم اشغال

اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ فِي شُغُلٍ فَالْكَهْنُ یعنی اصحاب جنت کے آجکے روز شغل میں خوش ہیں

تعلیم اشغال

شغل آفتابی۔ اول ٹوپی روئی دار ایسی سلوائے کہ سوائے سوراخ دو آنکھ کے اس میں کوئی جگہ کٹاؤ نہ ہو اور ابتدائے موسم سرما میں اس شغل کو شروع کرے ترکیب ایسی یہ ہے کہ بوقت طلوع آفتاب بلندی پر رو بہ شرق استاد ہو اور ٹوپی چڑھا کر آفتاب کو منکملی باندھ کر دیکھے یعنی پلک نہ مائے اور دیکھتے وقت تصویر یا سخی یا فلیشوم کار کھے اور روز بروز وقت کو بڑھائے چند روز میں آفتاب کا قرص سیاہ ہو کر چکر کھانا ہوا نظر آنے لگے گا اور ہر روز قریب آتا جائیگا یہاں تک کہ عرصہ شش ماہ میں منہ سے داخل ہوا قلب میں تمام کرے گا اس وقت کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ انکشاف و تصرفات بشمار ہوئیں گے۔ خوراک دودھ چاول اور ہمیشہ استعمال تہرید کار کھے اور آنکھوں میں ہر روز بوقت شغل مسکے گا وی سلائی سے لگاتا رہے ۛ

شغل منصوری۔ بغیر بالین زمین پر لیت جائے اور ہر دو شہرگ گردن پر دو انگشت رکھے آنکلی جنبین محسوس ہوگی۔ اس ٹرپ پر تصور نا ملح قائم کرے چند روز میں زور و شور سے آواز آنے لگے گی اور دریا کے عشق موجزن ہوگا۔ ذوق شوق روز افزوں ہوتا جائیگا یہاں تک کہ خودی سے بخود ہو کر فانی اللہ ہو جائیگا۔ اور اسی طرح شغل اسم ذات بھی کرتے ہیں یعنی اللہ کو اس ٹرپ پر تصور قائم کرے ۛ

شغل روحی۔ آنکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے لکائے اور قلب کو اللہ وغیر اللہ سے خالی کرے کسی قدر عرصہ کے بعد حقیقت بے نشانی و گم گشتگی طاری و ساری ہو جاتی ہے جس کے بیان سے زبان گنگ ہے ۛ

شغل مزاج اکبر۔ پتین تہم ہے جس دم کر کے نظر درمیان دوا برو کے رکھے یا نظر ہواہی یا چشم چپ کو بند کر کے نظر چشم راست کو ترہ راست مینی پر قائم کرے اور تصور کرے۔ نو بے کین وجود مطلق کا کہ منورہ تقیدات سے ہے ظہور کپڑے گا چنانچہ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ علاؤ الدین علی احمد صابلیری رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے اور ان دونوں حضرات کا اسی میں خاتمہ ہوا لیکن ہر قسم میں پلک نہ مارے اور جو کچھ دیکھے یقین جانے کہ میرا یہ مقصود ہے۔ اسکو شغل ہوائی بھی کہتے ہیں ۛ

شغل آفتابی

شغل منصوری

شغل روحی

شغل مزاج اکبر

شغل برزخ کبیرہ

شغل اتم ذات

شغل برزخ کبیرہ انسان کامل کے ظاہر و باطن کو اپنا ظاہر و باطن قرار دے بیٹھے اس کے ظاہری وجود کو اور اس کے باطنی وجود کو اپنا باطنی وجود تصور کرے عرصہ قلیل میں اس کے اسرار اپنے میں نمایاں دیکھے گا۔ لیکن ہمہ تن مصروف ہو شرب و روزیہ مشغولہ رکھے ۛ شغل اتم ذات۔ اسکی ترکیب یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے قلب صنوبری میں تصور نقش اتم ذات برنگِ طلائی کرے یہاں تک کہ محو ہو جائے۔ اس میں بہت اسرار ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ اول کاغذ کی لوح پر قلب صنوبری کی صورت بنوائے اور اسم اللہ کو اس کے اندر طلائی حروف میں لکھو لے پھر اس لوح منقش کو اپنے سامنے رکھ کر اتم مذکور بغور دیکھے اور آنکھیں بند کر کے اپنے آئینہ دل میں اس اتم طلائی کو برنگِ نور ذات منقش دیکھے چند روزیں وہ نور خیال مشکل ہو جائے گا۔ اس حالت میں سالک اپنے آپ کو اس نقش کے مقابل باہجانب تحت یا بطرف یمن و شمال سمجھے گا۔ اس وقت سالک کو لازم ہو کہ بہت جدوجہد کر کے اپنے آپ کو اس نور ذات تک پہنچائے۔ اسکو سیرالی الفتر کہتے ہیں اور جب اپنے آپ کو درمیان الف و لام کے دیکھے تو پھر اس سے ترقی کر کے اپنے آپ کو درمیان ہر و لام کے پہنچائے اور قیام کرے پھر وہاں سے بھی بکوشش تمام اپنے آپ کو درمیان درجہ لام و ہاے پہنچائے۔ پھر یہاں سے بھی بہت تمام ترقی کر کے حلقہ ہا میں پہنچ جائے۔ ابتدائے سیر و سلوک میں سالک اپنے سر کو حلقہ ہا میں داخل پائیگا۔ آخر کار اپنے تمام جسم کو حلقہ ہا میں پائیگا۔ اس وقت سالک جمیع آفات و بلیات و خطرات سے محفوظ ہو کر حق تعالیٰ کو محیط اور اپنے آپ کو محاط دیکھے گا۔ اس کا نام سیر فی السیر اور جب قطرہ دریا میں فانی و ذرہ نور آفتاب ذاتی سے منور ہو کر اور پھر اس مقام عالمی سے اپنے پایہ اسفل کی جانب نزول کرے گا تو اس وقت اپنے ابنائے جنس کو اپنے ہمراہ عروج و نزول کرایگا پس اس آمد و رفت و عروج و نزول کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں ۛ

شغل شطاری۔ اتم ذات۔ اول اپنے دل میں اتم ذات کو جو متصف بجلال و جمال ہے حواس کو بند کر کے ایسا تصور کرے کہ مستغرق ہو جائے اور محویت طاری ہو جب قدرے ہوش میں آئے تو اس مقام سے برزخ کبریٰ میں کہ جسکو وحدت صرف و حقیقت

شغل شطاری

و حقیقت محمدی کہتے ہیں تنزل کرے۔ یعنی اس مقام میں سالک اپنے باطن کو وحدت صرف و حقیقت محمدی تصور کرے اور غائب لے کر اس ذات لے جو شصت بصف جلال و جمال تھی۔
 مجھ میں نزول فرمایا ہے یہاں سولے آنکھوں کے جمیع حواس کو کھول دے تاکہ اس مقام میں ساکن ہو جس اس مقام سے تنزل ہو۔ اور دانائی و بینائی وغیرہ ظہور پکڑے تو آنکھوں کو کھول کر اپنے بدن پر نظر ڈالے اور ظاہر اپنے کو برزخ صغریٰ کہ وحدت جامعہ و حقیقت آدم ہے قرار دے بعد جو صفت صفات سب سے رو نما ہو۔ اور صفات عبارت ہو صفات سب سے الہی سے بطریق قرب نوافل یعنی سالک یہ تصور کرے کہ میں فاعل ہوں اور حق آلہ ہو اور اپنے جمیع حواس کو اسکی صفات جانے و خلق آدم علیٰ صورتہ معائنہ کرے تاکہ جمیع ہر راز باطنی سالک پر ظہور پکڑیں پھر حقیقت انسانی سے ترقی کر کے حقیقت محمدی میں پہنچے اور وہاں سے ترقی کر کے ذات بخت میں قرار پائے اسی طرح عروج و نزول کرتا رہے تاکہ کل مقامات کی سیر ہو جائے اور ذات آفتاب میں ذرہ فنا ہو۔

شغل معیت الہی۔ یعنی اول دل سے اللہ حاضر ہے کہے اور شش جہات پر نظر کر کے قائم ہو تو
 فہم وجہ اللہ دل میں تصور کرے کہ وہ مجھ میں حاضر ہو یا جن حضور پھر اللہ ناظر ہے دل سے کہے اور اپنی نظر اور جمیع موجودات کی نظر اپنے اوپر رکھے اور دل میں تصور کرے کہ وہ ناظر ہو ساتھ ہماری نظر کے پھر اللہ معی دل سے کہے اور آنکھوں کو بند کر کے فکر کو ترک کرے کہ فی السیر انما بملأ خدہ و هو معکم ایتما لکنکم متموج کرے اور دل میں یہ تصور کرے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔

شغل آئینہ۔ ایک بڑے آئینہ کو اپنے روبرو رکھے لیکن نظر سے ذرا بلند ہو اور ٹکلی باندھ کر آئینہ کو دیکھنا شروع کرے اور پلٹ مارے اور یا حی یا قیوم کو دل میں پڑھتا ہے اور وقت کو بڑھائے یہاں تک کہ تین گھنٹہ کی نوبت پہنچے اور اپنی پٹی یعنی مردم چشم پر نگاہ کو قائم کرے ہر گاہ کہ طالب کی نگاہ مردم چشم کی مرہک پڑے اس وقت جو حال ارد ہو گا اس کا بیان میں نہیں کر سکتا۔ ہاں اتنا کہتا ہوں کہ آنکھوں کی چھلیاں صعدہ کر کے ام الدیغ کے نقطہ اخفی میں داخل ہو کر سویدہ قلب میں قائم ہوگی اور ظاہر و باطن ایک ہو جائیگا۔
 شغل نسیم خوابی۔ اس کا طریق یہ ہے کہ بوقت خواب اپنے دل میں مضبوط ارادہ کرے کہ میں خواب غفلت میں غافل ہو کر نہ سوؤں گا۔ اور یا حی یا قیوم کا دل میں

شغل معیت

شغل آئینہ

شغل نسیم خوابی

خیال رکھے جب تیند کا غلبہ ہو آنکھیں کھول دیا کرے اور اس عادت کو بڑھائے۔ ایک سال میں خواب و بیداری یکساں ہو جائیگی۔ سر دلش بیدار ہو پیش درشت کو خواب چکا مضمون ہو جائیگا اس شغل کا بھی وہی اثر ہے جو شغل آئینہ میں ہوتا ہے۔ اگر سر و شغل کیا کرے تو سجان اللہ جل جلالہ ہر شغل صورت سرمدی جسکو انھہ اور آواز کن بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ آواز ہے کہ ازل الازل سے جاری ہوئی ہے اور بدلتا با دہیگی۔ ترکیب رسی یہ جو کہ جنگل یا کسی مکان تنہا میں جہاں کچھ شور و غل نہ ہو خاموش بیٹھ جائے اور کان لگائے۔ ایک آواز جیسے کی سی آئیگی اس آواز پر خیال کو جائے۔ اور بعض آدمی سوراخ گوش کو گشت سے بند کرتے ہیں یا مرج سیاہ روئی میں لپیٹ کر سوراخ گوش کو بند کر کے بیٹھتے ہیں تاکہ واضح طور پر وہ آواز سننے میں آئے پھر چند روز میں وہ آواز خود بخود ہر جگہ چلتے پھرتے لگتی ہے۔ پھر اس قدر اسکا زور و شور ہو جاتا ہے کہ اس آواز کے سوا اور کچھ سنائی نہیں دیتا۔ پھر یہ دس آوازیں ہو جاتی ہیں اور ہر ایک جدا جدا معلوم ہوتی ہے۔ پھر چند مدت کے بعد نو آوازیں فہم ہو کر ایک آواز ایسی خوش الحانی کے ساتھ سنائی دیتی جو کہ آدمی مست و مدہوش ہو جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے ہرات اپر ایسے منکشف ہونے لگتے ہیں کہ عقل حیران ہو کر گیسو سنسنے لگا اور دیکھے گا جو کچھ اسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اور ان اشغال سے علاوہ خاندان قادیمیہ جو یہ غوثیہ میں چمنہ اشغال معمول مخصوص ہیں:

شغل متیت۔ بغیر بالین زمین پر مثل مردہ چت لیٹ جائے اور خیال کرے کہ میں مردہ ہوں اور موت کو یاد کر کے خاموش پڑا رہے یعنی خیال کرے کہ میرے پاؤں سے جان نکلے انویں آئی۔ اب ران میں۔ اب کم تک۔ اب سینہ تک۔ اب گلے میں آئی۔ اب نکل گئی اور دل میں تصور کل شیء ھالک کلاؤ چھہ کا کرے چند روز کے بعد حالت موت طاری ہونے لگے گی اور عجیب غریب حالات پیش آنے شروع ہونگے۔ اگر منظور خدا ہے تو ایک عرصہ کے بعد مرتبہ موت و اقلیٰ اَن تَمُوتُوا کا حاصل ہو کر موت حیات یکساں ہو جائیگی:

شغل بساط۔ اُم الدماغ میں ایک نقطہ آفتاب کی مانند بصورت ۷۔ ھو در شان بہنہ پس آنکھیں بند کر کے اور زبان کو تالو سے لگا کر اُم کو اُم الدماغ میں لیجائے اور وہاں حلقہ ۷ کو منور بصورت آفتاب تصور کرے اور خیال کرے کہ یہ حلقہ ھو کہ عین ذات الہی بے جہت و کیف ہی ایسا کشادہ ہوا ہے

شغل صورت سرمدی

شغل متیت

شغل بساط

کہ میرے وجود کو نابود کر کے اسکے قائم مقام بن گیا۔ بلکہ تمام عالم کو محیط ہو گیا ہے۔ اس کا نام شغل
 اخفی بھی ہے اور اسی طرح کا ایک نقطہ قلب میں ہے جسکو سودے قلب کہتے ہیں۔ اس میں بھی
 بطریق مذکور بالا تصور کرے تاکہ دونوں نقطے ایک ہو جائیں۔ یہاں تجلی ذات ہوتی ہے
 اور سالک قفا و فنا حاصل کرتا ہے مگر اس نقطہ سے باہر آنا بغیر پیر کامل امر محال ہے۔
 مشعل آ و رد و نفی و اثبات کے ساتھ اول دونوں گھٹنوں کو اس طرح پرستادہ کرے کہ
 کہ پاؤں اور شہین زمین پر ہیں۔ پھر چادر یا چمڑے کے لستے یا رستی وغیرہ سے اپنی کمر اور دونوں
 زانوں کو باندھ کر بیٹھے جیسے گانوکے چودھری اپنی کمر اور گھٹنوں کو چادر سے باندھ کر بیٹھا کرتے
 ہیں پھر دونوں کہنیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے دونوں
 کانوں کے سوراخ بند کرے اور ہر دو انگشت شہادت سے دونوں آنکھیں اور ہر دو انگشت میاں سے
 دونوں سوراخ بینی اور ہر دو خضر و خضر سے ہر دو لب بند کرے اور راست سوراخ بینی کو بند کر کے خاموش
 بیٹھا ہوا اپنے دل کو جتھک سانس کے ضبط کرنے کی قدرت رکھتا ہو دیکھتا ہے۔ اور جب دم ٹوٹنے
 لگے تو سوراخ چپ بینی سے دم کو تصور خیال کلمہ لا الہ الا اللہ بآہستگی تمام چھوڑے کہ دفعتاً دم
 کے چھوڑنے میں دماغ کو مضرت پہنچتی ہے بار بار اس طرح کرتا ہے اگر بوقت جبر دم و درمیان جس دم فوت
 کشادگی دم تصور کلمہ لا الہ الا اللہ زبان قلب صنوبری سے کہتا رہے تو اس کا نام زبرد
 بالتمام ہے۔ اور شغل آ و رد و بد باسم ذات بھی اسی طرح کیا کرتے ہیں اور ترکیب اسکی بھی کثرت
 مرقومہ بالا بیٹھ کر باسم ذات دم کو ناف سے کھینچا کر یعنی اللہ کہتے ہوئے دم کو ام الدماغ میں لے
 جائے اور دم کو روک کر دماغ میں قرار پکڑے اور جب تنگی نفس ہو تو دم کو کلمہ ہو کے ساتھ بآہستگی
 تمام اسی طرح پر چھوڑے کہ اگر ناگ کے مقابل رونی بھی ہو تو جنبش نہ کرے۔ اور اگر اٹھائے جس
 دم میں اللہ ہو کی ضرب تصور قلب سے دماغ میں لگاتا رہے تو اسکو بالتمام زبرد کہتے ہیں
 اور اگر زیادہ کشائش منظور ہو تو دورہ پایہ قادریہ اسی ترکیب کرے اور دماغ میں تصور اللہ سمیع
 اللہ بصیر۔ اللہ علیم۔ پھر علیم اللہ۔ بصیر اللہ۔ سمیع اللہ پھر اللہ سمیع۔ اللہ بصیر۔ اللہ علیم
 کی ضرب لگائے۔ یہ ایک دورہ ہوا یعنی عروج الطریق۔ اسی طرح اگر ایک دم میں سو دورہ تک پہنچ
 جائیگا تو فنا تکلی حاصل ہوگی۔ اس شغل میں نرم کپڑی پہن کر سر و عن کھاتے ہیں۔ سے

چشم بند و گوش بند و لب بند	گر نہ بینی سبہ حق برا بخت
آنکھ ناک منہ ڈھانپ کے نام نرخیں لے	اندر کے پٹ جاکھلیں جدا بہر کے پٹ

قائل جس دم میں دوام ضروری ہیں۔ یعنی حبس نفس۔ و حصر نفس حبس دم و طرح پر ہے ایک بتخلیہ و دوسرا بتعلیہ عبارت ہو کھینچنا دم کا بطن و ناف اور ان کے اطراف سے بطرف پشت اور روکنا دم کا سینہ یا دماغ میں۔ اور تعلیہ مراد ہے کھینچنا دم کا شکم میں۔ اور شکم کو پرباد و با نفخ کر کے دم کو بطن میں بند کرنا۔ اول ترکیب میں گرمی زیادہ ہے اور ثانی میں ہضم طعام حصر نفس عبارت ہو قطع نفس کم از حد درازی نفس بہر دو صورت مذکورہ بالا یعنی حصر نفس میں دم کوتا بہ درازی مہود بہر دو صورت مذکورہ بالا نہیں کھینچتے۔ اس میں شک نہیں کہ حبس نفس میں حرارت کشش دم تا بعد حرارت حصر نفس سے زیادہ حرارت رکھتی ہے لیکن نقصان کے ساتھ اور اصلی ترکیب اس شغل کی یہ ہو کہ پانی میں غوطہ لگا کر اس شغل کو کرے جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت شیخ عبدالخالق عجدانی کو پانی میں اس شغل کے کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس صورت میں آنکھ ناک کان منہ کو انگلیوں سے بند کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر تان پانی غوطہ لگانے کے قابل نہ ہو تو یہ ترکیب مذکورہ بالا کرے۔ اور بہترین و لب لباب اشغال میں سے شغل کن فیکون ہو فاعدا اذ شیئا ان یقول لہ کن فیکون +

شغل مقام محمود او سلطانا نصیرا کہا قال اللہ تعالیٰ اقم الصلوٰۃ لک لک الشمس الی عتسق اللیل وقر ان الفجر ان قر ان الفجر کان شہودا۔ ومن اللیل قف بعدہ نافلہ لک عسی ان یتبعک ربک مقام محمود وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق و اجعل لی من لک سلطانا نصیرا یعنی دے مجھے قائم رکھ نماز کو سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھ فجر کو بیشک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے جو رات کو چھ رات جاگتا رہ اس میں یہ بیتی ہے تجکیہ بات۔ قریب ہے کہ کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب مقام محمود میں اور تو کہہ کہ اسے رب بٹھا بٹھا سچا بٹھانا اور کمال محبت سچا نکالنا اور کر میرے واسطے اپنی نجابت سے غلبہ قوت یہاں چار مقام پر علمائے ظواہر و باطن کا اختلاف ہے۔ وہ چار مقام یہ ہیں سلطانا محمود

اور خال صدق۔ اور خراج صدق سلطانانہ نصیراً۔ علما و اطباء ہر فرماتے ہیں کہ مقام محمودؑ۔ وہ مقام
 عزت ہے جہاں رسول خدا صلیم بروز قیامت با سند علمائے طلب شفاعت قائم ہونگے اور سچہ
 میں جا کر طلب شفاعت کریں گے اس کا نام شفاعت کبریٰ ہے۔ اور اور خال صدق۔ مدینہ منورہ
 سے مراد ہے کہ بعد ہجرت جہاں آپ کا قیام ہوا۔ اور خراج صدق شہر مکہ معظمہ سے جہاں سے
 آپ نے ہجرت فرمائی۔ اور سلطانانہ نصیراً۔ اس غلبہ و نصرت سے مراد ہے جو بعد ہجرت رسول صلیم کو کفار
 پر حاصل ہوئی جسکی تصدیق اس آیت کریمہ میں موجود ہے قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ
 الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا لِّسَنے اب کہہ دے اسے محمدؐ یہ بات کہ آیا حق اور کل بھگا باطل بلشک باطل
 تھا کل بھگنے والا یعنی دین جاگا کفر بھگا۔ اور صاحب تفسیر لباب حضرت عمرؓ سے روایت کرتا
 ہے کہ رسول صلیم نے مقام محمود کی تشریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو قریب کر لیا اور اپنے ساتھ عرش
 پر بٹھایا۔ اور تفسیر بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ مقام محمود اللہ ہے اور قیام حضرت صلیم بحق نہ منفرد
 ہے۔ اور زبان اشارت میں اس کا نام مقام محمود ہے۔ اور صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ مقام محمود اور وہ مقام
 قرب خلعت خاص ہے جو رسول خدا صلیم کو معراج میں حاصل ہوا۔ اور سلطانانہ نصیراً وہ غلبہ قوت
 ذاتی اور سہرات الہی ہیں جو منجانب اللہ تعالیٰ رسول خدا صلیم کو شب معراج میں عطا ہوئی اور
 نیز یہ ایک شغل ہے جو امت مرحومہ کے واسطے تختہ غایت ہوا تاکہ وہ بھی آپ کے اسرار معراج سے
 واقف ہوں جسکی تفصیل و ترکیب آگے لکھوں گا اور اور خال صدق عبارت ہے پورا قیام توحید
 ذاتی میں اور خراج صدق مراد ہے پورا نکلتا تشریفات و تعینات جسمانی و حسی و ماسوی اللہ سے
 جب رسول خدا صلیم نے حکم الہی اہل مکہ کو تعلیم توحید شروع کی تو کفار مکہ کہنے لگے کہ لو سنو
 محمدؐ کی باتیں ہمارے اتنے خداؤں کو تو ملیا میٹ کر تا ہے اور کہتا ہے کہ سوائے ایک ذات الہی
 کے سب باطل ہیں بھلا ایسی بات کب ہو سکتی ہے اور یہ باتیں ہم کب سن سکتے ہیں کہ اتنے
 بہت خدا تو باطل ہوں اور ایک ذات حق حق ہو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور ہم کبھی نہیں مانیں گے
 ایذا رسانی کے درپے ہوئے۔ رسول علیہ السلام کفار کی یہ باتیں سنکر اپنی ناکامی پر نہایت رنج
 کرنے لگے۔ کہ منہوس میری سعی مشکور نہ ہوئی۔ بدرجہ غایت غمگین ہوئے حکم الہی نازل ہوا

کہلے دوست اس میں کچھ فکر مت کرو غم مت کھا۔ یہ لوگ اندھے ہیں اور حقیقت تو حید سے
 جاہل راہِ راست سے بہت دور انکو قیامت کے روز بھی پہنچنے دیا۔ اسے محروم رکھوں گا۔ یہ
 کوئی سچ کی بات نہیں۔ تم کوشش کئے جاؤ اس کوشش کے بدلے تم کو باغِ ازاد و تکریمِ معراج
 میں بلائینگے اور خلعتِ قرب عطا فرما کر تمھاری بزرگی ظاہر و باطناً سب پر عیان کر دینگے
 اور تمھاری اُمت کے لئے بھی مقامِ محمود و سلطانِ نصیر اکا تختِ عنایت فرمائیں گے جسکی
 وجہ سے وہ تمھارے معراج کی کیفیت حاصل کر لگی جسکی تعلیم آپکے اختیار میں ہوگی۔ تم ہمیشہ
 مقامِ محمود و افعالِ صدق و اخراجِ صدق و سلطانِ نصیر کی دعا ہماری جناب سے طلب کرتے
 رہو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منظور و قبول ہوئی اور شرفِ تمام معراج میں بلائے گئے تو اللہ تعالیٰ
 نے جو وعدے فرمائے تھے پورے کر دیئے چنانچہ قرآن شریف ناطق ہو **يُحْيِيكَ اللَّهُ النَّبِيَّ الَّذِي فِيهِ**
يَعْبُدُكَ لِيَلْزَمُنَ الْمَسِيحَ الْحَقَّ إِلَى الْمَسِيحِ لَا فَتَنَ لَكَ فِيهِ بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا
 یعنی پاک ذات ہو وہ جو نے گھیر رکھا ہو تاکہ ہم اسکو دکھائیں اپنی قدرت کے نمونے۔ اہل ظاہر کے نزدیک
 مسجدِ حرام کعبہ شریف ہو اور مسجدِ نبوی بیت المقدس۔ اور اہل باطن فرماتے ہیں کہ مسجدِ حرام سے مراد
 ہے تعزلاتِ جسمانی و تعیناتِ حسی ماسوی اللہ۔ اور مسجدِ انصاف عبارت ہے ذاتِ وحدت۔ باقی
 حالِ معراج و اسرار و انعامات کا سورہ و انعم میں مفصل ذکر ہے۔ وہاں دیکھو۔ پس جب رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں قربِ الہی پایا اور تعزلاتِ جسمانی و تعیناتِ حسی ماسوی اللہ سے پاکِ صفات
 ہو گئے تو اجازت ملی کہ آپ تشریف لیجائیے اور معراج کا حال بیان فرما کر کبریاً بچھنے کہ آیا حق اور
 کل بھگا کا باطل بھیک باطل تھا نخل بھاگنے والا۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے مشرف ہو کر لوگوں کی
 نظروں میں پھر تعینات و اعتبارات کی حالت میں واپس تشریف لائے اور سب کے سامنے کیفیت
 معراج بیان فرمائی تو کفار بہت متعجب ہوئے حکمِ الہی نازل ہوا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں یہ ہمارا
 انعام ہے۔ محمد سچ کہتا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے ٹھیک دیکھا ہے اس میں کچھ شک و شبہ نہیں آئندہ
 فرمانبرداری اختیار کرو۔ آپکے سامنے مودب رہو۔ زور سے مت بولو۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت

کہ کہ محمد صلعم کا ہاتھ عین خدا کا ہاتھ ہے۔ غرض اس بیان سے یہ ہر کہ مقاماً محمود اور سلطاناً نصیرا ایک شغل ہے جو شب معراج میں امت مرحومہ کے لئے رسول صلعم کو محرمت ہوا۔ جو شخص اس کو کرتا ہو حال قیامت و کیفیت معراج سے بخوبی واقف ہو کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ جبکہ شک ہو کر کے دیکھے البتہ ہر امر میں استوار و کامل کی ضرورت ہے اس سے اسکے نشیب و فراز دریافت کر کے عمل میں لائے ورنہ نقصان جسمی اٹھائے گا۔ اس لئے فقہار میں اور خصوصاً خاندان قادریہ غوثیہ میں اس شغل کی تعلیم رسول صلعم سے آج تک برابر ہوتی چلی آتی ہے۔ اور فقہار ہندو میں بھی اس شغل کا بہت رواج ہو گیا ہے اور بہانیت عمدہ طریقہ سے کرتے ہیں اور اپنی زبان میں اس کو ترکٹی و ہیمان کہتے ہیں۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول خدا صلعم کو اس شغل ترکٹی و ہیمان یا صوت سردی سے جسے انہد بھی کہتے ہیں معراج نصیب ہوتی ہے وہ بڑا کذاب ہے اور منقری۔

آنحضرت صلعم پر بہتان باز مبتلا ہے اَلْعِیَاضُ بِاللّٰهِ جِیَا کہ ایک ہندو نے اپنی کتاب مخزن بحم گیان کے صفحہ ۱۰۱ میں اور منشی فضل رسول صاحب حافظ امداد حسین صاحب میرٹھی نے اپنی کتاب فیض الفقہ کے ضمیمہ صفحہ ۱۰ میں اپنی نادانی و کم فہمی کی داد دی ہے۔ کیا یہ معراج کسی ذکر و شغل کا نتیجہ تھا نہیں ہرگز نہیں محض رحمت الہی و خاص عنایت و لطف پروردگار کا ثمرہ تھا۔ ورنہ ذکر و شغل پر اگر معراج کا ہونا منحصر ہوتا تو اکثر فقہار ہندو و مسلمان معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو جاتے حالانکہ یہ شرف آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

ترکیب شغل مقاماً محموداً و سلطاناً نصیراً

اول کپڑے کی اینڈروی پر مریع نشست اس طرح پر بیٹھے کہ اہنا پاؤں بائیں ران پر اور بایاں پاؤں دہنی ران پر رکھے اس نشست کو اہل ہندو پدم آسن کہتے ہیں۔ اور چند روز اپنے حواس کو جمع کر کے چراغ یا آئینہ یا سفید گاں اس تلور یا پٹیک کا مقابلہ نظر سے قدرے اونچا رکھ کر اس پر نظر کو جائے ادراک نہ مارے اور دل میں یا سَحٰی یا قِیُوم کا ورد رکھے۔ جب نظر جم جائے بلکہ کچھ صعود بھی کرنے لگے تو پھر ذرا موند اونچا کر کے ہر دو آنکھ کی نظر کو بگوشہ قوسین پر متصل بیچ بینی قائم کرے لیکن پلک نہ مارے اور یا سَحٰی یا قِیُوم کا ورد برابر جاری رکھے تاکہ

ترکیب و ہیمان

شغل مقاماً محموداً و سلطاناً نصیراً

انوار حق مثل روشنی چراغ نمودار ہوں پھر نظر کو آہستہ آہستہ سہولیت تمام قلب صنوبری کی طرف جبکہ لطیفہ قلب کہتے ہیں گردش دے تاکہ شب تاری میں تہلی آفتابی نمودار ہو اور رنگ بزرگ کے عجائبات ظہور میں آئیں۔ پھر یکوشش تمام نظر کو تصور منظور متنگ یعنی پیشانی پر لائے کہ مقام لطیفہ خفی اور خانہ مہتاب ہے۔ جب تہلی ہر دو چشم کی گوشہ قوسین ابرو سے نکل کر مثلث بنا کر لطیفہ خفی میں پہنچ جائیگے تو اسکا نام قَابِ قَوْسَیْنِ اُذْ اُذْنِیْ ہے اے طالب حق اگر تو اسی طرح سعی اتم کر گیا تو کچھ تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بوسیہ رسول صلعم و تحفہ کرامت قرب جو رسول علیہ السلام کو معراج میں انعام ہوا تھا تجکو بھی تیرے حسب لیاقت عطا کرے عَسَىٰ اَنْ یَّعْبُدَکَ رَبُّکَ مَقَامًا تَحْمَدُ اِیْنِے قریب ہر یہ بات کہ تیرا رب تجکو مقام محمود عطا فرمائے یعنی قرب حق جو شخص سال بھر تک فجر کے وقت چار گھڑی روزمرہ یہ عمل کر لیا تو روز روشن میں ستارے آسمان پر دیکھے گا۔ اور لطیفہ خفی میں کہ خانہ مہتاب ہے مہتاب نظر کرنے لگے گا۔ اور جب مہتاب نظر آنے لگے تو اس کے بعد شغل آفتابی جو پہلے مذکور ہو چکا ہے کہے کیونکہ جو اس مقام پر شغل آفتابی نہیں کر لیتا آئندہ انوارات کی تاب نہیں لاسکتا۔ پھر اسکو بے بہرہ واپس آنا ہوتا ہے۔ اور چشم ظاہری پھوٹ جاتی ہیں لیکن جب آفتاب گز بھر کے فاصلہ پر کجا تو شغل آفتابی کو ترک کر کے نظر کو لطیفہ خفی سے اُم الدماغ کی طرف جبکہ لطیفہ خفی کہتے ہیں طر محلے اور جب دونوں تہلی لطیفہ خفی سے صعود کرنے لگیں تو درمیان راہ دو کُنڈ یعنی تالاب اور دو پہاڑ محال ہونگے۔ انکے درمیان ہوتا ہوا نکلے۔ پھر آگے چلکر تین دریا سدرہ ہونگے۔ یعنی ظاہر سورخ بینی کے آخر میں ذرا اوپر کی جانب تین سورخ ہیں اور ہر ایک سورخ سے ایک دریا جاری ہے۔ وہی طرف کے سورخ سے سفید و شفاف شیریں پانی کا دریا جاری ہے۔ اور بائیں جانب کے سورخ سے آتش خیز و شعلہ زن دریا سُرخِی مائل جاری ہے جسکو خواہشات نفسانی و شہوانی کہتے ہیں اور درمیان ان دونوں دریاؤں کے دریائے آب حیات ہے۔ وہی طرف کے دریا میں غسل کرے۔ اور دریائے آب حیات سے پانی پتیا ہوا اسی دریا کا دہنا کنارہ پکاڑ کر روانہ ہو۔ اور بائیں طرف کے دریا سے بہت دور جھگے کہ محل مرنے کا خوف ہے۔ اس واسطے دریائے آب حیات کا بھی دہنا کنارہ لیکر چلتے ہیں۔ بائیں جانب

باہیں جانب نہیں چلتے۔ کہ کہیں کوئی ٹپٹ نہ لگ جائے۔ پھر کئی منزل کے بعد ایک مقام
 ملے گا جہاں دس چتر نارینی حواس خمسہ ظاہری و باطنی سحر کار نہایت خوش الحانی سے اہند
 کے سرو و بجا رہے ہیں۔ یہ مقام مخزن حواس ظاہری و باطنی کا ہے۔ لیکن انکے راک و رنگ
 پر مائل نہ ہو کہ ابھی دور جانا ہے مَازَا غَرَّ الْبَصَرُ وَمَا طَعَىٰ بِرَعْمَلٍ کر کے مکشوفات و تلوینات
 سے روگردانی کرے۔ کیا تعجب ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ
 اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کی برکتوں میں سے کچھ عنایت فرمائے۔ اس مقام میں چھوٹے
 الہام شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اَمِّ الدِّیَاسِ یعنی لطیفہ اخفی کی طرف رجوع کرے جسکو بحر ظلمات
 کہتے ہیں اور ہر سہ و پانچ کورہ بالا اسی بحر ظلمات میں آکر گرتے ہیں۔ یہاں ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا
 فَوْقَ بَعْضٍ کا مضمون اور تاریکی محض ہے گھبرائے نہیں کہ سحر آب چشمہ حیوان درون
 تاریکی است بہمیت تمام قدم آگے بڑھائے اور خاوند کریم سے یہ دُعَا اَیَّاکَ نَعْبُدُ وَاَیَّاکَ
 نَسْتَعِیْنُ مانگتا ہو اور روشنی کا تصور کرے۔ ناگاہ ہزار ہا آفتاب کی روشنی نمودار ہو جائیگی
 جو شخص پہلے شعل آفتابی کرچکا ہو گا وہ تو اس روشنی کی تاب لاسکے گا ورنہ بے نیل مرام
 یہاں سے واپس نہ ہو گا۔ بقول شخصے مجربرا با و گناہ لازم۔ انکھیں پھوٹ جائیں گی۔ یہاں
 یتن درجے سلوک کے طے ہو جاتے ہیں یعنی ناسوت و ملکوت و جبروت۔ اسی کا نام مقام
 محمود ہے۔ اور طرح طرح کے کشف و کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ اور حال قیامت عیان ہو جاتا
 ہے۔ لیکن یہاں سے جلد تر قدم آگے بڑھائے اور پتلی کو نزول میں گدھی کی طرف اتارے
 اب منزل لاہوت شروع ہوئی جب سالک اپنے کشف و کرامات سے روگردانی کر کے
 ذات الہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ ذات اس کو اپنے غلبہ عشق میں سرگرم کر دیتی ہے اور
 فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدٍہٗ مَا اَوْحٰی کی کیفیت چمکا کر اپنی ذات میں فنا کر دیتی ہے یعنی تنزلات
 جسمانی و تعینات حتیٰ سے فنا کے مطلق حاصل کر کے باقی بچا ہو جاتا ہے اور پھر پرتوہ
 رسالت سے طلعتِ عبدیت و خلافت حاصل کر کے عالم تنزلات میں اَلْعُلَمَاءُ وَرِثَہٗ
 اَلْاَنْبِیَآءِ کا رتبہ پاتا ہے۔ اسی کا نام سلطان الصغیر اور نصرت تامہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ

کبھی کسی خرابی کی وجہ سے جب پتلی کو چڑھاتے ہیں تو فوراً گر جاتی ہے۔ ہر چند کوشش کی جاتی ہے لیکن کچھ پیش نہیں جاتی بہت جیرانی و پریشانی واسطیگر ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں چٹ لیٹ کر کیا کرتے ہیں اور دونوں ہاتھ سر کے جانب دراز کرتے ہیں فوراً پتلی چڑھ کر قائم ہو جاتی ہے اور اس میں وہ چاول کی غذا کھاتے ہیں اور انگلیوں کو مسکا دیں گاتے رہتے ہیں کہ پٹھے نرم ہیں

فصل چہم۔ در بیان مراقبات

مراقبات جمع مراقبہ ہے۔ اور محققین کے نزدیک مراقبہ کے معنی ایک دوسرے کو دیکھنا اور اپنی توجہ قلبی کو رقیب کی جانب پھیرنا ہے۔ رقیب سما حسنٰ میں سے ایک ہم الہی ہے اور بعض محققین فرماتے ہیں کہ مشغل و مراقبہ میں کچھ فرق نہیں اسلئے کہ دونوں میں تصور و خیال سے کام لیا جاتا ہے۔ اہل تصور کی مراد مراقبہ سے وہ حالت قلبی ہے جو ایک فہم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اس حالت سے کچھ اعمال اعضاء میں اور کچھ دل میں پیدا ہو کر رہتے ہیں اور یہ حالت دو قسم پر ہے۔ ایک تو یہ حالت ہے کہ ہر وقت رقیب قلب کو ناکام اور کسی طرف مشغول و ملتفت و متوجہ رہنا اور ہمیشہ اسی کو ملاحظہ کرنا اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے دل میں خفیہ و ظاہر باتوں اور باطن کے احوال کا پورا عالم جاننا اور بندہ کو اپنے جمیع اعمال و کل نفوس کے تمام اکتساب پر زبردست رقیب سمجھنا۔ کیونکہ اسرار قلوب اس پر ایسے عیاں ہیں جیسے شمس نصف النہار بلکہ حرکت ذرہ بھی اُس سے پوشیدہ نہیں۔ دوسری حالت یہ ہے کہ اسرار الہی میں سے کسی ہم کے معنی یا کسی لفظ و آیت قرآنی یا غیر قرآنی کے معنی میں دل کے خیال و تصور و توجہ کو ایسا متوجہ کرے کہ وہ یہی حالت سے قلوب ایسی غامی ہو کہ وہ خود معانی بن جائے اور اپنی خبر بھی نہ رہے مثلاً نمونہ از خروائے۔ چند مراقبہ بیان کر دینگا۔ باقی ”فکر ہر کس بقدر بہت اوست“ کا مضمون یہ یاد رہے کہ مراقبہ دل پر منحصر ہے جب ل متوجہ الی اللہ یا غیر اللہ ہوتا ہے تو سب اعضاء بھی اُسی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب دل کے تابع ہیں اور نتیجہ مراقبہ یہ ہے کہ تصور محبوب میں ایسا متغرق ہو کہ پھر کسی کی بھی خبر نہ رہے حضرت ابن مبارک نے ایک شخص سے فرمایا کہ

فصل پنجم در بیان مراقبات

رَاقِبَ اللّٰہِ تُوُسے اسکے معنی دریافت کئے گئے فرمایا کہ ہمیشہ اسی طرح پر رہ کہ تُو خدا کو دیکھتا ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ وَاَنْ لَّمْ تَلْکَ تَرَاهُ فَانَّہُ یَرَاکَ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کر کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہو پس اگر تجھ کو یہ بات میسر نہ ہو کہ تُو اس کو دیکھ سکے تو یہ تو سو کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ اس حدیث میں پہلا مقام مشاہدہ ہے اور دوسرا مقام مراقبہ اَللّٰہِ تَرَا لَی رَکَّ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ یعنی کیا تو نے اپنے خدا کی طرف نہیں دیکھا کیسے دراز کیا سایہ کو اَللّٰہُ یَعْلَمُ بَاَنَّ اللّٰہَ یَرٰہُ یعنی یہ بخانا کہ اللہ دیکھتا ہے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یعنی ضرور اللہ تم کو دیکھتا ہے جب یہ معرفت یقینی ہو جاتی ہے اور شک سے خالی۔ تو وہ معرفت دل پر غالب ہو کر دل کو دہالبیتی ہے اور قریب محبوب کے پاس لہجاتی ہے پس فقیر کو ہر وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ خدا مجھ کو دیکھتا ہے اور میں خدا کو۔ اور اگر ہمیشہ ہنوس کے تو عبادت کے وقت تو ضرور رہے کہ یہ خیال رکھے۔ اب چند مراقبات یہاں لکھتا ہوں مناسب کہ باب تمام رو قبلہ ووزا نو یا جس طرح آرام دیکھے بیٹھے اور انہیں بند کر کے دل کی طرف متوجہ ہو اور اس کلمہ یا آیت یا اسم کے معنی کا تصور کر کے ایسا مشغول ہو کہ خود محو ہو جائے پس طالب صادق جب نماز و ذکر سے فارغ ہو تو مراقبہ کرے تاکہ خدا تو حید حاصل ہو

مراقبات

- (۱) اَللّٰہُ یَعْلَمُ بَاَنَّ اللّٰہَ یَرٰہُ یعنی کیا بخانا اُس نے یہ کہ اللہ دیکھتا ہے۔
- (۲) اَللّٰہُ تَوَدُّ اَنْ یُسَمَّیَ وَ اَلَا ذِہْنُ یعنی اللہ نور آسمانوں اور زمین کا ہے
- (۳) وَ هُوَ یُکَلِّ شَیْءٌ مُّحِیْطٌ یعنی اور وہ ہر شے کو محیط ہے۔
- (۴) وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ یعنی اور تمہارے نفسوں میں ہی کیا تم نہیں دیکھتے۔
- (۵) کُلٌّ فَمِنْ عِبَادِہٖ اِنْ یَنْقِیْ وَجْہَہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ یعنی جو اوپر زمین کے ہر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہیگی ذات تیرے رب صاحب بزرگی اور صاحب انعام کی۔
- (۶) وَ هُوَ مَعَكُمْ یٰ بَنِی اٰدَمَ اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔
- (۷) فَاٰیْنَ تَوَدُّوْا فَلَمْ یَرْحَمِہُ اللّٰہُ یعنی پس جہر کو نہ پھیر و پس وہیں منہ اللہ کا ہے۔
- (۸) هُوَ الْوَلَدُ وَ الْوَلَدُ مَعَ الْوَلَدِ یعنی وہی اول ہے۔ وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر

مراقبہ قدس

مراقبہ ہفت کام

مراقبہ بوجی

مراقبہ قرب نوافل

مراقبہ قرب فرائض

مراقبہ عین

ہے وہی باطن ہے یعنی اول و آخر ظاہر و باطن کوئی نہیں۔ مگر وہ ہے۔

(۹) مراقبہ قدس۔ حجرہ تنک و تاریک میں چشم کشادہ نظر ایک جگہ پر قائم کرے اور دل میں اِنَّكَ يَا نُوَادِ الْمُقْدِسِينَ طُوبَى كَالْقُصُورِ كَمْحَى۔ دل سے آواز آتی اَنَا اللّٰهُ کی آویگی اور انوار قدس سے مشرف ہو گا۔

(۱۰) مراقبہ ہفت کام پہنچ مراتب ہفت کام عبارت سبعہ صفات ذاتی سے ہے یعنی حیاتِ عالم۔ ارادت۔ قدرت۔ سمیع۔ بصیر۔ کلّام۔ اور پنج مراتب مراد ہے۔ ناسوت۔ ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت۔ باہوت۔ سے ہر مراتب میں یہ تصور کرے کہ وہ ذات پاک سچی ہے حیات خود۔ عِلْمِ ہے بعلم خود صمد ہے باراد خود قدیر ہے بقدرت خود سمیع ہے بسمع خود بصیر ہے بصیر خود کلیم ہے بکلام خود۔ جو چیز نظر آئے وہ ناسوت میں ہے اور ناسوت صورت ملکوت کی ہے اور ملکوت صورت جبروت کی۔ اور جبروت صورت لاہوت کی اور لاہوت صورت باہوت کی اور باہوت عین ذات ہے۔ پس وہ شے ہی حقیقت میں عین ذات ہے۔

(۱۱) مراقبہ بوجی۔ اپنے تئیں بحر ذات سمجھے۔ اور باقی اشیاء کو جناب کہ یہ سب اشیاء ظاہر ہو کر مجھ میں فنا ہو جاتی ہیں۔ سب کی اصل میں ہوں۔

(۱۲) مراقبہ قرب نوافل۔ سالک یہ تصور کرے کہ میں فاعل ہوں اور خدا آلہ ہے۔ یعنی سالک سچی ہے حیات حق علیم ہے بعلم حق مدید ہے باراد حق قدیر ہے بقدرت حق سمیع ہے بسمع حق بصیر ہے بصیر حق کلیم ہے بکلام حق۔

(۱۳) مراقبہ قرب فرائض۔ یعنی خدا فاعل اور بندہ اُس کا آلہ ہے یہاں سالک یہ تصور کرے کہ حق سمیع ہے سمیع سالک۔ اور موجود ہے بوجہ سالک کلیم ہے بکلام سالک بصیر ہے بصیر سالک قدیر ہے بقدرت سالک حاضر ہے بھنور سالک ناظر ہے بنظر سالک حیات ہے حیات سالک مدید ہے باراد سالک۔

(۱۴) مراقبہ نہ قرب نوافل نہ قرب فرائض بلکہ عین ہے یعنی سالک یہ تصور کرے کہ وہ خود حق سمیع۔ کلیم۔ قدیر۔ علیم۔ وغیرہ ہے۔

مراقباتِ خمسہ قادریہ محبوبیہ عارفانہ

(۱) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - اَللّٰهُ قَادِرٌ عَلٰی

(۲) وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَا كُنْتُمْ - اللَّهُ مَعِيَ

(۳) فَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَفْتَمِرُوا عَلَى اللَّهِ - اللَّهُ شَهِيدِي

(۴) اَلَمْ يَعْلَم بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى - اللّٰهُ مُنَاصِرِى

(۵) وَاللّٰهُ مُعَلِّمُ كُلِّ شَيْءٍ حَسْبَ ظَرْفٍ - اللّٰهُ حَاضِرِي

اور ان سب سے بہتر اور عمدہ مراقبہ بلفظ آنا ہے۔ بشمار سبست و یکبار اور قادر مطلق
یا زودہ اہم الہی کے کہ جو خاص ورد و شغل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تھا۔
ورد و شغل رکھے اور اس خاندان قادر یہ محبوبہ غوثیہ میں سر الاسرار مراقبہ
کن فیکون بحسبہ وجودات ہے پ:

یا درکھو کہ جب طالبِ صداق اور ادواذکار و اشتغال و مراقبات وغیرہ کرتا ہے تو اُس کو اس راہ میں چار کفر پیش آتے ہیں۔ ایک تو انکشاف سے پہلے آتا ہے اور دوسرا بعد انکشاف۔ جو انکشاف سے پہلے آتا ہے وہ کفر شرعی ہے۔ یعنی اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا اور اُس کے فرائض سے منکر ہونا جیسے کفار و مشرکین بت پرست ہیں۔ اور اپنی انانیت کو اُس کے سامنے قائم رکھنا جیسے ابلیس لعین و اور انکشاف کے بعد جو کفر پیش آتے ہیں وہ یہ ہیں۔ کفر نفسی۔ قلبی۔ روحی۔ کفر نفسی وہ ہے کہ اس راہ میں طالبِ صداق کو پہلے نو نفس انکشاف ہوتا ہے۔ اُس کو خدا نہ سمجھے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا حُجَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ مَرَّ اَوْکُوکِبًا قَالْ هَذَا رَبِّیْ یعنی پس جب وہ اپنے لپٹاؤں کو دیکھا

ایک تارہ دینی نور نفس، کہا یہ میرا رب ہو فلما آفل قال لا احبب الا ولین یعنی پس جب وہ چھپ گیا کہا میں دوست نہیں رکھتا چھپ جانے والے کو یعنی جب اس رتبہ سے ترقی پائی اور نور نفس قما ہوا تو کہا کہ میں فانی کو دوست نہیں رکھتا فلما آدا انور باز غافان ہذا اذتی یعنی پھر جب دیکھا چاند کو روشن کہا یہ میرا پروردگار ہے یعنی جب نور نفس سے ترقی پا کر نور قلب نمودار ہوا لطیفہ قلب کی روشنی قمر لیاۃ البدر کے مانند ہے تو کہا یہ ہی میرا مطلوب ہو فلما آفل قال لکن لکم یحد فی ربی لا کون من القوم الضالین یعنی پھر جب چھپ گیا تو کہا اگر نہ ہدایت کرے گا مجھ کو میرا دروگا تو البتہ میں ہو جاؤں گا قوم گمراہوں سے یعنی جب نور قلب بہ سبب ترقی کرنے کے قفا ہوا تو گھبرا کر کہنے لگے کہ خدا بچائے ایسا نہ ہو گمراہ ہو جاؤں فلما آدا الشمس باز غافان ہذا اذتی ہذا اکبر یعنی پھر جب دیکھا سورج کو روشن کہا یہ میرا پروردگار ہے یہ سب سے بڑا ہے یعنی جب نور قلب سے ترقی پائی اور انکشاف نور روح ہوا تو کہنے لگے کہ بس یہی میرا پروردگار ہے سب سے بڑا روشنی والا نور لطیفہ روح شمس کے مانند روشن ہے فلما آفل قال یقوم اتی بک فی صا شریکون یعنی پھر جب چھپ گیا کہا اے میری قوم میں بیزار ہوں اس چیز سے کہ تم شرکیا کرتے ہو میں تم شرکین کے ہمراہ نہیں ہوں یعنی جب نور روح سے ترقی پائی اور نور سبحانی بے کیف منکشف ہوا تو کہا ائی و جھٹ و جھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین یعنی تحقیق میں نے منوجہ کیا اپنے منہ کو واسطے اسکے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو توحید کرنے والا ہو کر اور میں نہیں مشرکین سے پس طالب کو لازم ہے کہ نیر نجات کو ہمیشہ نفی کرتا ہوا میدان توحید میں علم کا ٹپے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان بعد الکفر ہے۔

۵	ہنوز از کاف کفر خود خبر نیست کفر و ایمان قرین یک و گرانہ اولا کفر باید اسے درویش	حقائق سے ایمان را چہ دانی ہر کرا کفر نیست ایمان نیست در نہ سب کفر گن مسلمان نیست
	جب تک طالب کفر سے نہیں گذرتا مومن کامل نہیں ہوتا بلکہ جہتک کفر و ایمان کے	

جھگڑہ میں ہے محبوب۔ چنانچہ حضرت اویس قرنی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اِنَّ الْاَلْفَمَ وَ
اَلْاِیْمَانَ مَقَامَانِ مِنْ قُرَاءِ الْعَرَبِ حِجَابَانِ بَيْنَ اللّٰهِ رَبِّنَا الْعَبْدِ لَعْنِي كُفْرًا وَاِیْمَانًا ہر دو
مقام ہیں عرش سے آگے۔ ہر دو حجاب ہیں درمیان خدا اور بندہ کے۔ ۵

عاشقان را خضہ اور کارنسیت درگذشت از کفر و از ایمان ہم این تن تو گم شدہ این جان نماند مرد باشتی این چنین اسرار را در گذر از کفر و از ایمان مترس باز شو چون شیر مردان سوئے کار	عشق را با کفر و ایمان کارنسیت ہر کرد معرعت محکم قرم چون ترا این کفر و این ایمان نماند مرد میدان می شنوی این کار را پائے در نہ ہجو مردان مترس چند ترسی دست از طفلی بدار
بجملہ بر مغناں ایثار کر دیم میان دیدہ خود دیدار کر دیم	بہر نامیکہ در اسلام بودیم چو از کونین ہر دو دیدہ بستیم

پہلے ہم ذکر مصلوٰۃ و داعی میں وعدہ کر چکے ہیں کہ وجوہات حسنہ کا عروج و نزول شرح آئندہ
کسی مقام میں تخریر کریں گے سو اب ہم اس وعدہ کو پورا کرتے ہیں :

فصل ششم در بیان تجلیات الہی و تنزلات تعینات مجموعہ ذات و تشریح اینہام مع لوازمات تعلیم من عتبات نفسہ فقد عرف ربہ

زمانہ سابق میں یہ تعلیم خاندان قادریہ حوث تھیں بڑے زور سے ہوا کرتی تھی لیکن فی زمانہ
بجز اوراق کہیں نہیں نظر آتی۔ بلکہ حسنہ وجوہات کا کوئی نام بھی نہیں جانتا فسوس
صدافسوس۔ پس میں بھی اوراق میں ہی درج کرتا ہوں۔ مقصود اصلی سے پہلے
اس امر کو بیان کرنا کہ احدیت ذات لے اپنی تجلیات سے وجوہات عالم کا ظہور
کس طرح ہوا فرمایا۔ اور ذات کو ہر درجہ وجود میں ظہورات عالم سے کیا نسبت ہے
ضروری سمجھا گیا۔ اہل معرفت خوب آگاہ ہیں کہ ذات حق اپنی صلی حالت پر اکاں کما

بیان تجلیات الہی و تنزلات تعینات
مجموعہ وجوہات و تشریح اینہام مع لوازمات

کائنات قائم و برقرار ہے۔ اور عروج و نزول و تعینات سے منزہ و مقدس۔ لیکن صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے واسطے سمجھانے سالک مبتدی کے تنزلات و تعینات و تجلیات خمسہ وجودات احدیت ذات مقرر فرمائے ہیں یعنی تجلی اول واحد الوجود بتعین اطلاق عالم باہوت۔ تجلی دوم عارف الوجود بتعین وحدت و حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم عالم لاہوت۔ تجلی سوم متمتع الوجود بتعین واحدیت و ایمان ثابتہ عالم جبروت۔ تجلی چہارم ممکن الوجود بتعین ارواح جمیع مخلوقات عالم ملکوت۔ تجلی پنجم واجب الوجود بتعین اجساد و اجسام عالم ناسوت۔ پس ذات حق کو ہر درجہ وجود میں اپنے ظہورات سے جداگانہ نسبت ہے۔ یعنی عالم ناسوت واجب الوجود میں ذات کو اپنے منظر صفات کے ساتھ حاکم و محکوم کی نسبت ہے۔ اور عالم ملکوت ممکن الوجود میں اسی نسبت ہے جیسے باپ کو اولاد سے ہوتی ہے۔ اور عالم جبروت متمتع الوجود میں نسبت محبوبیت کی ہے۔ اور عالم لاہوت عارف الوجود میں نسبت عاشقی پر تفضیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ظہورات کو ان پانچ وجودات میں ختم کیا ہے یعنی واحد الوجود۔ عارف الوجود۔ متمتع الوجود۔ ممکن الوجود۔ واجب الوجود۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اول ذات بخت نے بتعین اطلاق واحد الوجود نام پایا۔ کما قال علیہ السلام کَانَ اللّٰهُ وَكَذَلِكَ مَعَهُ شَيْءٌ یَعْنِی اللّٰهُ تَعَالٰی اور نہ حتیٰ اُسکے ساتھ کوئی شے پھر اُس ذات مقدس نے بتعین عارف الوجود جس کا نام نامی نور و حقیقت محمدی ہے بعلم اجمالی ظہور فرمایا کما قال علیہ السلام اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرٍ یَعْنِی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے ہی نور کو اپنا مظہر بنایا۔ پھر اُس اپنے نور کے جمال بے مثال کو ملاحظہ فرما کر خود کو عاشق اور اُس نور قدسی کو اپنا محبوب بنایا۔ چنانچہ حدیث قدسی لَوْلَا کَ لَمَّا اَظْهَرْتُ السَّوْدِیَّتَ گواہ ہے یعنی اے محمد صلعم اگر تو نہ ہوتا میں البتہ اپنی ربیت کو ظاہر نہ کرتا اللہ تعالیٰ کو اس درجہ وجود میں اپنے مظہر کے ساتھ نسبت عاشقی کی ہے پھر اس لطیف کو

۱۲۰ یہ حدیث بخاری میں ہے۔

۱۲۱ یہ حدیث مواہب اللدنیہ میں ہے۔

عرفان بخشا تاکہ اپنے نفس کی معرفت سے اپنے رب کی معرفت حاصل کرے اور حق عزت
 نفسہ فقد عرف ذلک کی تصدیق ہو جائے۔ پس اس عرفان کی وجہ سے اس نور
 مقدس کو روح قدسی کا خطاب عنایت ہوا۔ اور عالم جبروت حقیقت انسانی میں تعین متنع
 الوجود علم تفصیلی ظہور فرمایا۔ اس درجہ وجود میں اس روح قدسی نے بوسیۃ شناخت خود
 ذات واحد کو موصوف بصفات سبعہ شناخت کر کے ذات پر عاشق ہو گئی۔ اس مرتبہ
 میں ذات کو اپنے مظہر سے نسبت محبوبیت کی ہے یعنی اس مقام میں ذات الہی محبوب
 ہے اور مظہر عاشق پھر تعین ممکن الوجود جسکو عالم ملکوت کہتے ہیں ظہور فرمایا اور بوجہ
 محال شان محبوبی خود روح قدسی سے ارواح غیر تناسلی آمینہ ہائے مختلف الالوان کو
 ظہور میں لایا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ
 أَلْوَانِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ فِي ذَلِكَ لَا بَيِّنَاتٍ لِلْعَالَمِينَ یعنی ارواح کی نشانیوں میں سے
 ہے پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اور اختلاف بھاری بولیوں کا اور بھارے
 رنگوں کا۔ البتہ اس میں نشانیاں ہیں واسطے عالموں یعنی عارفوں کے تاکہ اپنے حسن
 جمال کو ان مرآتہ مختلفہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس مقام ممکن الوجود میں ذات حق کو اپنے
 ظہور سے ایسی نسبت ہو جیسے باپ کو اولاد سے۔ اور اولاد کو باپ سے یعنی اس مرتبہ ملکوتیہ
 میں ذات حق باپ کی مانند جیم و کریم و تربیت دہوریش کنندہ ہو اور مخلوق کو اولاد کی طرح
 نہ خوف عذاب ہو نہ امید ثواب نہ خیال عطائے طلب عرفان نہ آرزوئے حصول کمالات پس
 ذات حق واسطے اثبات ربوبیت و اجرائے حکم قضا و قدر خود ان ارواح کی تربیت کے لیے پہلے
 قہر و عطا و کرم و رحم کو ارواح پر اظہار کر کے اَسَلْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا عِبَادُوتِی کا اقرار
 لیا اور سب کو وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ کے خطاب سے مشرف فرمایا۔ اور ہر ایک کو اَنَا جَعَلْتُكَ
 خَلِيفَةً فِی الْاَرْضِ اپنی نیابت و خلافت کا حکم سنایا ثُمَّ دَرَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ پھر عالم
 جسمیات میں بیچ کر حکم قیام کا فرمایا۔ یہاں عالم ناسوت میں پہنچتے ہی ہر ایک کو دعوے
 خلافت ہوا کما قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ اَلْاَرْضِ وَدَفَعَ بَعْضُکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

كَذَٰبَتْ كَيْلُوكُمْ فَيَا أَتَكْمَرُ یعنی اور اسی نے تم کو کیا ہے ناب زمین میں اور بلند کئے تم میں
درجے ایک کے ایک پر کہ آئے تم کو اپنے دیئے حکم میں اس سے ہر ایک کو علم ہو گیا کہ ہم
ناب ہیں پس اس لئے ہر ایک نے دعوائے نیابت کیا۔ اور آپس میں ہر طرح کے نزاع و فساد
شروع ہوئے پھر ذات حق نے نشانِ حکم احوال میں اپنے بندگان خاص کی معرفت احکام بھیجے
شروع کر دیئے پس ذات حق بدرجہ واجب الوجود عالم ناسوت میں مہملہ حاکم کے ہے۔ پوشیدہ
ہیں کہ ذات اوجہانہ تعالیٰ نے مجسمہ وجودات عالم ظہور فرمایا اور اپنے ان تخرکات کا نام مجسمہ وجودات
رکھا ہے۔ ائمہ برسر مطلب اب احوال و وجہ مفصل سنئے۔

تجلی پنجم معرفت واجب الوجود تعین جہام

تن خاکی روح نامی ہوکل میکائیل۔ اس ہوکل کا یہ کام ہے کہ اوپر سے فیض لے اور اجسام کو
دے یعنی پرورش اجسام اس کا کام ہے تشریح واجب الوجود بحسب اصطلاح علمائے شریعت وجود
باری عزائے کو کہتے ہیں کہ جو بذات خود قائم و دائم ہے اور تغیر و تبدل و حادث و فنا کو اس کے
سراپردہ عزت کے گرد نہ نہیں اور جملہ جو موجودات کو بن اُس کے ذاتی وجود سے نمود میں
آئی ہیں لیکن اصطلاح صوفیہ کرام اس جہدِ عنصری کو واجب الوجود یعنی لازم الوجود کہتے ہیں
یہاں وجود بمعنی جسم ہے کہ روح حیوانی و طبعی و نباتی نامی کو بغیر جسمِ عنصری ظہور میں ہرگز قیام و ثبات
نہیں ایسے یہ جہدِ عنصری روح کی واسطے واجب لازم قرار پایا۔ یہ جو عنصری موجب نزولِ حرمت
و موردِ روبرو فیضانِ الہی ہے اور سبب حصول مراتب مقاصد غیر مقناہی کا اگر یہ وجود عنصری نہ ہوتا
تو کوئی شخص مرتبہ نبوت و رسالت و ولایت وغیرہ کو نہ پہنچتا۔ اس جہدِ عنصری میں اللہ تعالیٰ نے
اپنی عجیب و غریب حکمت بالغہ کا اظہار فرمایا ہے کہ عقل جزوی اسکے اورک میں حیران و پریشان ہے
یعنی عناصر متضادہ کو ایک جامع کر کے ان میں حواس مختلفہ کو پیدا کرنا اور حواس میں لذائذ اور
لذائذ میں کیفیات کو قائم رکھنا وغیرہ وغیرہ جو فہم و قیاس عقل و حکما زمانہ سے بالاتر ہے عجب
وجود ہے کہ جمیع وجودات یعنی ممکن الوجود و متعین الوجود و عارف الوجود و واحد الوجود و سبب الوجود
موجود ہیں اور پھر یہ خود ہر ایک وجود میں موجود۔ عجب عالمِ صغیر ہے کہ عالمِ کبیر بھی اسکے اندر لپٹا

معرفت واجب الوجود تعین جہام

ہو ہیو۔ پس علم الہی جو اس کا راز آج تک کسی پر نکشف نہیں ہوا لا یَعْلَمُ حَقِيقَتَهُ اِلَّا هُوَ یہ الہی
تعالیٰ پانچویں اور ممکن الوجود کا مظہر پر توہم الہی تعالیٰ نے اس وجود کو تن خاکی و روح حیوانی و
طبعی و فاعلی غایت فرمایا ہو اور تن خاکی و روح حیوانی کے اتصال سے قلب مضغہ کل صنوبری
مع درج کمالات ظہور میں آیا پانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے اِنَّ فِيْ جَسَدِ اَدَمَ لَمُضْغَةٌ وَّ فِي
الْمُضْغَةِ قَلْبٌ وَّ فِي الْقَلْبِ نُوَادٍ وَّ فِي النُّوَادِ ضَمِيرٌ وَّ فِي الضَّمِيرِ سِرٌّ وَّ اَنَا اَعْنِي السِّرَّ قَلْب
مضغہ صنوبری میں یہ خود آور ممکن الوجود متمتع الوجود و عارف الوجود و و احد الوجود و روح حیوانی
و روح متحرک و روح ناطق و روح قدسی و ذات احدیت کے نام سے موسوم ہیں موجود ہیں سبحان
مضغہ صنوبری ہے یا فادہ طلسمات جس چیز کو وضو نہ وہ سب اس میں موجود بلکہ احدیت ذات
کا پتہ بھی اسی میں ہی لکھا ہے و فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفْلا تَبْصُرُوْنَ پھر اس مضغہ صنوبری میں
ایک قابلیت رکھی گئی ہے جس کا نام نفس تارہ ہے یعنی خواہشات مذمومہ اِنَّ النُّفُسَ كُنَّ اَفْلا
بِالسُّوءِ جب روح حیوانی طبعی نامی اس جسد غصری میں قائم ہوئی تو چونکہ جسد پہلے ہی سے مجموعہ
طلسمات عناصر متضادہ و حواس مختلفہ و لذائذ غریبہ کا پتلا بن رہا تھا آتے ہی گرفتار طلسمات
ہو گئی اور ناجنسوں کی صحبت میں لذائذ کی طرف میلان کیا اور دل کی معینہ مددگار گئی سچ

صحبت طالع تراصل لے کند

صحبت طالع تراصل لے کند

دل میں مارگی کی صفت تو پہلے ہی سے موجود تھی دیوانہ راہوں سے بس بہت کامضون ہو گیا
اکی شغلاک سے دل خصال ذمیرہ خواہشات ملسونہ کا مخزن بن گیا۔ اسی اسطے انسان لذائذ و
خواہشات حیوانی شہوانی میں مبتلا بلا استیاء ہی کو نفس مارہ کہتے ہیں یہ مقام روح نامیہ کا
ہو اور جسم میں دل مضغہ گوشت بصورت گل صنوبر مقام نفس مارہ ہو اگر کوئی طالب صادق
اس قیدہ جہانی و کیدہ نفس مارہ سے خلاصی و مخرج عرقت نفسہ ففقد عرقت ربہ کے راز
سے آگاہی و منزل اسفل السافلین سے ذات احدیت کی طرف عروج کرنا چاہے تو اول
صفات ذمیرہ قلبی کو توحید افعالی لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عامل علی الشریعت ہو اور بموجب ارشاد پیر کامل ذکر
لسانی میں جس کو خلق کہتے ہیں مشغول ہے تاکہ کید نفس مارہ سے نجات پائے کما قال علیہ
لے قلب یعنی روح حیوانی طبعی نواذ یعنی روح متحرک ضمیر یعنی روح ناطق یعنی روح قدسی۔ انا یعنی ذات واحد الوجود

واجب الوجود
تلمضغہ صنوبری تن خاکی

فصل بارہ

توحید افعالی

تعلیم غریبہ

تعلیم غریبہ

تعلیم غریبہ

السلام لكل شئ موصولة وموصلة القلب ذكر الله تعالى تاکہ آمینہ قلب زنگ نام
 سے پاک و صاف ہو کر عکس قبول کرنے لگے۔ پھر مراقبہ شرعی جس کا نام احسان ہے کیا قال
 علیہ السلام فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يُرَاكَ کو یہ وقت مد نظر رکھے یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے
 اقوال اعمال احوال پر سمیع و بصیر و حاضر و ناظر جانے پھر نفسی و اثبات سے ہم ذات
 کی طرف رجوع کرے۔ اور مذکور اسم ذات مجرد و انصاف ہمیشہ زبان کو متحرک رکھے تاکہ ذوق
 و مشوق پیدا ہو یہاں تک کہ مستغرق ہو جائے۔ اور ساتھ ہی اس بات کا بھی تصور رکھے
 کہ یہ میرا جسم خاکی مجھ سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ یہاں تک تصور کو بڑھائے کہ جسم ناسوتی جدا
 نظر آنے لگے۔ پھر تجرید و تفرید کو اختیار کرے۔ و نام سے مجرد ہونے کا نام تجرید ہے۔ اور
 علاق سے منفرد ہو جانے کا نام تفرید الکو مضبوطی سے اپنی ذات پر لازم سمجھے کہ پھر نعش
 نہ ہو۔ اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر درجہ وجود میں سالک کو مَن عَرَفَتْ نَفْسَهُ فَقَدْ
 عَرَفَتْ رَبَّهُ کے معنی جداگانہ کیفیت سے منکشف ہوتے ہیں یعنی اپنے نفس کی معرفت
 کے ذریعہ سے معرفت رب حاصل کرتا ہے اور سب مدارج کے اختتام پر معرفت رب
 الارباب ہوتی ہے ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ مِمَّا شَاءَ عَالَمِ نَاسُوتِ میں معرفت نفس
 و معرفت رب بعین قیاس ہے یعنی اپنے نفس کی شناخت پر معرفت رب قیاس کرتا ہے
 پس اس درجہ میں سالک شق اول کے معنی قیاساً مفہوم کرتا ہے کہ میں عبد ہوں بندہ
 ہوں محکوم ہوں بے صنوع ہوں۔ اور شق ثانی کو اسی پر قیاس کرتا ہے کہ رب میرا معبود ہے
 مالک ہے حاکم ہے مصلح ہے اور قیاس کرتا ہے کہ اس عالم کا کوئی مصلح ضروری جو اپنی صنعت
 کاملہ سے اسکو بطرز و قلموں صفحہ اظہار میں لایا ہے۔ وہی میرا پروردگار ہے غرض اس درجہ وجود
 میں مصلح کو صنعت سے شناخت کرتا ہے پس جب تن خاکی سالک کو الگ نظر آنے
 لگے تو اس حالت والیکو عارف کہتے ہیں پھر اسم ذات میں ایسا مشغول ہو کہ ہر بن کو
 سلطان لاؤ کار جاری ہو جائے اسکے بعد وہ تن خاکی جو تصور میں جدا نظر آنے لگا ہے
 اُس تصور کو بیک لحظہ اٹھائے۔ اور خواب ناسوتی سے بیدار ہو ہوشیار ہو کر واسطے حصول
 ممکن الوجود کے کوشش بلیغ کرے ممکن الوجود وہ وجود مثالی ہے جو حالت خواب میں

اسی وجود کے مثال سیر کرتا ہوا نظر آتا ہے اور یہ وجود مثالی شہادت مبداء میں حاصل ہوتا ہے۔ شہادت مبداء واسطے ترک کرنے واجب الوجود حاصل کرنے ممکن الوجود کے مقرر ہے۔ شہادت مبداء وہ ہے کہ تن خاکی کے تمام حرکات و سکنات کو نگاہ میں رکھتے اور ساکن ہو کر باطن کی طرف متوجہ ہو جائے اور خوب بنور و بکیتا رہے کہ بوقت سکون جب غرضی میں جو سو سو حرکت و خطرہ ظاہر ہو بالیقین جانے کہ یہ ممکن الوجود کی طرف سے ہے شہادت مبداء وہ قسم ہے رسمی و عینی۔ شہادت مبداء رسمی وہ ہے کہ اپنے تصور کو اس وجود خاکی سے اٹھائے اور وجود مثالی روحانی کو جو خواب میں سیر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کو اپنی نظر نظوری میں قائم کرے اور یقین خیال کرے کہ میرا خاص وجود یہی ہے نہ وجود خاکی اور اس کا کمال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے تن خاکی میں سوئی گاڑے تو کچھ خبر نہ ہو۔ اور شہادت مبداء عینی یہ ہے کہ اپنے تن خاکی کو از سر تا قدم علیحدہ دیکھے اور اس کا کمال یہ ہے کہ بیخ و راحت لذت و تلذذ بدرجہ مساوات ہو جائے بلکہ تکلیف و عذاب سے لذت زیادہ اٹھائے جن تک سالک کو شہادت مبداء عینی میں وجود مثالی نظر نہ آئے ہر وقت حصول وجود روحانی میں مشغول رہے یہاں تک کہ وجود ناسوتی کو فنا و وجود ملکوتی میں بقا حاصل ہو جائے اس حال کے صاحب کو داصل کہتے ہیں یہ منزل ناسوت ہے۔

طریقہ حصول ممکن الوجود ملکوتی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ باجائز پیر کامل اوقات ہر ارات وجودات خمسہ اس مراقبہ میں مشغول ہو۔

چشم بند و گوش بند و لب بند	گر نہ بینی سب حق برما بخند
----------------------------	----------------------------

یعنی مقام تنہائی میں حجرہ کا دروازہ بند کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور چشم و گوش و لب بند کر کے اپنی نظر باطنی و توجہ قلبی کو اپنی نیت پر قائم کرے اور اس کی محافظت کرتا رہے کہ علم سے پوشیدہ نہ ہو جائے یعنی اپنے علم کو بھی قائم رکھے ایسا نہ ہو کہ مدہوشی طاری ہو جائے اس میں نقصان ہے ہوشیار رہے یہاں تسخیرات علائق بدرجہ کمال ہے اس طرف طفت نہ ہو کہ طے منازل سے رہ جائیگا۔ بلکہ ظہورات ذات حق کی جانب متوجہ رہے۔ اس شغل کو ہر روز

شہادت مبداء

شہادت مبداء رسمی

شہادت مبداء عینی

طریقہ حصول ممکن الوجود ملکوتی

بعد نماز صبح چار گھنٹہ تک کرتا ہے اور بعد نماز ظہر پانچ بجے عصر تک مشغول ہے اور رات کو بعد از
عشاء صوتِ سرمدی میں اللہ ہو کو شامل کرتے ہو کو متدبر اور کھینچ کر دماغ میں لیجائے اور
جس دم کرے اور جب دم بہتایت پہنچے تو انا سمیع بصیر علیہم کہہ کر چھوڑے پھر سطح ہو
کو آواز سرمدی کی ساتھ دماغ میں لیجائے اور اسی آواز پر ہو کا تصور جائے رکھے ابتدا میں
اپنے اوپر یہ امر لازمی سمجھے کہ اپنے خیالِ نظر دل کو اسی آواز پر لفظ ہو قائم رکھے تاکہ خیال
و نظر دل سمع میں قائم رہے ورنہ سمع سے پوشیدہ ہو جائیگی اور یہ نقصان ہے۔ جب تک جس دم
کی طاقت رہے توجہ و نظر دل اسی آواز میں تصور ہو قائم رکھے اور اس بات کا بھی تصور رکھے
کہ میں ہی سنتا ہوں میں ہی دیکھتا ہوں میں ہی جانتا ہوں میرے سو کوئی دوسرا نہیں اس لقبہ
میں تصور ہو یا آواز سرمدی و توجہ و نظر دل اس آواز پر اور شنوائی بینائی و دانائی معمول ہیں اسی
طرح نو بار دم کو روکے اور چھوڑے اس شمار سے کم و زیش نہ کرے کہ یہ عدد آتہات اعداد ہے
اور اگر ہو سکے تو اکیس یا اکتالیس بار تک نوبت پہنچائے پھر اس تعداد سے فراع ہو کر ایک گنت
نماز اس ترکیب سے او کرے اور جس نیت سے پڑھیکا اس کا اثر چالیس روز میں محسوس ہونے لگیگا
یعنی اگر یہ نیت مشہور و مشاہدہ ممکن الوجود و کشف کوئی و آہی و تصرفات و خوارقِ عادات و طی
الارض و مثنیٰ علی الہو اور دریا وغیرہ یا حصول مال و دولت و تسخیرِ خلائق و فتوح وغیرہ غرض جس نیت
پڑھیکا اس کا اثر بہت جلد دیکھ سکے گا۔ اسکی ترکیب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر واحد رکعت نماز بھول ممکن
الوجود اللہ اکبر کہہ کر آگئیں بند کر کے خاموش کہہ کر اسے اور آواز سرمدی میں ہو کو شامل کر کے
دماغ میں لیجائے اور توجہ و نظر دل کو اس آواز پر قائم رکھے پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسری بار
اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور ہو کا تصور اس آواز میں قائم رکھے پھر تھوڑی دیر کے بعد
اللہ اکبر کہہ کر قیام کرے اور اس آواز میں ہو کا تصور رکھے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے
اور ہو کے تصور کو قائم رکھے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر کو اٹھائے اور طلبہ میں اسی تصور کو
قائم رکھے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے اور تصور کو قائم رکھے پھر اللہ اکبر کہہ کر سر کو اٹھائے
اور التحیات کی جگہ تصور ہو کو قائم رکھے پھر اللہ اکبر کہہ کر دینی طرف بہ نیت سلام منہ پھیرے اور تصور
کو قائم رکھے پھر اللہ اکبر کہہ کر نیت سلام بائیں جانب منہ پھیرے اور اسی تصور میں بیٹھا رہے

بہشت خلق بہشت حروف

پھر جب پاب کھڑا ہو جائے نماز ختم ہوئی لیکن ہر رکن میں دوبار میں دم کرے اور چھوٹے اور نماز کے خاتمہ پر جو دعا طلب کرے قبول ہوگی لیکن جب قدر ہر رکن میں دیر لگائی جائے زیادہ ہوگا۔ اور اگر ان سب امکان میں میں دم کرے تو بہتر ہے جب شہادت مبارک علی میں سالک کو وجود ملکوتی نظر آنے لگے تو تین خالی کو بجا لے شغل سپر و خداوند کریم و مافظہ تحقیق کرے۔ وہ ہفت شغل بہشت حروف ہیں ثی۔ ہ۔ و۔ ی۔ ع۔ ح۔ ث۔ اول حرف یا کو زیر اقام تصور کر کے ان کلمات کو طلب استقامت و عمارت کے یحییٰ لَنَا اِلَهًا سَمِيحًا وَ تَبَّتْ اَقْدَامُنَا اِلَـهَ اَللّٰهِ مَعْنٰی اے اللہ تیری یا میں پھر استقامت کو آسان کرو میرے قدموں کو اپنی عبادت میں ثابت رکھ اور حرف ہا کو بجائے زانو منفر کر کے یہ دعا مانگے هَذِهِ جَلَسْتَنَا يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی اے اللہ میرے زانوؤں کو اپنی عبادت میں بیٹھا رکھ حرف واؤ بجائے قلب انفاس تصور کر کے یہ دعا مانگے وَ شَعْنُ قَلْبُنَا لِقَبُولِ قَبَضَانِكَ وَ اَحْفَظْ اَنْفَاسَنَا عَنِ الْفَقْلِ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی اے اللہ میرے دل کو فراحی بخش تاکہ تیرے فیضان کو قبول کر سکے اور میرے انفاس کو غفلت سے محفوظ رکھ کہ کوئی دم تیری یا سے خالی نہ جائے حرف نوون بجائے سینہ تصور کر کے یہ دعا طلب کرے نَعْمَتُنَا بِنِعْمَتِكَ الْحَقِّ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی یا الہی اپنی نعمت خدائی و نورانی سے میرے سینہ کو پر کرے حرف میم کو بجائے حلقوم تصور کر کے اسکی دعوت یہ ہے ہر ہریم الحاقی بد کر یا اَللّٰهُ مَعْنٰی یا الہی میرے حلق کو اپنے ذکر میں الحاق عطا فرما کہ ہر وقت تیری یاد میں مشغول رہے حرف لام بجائے پیشانی منفر ہے اس طرح دعا کر لَقِّنَا ذِكْرًا اَفَايْضًا لِنُورِكَ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی یا الہی مجھے ایسا ذکر تلقین فرما کہ میری پیشانی ترے نور کا افاضہ کر کے منور ہو جائے حرف کاف بجائے دماغ منفر کیا ہے۔ اسکی دعوت یہ ہے کَمَلْ مَشَامَنَا بِذِكْرِكَ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی یا الہی میرے دماغ کو اپنی یاد و محبت سے مکمل فرما کہ سوائے تیرے سب کو مجھوں جاؤں شہادت مبارک علی میں اشتغال کو باریگاہ حق جل و علی شانہ بجز و نیاز ہمیشہ کرتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس وجود خالی کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اپنے الطاف غیم سے ممکن الوجود کی معرفت عطا فرما کر طریقت کی راہ دکھائے۔

تجلی چہارم متعین ممکن الوجود

تن روحانی متحرک و ریح حیوانی و موکل ہر اہل۔ اس موکل کا یہ کام ہے کہ منتع الوجود سے فیض لے

ممكن الوجود

اور ممکن الوجود کو پہنچائے تفسیر ممکن الوجود منقطع الوجود کا منظر و پرتو ہے حدیث قدسی میں خلقت
 الخلق کا اشارہ اسی ممکن الوجود کی طرف ہے۔ یہ منبع جمیع مخلوقات ہر دو عالم ہی بلکہ یہ جامع عالم اجساد و
 عالم ارواح کا وجود ہے۔ ممکن الوجود وہ جس کا عدم وجود مساوی قضا نہ ذات حق ہو۔ اور یہ وہ وجود
 روحانی ہے جو عالم خواب میں اسی جسم خاکی کی صورت و شکل میں سیر کرتا ہوا نظر آتا ہے اسی کو روح مسافر و
 روح جاری و روح سیرانی کہتے ہیں۔ اسی روح جاری کا نام ممکن الوجود ہے۔ بروز مثنیٰ اَللّٰهُتِ بِرَبِّکُمْ
 کی مخاطب یہ ہی روح تھی۔ اور اسی روح نے جواب میں بتلی کہا تھا۔ اِس رُوحِ کَاقِیَامِ بِرُوحِ نَاطِقِ ہُو کہ
 وہ عین روح قدسی ہے جو پرتوہ ذات حق ہے یہ ممکن الوجود ہے کہ ظہور اشیا و امکانات یہی اللہ تعالیٰ نے
 اِس وجود کو تن روحانی یعنی وجود ملک و مثالی جو عالم خواب میں نظر آتا ہے اور روح متحرک و سیرانی
 جو حالت خواب اس جسم مثالی کو اٹھا کر سیر و طیر کرتا ہے عنایت فرمایا اس کو خواب بیداری میں ہرگز
 آرام و قرار نہیں۔ تن روحانی و روح متحرک کے انشمال سے قلب منیب کا ظہور ہوا۔ اِس قلب میں
 قابلیت تو لگی یعنی خواہش حصول اوصاف جمیدہ ملکبہ رکھی گئی ہے اور اسی کا نام نفس لوامہ ہے
 کما قال اللہ تعالیٰ لَا اَقْسَمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ وَلَا اَقْسَمُ بِالنَّفْسِ الْکَوَامَةِ یَہُ نَفْسِ اَرْحَمِ کَوْبَرٰی
 پر ملامت و نفص کی صلاح و ماسوی اللہ سے اعراض کرتا ہے اور توجہ تمام بسوئے حق رکھتا ہے
 یہ قابلیت و حقیقت قلب منیب ہے۔ واجب الوجود و غصری کا نام ہوا ہے اور ممکن الوجود روحانی کا
 نام صفا وہ عالم ہوا میں سیر کرتا ہے اور یہ عالم صفائیں روح متحرک کا مقام قلب منیب ہے اور
 یہ روح ہمیشہ حرکت میں رہتی ہے اور اس میں قوت سیر و طیر اس قدر ہے کہ طرفہ العین میں مشرق
 سے مغرب تک اور فرشتے سے عرش تک پہنچ سکتی ہے اور اس کو سکون اُس وقت ہوتا ہے کہ جب
 سالک منصف بصفت نفس لوامہ ہو کہ قلب منیب میں داخل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ هُوَ
 خَتَمَ الرَّحْمٰنُ بِالْغَیْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِیبٍ لِّدْخُلِہَا بِسَکْمِ خَلِیْقِ یَوْمِ الْخُلُودِ یعنی جو
 شخص اللہ سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور آتا ہے قلب منیب میں داخل ہوا اُس میں ساتھ سلامتی
 کے یہ دن ہمیشہ رہنے کا۔ گو بیلج سلامتی میں داخل ہو گیا لَہُمْ مَا لَیْسَاؤُنْ فِیْہَا وَلَکَ دَیْنَاہُمْ
 یعنی اور واسطے ان کے ہے جو کچھ کہ چاہیں گے۔ اور نزدیک ہمارے ہے زیادتی طلب
 منیب کی یہ خاصیت ہے کہ روح متحرک کی حرکات طبعیہ کو اپنے میں قبض و جذب کرتا ہے یعنی روح

روح متحرک
 تن روحانی
 قلب منیب
 نفس لوامہ

متحرک اپنی حرکات اختیار یہ سے کہ مقتضائے طبع حقیقت میں وہ غلطاری میں اور دخول عالم ملکوت
کی مانع باہر آجاتی ہے حرکات غلطاریہ عادیہ عالم ملکوت میں نہیں ہیں کیونکہ ملائکہ مامور بامر حق ہیں
حرکت اختیار یہی نہیں کہتے بس واجب الوجود غصہ کی حرکت باطن کو جو ممکن الوجود روحانی کی
روح متحرک میں ابھی کچھ باقی تھی قلب فیہ جب کو جذب کر لیا بس قلب فیہ کا کام ختم ہوا اب
کاوانی نفس لوازمہ کی شروع ہوئی جب سالک بقیہ حرکات نفس مارہ سے کہ وہ صفات فیہ ہیں
خبردار ہو کر آگاہی پالیتا ہے کہ اگرچہ نفس مارہ جاتا رہا ہے لیکن جو کچھ اس کے ذہن کا اثر باقی رہ گیا ہو
اسکو نفس لوازمہ اہل کر دیتا ہے کیونکہ اسکے صفات جمیدہ ملکیت میں۔ تو سالک اس مقام پر صفات ملکوتی
منتصف ہو کر باقی ماندہ صفات مارگی سے صفائی حاصل کر لیتا ہے۔ اسوقت سالک کو حیثیت حاظ
معرفت حق بہ فہم وہم ہوتی ہے فہم وہم وہ ہے کہ جو کچھ اس کے لائق حال ہو معرفت الہی حاصل کرے
یعنی جیسے واجب الوجود غصہ کی فہم قیاس تھا کہ صانع کو یہ صفت صنعت شناخت کیا تھا اب ممکن الوجود
میں فاعل کو فعل سے شناخت کرتا ہے یعنی سالک اپنی ذات کو فعل و ذات حق کو فاعل جانتا ہے۔
پس اس مقام میں مَنْ عَرَفَتْ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَتْ رَبَّہَا کے یہی معنی ہیں رصانع و فاعل میں فرق
ہے کہ صانع غیب میں ہے اور فاعل حضور میں۔ ملائکہ فہم وہم حق تعالیٰ کو بالیقین فاعل و
حاضر بالفعل جانتے ہیں۔ اور امر حق کو بعینہ منتصرف و نافذ دیکھتے ہیں اپنے ارادہ سے کچھ نہیں کر سکتے
کہ مامور بامر حق ہیں۔ اس مقام میں سالک کا فہم وہم بھی اسی قلیل پر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے افعال طبعی
کو بالکل ترک کر دیتا ہے اور کوئی فعل بدون امر حق اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا اس کا نام توحید افعالی ہے اور
بعد توحید افعالی سالک کو تجرید و تفرید کا اختیار کرنا لازم ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو عالم ملکیت میں فاعل افعال کی
اپنے افعال سے مجرود ہو جانے کا نام تجرید ہے اور اپنے افعال طبعی سے ستر انفراد ہو کر وجود روحانی میں داخل
ہونا اور ملائکہ کے مانند طاعت و عبادت میں بامنتثال امر حق مشغول ہو جانے کا نام تفرید ہے جب سالک
کی توحید افعالی تجرید و تفرید کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے تو راہ طریقت بے تکلف اس پر کشادہ ہو جاتا ہے بغیر کلیہ
توحید و منزل فقر کا کوئی دروازہ کشادہ نہیں ہو سکتا ہر منزل کی توحید جہادگانہ مقرر ہے اور فقر کے ہر ایک مقام
و منزل میں سالک سے اول توحید کا سوال ہوتا ہے اگر سالک نے جواب شافی دیا تو حکم گئے جانے
کا ملتا ہے ورنہ واپس کیا جاتا ہے اور جب حکم مل جاتا ہے تو اس پر عبادت طریقت لازم ہو جاتی ہے

مستقیم

توحید افعالی

تجرید و تفرید

راہ طریقت

یعنی تجربہ و تفریق و تیان نفی نظرات میں مشغول ہوا اور جو خطرہ دل میں آئے ہمیشہ سکون فی کرتا ہے اور مقام خطرہ میں ذکر الہی کو قائم رکھے یعنی غیر اللہ سے اعراض کر کے متوجہ الی اللہ ہے اسکو مراقبہ طریقت بھی کہتے ہیں یہ مقام بدرجہ غایت سیر و طہیر کا ہے جہاں چاہے ارادہ کے ساتھ ہی پہنچ سکتا ہے اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا مگر ذکر قلبی میں اور ذکر قلبی کو دوسو کہتے ہیں یعنی قلب نیب کو باہم ذات بالقصور صفات اسما حسنہ مثلاً رحمن و رحیم و کریم و قادر و ورزاق وغیرہ سے ہر وقت ذکر رکھے یا زبان ممکن الوجود کو باہم ذات بالقصور صفات قلب نیب میں ذکر رکھے اس سے معرفت و محبت زیادہ ہوتی ہے اس کو مشاہدہ طریقت کہتے ہیں اور صاحب حال کو عارف اس مقام پر انکشافات عالم ملکوت و صفات اسماء الہی کا استفادہ ہوتا ہے کہ اسکے ذوق و شوق میں باطل بے خبر و مدہوش ہو جاتا ہے اسی حالت میں لے کو عاشق کہتے ہیں کشف کونیات و اخبار مغیبات اس منزل ملکوت کا لازمہ ہے اور بوجہ عجائبات الہی سالک کو اس عالم ملکوت سے نکلنا بسا و شوار ہو جاتا ہے اس پر فریقہ نہ ہو کہ منزل مقصود ابھی بہت دور ہے رع

نباید برسرِ پل ایستادن

اگر سالک کو اس عالم سے نکلنا منظور ہو تو اسکی یہ صورت ہے کہ کمر ہمت باندھ کر راہ منزل حقیقت کی جستجو میں شہادت و جد کو اختیار کرے کہ شہادت و جد اور اسے انقطاع ممکن الوجود عالم ملکوت حصول متنع الوجود عالم جبروت کے معین ہے ممکن الوجود وہ ہے کہ کبھی نیست اور کبھی بہت بخود قائم نہیں رہتا مگر برحق متعلق اور اس کی یہ شناخت ہے کہ عالم خواب میں اپنے وجود امکانی سے کبھی نیست اور کبھی بہت ہوتا ہے یعنی حالت خواب میں کبھی ظاہر ہو کر تماشایکیتا ہے اور کبھی خواب غفلت میں معطل و معزول ہو کر پوشیدہ ہو جاتا ہے اور کوئی شے اسکو نظر نہیں آتی پس جو چیز اس کو معزول کر کے اپنے میں پوشیدہ کر لیتی ہے اسی کو متنع الوجود کہتے ہیں اور اسکا حصول شہادت و جد پر موقوف ہے اور یہ دو قسم ہے شہادت و جد راسی و شہادت و جد عینی شہادت و جد راسی یہ ہے کہ سالک اپنے ممکن الوجود کو یک لخت ترک کر کے نسبتاً منبیا کر دے اور ہوش رسانی و بیداری میں حالت خواب غفلت کو اپنے اوپر طاری کرے اور اس استغراق کو بہانہ نک بڑا کرے کہ اس وجود فنا و وجود و ناپیدا و راہ خطرہ مسدود ہو جائے اور شہادت و جد عینی یہ ہے کہ جو اوصاف ممکن الوجود میں مثل سیر و طہیر و عبادت الہی و صفات لوازم معرفت وغیرہ حاصل کر چکا ہے سب کو نفی کرے کہ یہ جماعہ حجاب راہ حقیقت میں سالک جب اوصاف ممکن الوجود سے

مراقبہ عبادت طریقت

ذکر قلبی

مشاہدہ طریقت عارفانہ

ذکر شہادت و جد

شہادت و جد راسی

شہادت و جد عینی

سے پاک صاف ہو جاتا ہے تو اس وقت متمنع الوجود نظر آتا ہے پس سالک اپنے ممکن الوجود کو باہوت
ہفت شغل سپرد خدا کرے وہ ہفت شغل ہفت حروف یہ ہیں ذی، ف، ت، ث، ع، ط، ص، حروف
کائنات متعلق کلام منطق ہے دعوت اسکی یہ ہے قَدْ سَلَكَ مَنَا فِي مَذْهَبِكَ يَا اللَّهُ یعنی اے اللہ
میرے کلام کو اپنی حمد و ثنائیں پاک کر یعنی اس زبان سے پاک زیادہ اور زبان عنایت فرما کہ جو تیری سبح کے
لائق ہو حروف فاء متعلق حس شامہ ہے دعوت اسکی یہ ہے فَحَسْبُنَا بَرَأَئِكَ يَا اللَّهُ یعنی اے
اللہ اپنی رحمت و فرحت کی خوشبو سے میرے دماغ کو فرحت بخش تاکہ تری محبت و رحمت میں گرفتار رہوں
حرف غین متعلق بصر ہے دعوت اس کی یہ ہے غَنَمْنَا بِلِقَائِكَ يَا اللَّهُ یعنی اے اللہ اپنے دیدار کی
غنیمت میری اچھوں کو نصیب فرما۔ حرف عین مہملہ سمع کے متعلق ہو اسکی دعوت یہ ہے عَلَّمْنَا
الْقُرْآنَ يَا اللَّهُ یعنی اے اللہ مجھے قرآن شریف تعلیم فرما تاکہ تیری معرفت حاصل ہو حرف طاء معجمہ
متعلق عقل ہو اسکی دعوت یہ ہے طَهَّرْ ظَهْرَ قَلْبِي اسْتَعِدَّ إِذْ بَايَعُوهُ يَا اللَّهُ یعنی اے اللہ
میرے عقل کے حرف استعداد کو قوت بخش تاکہ تیرے جوہر نور ذاتی میں مستعد ہو کر تیری معرفت حاصل
کروں حرف ظاء کا تعلق قلب ہے اور اسکی دعا یہ ہو طَهَّرْ بَنَاتِنَا لِنُتَبِّهَاتِ يَا اللَّهُ یعنی اے اللہ
میرے دل کو اپنی رضا مندی کے ذوق و شوق میں خوش کر تاکہ اطمینان قلب ہو شغل مہتمم دعوت
بحرف ضاد معجمہ جو تمام جسم کے متعلق ہے ضَيَّنَا لِضِيَاءِكَ يَا اللَّهُ یعنی اے اللہ میرے تمام جسم کو
اپنے نور ذاتی سے منور فرما تاکہ تیرے محل قرب میں جگہ پاؤں۔ شہادت و جدائیں ان اشغال کو بدرگاہ خلوت
کو بھیجا رہے اور وجود روحانی یعنی ممکن الوجود سے نظر کو باطل اٹھائے اور کسی خطرہ و صورت کی طرف
متوجہ نہ ہو سب کو نفی کرتا ہے یہاں تک کہ دل میں کوئی خطرہ نہ آنے پائے۔ بفضلہ تعالیٰ ان اشغال کی
برکت سے شہادت و جدائیں طور پر محال ہو جائے گی اور شہادت و جدائی مکمل کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے
فضل و کرم سے متمنع الوجود عطا فرمائے گا یعنی جیسے اول الوجود واسوتی سے انتقال کئے دوسرے جو ممکن الوجود ملکوتی
میں آیا تھا۔ اس طرح ممکن الوجود سے انتقال کئے دوسرے متمنع الوجود جبروتی میں داخل ہو جائیگا اسوقت سالک کو دل اور اس
عمل کو دل طریقت کہتے ہیں۔

بجلی سوم بہ تعین متمنع الوجود

تن ظلمانی و روح ناطق و نوکل عزرائیل۔ اس کا کام یہ ہے کہ نفیس عارف الوجود سے لے کر متمنع الوجود کو

دھسل

بجلی سوم متمنع الوجود

پہنچائے۔ تشریح یہ متمنع الوجود عارف الوجود کا منظر و پرتو ہے جسکو واحدیت کہتے ہیں اور تجلی سوم۔
 بیان متمنع عبارت معدوم سے ہے اور وجود بمعنی صورت ہستی پس متمنع الوجود وہ ہوا جس میں وجود
 صورت شے معدوم ہو یعنی وہ ظہور میں مانع صور اشیا و ترکیب باری ہو یعنی ازل الازل میں بحر ذات
 خدا کسی شے کا وجود نہ تھا فقط ذات خدا تھی چنانچہ حدیث نبوی صلیہ وسلم اس پر گواہ ہے کہ **كَانَ اللَّهُ وَ**
لَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ یعنی اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی یہ منزل جبروت و راہ حقیقت ہے۔
 اس منزل میں بحر ذات الہی کسی شے کا وجود نہیں ہر محض معنی میں جبکہ ایمان ثابہ و حقیقت اشیا کہتے
 ہیں جن کا ظہور اب تک عدم میں ہو یعنی ہستی ذات حق و نیستی تحت نصیب متمنع الوجود کو ہے اور
 اسی نہیں کو متمنع الوجود کہتے ہیں اور وہ ایک جو ہے کہ نہ بخود قائم و نہ تغیر اعتبار یہ رکھتا ہو۔ اس کو
 نسبتاً لامکان کہتے ہیں جو جمیع وجودات اشیا ممکنہ کا مقام ہو یعنی جملہ موجودات نے اسی لامکان میں ظہور
 پچھا ہو نیستی سے مراد ظلمت ہو یہ متمنع الوجود قن ظلمانی رکھتا ہو یعنی جلال عظمت الہی برنگ ظلمت
 نمودار ہے کہ ع۔ کہ آب چشمہ حیوان درون تاریکی است جس کا کچھ رنگ نہ ہوا اس کا نام ظلمت ہو
 پس روح قدسی کی صفت جلالی کا نام ظلمت ہو جسکو روح ناطق کہتے ہیں روح قدسی روح ناطق
 میں ایسا فرق ہو جیسے آگ اور گرمی میں کہ درحقیقت ہر دو ایک چیز ہیں یعنی آگ ہو وہی گرمی ہو اور
 آگ کی گرمی مانع دخول اشیا ہے اور اگر کچھ اس میں آجائے تو آتش اپنے رنگ میں ہم رنگ کر لیتی
 ہے۔ اسی طرح سالک جب اس مقام میں پہنچتا ہے تو اس کے جملہ خطرات و انانیت وغیرہ بہرہ
 ہو کہ ہم رنگ بن جاتے ہیں۔ ناطق بمعنی مدک یعنی ہر دو وجود ظاہری و باطنی ممکن میں جو
 صورت و خطرہ و اشارہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے وہ باور آگ خود اس کا عالم مدک ہو۔ متمنع الوجود مظہر ذات
 حق و پرتوہ عارف الوجود ہے اس میں روح قدسی ہو اور متمنع الوجود میں روح ناطق اور یہ ایک دوسرے
 کے عین ہیں غیر جلال روح قدسی کا نام روح ناطق ہو کہ سالک کے خطرات قلبیہ کو اپنے حکیم کے گرد پھینکے
 نہیں دیتی۔ اسی روح ناطق کا نام متمنع الوجود ہو پس نن ظلمانی و روح ناطق کے اتصال سے قلب سلیم
 نمودار ہوا۔ جو جمیع خطرات غیر اللہ سے سلامت باکراست ہے کہما قال اللہ تعالیٰ **لَا يَضِيقُ صَدْرُكَ وَلَا**
يُؤْذِيكَ مِنْ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ ہے جس کو نہ نفع دیگا مال اور نہ ہیٹے مگر جو کوئی لائے اللہ کے

فہم

پاس قلب سلامت ایضا وَاِنَّ مِنْ شَيْعَتِهِ لَاجْرَاهِمُ اَحْبَاۤءَ رَبِّكَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ
یعنی اور تحقیق تابعوں اس کے سے البتہ ابراہیم تھا جس وقت کہ آیا اپنے رب کے پاس ساتھ دل سلا
کے یعنی حنیف و موحد بن کر۔ اور اس قلب سلیم میں قابلیت مطہر کی رکھی گئی ہو جس کا نام نفس مطہر ہے
اور ہستی روح قدسی چونکہ سب پر اپنی انانیت رکھتی ہے تو سالک کو لازم ہے کہ جب اس انانیت میں پہنچے
تو ہوشیاری تمام اپنی دانائی کا تصور کرے اور تمام خطرات کو نفی کرتا ہے یہاں تک کہ اپنی صورت کو بھی
بہول جائے کوئی شے نظر میں باقی نہ رہے اور ہر وقت اسی خیال میں قائم و ناظر رہے کہ منتفع الوجود
معلوم و منظور نظر ہو جائے اور اسی کے شوق میں متغرق رہے۔ اور جب منتفع الوجود سالک کے پیش نظر ہو جاتا
ہے اور اس میں غوطہ لگاتا ہے تو ایک ظلمت نمودار ہوتی ہے کہ حقیقت وہ ظلمت نہیں بلکہ وہ
جلال ہستی روح قدسی جو جسکو روح ناطق کہتے ہیں جو رنگ ظلمت نظر آتی ہے۔ اور یہ روح اپنی اور غیر کی
انانیت پر ناظر و شاہد ہے اور اسکی خاصیت یہ ہے کہ سالک کے جملہ خطرات صوری و معنوی کو اپنے میں
قبض کر لیتی ہے۔ اور وجود کو قائم رکھتی ہے سالک کو اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا ہوتی
ہے کہ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطَهَّرَةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي**
وَاذْخُلِي فِي جَنَّاتِي یعنی اے نفس میرے ذکر میں آرام پانے والا رجوع کر دینی و دنیاوی انانیت سے
اپنے پروردگار کی طرف خوش ہے تو پسند کیا گیا پس داخل ہو میرے بندگان شائستہ کے گروہ میں اور
داخل ہو میرے (وصال کے) بہشت میں یعنی اپنے دین و دنیا کی انانیت کو بالکل ترک کر کے یہاں
داخل ہو۔ کیونکہ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ فَاخْلَعِي عَنْكَ إِلَٰهَ الْوَلَدِ الْمَقْدَسِ طُوبَىٰ لَّوَلَا اخْتَرْتُنَا**
فَاَسْتَمِعْنَا لِمَا يُوحَىٰ یعنی تحقیق میں ہوں پروردگار تیرا پس اتار ڈال و ولوں جو تیرا اپنی یعنی انانیت
دینی و دنیاوی تحقیق تو بیچ میدان پاک کے ہے کہ تمام اس کا طوائے ہے (یعنی میدان عشق و
محبت) اور میں نے پسند کیا تجھکو پس سن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر سالک اپنی انانیت کے
دور کرنے میں ہر چند کوشش مبلغ کرتا ہے لیکن سعی مشکو نہیں ہوتی اور دفع کرنے میں قادر نہیں ہو سکتا
کہ یہ انانیت بھی عطیہ ذات حق ہے آخر ناچار بدرگاہ پروردگار بجز واد کسا رواہ و ذرا سی دعا کرتا ہے
پس حق سبحانہ و تعالیٰ دعا فقیر و ماندہ مستجاب فرماتا ہے اور اسکی انانیت قبض کر کے سالک کو اپنی

طریقہ حصول معرفت الہی

فہم گمان

توحید احوالی

ذات میں فنا کر دیتا ہے یہ حالت اس وقت میسر آسکتی ہے کہ جب سالک جمیع شرائط و لوازم متمنع الوجود
 بجا لاکر کما حقہ اسکی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور اس وجود میں حصول معرفت الہی کا طریقہ یہ ہے کہ
 سالک بنفس خود متمنع الوجود میں آئے اور روح ناطق جو مدبرک اشیائے جزو کل ہے اور قلب سلیم جو قابل
 معرفت الہی ہے اور نفس مطہر جو ذوق و شوق الہی رکھتا ہے ہر ایک کو اپنے اپنے کام میں مشغول رکھے
 اور خود بھی بکمال وق و شوق اسی کام میں مستعد ہو کہ تنقاسم اختیار کرے یہاں تک کہ ہر دو عالم
 جسمانی اور روحانی و انفسی و آفاقی پیش نظر میں نہ کہ تجلیات الہی اپنی جمال بے مثال سے پردہ اٹھائے
 اور عین بعین نمایان ہو جائے اس کے بعد منزل حقیقت میں آکر معرفت حق سبحانہ و تعالیٰ بموجب
 استعداد و قلب سلیم متمنع الوجود حاصل کرتا ہے یعنی معرفت الہی کے واسطے یہی قلب سلیم مخصوص ہے
 جب سالک اس مقام میں مشاہدہ ذات حق کرتا ہے تو نفس مطہر آرام و تسکین پاتا ہے۔ یاد رکھو کہ یہ
 ہی قلب سلیم قابل معرفت الہی و سزاوار الہامات شہنشاہی ہے پس سالک جب متمنع الوجود میں پہنچتا ہے
 تو بے نہایتی علوم و معرفت خداوندی بدرجہ غایت حیران ہو جاتا ہے اور خود شناسی و خدا شناسی
 بفہم گمان سرگردان رہتا ہے۔ یہاں فہم گمان بمعنی حیرت ہے یعنی اس مقام پر کسی شے کی تمیز
 و تشخیص باقی نہیں رہتی گرداب حیرت میں گرفتار و قہر ہو کر کہتا ہے کہ میں کیا ہوں ہست ہوں یا نیست
 یا سب کچھ میں ہی ہوں یہ کیا ہے کہ کہی نیست ہوں کہی ہست۔ اور اگر کچھ ہوں تو پھر میں کیا ہوں
 اور ایسا ہی خدا کی نسبت کہتا ہے کہ کیونکہ یہ متمنع الوجود درمیان ممکن الوجود و عارف الوجود کے ایک رخ ہے جو ہر
 دو وجود کا جامع و غلیظ حکام کے بعد دیگرے کا مانع ہے اور چونکہ اسکا رخ ہر دو جانب ہوتا ہے اسلئے اپنی نسبت
 اور خدا کی نسبت بفہم گمان ہست و نیست کا حکم گاتا ہے اور بہت متروک و پریشان ہو جاتا ہے لیکن فہم گمان کے
 بعد ہی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے سالک کو توحید احوالی متصف کر دیتا ہے۔ توحید احوالی وہ مرتبہ ہے
 کہ سالک جملہ صفات حق اپنی ذات میں پاتا ہے اور غنا و انانیت حاصل کرتا ہے جب صفات حق یعنی جلال و
 جمال و خالقیت و رزاقیت و قدرت و فاعلیت وغیرہ اپنی ذات میں پاتا ہے تو اپنے احوال سے اللہ تعالیٰ
 کی معرفت حاصل کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی عنایت و لطف سے سالک کو اپنی صفات ذاتیہ قدیمہ کہ وہ
 حیات و علم و قدرت و ارادہ و سمیع و قہر و کلام ہے عطا فرماتا ہے جب سالک اپنی ذات میں ان صفات کاملہ کا
 ظہور دیکھتا ہے تو بوجہ حدانیت حق اقرار کرتا ہے۔ اس مقام میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کے

سے اتحاد صفاتی سالک پر منکشف ہوتے ہیں اس وقت خدا کے ساتھ اتحاد و یگانگی پیدا کرتا ہو۔ مگر
عبودیت ابھی باقی رہتی ہے اسکا نام اتحاد صفاتی ہو پھر اس پر غلبہ عشق الہی زیادہ ہو جاتا ہو اور کامل
بیقراری میں ہر وقت مشتاق و دیدار جمال بے مثال کا رہتا ہو اور آتش عشق و سوز و گداز بدرجہ نہایت
بڑھ جاتی ہو مگر مشاہدہ جمال جو شمرہ عشق و محبت ہو بغیر تجرید و تفریدِ جمال نہیں ہو سکتا پس سالک یہاں
تجرید و تفریدِ خستہ یار کرے اس مقام کی تجرید یہ ہے کہ سالک اپنی ذات میں جو عکس صفات حق
پاتا ہو ان سے اعراض کرے بلکہ تمام جذبہ صفت جلال و جمال و سوز و گداز سے درگزرے اور تفرید یہ
ہے کہ علاقہ صفات سے روگردان و مغرور ہو کہ منزل حقیقت میں قدم رکھے اور حقیقت یہ مراد ہو کہ اپنی ان
صفات کو ظلال و عکس صفات حق جانے اور اپنی ذات میں بلکہ صفات کا ظہور ذات حق کی طرف سے
تصور کرے مثلاً احیاء و ممات و درزانی و عطا و جود و لطف و جبر و قہر وغیرہ سب کو اللہ تعالیٰ کی جانب
منسوب کرے اور مراقبہ حقیقت کو اپنا معمول و ملزوم رکھے یعنی غَنّ اَقْرَبَ اِلَيْهِ مِنْ جَبَلٍ اَوْ يَدٍ
وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَا كُنْتُمْ وَفِي اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تَنْصَرُونَ قرب معیت بلکہ لحاظ منظریت اپنی ذات
میں ذات حق کو عین سمجھے اور دیکھے اس مراقبہ والے کو عالم کہتے ہیں اس میں ذکر و روحی نصیب
ہوتا ہے یعنی مشاہدہ حق۔ اس بات کا بھٹنا بہتہ دشوار و مشکل ہو کہ منہج الوجود میں مشاہدہ حق کیونکر
حاصل ہو سکتا ہو۔ اب غائب کر دو کہ دید روح قدسی مشاہدہ حق مانا گیا ہو اور مشاہدہ یا بمعنی ہم
فاعل ہے یا مفعول یعنی ہمیندہ یا دیدہ شدہ تو مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کے
یہ معنی ہونے کہ جس نے روح قدسی کو دیکھا وہ ہمیندہ خدا ہے یا جس کو روح قابضی نظر پڑا۔ بعینہ اس نے
خدا کو دیکھا یہ مشاہدہ صفاتی ہے کہ روح کو لصفات الہیہ متصف و دیکھتا ہے اس مشاہدہ والے کو
عارف کہتے ہیں مگر ابھی تیز صفات میں ہے۔ کیونکہ سالک کو یہاں مشاہدہ روح تمثیل صفات میں
ہوتا ہے اور بعد مشاہدہ صفاتی منزل عالم جبروت شروع ہوتی ہے اور اس کا طریقہ تحصیل یہ
ہے کہ اس حدیث قدسی کا مراقبہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتَيْهِ اس صورت سے کر لے
کہ روح قدسی کو عین ذات حق اور اسکی صفات کو عین صفات حق تصور کرے اور یہاں تک
اس تصور کو ٹھہرائے کہ روح اور اس کے صفات عین ذات حق نظر آنے لگیں۔ چونکہ کلام جلال
و عظمت و منزلت منزل جبروت کی ہے سالک اس منزل میں پہنچ کر اور اپنے حال سے بیخبر

اتحاد صفاتی تجرید و تفرید

راہ حقیقت

مراد حقیقت

ذکر روحی

منزل عالم جبروت

ذکر مراقبہ حقیقت

ہو کر حالت حق اختیار کرنا ہے اور منصور و انحرہ انما حق گناہی اس وقت اسکو عاشق کہتے ہیں اس مرتبہ میں سالک پر جملہ صفات الہیہ کا ظہور ہوتا ہے یعنی ذات حق کی جانب سے سالک کو ایک ایسی حالت و قوت و قدرت و ابداد حاصل ہوتی ہے کہ جو کچھ چاہتا ہے کر سکتا ہے لیکن اس حالت میں سبب کمال لذت و جمال روح کے وہ کسی طرف ملتفت نہیں ہوتا یہ مقام سالک کے واسطے بلائے جان بے دربان ہو جاتا ہے اور اس مقام سے نکلنا بسا دشوار جیسے شاہ منصور۔ اس منزل میں قیام کرنا زہر قاتل ہے۔ یہ حالت انتہائے تمتع الوجود منزل جبروت و ابتدائے حالت عارف الوجود منزل لاہوت کی ہے۔ پس اس وقت سالک شہادۂ عمدا کو اختیار کر کے عارف الوجود میں ترقی کرے کہ شہادت عمدا واسطے ترک کرنے منزل جبروت و حاصل کرے منزل لاہوت کے مقرر ہے چونکہ منزل لاہوت متعلق عارف الوجود ہے اور عارف الوجود میں اس وقت پہنچا ہے کہ جب شہادت عمدا کو تمتع الوجود سے اٹھائے جیسے کہ پچھلے ہر دو وجود سے نظر کو اٹھایا تھا۔ یعنی اپنے تمتع الوجود کے عرفان و روح کی انانیت و صفات سے اپنی نظر کو اٹھائے اور منزل جبروت کی کسی صفت کو خیال میں نہ لائے۔ اور سب ترک تعلق کر کے منزل لاہوت کی راہ لے۔ لیکن تمتع الوجود سے عارف الوجود کی طرف انتقال کرنا اور عالم جبروت سے عالم لاہوت کی طرف جانا سخت مشکل و بسا دشوار ہے۔ لہذا آدمی کا کام نہیں کہ بجز پیدائش از ذات میں غواہی کر کے دروغ عرفان کو ہاتھ میں لا کر مگر ذلالت فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

بہارِ مستند

پائے در دیا مسنہ کم گوازان	بر لب دریا خموش کن لب گزان
گر چہ صد چون من ندارد تاب ہو	لیک می شکیم از غرقاب ہو
منزل لاہوت جسکو حقیقت محمدی کہتے ہیں ایک بنیخ ہے در میان کثرت و احدیت کے حکمی شان میں صرّح الجہانین یلتقیان بنبینہم ابرو زخ لا یغیان آیا ہے یہاں سالک دو نظر پینے و وجاہت توجہ رکھا جو ایک توجہ بسوئے معرفت عالم کہ وہ تمتع الوجود ہے اور چونکہ وہ خود بھی میں تمتع الوجود و مفید ہے تو اسکی نظر معرفت ہی ذات عالم کی طرف متغیر ہوگی کہ وہ تمتع الوجود ہے اس لئے کہ جب توجہ متغیر و تمتع الوجود ہے تو اسکی نظر معرفت ہی تمتع الوجود و مفید ذات عالم ہی ہے	

اور دوسری توجہ بجانب معرفت ذات حق کہ وہ عارف الوجود ہے جو قید عالم سے باطلاق حق اطلاقیت رکھتا ہے تو نظر معرفت سالک کی بھی باطلاق ذات حق مطلق ہو جاتی ہے پس یہاں شہادت عہدا کو اختیار کرے اور یہ دو قسم ہو رسمی و عقلی۔ شہادت عہداری یہ ہے کہ سالک کو ہر سہ منزل میں جو کچھ معرفت حاصل ہوئی ہو اس سے دست بردار ہو کہ علم کثرتی ہو نہ وحدتی اس علم کو نفی کرے اور اس معرفت سے جو دو نظر و توجہ رکھتا ہے منہ موزے اور اپنے اوپر فراموشی اشیا لازم سمجھے اور اپنے نفس انانیت کو مٹائے۔ شہادت عہداری یعنی یہ ہے کہ شہادت عہداری سے ترقی کر کے اپنی خودی و خود بینی سے گزر کر فنا ہو جائے لیکن نہ از علم بلکہ اپنی نیستی ہستی کو نگاہ رکھے اور شناسا ہے اور صفات سے مجر و صفات میں مفرد ہو جائے جب یہ حالت طاری ہو تو بحکال غیر و انکساری اصد و غایت کہ وزارت بدگاہ حق سبحانہ و تقدس بندہ نیت شغل مناجات میں مشغول ہوتا کہ او سبحانہ و تعالیٰ اپنی جو دو کرم سے عارف الوجود کی تمام ماہیت نمکشف فرمائے اور اپنے جمال بے مثال سے حجاب اٹھائے اور اس منتفع الوجود کو سپرد خدا کرے۔

مناجات بہفت شغل ہفت حروف یہ ہیں

ح۔ ش۔ ت۔ ث۔ ذ۔ ڈ۔ مناجات بحرف صا د بقضائے خدائے تعالیٰ
صَبِّحْ بِانْفِاقِ قَضَائِكَ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی اے اللہ اپنی تقضائیں مجھ کو صبر عطا فرما مناجات بحرف شین
بَشْكْرِ خَلْقِكَ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی اے اللہ اپنی شہادت میں مجھ کو شکر نصیب فرما
مناجات بحرف سین مہملہ باسرا الہی سُبْحَانَكَ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی اے اللہ اپنے اسرار میں مجھ کو
سیر کر مناجات بحرف زار مجملہ بِزِينَتِ وَجْهِكَ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی اے اللہ اپنی زینت
میں میرے وجود کو زینت بخش مناجات بحرف راء مہملہ بِطَلَبِ رَحْمَتِكَ يَا اَللّٰهُ
مَعْنٰی اے اللہ بواسطہ ربوبیت خود مجھ پر رحمت نازل فرما مناجات بحرف وال منقوطہ بِطَلَبِ ذُوقِ وَ
شَوْقِ ذِكْرِكَ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی اے اللہ مجھ کو اپنے ذکر میں ذوق و شوق عنایت فرما
مناجات بحرف دال مہملہ بِطَلَبِ رَاحَةِ رِجْلِكَ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی اے اللہ میری راہ نمائی فرما اپنے اصول کی طرف اور مجھ کو داخل کر اپنے اسرار میں
دُخْلِكَ يَا اَللّٰهُ مَعْنٰی اے اللہ میری راہ نمائی فرما اپنے اصول کی طرف اور مجھ کو داخل کر اپنے اسرار میں

شہادت عہداری

مناجات ہفت شغل ہفت حروف

تجلی دوم بہ تعین عارف الوجود

تن نورانی روح قدسی ہوکل جبرائیل۔ اس ہوکل کا کام یہ ہے کہ فیض احدیت ذات کی لیتا ہو اور وحدت حقیقت محمدی کو پہنچاتا ہے اور یہی فیض احدیت ذات سے بلا واسطہ پہنچتا ہے۔ نیز شرح عارف الوجود واحد الوجود کا مظہر و پر توہ ہے جسکو وحدت و حقیقت محمدی کہتے ہیں اور تجلی دوم جب واحد الوجود احد ذات نے کُنْتُ کُنْتُ اَحْقَقْتُکَ سے فَاجَبْتُ اَنْ اَعْرِفَ ت کی تجلی فرمائی تو عارف الوجود یعنی ہستی پر خود وانا کا ظہور ہوا جسکو علم اجلی و وحدت و حقیقت محمدی بھی کہتے ہیں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس وجود کا تن نورانی ہے کہ قال علیہ السلام اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَوْرٰی یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو ظاہر فرمایا اور اس وجود کے تن نورانی کو روح قدسی کے اتصال سے قلب شہیدانہ ظہور میں آیا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیٰتٍ لِّمَنْ کَانَ لَیْلًا وَّ نَهَارًا یعنی تحقیق اس میں البتہ نصیحت ہے واسطے اس شخص کے کہ ہر واسطے اس کے دل آگاہ یا ڈالا اس نے کان کو جو مخبر و دل ہے اور وہ گواہی دہندہ ہو۔ اور قلب شہید میں ایک قابلیت رکھی گئی جو حرکات نام ملہم ہو و نفس و سَوَاسُوهَا فَا لَہُمَا یعنی اور قسم ہے نفس کی اور جس نے اسکو بنایا پھر اس کو ملہم کیا۔ نفس بمعنی خواہش و ملہم بمعنی الہام کردہ شدہ یعنی یہ قلب ہمیشہ عالم غیب و کلام حق و دیدار ذات و اسرار معرفت و رویت انوار الہی کا مشتاق اور انہیں الہامات کا ملہم رہتا ہے۔ عارف الوجود وہ ہے جو اپنی ہستی پر خود وانا ہے اور ہستی ملے جملہ وجودات اسی کے ساتھ قائم اور اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب مستغنی یہ وجود اپنے ماتحت سے متصف باطلاق ہے بلکہ مثال اطلاق ذات حق ہے جو جمع ہستی ملے ممکنات سے منزہ و مقدس ہو پس جب سالک متبع الوجود سے ترقی پا کر عارف الوجود میں آتا ہے تو اپنی اصلی شناخت جو مستلزم حقیقی شناخت بالباب ہے پہنچ جاتا ہے اور اس پر یقین محض تَلَفُّظًا فَقَدْ حَرَّكَتْ رَدْبَہُ کے معنی پورے طور پر منکشف ہو جاتا ہے یعنی ذات مطلق کو اپنے عارف الوجود میں حاصل کر لیتا ہو اگرچہ سالک متبع الوجود میں جمیع صورت و شکال اسوئے اللہ سے نظر اٹھا کر خود ناظر و شاہد ہو گیا ہو۔ لیکن متمتع الوجود کی ایک صفت شہادت خودی خود بینی کی اس میں اب تک باقی جو غیب اسکو بھی فنا کر دینا تو پھر عارف الوجود میں پہنچ گیا کہ وہ اپنی ذات

میں اور اپنے اوپر خود بخود مشاہد و ناظر ہے تم پہلے اس بات کو معلوم کر چکے ہو کہ لازم الوجود حاکمی کی روح نامی نباتی و طبعی حیوانی ہو سارے ممکن الوجود روحانی کی روح متحرک اور متغیہ الوجود غلطانی کی روح ناطق و عارف الوجود نورانی کی روح قدسی جب سالک یہ سب مراتب وجودات طے کرتا ہوا عارف الوجود میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو کچھ مشاہدہ و کلام و رویت و الہام و پیام و ذوق و تجلی وغیرہ اس کو عطا فرماتا ہے اول عارف الوجود میں پھر متغیہ الوجود میں پھر ممکن الوجود میں پھر واجب الوجود پر ظاہر ہوتا ہے جو کلام مرتبہ نور میں ہو اس کو راز اور جو روح پر آتا ہے اس کو الہام اور جب دل میں آتا ہے تو اشارہ اور جو نفس میں گذرتا ہے اس کو بشارات اور جب گوش جہانی میں پہنچتا ہے تو اسکو مائف کہتے ہیں۔

غرض اس بیان سے یہ ہے کہ روح قدسی جو متعلق تن نورانی عارف الوجود کے ہے یہی قابل کلام الہی و لایق مشاہدہ ذات حق ہو۔ گو تن نورانی و روح قدسی دو نام ہیں لیکن درحقیقت ہا ایک ہی ذات ہے جیسے شمس شعاع شمس آذوقا حنا اجسادنا کا اشارہ اسی مرتبہ کی طرف ہے اور روح قدسی کا مشاہدہ اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ جب قلب شہید جو تن نورانی و روح قدسی سے ظہور میں آ رہا ہے گو اہی ہے اور اعتراف کرے نفس ملہم جو قلب شہید کی قابلیت کا نام ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک فہم عطا فرمایا ہے جس کا نام فہم آگاہ ہے اور اسکی خاصیت فہم شک و تردید کی ہو یعنی جو کلام رویت و معرفت و الہام وغیرہ نفس ملہم کو حاصل ہوتا ہے فہم آگاہ اس کا شک و تردید نہ کر دیتا ہو اور ایسی تحقیق کرتا ہے کہ سالک کو پھر کسی طرح کا کوئی شک شبہ باقی نہیں رہتا چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام معرفت حقیقت محمدی یعنی عارف الوجود میں پہنچے تو نفس ملہم نے تحقیق و متحقق کے بعد کہا کہ اِنِّیْ وَصَّیْتُ وَنَحْبُیْ لَکَ اِنِّیْ فَطَرْتُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ پس سالک فہم آگاہ کو مرتبہ کلام و رویت و معرفت و الہام وغیرہ میں نگاہ رکھتا کہ جو کچھ غیب سے پہنچے اس کو مرتبہ آگاہی تک پہنچا دے کہ یہ آگاہی مرتبہ توحید ذاتی کی ہے جب بحق سالک کا مرتبہ آگاہی میں پہنچ جاتا ہے تو اپنی ذات کو باحاطہ ذات حق امواج میں مثل جہا کے پاتا ہے اور اس احاطہ کی شناخت ذوق و وجدان و معرفت سے حاصل ہوتی ہو پھر اس پر توحید ذاتی کھل جاتی ہو اور اس کا جمال سے تعلق ہو کہ عارف الوجود مرتبہ جمال میں ہو۔ توحید ذاتی کے بند سالک کو تجرید و تفریک اختیار کرنا لازم ہوتا ہے اس مرتبہ کی تجربہ یہ ہے کہ سالک روح قدسی و قلب شہید و نفس ملہم فہم آگاہ

نہا آگاہ

توحید ذاتی

تجرید و تفریک

سے گذر جائے اور فراموش کرے اور تفریدیہ ہے کہ اپنی ذات کو محض نیست فنا ہو جانے اور حق تعالیٰ کے ساتھ مفرد و یگانہ ہو جائے تاکہ راہ معرفت نظر آئے راہ معرفت بعد تکمیل تجربہ و تفریدیہ تو حید ذاتی منکشف ہوتی ہو پس اپنے کمال عجز و انکساری کا اقرار کر کے سالک اپنے اوپر اس تصور نے نظر کو قائم کرے کہ میں بغیر صفات مجرد و مفرد و بچاوردہ و اردائے کبر یابی میں غفلت و مستور ہوں یہی مرتبہ میں فعل عبد فعل خدا ہونا ہے۔ مَا كُنْتُ إِذْ كُنْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ كُنَّ اور حدیث قدسی مَا ذَاكَ عَبْدٌ حَقَّ الْحُكْوَادُ ہے۔ اس مقام میں بلوازم عبودیت قیام کرے کیونکہ عبادت سے محبت بڑھتی ہو اور محبت سے عشق اور عشق سے وصال میں آتا ہے اور قابل دیدار الہی ہو جاتا ہے۔ پس جمیع لوازم عبودیت بجالانے تاکہ مراقبہ معرفت میں پہنچ جائے مراقبہ معرفت بموجب حدیث بنوی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ كَثْرَةَ مَا كُنَّا كَانَتْ تَرَاكُمَا كَوَافِرًا كَرِهْتُمْ تَاكُمَا مَنْ عَرَفَتْ نَفْسُهُ فَقَدْ عَرَفَتْ رَبَّهٖ کے معنی پورے طور پر منکشف ہو جائیں یہاں مراقبہ کے یہ معنی ہیں کہ میں اسکو دیکھ رہا ہوں ہر وقت کلام الہی کا مشتاق اور ایسی فکر میں مستغرق ہے کہ میں اس کلام پاک سے کب مستفیض ہوں گا اس مراقبہ والے کو عالم کہتے ہیں بیان ذکر سہری یعنی معانی حق حاصل ہوتا ہے۔ ذکر سہری یہ ہے کہ سالک جب اس مقام کے مراقبہ کو نگاہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کمال اظہار و عنایت سے اپنی آگاہی و کلام و معرفت اس کی استعداد کے موافق اسکو روزی فرماتا ہے تاکہ کلام الہی کی حقیقت کو شناخت کر سکے اور کلام کے بعد راز غنی ہو جو حق تعالیٰ کی ذات خاص سے مخصوص ہو پس ذکر سہری یاد ہے اور اس کا معائنہ راز غنی ہو جب راز غنی عیان ہو جاتا ہو تو منزل لاہوت میں پہنچ جاتا ہو یعنی اس منزل کا وصول بعد ذکر سہری ہو اس حالت والے کو وصل کہتے ہیں اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس منزل کا وصل راز غنی کے ادراک سے اپنی ذات میں ایک قسم کی قربت و عظمت پاتا ہو منزل لاہوت مقام بیباکی ہو جو شخص ابتداء اس میں داخل ہوتا ہو اور کلام الہی میں محرمیت حاصل کرتا ہو تو بے اختیار اسکو قرب و انانیت پیدا ہو جاتی ہو اور دوسرے کسی کو اس مرتبہ قرب میں پہنچا براہر نہیں جاتا بلکہ رجز و ذات حق نہ کوئی چیز اسکو نظر آتی ہو۔ لہذا منصور جلال رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اَنَّا نَحْنُ کا اعلان کرتا ہے کیونکہ عارف اللہ جو مطلق نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اھیرہ بھر ناپید اکناس کی ایک لمحہ اس حدیث کو امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے۔ ۱۲

ثباتک یا اللہ یعنی اے اللہ مجھ کو اپنے ثبات محبت و عشق میں ثابت قدم رکھ شغل نجم بحرف نار مشاہدہ
نورانیہ دعا بطلب تمام نعمت تبتہم علینا نعماتک یا اللہ یعنی اے اللہ اپنی نعمتیں مجھ پر تمام کر دے
شغل ششم بحرف با و مودہ دعا بطلب نور ید زنا فی بھکتیک یا اللہ یعنی اے اللہ مجھ کو اپنی خوشی
حالی و دیدار و معرفت میں منور کر شغل ہفتم بحرف الف دعا بطلب فنا اذ ذنا الفناء فی احد اثباتک
یا اللہ یعنی اے اللہ مجھ کو اپنی ذات احدیت میں فنا کرنا کہ تجھ میں بقاء پاؤں۔ ان اشغال کو ہمیشہ
بعز و انکسار کرتا رہے تاکہ باب رحمت و احدا لوجود کشاوہ ہو۔

تجلی اول و احد الوجود یعنی طلاق

تشریح و احد الوجود یعنی اول و منزل ہاھوت ہے ذات لائقین نے اس مقام پر و احد الوجود
مطلق نام پایا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب سالک عارف الوجود سے ترقی پا کر و احد الوجود
میں جو اطلاق ذاتی ہے آتا ہے تو ذات حق میں فنا ہے تم حاصل کر کے باقی بہ بقائے ذات
حق ہو جاتا ہے۔ اس فنا ہونے کا نام ذکر مغائبہ ہے اس کو ذکر خفی بھی کہتے ہیں چنانچہ ذکر صلوة
دائم میں معلوم کر چکے ہو و احد الوجود یعنی و احد ہے مطلق ہے چونکہ یہ مقام اطلاق ہے یہاں جا
مزدن نہیں کہ بیان زبان و اور اک محمول افہام و ادیان سے باہر ہے مگر اس منزل میں سالک
پر دو تجلی کا طور ہوتا ہے اول تجلی جلالی۔ دوم تجلی جمالی۔ یہ ہے کہ سالک اپنی ہستی کو
مع علم اولین و آخرین جو عارف الوجود میں حاصل کر چکا ہے ان جملہ صفات کو اس تجلی میں محو و فنا
کر کے بیٹھا ہے اور کورسکین و عاجز رہ جاتا ہے۔ اور تجلی جمالی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات احدیت
کی تجلی کو بارادت خود سالک پر از سر نو عیان فرماتا ہے اور پھر علم اولین و آخرین اسکو نصیب عطا
فرمادیتا ہے تجلی جلالی مرتبہ عاشقیت ہے اور تجلی جمالی درجہ معشوقیت و محبوبیت اور یہ
اول سے افضل بالاتر و اقصائے مراتب فقر ہے اس سے آگے کوئی مقام نہیں یہ مرتبہ نور ہے
بلکہ نور علی نور ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموات و الارض و نور علی نور یھدی
اللہ بنورہ من یشاء۔ لیکن یہاں سعی و کوشش سالک منقطع و جدوجہد معطل
و معزول بحسب ارادت الہی کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ سلوک منزل و قطع مراحل عرف الوجود کی

و احد الوجود

تجلی جلالی

تجلی جمالی

شہادت شہیدانگ ختم ہو چکی اب تو محض اس جانہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا امیدوار ہو خواہ وہ محبوب بنا رہے یا عاشق رکھے۔ البتہ یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ نظر و قسم کی ہے۔ ایک نظر ظاہری جو اس جسم خاکی ظاہری کے متعلق ہو اور یہ مسکین و حقیر و فقیر و محتاج ہو اور دوسری نظر باطنی جو روح قدسی کے متعلق ہو اور یہ مستغنی و قادر و منزه و مقدس ہو نظر ظاہر نظر باطنی کے تابع ہے وہ مفید ہے اور یہ مطلق یہ نظر باطنی جسم میں جا بجا سیر کرتی رہتی ہو پس عارف الوجود و بشائہ نظر ظاہری کے ہے اور واحد الوجود بمنزلہ نظر باطنی کے۔ اب عارف الوجود کو جو اس کے کچھ اختیار نہیں کہ وہ عجز و کمزوری عبادات و مناجات بدرگاہ واحد الوجود بالاحکام کرے تاکہ اللہ تعالیٰ انجلیات و الطاف خود جذب اور اپنے کلام سے محرم راز و فاضل الیٰ عبدہ ما آؤحی سے سرفراز فرمائے یہ مقام معراج و مرتبہ محبوبیت ہو جو بطیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آتا ہے۔ اور شغل نفی و اثبات لا الہ الا اللہ یہاں ختم اور اس واسطے اللہ کا اضافی وجود غیبی منتفی ہو جاتا ہے بحر ذات واحد الوجود کچھ منصور نہیں ہوتا۔ جب سالک واحد الوجود میں آتا ہے تو اس کو اس منزل ہاموت میں چند وجدان پیش آتے ہیں جنکی وجہ سے وہ مفہوم کرتا ہو کہ میں واحد الوجود میں آ گیا ہوں۔ وہ وجدان یہ ہیں۔ وجدان اول۔ دو نظری یعنی نظر ظاہری و باطنی جن سے انانیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ سالک جب اس منزل میں آتا ہے تو اسکی ہر دو نظر اور وجود جمع اشیا خارجیہ اسکے ادراک میں محدود و فنا در فنا معلوم ہوتا ہے بلکہ اپنے وجود کو بھی کہہ بیٹھتا ہے یہاں بحر واحد ہستی مطلق کچھ ادراک نہیں کر سکتا۔ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ذات مطلق نے اپنے پر توہ ذاتی سے عارف الوجود کو کہ وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ظہور میں لایا اور عارف الوجود کی ہستی سے منتفع الوجود یعنی اعیان ثابتہ کی ہستی نمود میں آئی اور اعیان ثابتہ کی ہستی سے ممکن الوجود ظاہر ہوا اور ممکن الوجود سے واجب الوجود یعنی لازم الوجود ہو پیدا ہوا جنکی تشریح تحریر میں آپکی ہو پس لازم الوجود و مظہر و پر توہ ممکن الوجود و مظہر و پر توہ منتفع الوجود و منتفع الوجود و مظہر و پر توہ عارف الوجود و عارف الوجود و مظہر و پر توہ واحد الوجود کا ہے اسی لحاظ سے واحد الوجود کی یافت لازم الوجود و انسان میں پائی جاتی ہو بلکہ جمع وجودات جمائیت میں اربع وجودات یعنی ممکن الوجود و منتفع الوجود و عارف الوجود و واحد الوجود و کسب جو موجود پہلے جاتے ہیں اور بالخصوص وجود انسانی میں جو مظہرات و صفات الہی ہی اظہار میں الشمس عیان و نمایان ہیں

اسی لیے یہی وجود غمخیزی انسانی واجبہ مامور بہ تحصیل عرفانِ مہم ہے وَمَا خَلَقْتُ الْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي اے کیجئے فوٹ اس پر دلیل میں یہ جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ ہر ایک وجود غمخیزی میں یہ چاروں وجود مذکورہ بالا مضمحل ہیں تو ہر ایک لازم الوجود غمخیزی پر لازم ہے کہ اپنے وجود میں طلبِ ذاتِ حق کرے کہ یہ وجودات خمسہ ایک دوسرے کے عین ہیں ہر ایک وجود میں اپنی ذات کو دیکھے اور اپنے وجود میں ہر ایک کا ملاحظہ کرے۔ البتہ پیر کامل کی تعلیم کی ضرورت ضرور ہو۔ وجدانِ دوم توحید و قرب اور اسکی علامت بے نیازی ہے کہ جب سالک مرتبہ توحید و قرب واجب الوجود میں پہنچتا ہو تو وصف بے نیازی ذاتِ حق اس پر غلبہ کرتی ہے اور سالک سب بے نیاز ہو جاتا ہے اَلْفَقِيرُ لَا يَجْتَازُ إِلَى نَفْسِهِ وَلَا إِلَى رَبِّهِ اسی مقام گامیان ہو یہ منزلِ قرب تمام منازل سے فصل و اعلیٰ تر ہے کہ ذاتِ حق سالک پر اپنی استغنائی کی تجلی مبذول فرمائی ہو یہ عکس معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو سالک کو اسی مقام پر علم اولین و آخرین حاصل و ذکر خفی نصیب ہوتا ہے یہ مقام عارف الوجود کی انتہا و واحد الوجود کی ابتدا ہے ذکر خفی مجسمے فراموشی یعنی وصالِ محبوب میں فنا و غائب ہو جانیکا نام ذکر خفی ہے اور ذکرِ پانچ قسم میں بانی قلبی۔ روحی۔ ستری۔ تجنی۔ یعنی تعلقہ۔ وسوسہ۔ مشاہدہ۔ معائنہ۔ مغائبہ۔ مثلاً کوئی عاشق دور افتادہ جب اپنے معشوقِ مسافر کا زبانی ذکر کرتا ہے تو اس کو تعلقہ کہتے ہیں اور جب اُس کے آنے کی خبر سن کر دل میں سوچتا ہے تو اس کو وسوسہ قلبی کہتے ہیں اور جب قریب دیکھ لیتا ہے تو اسکو مشاہدہ روحی کہتے ہیں اور جب ہم کلام ہوتا ہے تو اسکا نام معائنہ سہری ہے اور وصال میں سب کی فراموشی اور اپنی فنا کا نام ذکر خفی و مغائبہ ہو۔ وجدانِ سوم۔ نور ہے یعنی اس مقام پر سالک ہر ذرہ میں نور ذاتِ حق دیکھتا ہے اور اَللّٰهُ نُورٌ الشَّمْسُ نَارٌ وَالْاَرْضُ نَارٌ کا مشاہدہ کرتا ہے وجدانِ چہارم لباسِ باغیاں صفات مثلاً کافر مؤمن۔ عابد زاہد۔ ولی عارف۔ بٹی۔ پس یہ تمام لباس صفاتی ہیں۔ اور ذاتِ حقی واحد جیسے بادشاہ وزیر قاضی مفتی۔ لشکری۔ گدا۔ وغیرہ ہیں۔ ان میں ہر ایک شخص لباس صفاتی سے متمیز ہو سکتا ہے اور اگر ان سب کا لباس امتیازی اہلکاران کو باکھل برہنہ کر دیا جائے تو کوئی شخص ہر گز یتیم نہیں کر سکتا کہ ان میں سے بادشاہ و لشکری و گدا کو لٹا ہے پس سالک جب منزلِ واحد الوجود میں قدم رکھتا ہے تو یہاں کوئی لباس صفاتی باقی نہیں رہتا نہ اپنا نہ غیر کا

نقطہ ایک ذات مطلق کا ظہور ہے جو ہمیشہ سے قائم و دائم ہے۔ سالک آخر فنا نے اتم حاصل کر کے باقی رہ بقائے حق ہو جانا ہی انا للہ وانا الیکہ راجعون ہے

پس عدم گردم عدم چون ارجعون گویدم کاتا الیکہ راجعون

ع راجع ان بات کہ باز آید بہر

واحد الوجود نقطہ ذات ہر جس کا بیان محال عقل ہے مگر اہل تصوف نے اس نقطہ ذات کو کواکب نام سے موسوم کیا ہے یعنی مرتبہ واحد الوجود مرتبہ توحید ذاتی مرتبہ خفی مرتبہ قرب مرتبہ نور مرتبہ و زرارہ اور مرتبہ احدیت مرتبہ لا آئین پس جو شخص مرتبہ واحد الوجود میں پہنچا اُسے خدا کو شناخت کیا کہ یہاں ہجرات واحد الوجود کچھ موجود نہیں۔ اور جو کوئی مرتبہ توحید میں آتا ہے وہ جملہ اشیا عالم میں ذات حق کو دیکھتا ہے مَا ذَا آيَتٍ شَيْئًا اِلَّا ذَا آيَتِ اللّٰهِ فَبِهِ كَيْهِيَ مَعْنٰی میں۔ اور جو مرتبہ خفی میں گیا وہ اپنی ذات کو ذات حق میں نفی دیکھتا ہوا اور خالق ذات الہی میں ایسا محو و نابود ہو جاتا ہے کہ نہ عبد رہتا ہے نہ معبود۔ اور جس میں عظمت و کمال قدرت پیدا ہو گئی وہ مرتبہ قرب میں پہنچا۔ اور جسکو جملہ عالم نور نظر آیا وہ مرتبہ نور میں گیا۔ اور اللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی حقیقت سے آگاہ ہوا اور جسکی نظر سے زمان و مکان ہر دو عالم مرتفع ہو گیا اور ذات حق کو لا مکان دیکھا وہ مرتبہ و زرارہ اور مرتبہ پہنچا۔ اور جس نے عالم کو ذات حق میں اور ذات حق کو عالم میں ہر مرتبہ و زرارہ دیکھا وہ مرتبہ احدیت میں آیا۔ اور جس نے عالم کو نفی و ذات حق کو ثابت دیکھا اور ہجرت ذات حق کہیں کسی شے کا کچھ نشان نہ پایا وہ مرتبہ لا آئین میں پہنچا۔ غرض سالک ان علامات سے معلوم کر سکتا ہے کہ میں کون سے مرتبہ میں آگیا ہوں حسب استعداد سالک ان تجلیات کا ظہور ہوتا ہے ہر مرتبہ میں مَن عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کے معنی اپنے عرفان نفس پر تصور کرتا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عارف الوجود بمنزلہ نظر ظاہر کے ہے۔ اور واحد الوجود ہر مرتبہ نظر باطن مگر درحقیقت دونوں ایک ہی ذات ہیں جیسے آئینہ میں صورت عکس اور جسم میں عکس روح و عالم میں عکس ذات حق و فوس میں عکس صورت اشیا عالم شہر

اور در دل من است و دل من بدست دست چون آئینہ بدست من و من در آئینہ

یہ عجب وحدت ہے کہ بیدار و اول بین کثرت نمودار ہے اور یہ عجیب کثرت ہے کہ بنظر حق بین ذات واحد الوجود

قائم و قریب رہے جب سالک بارود الہی ذات احد الوجود میں پہنچ جاتا تو پھر بحر ذات احد الوجود کی نظر میں کچھ باقی نہیں رہتا نہ عہد نہ معبود نہ عشق نہ عاشق نہ معشوق نہ محبت نہ محب نہ محبوب۔ ۵

عشق معاشق محو گرد و این مقام	خود بہمان معشوق ماند و اسلام
------------------------------	------------------------------

پس نظر ظاہری نظر باطنی کا پر تو دو عکس ہو اور کسب جو جو جانی اضافی ایک دوسرے سے جدا معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت وہ ایک ہی ذات ہیں جیسے شمع فانوس کہ اسکا نور جو درون فانوس ہو وہی نور برون فانوس بھی موجود ہو پس اگر فرق ہو تو اصناف کا ہو۔ اور جب حجاب صافی بھی منتفی ہو گیا تو پھر وہی ایک نہ سلا تعین ہے جو پہلے تھا پس درمیان بندہ و ذات واحد الوجود کے یہی فرق اضافی ہو اور کچھ بھی نہیں جیسے زیور طلافی جب تعین صوری ٹوٹ گیا تو پھر وہی سونا ہی سونا ہے۔ ۵

جب حجاب اپنی گرفت سے بند سے دھو گیا	صاف کہتا ہوں حقیقت میں دریا ہو گیا
-------------------------------------	------------------------------------

اور حضرت ابو جرد قاق فرماتے ہیں اَلْفَرْقُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ الْعُبُودِيَّةُ یعنی میرے اور خدا کے درمیان فرق عبودیت کا ہو اور حضرت منصور صلاح کا قول ہو لَا فَرْقَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَبِّي اِلَّا بِصِفَتَيْنِ صِفَةِ الذَّاتِ وَصِفَةِ الْغَائِمِيَّةِ فَقِيَامًا مَتَابِهِ وَذَاتًا مَعْنَاهُ یعنی کچھ فرق نہیں میرے اور میرے پروردگار کے درمیان مگر سبب دو صفتوں کے ایک صفت ذاتیہ ایک صفت قایم کے پس ہمارا قیام اُسکے ساتھ ہو اور ہماری ذات اسکی ذات سے ہے اور حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَرْقٌ اِلَّا اِنِّي نَقَدْتُ بِالْعُبُودِيَّةِ یعنی کچھ فرق نہیں میرے اور اُسکے درمیان لیکن میں نے تقدیم کی بندگی کی طرف جمال چہرہ و ربوبیت بغیر خال عبودیت وصف کمال نہیں رکھتا کیونکہ ربوبیت بغیر عبودیت کے محال

بے عاشق و عشق حسن معشوق کجاست	نما عاشق و عشق نیست معشوق کجاست
در فتوای عشق اگر چہ این قول خطاست	مشاط حسن یار بے صبری ماست

اور حضرت ابی قریٰ کا قول ہو کہ اِذَا اَتَمَمْتَ عِبُودِيَّةَ الْعَبْدِ فَيَكُونُ عَلَيْهِ كَعَلَيْشِ اللَّهِ تَعَالَى یعنی جو وقت تمام ہوئی عبودیت عباد کی پس ہو جاتی ہو اسکی عیش مانند عیش اللہ تعالیٰ کے۔ اور اتمام عبودیت اسوقت ہوتی ہو کہ جب تقصیر توقیر برابر ہو جائے بلکہ جو کچھ خدا کیلئے ہو بندہ میں اسکا ظہور ہو ہر گاہ قطرہ و ریاس شامل ہو کے فنا ہو گیا اور تعین نیست و نابود پس عیش دریا عین عیش قحط ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ شہد میں دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَدَبِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ

مِنْ مَسِيحِ الدَّجَالِ یعنی اہی میں پناہ مانگتا ہوں نہرے ساتھ عذابِ قبر سے اور پناہ مانگتا ہوں نہرے ساتھ دجال کی کشتیم سے۔ قبر سے مراد قیدِ جہانی و بشری ہو اور دجال عبارتِ نفسِ مارہ سے ہے اور نفسِ مارہ کو یک چشم اس لیے کہا گیا ہو کہ اسکی توجہ ظاہر کی طرف ہوتی ہو باطن کی طرف متوجہ نہیں جب انسان اس مقام میں پہنچ جاتا ہو اور جوابِ لاگرہ تعین کی توڑ دیتا ہے تو بس بحیرِ ذات کچھ باقی نہیں رہتا۔ جانتا چاہیے کہ معشوقِ ماحوت میں ہو یعنی ذاتِ بخت میں اور عاشقِ لاہوت میں اور عارفِ حیرت میں اور وصفِ ملکوت میں اور واقفِ ناسوت میں یہ نزول ہو اور عروج میں جب واقف و قوف پاتا ہے تو وصف میں آتا ہے اور وصف سے عرفان میں اور عرفان سے معارف میں اور معارف سے رویت میں تو رویت عاشقِ نباتی ہو اور جب عاشق ہوتا ہو تو اپنے آپ ہی کو پاتا ہو۔ پس ناگاہ مکین گاہ وحدت سے تیغِ عشق۔ ۵

این عشق نہ جائے کار سازی است	میش در کہ تیغ بے نیازی است
------------------------------	----------------------------

چمکتی ہو تو ماسوائے محبوب سب کو شربتِ فنا چکھاتی ہو بحیرِ معشوق کچھ باقی نہیں رہتا یعنی عاشق و عشق دونوں معشوق میں فنا ہو جاتے ہیں پس کُنْتُ کُنَّا عَقِیْمًا مراد لاہوت ہے اور فَاجَبَلْتُ لَاحُوت سے اور اَنَا اَعْرِفُ حَیْرَت سے اور خَلَقْتُ الْخَلْقَ عبارتِ ملکوت و ناسوت سے ہو۔ ۵

تو در گم شو وصال این است و بس	تو مباحش صلا کمال این است و بس
-------------------------------	--------------------------------

سلطانِ عشق کے چار کثرت ہیں یعنی لاہوتِ حیرت۔ ملکوتِ ناسوت۔ مراد لاہوت۔ سے ستر یعنی نور ہے۔ اور حیرت سے روح۔ اور ملکوت سے دل۔ اور ناسوت سے جسم پس تیغِ حیرت میں دل کے ہے اور دل محبت میں روح کے اور روح قربِ ستر میں۔ اور ستر وصالِ خدا میں ہو جو وحدتِ بے کثرت ہو وہ منزلِ خاصِ الخاص کی ہو اور جو وحدتِ باکثرت ہے وہ مقامِ خاص کا ہو اور جو کثرت بے وحدت ہے وہ منزلِ عام کی ہو پس خاصِ الخاص مقامِ محضِ امنِ امانی میں ہو اور خاصِ مقامِ حیرانی میں اور عامِ نادانی میں علمِ یقینین مقامِ طالبوں کا ہو اور عینِ یقینین منزلِ منوسطوں کی اور حقِ یقینین مقامِ واصلوں کا ہو اور واصلوں کو موت نہیں کہ بحق باقی ہیں۔ ۵

برگزینہ زان کہ دلش زنده شد بعشق	ثبوت است جب ریدۂ عالم دوام سا
---------------------------------	-------------------------------

اور مرتبہ واحد الوجود کو باعتبارِ مراتب یہ کہتے ہیں۔ توحید ذاتی۔ مرتبہ ذکرِ لُحفی۔ مرتبہ نور۔ مرتبہ قرب۔ مرتبہ رازانہ۔

مرتبہ حدیث - مرتبہ لائقین - واللہ اعلم بالصواب -

صورت مراقبہ ہم یہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ عارف الوجود وہ ہے جو اپنے وجود پر دانا ہو یعنی وہ ہستی جو دانائے خود ہے اور وہ ہماری تمام ہستیوں سے منزہ ہو اور اپنی ہستی میں قیام رکھتا ہے و ملائکہ ہی ہے اور واجب و ممکن و متعین اسکے ساتھ قائم اور اسکی طرف محتاج ہیں اور وہ ان سب سے مستغنی ہو یا پر وجود اپنے تحت کی نسبت متصل باطلاق ہو یعنی اس وجود کا اطلاق مائل و مشابہ اطلاق اور تمام ہستیوں سے منزہ و مقدس ہو۔ اسی اعتبار سے یہ مرتبہ درار الورا کا جو مخفی نہ ہے کہ درار الورا ایک مکان جو اور تمام مکان اسکے پر توہ سے ظہور میں آئے ہیں۔ اور مکان اسکو کہتے ہیں کہ جس میں صورت و شکل قرار پکڑے اور خود اور جو یعنی مکان بمعنی بودن ہو پس اللہ تعالیٰ نے جسکو پیدا کیا ہے وہ ایک مکان جو چنانچہ عناصر یعنی آب اشیا ربانی کا مکان ہے اور آتش مکان اشیا آتشی و سواد مکان اشیا بادی و خاک مکان اشیا خاکی کا ہے پس یہ عناصر بھی خود بخود ایک دوسرے کے مکان و مکن ہو گئے ہیں جیسے صفا مکان باد اور باد مکان آتش اور آتش مکان خاک اور خاک مکان آب یعنی جو چیز جس میں قرار پائے وہ اس کا مکان ہو۔ پس ہر شے کا مکان ایک اسم کے ساتھ موسوم ہو گیا ہو مثلاً صفا و ہوا مکان و لا مکان و درار الورا پس درار الورا اس حضرت کا بطون ہے کہ تمام قابلیات اسرار و صفات الہی اس میں مستقر ہیں اور وہ مظہر و مکان اعیان ثابتہ کا ہو۔ اے سالک ذات الہی کا بھی ایک مکان ہے جس کو درار الورا کہتے ہیں اور یہ درار الورا صفات الہی کا ہیولہ ہے کہ جمع صفات اس میں ظاہر ہیں اور درار الورا کے پر توہ سے لامکان پیدا ہوا ہے کہ لامکان اسکی صورت ہے اور صفا سے ہوا پیدا ہوئی اور ہوا مظہر مراتب لازم الوجود ہے کہ لازم الوجود ہوا میں ظاہر ہے اور یہ وہ ہوا ہے کہ تمام جہانیاں عرش سے فرش تک اور سمک سے سماک تک اعلیٰ علیین سے سفلیٰ سفالین تک اس میں ظاہر و ہویا ہیں۔ ان حضرات صوفیہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک درار الورا جمیع ہیولہ کا ہیولہ ہے اس لیے کہ لامکان جمیع صفات الہی اور تمام قابلیات غیر منتہا ہی کا مظہر ہے اور لامکان درار الورا کے پر توہ سے ظہور میں آیا ہے پس درار الورا ایک مکان ہوا علیٰ ہذا القیاس جمیع مراتب قابلیات حسب مراتب ایک دوسرے کیلئے مظہر و مسکن میں فاعرف پس سالک کو چاہیے کہ ایک کا تا ثناء دوسرے میں دیکھے مثلاً صفا کو ہوا میں اور ہوا کو صفا میں اور مکان کو

لامکان میں اور لامکان کو مکان میں اور لامکان کو رارالورامیں۔ بلکہ ہمیشہ رارالورار کے مطالعہ مشاہدہ میں رہے اور اس مرتبہ کا کمال حاصل کرے اگر سالک نے بیان دنیا میں یہ مرتبہ نہایت حاصل نہ کیا تو پھر کب کریگا کہ تحصیل کمال اسی مرتبہ میں ہوئے سالک جو شخص درالورار میں پہنچ گیا پس وہ ذات ذات میں مل گیا یہ مرتبہ واحد الوجود کا ہے کہ ازل الازل میں اس کے سوا کسی شے کا وجود نہ تھا اور نہ اب ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کا نام نامی وجود مطلق احدیت ہے پس مناسب کہ طالب صادق واسطے حصول اس مقام کے شغل مراقبہ نیزگی ہمیشہ کرتا ہے اور مراقبات نیزگی سے غنم ترین مراقبہ یہ طریق مراقبہ واحد الوجود۔ اول غس کرے اور لباس ظاہر میں کر دو گانہ ادا کر کے رو بقبلہ بیٹھے اور متغفار و درود شریف پڑھے اور انکھ بند کر کے اپنی توجہ قلبی کو حقیقت جامعہ نیزگی میں متوجہ کر کے اس وجود کے مراتب میں کہ جو اطلاق و تفہیات سے مطلق ہو معائنہ کرے بامرہ تعالیٰ چند روز میں فنا ہو کر نشان نیزگی حاصل کریگا پس میں کوئی شک شبہ نہیں کہ اس مراقبہ کی ممارست سے جمیع ماسوائے اللہ منتفی ہو جائینگے۔ اور اگر اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی شائبہ تعین یا کوئی دوسرا مظهر خاطر ہو تو وہ وجود مطلق کی ذات میں پناہ گزین ہونا کہ اس میں سوخ حال ہو اور پھر اس سوخ سے انکھ کھولے اور ہر ایک موجود کے وجود میں خاص وجود مطلق کو یکشم ظاہر دیکھے جیسا کہ پیشہ پیشم باطن دیکھا تھا غرض اس مراقبہ میں جو شش تمام ایسا مستغرق ہو کہ پھر کسی قاطع سے منقطع نہ ہو پس منہج ہو جائے۔ اس کو ذکر ستر الستر کہتے ہیں۔ توحید میں یہ مرتبہ علیا ہے۔ اور درجہ قصوئے۔ اور اس کے افتتاح کی واسطے ہمیشہ ذکر اسم ذات ستری کرتا ہے تاکہ ہمیشہ نشراح ہوتا ہے۔ اللہ بس باقی ہو۔

باب سوم در تلقین حق یقین و بیان سوم قیام سلیم حقیقت

حقیقت بمعنی اصل شے جیسی کہ وہ ہے۔ اس تسلیم میں چندے قیام اسلیم ہونا کہ اپنی حقیقت سے آگاہی و نفس کی شناخت و معرفت ذات الہی کے ظہور کی ابتدا ہو اور خودی سے اور خدائی کے آثار نمودار ہوں۔ ساری مقام پر خود شناسی و خدا شناسی کا ظہور ہوتا ہے جب طالب سیر وجود سے علی قدر مراد فارغ ہوتا ہے تو پھر اسکو قدیم حقیقت میں تفکرات کی تعلیم فرماتا ہے اور ہر ایک بلکہ سبچا نامہوا بحد و توحید حقیقت معرفت کی طرف لے جاتا ہے توحید حقیقت یعنی اسم و سعی کی تمیز اٹھا دینا۔

فصل اول در بیان تفکرات

صفا ایہ در بیان تفکرات

اذکار و شغال و مراقبات کے بعد تفکر کا مرتبہ ہے یعنی جب تکینہ دل مصنفہ اذکار وغیرہ سے مصفا و مجاہد ہوتا ہے تو کلین ہمیشہ تفکرات میں مشغول رہتے ہیں کہ اس میں آیات و معجزات عجیب و غریب ہر اہل کمال پر ظہور ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں دانشوروں کو عبرت و تدبر و تذکر و تفکر کی بہت کچھ ترغیب فرمائی ہے اور عقلمند و حکما اپنی آیات و معجزات و قانون قدرت کاملہ کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے کیونکہ تفکر مفتاح انوار ربانی و مبداء بصیرت رسانی ہے اور علوم و معارف کیلئے حال بے زوال اور نیر و رسول صلعم نے بھی فضیلت تفکر کو بڑے شہ و مد سے بیان فرما کر لوگوں کو بڑے نور سے اس طرف متوجہ فرمایا ہے کیونکہ اگر توحید ذاتی و کمال وحدت حقیقی کا ظہور پورے طور پر ظاہر و نمایان ہو جائے تو چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْخِلَافِ الْيَلِیْلِ وَ النَّجْمِ الْكَوٰكِبِ لَا دُرٰی اِلَّا لِبَابِ تَوْفَرِیَا کہ خرابی ہو اُس کی جو سکو پڑے اور فکر نہ کرے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اَعْطُوا اَعْمَالَكُمْ حَقَّهَا عَنِ الْعِبَادَةِ یعنی اپنی انکھوں کو عبادت میں اُن کا حصہ دو۔ کسی نے عرض کیا کہ انکھوں کو عبادت میں کیا حصہ ہے آپ نے فرمایا کہ کلامِ ام ہی میں نظر و فکر کرنا اور اُسکے عجائبات سے عبرت پکڑنا۔ اور عینی سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا ثانی کوئی دُنیا میں ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں جس کی گھنگھوڑو کہ ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جبکہ کلام میں حکمت نہ ہو وہ لغو ہے اور جس کا سکوت فکر نہ ہو وہ سہو ہے اور جسکی نظر عبرت کیلئے نہ ہو وہ لہو ہے۔ اور ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے لیے فکر کرنا آخرت کی آڑ ہے اور ولیا اللہ کے حق میں عذاب اور آخرت میں فکر کرنا مورث حکمت و دلو کو زندہ کرنا ہے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل عقل ہمیشہ ذکر سے فکر کے عادی ہوا کرتے ہیں اور فکر سے ذکر کے یہاں تنگ کہ اُنکے دل گویا ہو جاتے ہیں اور حکمت بولنے لگتے ہیں اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَشْرَفُ الْاَعْمَالِ وَ اَعْلَاهَا الْجُلُوسُ مَعَ الْفِكْرِ وَ فِي مَعْنٰی الْتَوَجُّدِ وَ التَّنَبُّهِ بِكَيْسِيْمٍ الْمَعْرِفَةِ وَ كَثْرَتِهَا

۱۷ پ ۳ سورہ آل عمران ص ۱۱۶ ترجمہ یعنی آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا بدلتے آنا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔ ۱۲ ۱۷ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے ۱۲

بِكَاسِ الْحَبَّةِ مِنْ بَحْرِ لُؤْدَادِ وَالنَّظَرِ مِجْسِنِ الظَّنِّ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ قَالَ يَا هَاجِمُ مَجَالِسِ
مَا أَجْلَهَا وَمِنْ شَرِّهَا مَا أَلَدَّ طُوبَى لِمَنْ رَزَقَهُ، یعنی سب سے اشراف و اعلیٰ مجلس یہ ہے کہ
توحید کے میدان میں فکر کیا تمہ پٹھ کر معرفت کی ہوا کھائے اور جام محبت اتحاد کے دریا سے نوش کئے
اور اللہ تعالیٰ پر حق ظن کے ساتھ نظر کرے یہ فرمایا کہ ان مجالس کا کیا ہی کہنا ہے بہت عمدہ ہیں اور
اس پینے کی چیز کا کیا ہی کہنا ہے نہایت لذیذ ہے خوش حال وہ شخص ہو جسکو اللہ تعالیٰ نے یہ بات
نصیب کی ہو تفکرات جمع تفکر کی ہو اور یہ بھی ایک قسم کامراقبہ ہو تفکر کے معنی ہیں کسی کا یا امر میں یا
شے یا لفظ و عبارت و گفتگو و کلام میں غور و تامل و خوض و فکر کرنا

بے عشق بسر نہ شور و راہ	لے پر وہ نشین این گذر گاہ
این بادیر راجہ بریدہ رفتند	قوے کہ ز خود بریدہ رفتند
تا خود کشتے رسد کہ بر خیزند	درفکر بچو ششے در آویند
تا یابی ازین سخن نشانی	سر بر خط او نہی زمانے
پس عشق تراز تو ستانند	چون فکر ترا بتور ساند
بہتر ز عبادت دو عالم	یک جزیہ او ترا دران دم
تا بگو کہ کشند مرایا بی	باید کہ سر از کشتن تنائی
تارہ نہ ہری بخود مندانی	فکر است کلیب این معانی
این است خلاصہ ہمہ فکر	مذکور طلب چہ خواہی از فکر
بے داری دیدہ و دل آسرد	دانستن فکر مشکل آسرد
چون فکر نہ اند عین کار است	فکر تو ہنوز خار خار است
آن کس کہ برفت و بے نشان	از فکر بفرمے تو ان بفت
در بحر عجیب معرفت شو	یک بار بحر دراز صفت شو
از محنت جسم جان ہی کن	لے خواہ دے قلندر ہی کن
بے منت جان حیات یابی	تا یک نفس اندرین خسرابی
تا ہمدم شاہ گرد می لے باز	بر بند بکرم دیدہ آواز

بر ساعد او قرار مے کن
لے گم شدہ خویش را طلب کن

در صحن بقا شکار مے کن
گریافتہ مرا ادب کن

اور فکر کے سمعے میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو معرفتوں کو دل میں موجود کر کے تیسری معرفت کا حاصل کرنا مثلاً اگر کوئی دنیا دار یہ معلوم کرنا چاہے کہ بہ نسبت دنیا کے آخرت اختیار کرنا کس طرح بہتر ہے تو اس کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ کسی اپنے بزرگ سے یہ سنے کہ بہ نسبت دنیا کے آخرت بہتر ہے اور سنتے ہی اسکو سچا جان کر بغیر اس کے کہ حقیقت امر پر اسکی بصیرت کچھ کارگر ہوئی ہو یقین کر لے اور صرف اس کے کہنے پر اعتبار کر کے اپنے عمل سے مال آخرت کی تیج کا ہو جائے تو اسکو تصکید کہتے ہیں نہ معرفت۔ اور دوسرا طریق یہ ہے کہ اول اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ پانچ درجہ کا اختیار کرنا بہتر ہے پھر اس کا علم ہو کہ آخرت بہتر ہے اور ظاہر ہے کہ اس تیسری بات کو معلوم کرنا بغیر پہلی دو معرفتوں کے غیر ممکن ہو پس دل میں پہلی دو معرفتوں کا سو جو کرنا تیسری معرفت تک پہنچنے کے لیے تفکر و اعتبار و تذکر و نظر و تامل و تدبر کرنا ہوتا ہے لیکن یہ تین یعنی تفکر و تامل و تدبر بلفظ مترادف ہیں و معنی واحد کہتے ہیں اور تذکر و اعتبار و نظر ان کے معانی میں فرق ہو پس دو معرفتوں کے موجود کرنے کو اعتبار اس لیے کہا گیا ہے کہ ان دونوں سے تیسری معرفت کی طرف عبور کر سکتے ہیں اور اگر عبور نہ ہوا ہو صرف دونوں معرفتوں پر آگاہی ہوئی ہو تو اس کو تذکر کہتے ہیں نہ اعتبار اور نظر و تفکر اسکا خاصہ ہے کہ اس میں تلاش تیسری معرفت کی ہو پس جو شخص طالب تیسری معرفت کا نہیں اسکو ناظر نہیں کہیں گے اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو شخص متفکر ہوگا وہ متذکر بھی ہوگا اور یہ ضرور نہیں کہ جو متذکر ہو وہ متفکر بھی ہو تذکر میں یہ فائدہ ہے کہ دل پر معارف مکر جم جائیں اور اس میں سے جو نہ ہوں اور تفکر کا یہ فائدہ ہے کہ علم بڑھتا جائے اور جو معرفت حاصل نہ تھی حاصل ہو جائے پس تذکر و تفکر میں یہی فرق ہو معارف بے شمار ہیں اور وہ سب دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دل میں جب قدر طاقت ہوتی ہو اسی قدر رش عرفان پر پروا کرتا ہے۔ مخفی نہ ہے کہ دل ایک سوار ہے اور اس کا زاد راہ و تسبیح و اطمینان و ہمت و ذکر الہی جو تَقْطِبُ عَنْ قُلُوبِهِمْ يَذْكُرْ اللّٰهُ الْاَلَدِ كَيْفَ اللّٰهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ یعنی دلوں کا اطمینان ذکر الہی میں ہے آگاہ ہو کہ ذکر الہی میں دلون کا اطمینان ہے اور یہ سوار واسطے حاصل کرنے کہ نہ مخفی فقر کے کہ جس سے گُنْتُمْ كُنَّا اَخْفِيَا مَرَاكُم

تیار کیا جاتا ہے اور علم محفوظ و عقل مدد کہ سواری اور فہم فراست اسکے سہلچہ میں اور یہ جمیع مجاہدات و مشغلات و مراقبات و تفکرات اس کے مخبر و راہ نما پس حسب قدر ان حوائج حد درجہ کے سر انجام میں تغافل و کاہلی کر لیا اسی قدر گنج مخفی فقر سے جو مقصود اصلی ہے دور و در ماندہ رہیگا ان اگر خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے چھت پھاڑ کر کچھ عنایت فرما دے تو یہ اس کی بخشش ہے مصرعہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ابلہ اندر خس را بہ یافتہ گنج ○ پھر کسی چیز کی حاجت و ضرورت نہیں ۔

جب لاگین پرسن کے چاؤا پر وادیکیں نہ کچھوا باؤ

مگر یہ شاذ و نادر ہے غرض جب معارف دل میں جمع ہوتے ہیں اور ایک خاص ترکیب ملتے ہیں تو ان سے ایک اور معرفت حاصل ہوتی ہے یعنی ایک معرفت شکرہ پہلی معرفت کا ہوتی ہے اور جب یہ نئی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ پھر دوسری معرفت سے ملتی ہے تو اس سے ایک اور نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس طرح ثمرات برہتے چلے جاتے ہیں و علوم بھی زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور فکر بھی بے انتہا لگے پڑھتا چلا جاتا ہے غرض دل جو خالص نور ربانی و اسرار الہی ہے اس میں یہ قدرت رکھی گئی ہے کہ ان مسائل کے ذرائع سے وہاں تک پہنچ سکتا ہے ورنہ ذات الہی میں کسی حس کی رسائی نہیں کیونکہ وہ ذات شمس نصف النہار کی طرح بلکہ اس سے بھی کڑ وڑوں درجہ زیادہ بین و نظر ہے کہ کثرت شعاع سے حواس عشرہ خیرہ و ماندہ دیدیں البتہ یہ اسی دل میں قوت ہے کہ اپنی توجہ خاص سے کشتی شعاع کے وسیلہ سے کہ وہ چل لیتیں ہے کنگدہ تقدیس پر کمند ڈال کر اس گنج مخفی سلطانی میں جا پہنچتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ تفکر کے معنی دل میں دو معرفتوں کو جمع کر کے ان سے تیسری معرفت کو حاصل کرنا ہے اور اس میں پانچ درجہ ہیں ۔ اول یہ کہ یہی دل میں دو معرفتوں کو جمع کرنا ۔ دوم تفکر یعنی ان دونوں معرفتوں سے معرفت مقصود کا طلب کرنا ۔ سوم حاصل ہونا معرفت مطلوبہ کا اور اس سے دل کا متحلی ہونا ۔

چہارم حصول نور معرفت سے دل کا حال بدل جانا ۔ پنجم جس طرح دل کا حال بدلتا جائے اسی طرح جمیع محضار و جوارح ظاہری و باطنی دل کے تابع و خاوم رہیں ۔ واضح ہو کہ فکر کہی تو ایسے امر میں ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہو اور ہم اسی کو بیان کرتے ہیں اور دین سے ہماری یہ مراد ہے کہ جو معاملہ خدا تعالیٰ و بندہ کے درمیان ہو وہ دین ہے اس صورت میں فکر و وصال سے خالی نہیں یا تو وہ فکر خدا کی ذات و صفات و افعال سے متعلق ہو گا یا انسان کی ذات و صفات و افعال سے

اور جو فکر کہ خدا سے متعلق ہو وہ یا تو اسکی ذات و اسماء حسنی میں ہو گا یا اسکی صفات و افعال و ملک ملکوت و تمام اسمائون اور زمینون اور ان کے درمیان کی چیزوں کے ہو گا لیکن اسکی ذات میں فکر کرنا ایک ممنوع شرعی ہو دوسرا یہ کہ اسکی کنبہ ذات میں عقل جزوی انسانی حیران و سرگردان ہو بجز ناکامی و بدنامی کے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ ۵

نہ در کتبہ بے چون سبحان رسید

توان در بلاغت بہ سبحان رسید

جو ذات کہ عقل و قیاس و گمان و وہم و فہم و ادراک و خیال سے بزرگ ہو اس میں فکر کرنا محض نادانی نہیں تو اور کیا ہے آدمی تیر کسی نشانی پر لگتا ہے پہلا جو ذات کہ بے نشان و نام ہو وہاں شست با ندہنا کمال ہیوتوفی نہیں تو اور کیا ہے اور جو دریا کہ بے پایاں ہو چو کی نہ کوئی حد ہو نہ کنارہ نہ کوئی ابتدا ہو نہ انتہا ایسے بحر محیط و موج میں اپنی فکر کی زورق چلانا اور عقل ناقص کی بانس بی لگانا اپنی تنہا ہی کا سامان و ہلاکی کا باعث نہیں تو اور کیا ہے جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا ہے کہ تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللَّهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي ذَاتِ اللَّهِ یعنی تم فکر کرو اللہ کی مخلوقات میں اور مت فکر کرو خدا کی ذات میں پھر ایسی جگہ ہم کیوں فکر کریں جہاں رسول صلعم کی نافرمانی ہو اور عقل کی حس باطل پس مناسب یہ ہے کہ بحکم رسول صلعم ہم بھی مخلوقات میں جو ہماری نظروں کے سامنے موجود ہو فکر کریں کیونکہ جو غرض ہماری ذات سے فکر کرنے میں ہو وہ مخلوق میں بھی حاصل ہو سکتی ہو کہ مخلوق بھی بطور حق ہو اور بہتر و بزرگ مخلوقات میں سے خلقت انسان ہو۔ کہو کہ تعالیٰ کَلَّمَ خَلْقَنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ یعنی البتہ ہم نے آدمی کو پیدا کیا اچھی سے اچھی صورت میں کیونکہ ہمال صورت و کمال معنی رکھتا ہے اور پھر ہم کو یہ مژدہ سنا دیا کہ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ یعنی اور تمہارے نفسوں میں ہو کیا تم نہیں دیکھتے یعنی جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ تمہاری ہی ذات میں موجود ہے اس لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ یعنی جس نے اپنے نفس و ذات کو پہچان لیا پس تحقیق اسکو عرفان رب حاصل ہو گیا کیونکہ اس میں تَفَكَّرْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي کی شان ہو اور حضرت امام محمد غزالی نے اپنی کتاب احیاء میں فرماتے ہیں کہ اگر شوق و محبت کا حال پیدا کرنا چاہے اور اپنی ہستی کو ذات الہی

۱۵ پ ۲ سورہ یٰسین میں ۱۲۰ پ ۱۵ سورہ الذاریات ع ۲-۱۲ ۱۵ بمعنی تحقیق فرماتے ہیں کہ یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہو

اور مولانا طاهر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کو مانتے ہیں ۱۵ سورہ ص ع ۵ پ ۲۳ ع ۱۳-۱۲

میں فنا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت و کبریا میں فکر کرے اور اس میں حیرت مقام میں اور سب اعلیٰ مقام میں ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے ناموں کے معانی میں فکر کریں لیکن ایسا فکر کرنا شرع شریف میں ممنوع ہے جیسا اوپر ذکر ہوا کیونکہ عقلیں اسکی کثرت ذات میں حیران ہیں بحر صدیقوں کے اور کوئی اس طرف آنکھ کھول کر دیکھ نہیں سکتا اور وہ بھی نہ ہمیشہ بلکہ جب نظرات کے جمال لایزال پر پڑتی ہیں تو وہ خود بھی تاب نکال کر ذات الہی میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر عقلموں کو تو اسکی ذات و صفات سننے کی بھی تاب نہیں ہوتی بلکہ مختصری بات جسکی تصریح بعض علماء نے کی ہے کہ خدا تعالیٰ مکان اطراف جہات سے پاک ہے اور وہ نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر نہ ملا ہوا ہے نہ جدا۔ اتنی بات کے سننے سے بعض لوگوں کی عقل ایسی حیران ہوتی ہے کہ وہ اسکی ذات سے بھی منکر ہو گئے کیونکہ نہ سننے کی طاقت نہ حیرت کا ادراک بلکہ اتنی بات کی بھی برداشت نہ کر سکے جب ان سے کہا گیا کہ خدائے تعالیٰ کے نہ سر ہے نہ پانور نہ ہاتھ ہے نہ آنکھ نہ عضو نہ جسم نہ معین و مقدار و حجم تو کہہ اٹھے کہ یہ بات تو خدا کے جلال و عظمت میں نقصان پیدا کرتی ہے اور یہ ان کے فہم کا قصور ہے نہ ذات کا نقصان بلکہ وہ ذات اور اکائیات اوصاف و افہامات عقول سے بزر و الطف ہے پس جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ ذات صفات سے باہر نہیں اور انسان اعلیٰ ترین صفات انہی میں سے ہے اور اس میں ظہور روح قدسی ہوا ہے تو پھر ہم کیوں بے محسوسانے بھیگیں اور خالی تنکے لگاتے پھریں۔ اے عسکر اگر تم صفات و مخلوق کا راستہ اختیار کر کے ذات کا سراغ لگاؤ گے تو ضرور کسی ٹھکانے لگ جاؤ گے۔

فصل دوم در شرح تعلیم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

بجہات امام حسن و امام حسین علیہما السلام

سب بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی ذات و صفات میں فکر کریں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے جگر گوشہ و فرزند و بلند کو تعلیم فرمایا ہے۔ دھو ہذا

یَا وَلَدِی فِکْرُکَ فِیْکَ یُکْفِیْکَ	فَلَیْسَ شَیْءٌ خَارِجًا مِنْکَ
وَدَا اَمَلُکَ فِیْکَ وَمَا تَنْتَعِشُ	دَوَا اَمَلُکَ مِنْکَ وَلَا تَبْصُرُ

وَتَزَعَمُ أَنَّكَ حَسْبُكَ صَغِيرٌ
وَأَنْتَ أُمُّ الْكِتَابِ الَّذِي

وَفِيكَ الْطَّوِيُّ عَالَمٌ كَبِيرٌ
مَا حَرَّ فَهُ يُظْهِرُ الْمُضْمَرُ

ترجمہ

یعنی اے میرے فرزند تیرا فکر تجھ میں نہیں ہے
اور تیرا درو تیرے اندر ہے اور تو نہیں جانتا
اور تجھ کو گمان ہے کہ تو چھوٹا جسم ہے
اور تو وہ ام الکتاب ہے

کیونکہ کوئی شے تجھ سے خارج نہیں ہے
اور تیری دولت تجھ میں ہے اور تو نہیں دیکھتا
اور حالانکہ تیرے اندر ایک عالم اکبر لپٹا ہوا ہے
کہ اپنے حرفوں سے دل کی بات جانتا ہے

تشریح اس کلام فیض نظام کی یہ ہے کہ یا وَلَدِی فِکْرُکَ فِیْکَ یَکُنْ فِکْرُکَ فِیْکَ
یعنی میرے فرزند ترا
فکر تجھ میں ہی ہے یعنی تو اگر خدا کا ویدار چاہے اور اپنی شناخت تو اپنے اندر فکر کر کہ خدا تجھ
میں ہے نہ تجھ سے جدا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَفِی الْفِیْکِمْ اَقْلًا یُنْبِضُ حَوْنٌ یعنی اور تمہارے نفسوں میں
ہے کیا تم نہیں دیکھتے۔ ایک روز عبد اللہ بن عمرؓ نے رسول صلعم سے سوال کیا کہ اَیْنَ اللّٰهُ فَقَالَ عَلَیْکَ
السَّلَامُ فِی قُلُوبِ عِبَادِہٖ یعنی اللہ کہاں ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دل میں اس کے بندوں
کے وَفِی رِوَاۓ فِی الْعَمَاءِ یعنی تاریکی میں ہے جو سید ارباب انسانی سے مراد ہے ۵

ناباشد عیب پر سیدن ترا خانہ کجا باشد

نشانے وہ اگر یام کہ آن اقبال ما باشد

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَحْرُوسٌ لِلّٰهِ تَعَالٰی بندوں کا دل خدا کا
عرش ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ الْمُنْتَوٰی یعنی خدا عرش پر استوائے
ہے۔ جب مومن کا دل عرشِ عظیم پر ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ بنائے کے دل پر استوائے ہو اے فرزند دل
میں سوچ اور اپنے نفس میں فکر کر کہ تو کون ہو کیا تھا گیا صورت پائی تیری اصل کیا ہو گوش ہوش سے
سن کہ تیری اصل ذات بکت ہے۔ اول منزل میں حقیقت محمدی نام پایا۔ دوسری میں حقیقت انسانی
تیسری میں روح پھر مثال پھر تیرے سب کو یہ جسم کثیف ملا تاکہ تو اپنی اصل کو بھول جائے اس جسم
کثیف نے اپنی کثافت کا اقرار دیا اس اثر صحبت نے تجھ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور تو کہنے لگا کہ
میرا جسم تو میں جسم ہوں میں فلاں کا باپ ہوں فلاں کا بیٹا ہوں میں بھوکا ہوں میں پیاسا ہوں میں

ننگا ہوں میں اندھا ہوں میں لنگڑا ہوں میں عاجز ہوں۔ اے فرزند نہ تو جسم ہی نہ تیرا جسم ہی نہ تو کسی کا باپ نہ بیٹا نہ بہو کا ہی نہ پیاسا نہ ننگا ہے نہ اندھ نہ لنگڑا ہے نہ عاجز نہ غرض جو کچھ وہ ان صفات سے موصوف ہے جسم ہی جسم ہی باپ ہی باپ ہی تو جسم اور بیٹا ہے تو جسم کل عیوب اس جسم میں ہیں تجھ میں کوئی عیب نہیں تو روح پاک و صاف ہی تو خلیقہ اللہ ہی جسم ایک اعتباری و خیالی لباس ہے جب تو نے ہزاروں ایسے لباس بدل ڈالے ایک دن اسکو بھی اتار دیگا اسکے نہ ہونے سے تیرا کسی طرح نہ پہلے جرح و نقصان تھا نہ پھر ہوگا تو جیسا تھا ویسا ہی رہیگا بلکہ اسکے ساتھ محبت کرنے سے پستی میں گریگا اور ہمیشہ مبتلائے غم و الم رہیگا پس بالغ قصد اس سے محبت کا رشتہ توڑ اور اسکی الفت سے منہ موڑ تاکہ عذاب سرمدی سفر سے چھوٹے اور اپنے اصلی وطن میں نہج پر آرام پائے حب الوطن من الایمان ۵

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر	خاروطن از سبل وریجان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی مے کرد	مے گفت گدا بودن کنعان خوشتر
آن وطن مصر و عسراق و شام نیست	آن وطن شہرے است کز نام نیست

جب تم اوپر کے منزلات و تعینات و اضافات کو اپنے سے الگ کر کے فکر کرو گے تو یقین کامل ہو کہ تم اپنی اصل حقیقت کو پہنچ جاؤ گے۔ عاقل کو ایک اشارہ کافی ہو فَلْيَسِّنْ فَنُحِیْ حَادِجًا مِّنْكَ حالانکہ کوئی چیز تجھ سے باہر نہیں سب چیز تیرے اندر موجود ہے حکیم سنائی فرماتے ہیں۔ ۵

آسمان ہاست و رولایت جان	کافربائے آسمان جہان
دورہ روح لیست و بالاہا است	کوہ بائے بلند و دریاہا است

اکثر علماء محققین ان آیات وَصَوَّرْکُمْ فَأَحْسَنَ صَوْرَکُمْ اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انسان فی الحقیقت جمال ظاہری و باطنی رکھتا ہے اور یہ نسخہ جامعہ مجموعہ کاملہ ہے اس میں جمیع موجودات عالم خلق و امر ملکی و ملکوتی علوی و سفلی منظوی و مندرج ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو نسخہ جامع جمیع کمالات ظاہری و باطنی پیدا کیا ہے۔ یہ مجموعہ جامع جمیع علوم و فنون و صنعت وغیرہ کا ہر کوئی علم کوئی ہنر کوئی پیشہ کوئی صنعت اس سے باہر نہیں جو کچھ موجود ہے اسی کی نمود ہے سب چیز اسکے اندر موجود ہے حقیقت میں انسان گنج مخفی کا نمونہ ہے خلیفۃ اللہ اسکا خطاب ہے

قَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ، ہر مقام ہے فادھی الی عبیدہ مَا أَوْحَىٰ اس کا کلام ہے وَعَلَّمَ
الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا اس کا علم ہے یہ
محزن اسرار ربانی یہ مطلع انوار سبحانی ہے سب شے اس میں موجود ہو کوئی چیز اس سے خارج نہیں

وَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

وَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

وَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

وَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اے فرزند اپنے بزرگروں کو جو چیز مجھ کو مطلوب ہے اپنے
ہی میں طلب کر وہ اپنے ہی اندر پائیگا کوئی شے تجھ سے باہر نہیں جس کی خارج میں تلاش کرے

وَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

وَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

یعنی اور تیرا مرض تیرے اندر ہے اور تو نہیں جانتا۔ اور دوا بھی تیرے ہی پاس ہے اور تو نہیں دیکھتا یعنی
تیرا درد اور تیری دوا کچھ ہی میں ہے۔ کفر و شرک تیرے لیے درد ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ إِنَّ اللَّهَ لَا
يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلَالًا كَبِيرًا یعنی اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک لایا جائے اور بخشتا ہے سوائے اسکے جس کے واسطے
چاہتا ہے۔ اور جو کوئی شرک لائے اللہ کے ساتھ پس تحقیق وہ گمراہ ہوا مگر اسی دور کا إِنَّ الشِّرْكَ
لَظُلْمٌ عَظِيمٌ شرک البتہ بڑا ہی ظلم ہے اور توحید و معرفت اس درد کی دوا ہے جب بہ یقین دل
تم نے جان لیا کہ حقیقتاً ذات پاک کے سوا کوئی موجود فی الخابج نہیں اور یہ جو کچھ نظر آ رہا ہو کل موجودات
فقط ایک ہی خیالی اعتبارات پر وابستہ ہے یہ معدوم محض ہو مگر موجود حقیقی اول و آخر ظاہر و باطن ذات
پروردگار ہے تو بس یہی اس درد کی دوا ہے یعنی باوجود اسکی ہستی کے اپنی ہستی کا ثبوت کرنا یہ
درد ہے اور اپنی ہستی کو اس کی ذات میں فنا کر دینا یہ دوا ہے

وَفِيكَ الْغَايَةُ الْآخِرَةُ

وَفِيكَ الْغَايَةُ الْآخِرَةُ

اور تو گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے اور حقیقت میں تیرے اندر ایک عالم کبر لپٹا ہوا ہے۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان میں عالم کبر سدرج ہے جو شرف سلوک نقشبندیہ ابتدا سے انتہا تک

۱۵ سورہ طہ پ ۲۰ سورہ کہف ع ۹ پ ۱۵ ع ۲۱ ۱۲-۱۱ سورہ طہ پ ۲۰ سورہ کہف ع ۹ پ ۱۵ ع ۲۱ ۱۲-۱۱

۱۶ سورہ طہ پ ۲۰ سورہ کہف ع ۹ پ ۱۵ ع ۲۱ ۱۲-۱۱ سورہ طہ پ ۲۰ سورہ کہف ع ۹ پ ۱۵ ع ۲۱ ۱۲-۱۱

۱۶ سورہ طہ پ ۲۰ سورہ کہف ع ۹ پ ۱۵ ع ۲۱ ۱۲-۱۱

طے کر چکا ہے یا جس نے سیر انسانی کی ہو وہ میری اس بات کی تصدیق کر سکتا ہے کہ عالم کون و عالم امر ہر دو انسان میں مندرج ہیں بلکہ روح اللہ بھی اس میں موجود ہے۔ جو ذات و صفات اللہ تعالیٰ کی ہو وہی ذات و صفات روح اللہ کی ہو جب اللہ تعالیٰ سب اشیاء پر حاوی و محیط ہو تو اسی طرح روح اللہ بھی حاوی و محیط ہے پس انسان عالم صغیر ہے بخلاف ازروے صورت اور آفاق عالم کبیر ہے مفصلاً ازروے معنی لیکن ازروے مرتبہ انسان عالم کبیر ہے اور آفاق عالم صغیر۔ ۵

۱۔ اے انکہ تیرا ہر ملک سکندر و جسم	۲۔ از عرض مباحث در پے نیم دم
عالم ہمہ در نست و لیکن از جہل	پنداشتہ تو خود را در عالم کم
۵۔ وَاقْتُ اَمَّ الْكِتَابِ الْدِّنِی	مَا تَرَكَهُ لِنَفْسِهِ الْمَضْمَرُ

یعنی تو وہ ام الكتاب ہے کہ اپنے حرفوں سے دل کی بات جانتا ہو اول معلوم کرنا چاہیے کہ کتابیں دو ہیں۔ ایک ام الكتاب کہ جس میں حال محل مندرج ہو جیسے قرآن شریف میں سورہ فاتحہ کہ تمام قرآن مجید بطریق اجمال اس میں مندرج ہو دوسری کتاب مبین کہ جس میں اس حال محل کی تفصیل ہو جیسے قرآن شریف اللہ سے والناس تک سورہ فاتحہ کی تفصیل ہو۔ اب یاد رکھو کہ عالم بھی دو ہیں۔ ایک عالم امر یعنی جو قسمت پذیر نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا ہے قُلِ التَّوْحِيدُ مِنْ عَمَلِ رَبِّي دُوسرا عالم خلق جسکی تفصیل و مساحت ہو سکے چنانچہ اِنَّ اللّٰهَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ میں سطر اشارہ ہو اور انہیں دُنُون کو عالم آفاقی و نفسی بھی کہتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ سَنَرِيْهِمْ اَيَّتِنَا فِيْ الْاَفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَّبِعُوْنَ اَمْرًا الْحَقِّ یعنی اب ہم دکھا دیں گے انکو اپنے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہو پس انسان ام الكتاب ہے یا عالم امر یا عالم نفسی اور جملہ موجودات کتاب مبین ہو یا عالم خلق یا عالم آفاقی یعنی وہ محل ہے اور یہ سب اسی کی تفصیل اور اس اجمال و تفصیل کا مرجع و باب ذات باری ہو اَلَا كُهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ اِنَّ الْحَقَّ مُبَدِّلُ كُلِّ مَعَادٍ ؕ وَ اِلَيْهِ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْر یعنی اللہ تعالیٰ سب کا مبدل و معاد ہے اور تمام امور اسی کی طرف پھر جانو لے ہیں اور انجام کل امور کا اللہ کی طرف ہے ثواب ضرور ہے کہ کل موجودات اپنی ہستی سے پہلے ذات خدا میں یا

ذات خدا کل موجودات میں موجود ہو لیکن یہ امر متحقق ہو کہ ازل الازل میں صرف ذات خدا تھی اور کچھ نہ تھا چنانچہ حدیث میں وارد ہے **كَانَ اللَّهُ وَكَهْ لَكِنْ مَعَهُ شَيْءٌ** یعنی اللہ تعالیٰ موجود تھا۔ اور کوئی شے اُسکے ساتھ موجود نہ تھی اور مضمون **الآنَ كَمَا كَانَ** سے ظاہر ہو کہ جیسا تھا ویسا ہی اب ہے پس معلوم ہوا کہ عالم امر و خلق غیر ذات نہیں بلکہ اعتبارات ہیں ۵

حق زایا و جهان افروز نشد	انچہ اول آن نبود اکون نشد
در اثر افروز نشد و در ذات نے	ذات را افروزی و اوقات نے

پس ذات حق اس اعتبار سے کہ کل موجودات مجلا اس میں مندرج ہو۔ ام الكتاب ہے اور علم حق اس اعتبار سے کہ جو کچھ ذات میں محل تھا علم الہی میں مفصل ہے اور جو اس میں پوشیدہ تھا وہ اس میں ظاہر ہے۔ کتاب مبین ہے پس ذاتی علم ذات کا تمام اشارے علم کو متلزم ہو اور تمام اشیاء ذات حق میں اس طرح ہیں جیسے گہلی میں درخت یعنی علم حق ذات حق کا آئینہ ہو اور ذات حق علم حق میں ظاہر ہے۔ اس واسطے حقائق انہی میں ذات حق ام الكتاب ہے اور علم حق کتاب مبین اسی طرح حقائق موجودات میں قلم ام الكتاب ہے اور لوح محفوظ کتاب مبین یعنی جو کچھ تسلیم میں محل تھا وہ لوح محفوظ میں مفصل ہوا۔ اس نقشہ میں دیکھو۔

ذات بحت مبداء کل	ذات حق	علم حق
ذات حق	ام الكتاب	کتاب المبین
حقائق الہیہ	ذات حق	علم حق
حقائق الموجودات	قلم	لوح محفوظ

پس ذات حق میں قلم میں سبب جمال اور کلیت کے مشابہت ہو کیونکہ دونوں ام الكتاب ہیں اس لیے قلم مرتبہ کو نبیہ میں ذات کا آئینہ ہوا یعنی جو کچھ ذات میں اجمال اور ج ہے وہی قلم میں موجود ہے اور لوح محفوظ مرتبہ کو نبیہ میں علم الہی کا آئینہ ہے یعنی جو کچھ بحیثیت جزئی و تفصیلی علم حق میں موجود ہے وہی لوح محفوظ میں ظاہر ہے پس عالم امر میں عقل اول جس کو قلم کہتے ہیں ام الكتاب ہے اور روح جس کو لوح محفوظ کہتے ہیں کتاب مبین ہے اسی طرح عالم خلق ہے جس میں عرش ام الكتاب ہے اور کرسی کتاب مبین اس نقشہ میں دیکھو۔

جسم انسان کے اور نفسی و سانس انسان کے مشابہت کو ان میں ہر ایک اپنے اپنے مشابہ کا مینہ و نقشہ آئینہ مشابہت

یعنی جو کچھ قلم میں محل ہو وہی روح انسان میں محل ہو
اور جو کچھ لوح میں مفصل ہو وہی اسکے قلب میں
مفصل ہو اور جو کچھ عرش میں محل ہو وہ اسکے جسم
میں محل ہو اور جو کچھ کسی میں مفصل ہو وہ اسکے نفس

میں مفصل ہو پس انسان ایک کتاب ہو جامع
کتاب الہیہ و کونہ کی راہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں

ذات حق	ذات انسان
علم حق	علم انسان
قلم	روح انسان
لوح محفوظ	قلب انسان
عرش	جسم انسان
کُرسی	نفس انسان

کہ ذاتی علم اللہ تعالیٰ کا تمام اشارے کے علوم کو مستلزم ہو اور بیشک وہ تمام اشیاء کو اپنی ذات کے علم سے جانتا ہو

ایسا ہی ہم نسبت انسان کے کہتے ہیں کہ اس کا علم ذاتی تمام اشیاء کے علم کو مستلزم ہو اور بیشک وہ
جمع اشیاء کو اجمالاً و تفصیلاً جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِي الْقُلُوبِ اَلْیَوْمَ عَلَیْكَ

حَصِیْبًا یعنی اپنا کہا پڑھے تو ہی کفایت کرتا ہے آج کے روز اپنا حساب کرنے کو غرض جس نے یہ

کتاب پڑھی تو اس نے بے شک معلوم کر لیا جو ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اور جو ہو گا۔ پھر اگر تو سب نہیں پڑھ

سکتا تو اس میں سے جتنی ہو سکے پڑھ لے گا قال اللہ تعالیٰ اَلَمْ یَعْلَمْ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ یعنی

یہ کتاب کامل ہو کہ اس میں کچھ شک نہیں الف سے اشارہ طرٹ حدیث ذات حق کے جو جیسے وہ وہاں

احدیث ازل الازل میں سب سے پہلے ہو ایسے ہی الف بھی مقدم ہو اور کلام سے اشارہ ہو وجود کی طرف کہ

جو موجودات پڑھ لیا ہو کیونکہ ن میں ایک تھوں ہو وہ تو الف ہو اور ایک ن میں ہو اور وہ نون کا دائرہ ہے اور

نون کہتے ہیں دائرہ کون کو پس الف کا ذیل سے متصل ہونا کون کے اوپر وجود کے پھیلنے کی دلیل ہے

اور م سے وجود جامع کی طرف اشارہ ہو کہ وہ انسان ہو پس عالم انسان ہو کتاب کہ اس میں کچھ شک نہیں

قال اللہ تعالیٰ قُلْ کَلِّیْ بِاَللّٰهِ شَہِیْدًا اُنِّیْ وَبَنَیْکُمْ وَمَنْ عِنْدَکَ عِلْمُ الْکِتَابِ یعنی کہہ دے اے محمد اللہ

بس ہو گا میرے اور تمہارے درمیان اور جب کو کتاب کا علم ہو فہذا آیا و لدیٰ ہُو اُمُّ الْکِتَابِ وَ عِلْمُ الْکِتَابِ
وَ اَنْتَ الْکِتَابُ فَعِلْمُکَ بِکَ عِلْمُ الْکِتَابِ لَا یَلِیْکَ عِلْمُ الْکِتَابِ لَا یَلِیْکَ عِلْمُ الْکِتَابِ لَا یَلِیْکَ عِلْمُ الْکِتَابِ لَا یَلِیْکَ عِلْمُ الْکِتَابِ
فَیْ کِتَابٍ مَّعْیْنٍ وَ هُوَ اَنْتَ یعنی پس اسے میرے فرزند تو وہ ام کتاب ہو اور علم کتاب اور تو کتاب ہو

اور تیرا علم تیری اپنی ذات کا علم الکتا ہے اور نہ کچھ تو یعنی عالم ملک اور نہ خشک یعنی عالم ملکوت اور نہ ہر
 برتر مگر کتاب میں ہیں ہر اور وہ تو ہی ہوا سی واسطے جنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام ہمام کو یہ
 تعلیم فرمائی کہ پس اپنے ہی نفس میں فکر کر اسی میں دروہو اور اسی میں اس دروہی کوئی چیز اس سے باہر نہیں
 اور یہ جو کچھ کہ نظر کے سامنے موجود ہے یہ سب محض اعتبارات ہیں عالم کبر خود تیرے اندر موجود ہے کوئی شے
 خارج میں نہیں ہو بلکہ صرف اجمال تفصیل کا فرق ہو غرض کہ انسان ایک نسخہ عجیب جامع کل ہے ذلک الکتا
 لا ریب فیہ یعنی یہ وہ کتاب ہے کہ اس میں دراشک نہیں فی تحقیق وہ کتاب ذات انسان ہوا ہے ہی
 وہ کتاب جو انسان کا دل خیر البشر نازل ہوئی ہے وہ ذات انسانی کا معرف ہوا ہے اور اسکے حالات جزوی
 و کلی سے حکایت کر ہوئی ہے یعنی وہ مراتب کلیہ جزئیہ انسانی کا مجمل مفصل بیان ہے اور انسان اسکی
 وحدت و جمعیت کا مرتبہ ہے اس لیے کہ اسکے مقامات و مراتب اور ذات و صفات و افعال کے فرق کا
 بیان اس کتاب منزل میں ہے کیونکہ وہ کتاب ات و اسما و صفات و افعال و مراتب و علم و اہل عالم کے مرتفع
 سے اور اس کے اہل کے مقفلا سے باجمال تفصیل حکایت کرتی ہے اور یہ تفصیل انسان کے مراتب ہیں
 اور وہ سب کا مجموعہ ہے پس ثابت ہوا کہ یہ کتاب انسان کی معرف ہے اور کلی و جزوی مراتب کی بیان کرنے
 والی ہے اس کتاب میں سورہ فاتحہ ام الکتا ہے کیونکہ جو اس کتاب میں مفصل ہے وہ سورہ فاتحہ میں مجمل ہے
 اور فاتحہ بسم اللہ میں اوزہم اللہ بایں و برابر لفظ میں مندرج ہے اور نقطہ احدیت ذات ہے۔ اور تمام کتاب میں
 جو حروف مقطعات و مفصلات و الفاظ و کلمات اور سورتیں ہیں ان سے یہ مراد ہے کہ کتاب کی کسوٹی
 سب متعین ہو گئی ہے اور اس میں تمام حالات کا مندرج ہونا عبارت ہے عدم انبساط سے جو شخص اس قول کو
 سمجھ لگا تو اسکو اس بیت کے معنی کمال جائیگے قال لدی اللہ اے تبارک و تعالیٰ کی رحمت کیف مد الظل و لوشاء
 لجعلہ سائکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلاً فبضئہ الینا فبضئہ یسیر یعنی کیا تو اپنے رکب طرف نہیں دیکھتا
 کیسے دل دلیا سائک اور اگر چاہتا تو اسکو پھیر رکھتا پس کیا ہم نے آفتاب کی سایہ کی شناخت پر اسنا پھر کر اپنے سایہ کی
 طرف کہان پھر امد الظل یعنی سایہ کی درازی عبارت ہے نقطہ وجودیہ کی کشادگی سے اور حروف الہیہ کو نبیہ کے تعبیراً
 سے اور سکون عبارت ہے نقطہ وجودیہ کے کشادہ نہونیہ سے اور حروف الہیہ کو نبیہ کے عدم تعین سے اور شمس عبارت ہے
 ذات حق سے اگر آفتاب حد بیت مطلع غرت سے نہ چمکے تو سایہ ندر ہے یہاں سایہ ہمسایہ آفتاب ہے

ہم چو نور و سایہ ما ہمایہ ایم
 نور خواہی گو بیایہ طلب

او چو خورشید است و پا چوں سایہ
 تابع نور است سایہ روز و شب

ہستی سایہ یقین از نور دان	سایہ را بے شک دلیل نور خان
سینما ید ساہب از عکس نور	سایہ را از نور نتوان کو دور
گر نہاں گرد وزمانے نور خود	سایہ ہم ناچیز گرد و سبب
سایہ پا چون مجو نور خورشود	وصل اور از زمان درخوشد
۵ گرنہ غورشید جا این گشتے رہنمویں	از شب تا یک غفلت کس نہ رہی
۶ رونے صحرا چو ہم پر نور خورشید گرفت	ننواند نفسے سایہ بآن صحرا شد

اس کی تفسیر بھی تفسیر جواہر میں خوب لکھی ہو وہاں یکچوبہ نقطہ وجودیہ خزانہ ذات احدیت کُنْتُ کُنْتُ غَفِیْتَا سے اب یہ نقطہ بے بسم اللہ کا نقطہ وجودیہ طیف اشاہ ہوا اور بے بسم اللہ کا اشاہ دوسری ام الکتاب کی طیف کو قلم ہوا بسم اللہ کا اشاہ تیسری ام الکتاب کی طیف کو عرش ہوا و فاتحہ کا اشاہ کتاب طبع کی طیف کو وہاں ہوا اور شیک ہے پہلے سے پہلے جمع مراتب میں مندرج تھا جیسے جمع شیار کے پہلو کے بعد اس میں مندرج ہیں و نقطہ کا کشادہ ہونا اپنی ذات میں کتاب بین اول کی طیف اشاہ ہوا بار کا کشادہ ہوا سین تک کتاب بین ثانی کی طیف اول بسم کے حرفوں کا متصل منفصل ہونا کتاب بین ثالث کی طیف او فاتحہ میں مکید ہونا ان حرفوں کا جو بسم اللہ میں ہیں اور ایک کا ایک سے مشابہ ہونا کتاب طبع کی طیف اشاہ ہے اور تمام قرآن مجید فاتحہ سے وائے تک مراتب عالم اور اسکے ابز کی طرف اشاہ ہے۔ **ف افہم۔** اس نقشہ کو دیکھو

۱	نقطہ بے بسم اللہ	نقطہ وجودیہ
۲	بے بسم اللہ	قلم
۳	بسم اللہ	عرش
۴	فاتحہ	انسان
۵	کشادگی نقطہ	کتاب بین اول یعنی علم حق
۶	کشادگی بار کی سین تک	کتاب بین ثانی یعنی لوح محفوظ
۷	تفصال تفصال حروف بسم اللہ	کتاب بین ثالث یعنی کرسی
۸	مشابہت تکرار حروف بسم اللہ فاتحہ	کتاب طبع یعنی انسان کامل
۹	تمام قرآن ہر حرف و تکرار و انیس	مراتب عالم اور اسکے ابز کی طرف اشاہ

صُورَتِہٖ فَاعْرِفْ نَفْسَکَ یَا اِنْسَانُ تَعْرِفْ رَبَّکَ یعنی پس خشتیں اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کو امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور امام بخاری و مسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو قلم تک بیان کیا ہے ۱۲

نے پیدا کیا انسان کو اپنی صورت پر پس یہی ان اپنے نفس کو لے انسان کو پہنچانے تو اپنے خدا کو پس جب عرفان حاصل ہوا تو امر وہی کی تعمیل اور خدائی اور بندگی کے القاب اور اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً کَاٰخِرًا یَّسٰی ہے جیسے سکندر قاصد بن کر نوشاہ کے رو بر و گیا تھا چو کہ نوشاہ نے یہی ان لیا تھا تو فوراً یکبار اٹھی ۵

میں انہی نے شاہ آزاد کو

فمستندۃ نے فرستادہ

اگر اس مشیتِ خاک میں سر کبر مانی پوشیدہ نہ ہوتا تو سب جو صرف حضرت ذاتِ پاک کیلئے مخصوص ہو ملائکہ سے آدم کو نکویا جاتا چونکہ اس زمانہ میں خزانہ سلطانی نہان کہنا منظور تھا ایسے عالمِ ملکوت میں مادی کنگینی فادائستو وَفَعَلَتْ مِنْهُ مِنْ رَدْحٍ مَبْغُوحٌ لَّكَ سَاجِدٌ عِندَ نِعْنِیٰ یعنی پس جب ٹھیک بنا چکوں اور پھر کون اس میں اپنی جان تو گر پڑو اسکے آگے سجدہ میں۔ الحاصل تمام ملائکہ نے تقبیلِ حکم کی سجدہ میں گر پڑے لیکن ابلیس تعین نے حکم نہ مانا انکا و شبکار کیا مرد و بارگاہِ شہیرا۔ آدم کو بھکایا جنت سے محروم کیا خود گمراہ بنا لوہوں کو گمراہ کیا۔ اربابِ فہم کو اس مقام پر بخور کرنا چاہئے کہ جب کوئی شے حضرت انسان سے خارج نہیں اور عالمِ کفر خود اسکے اندر موجود و مندرج ہو اور اسکو خود اپنے نفس میں فکر و غور کی بدایت کی گئی تو یہ کیا تماشہ تھار کون مسجود تھا۔ اور کون ساجد اور انکار کس نے کیا اور حکم کس نے دیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَفَعَلَكُمْ اَشْرَآءَ وَفَعَلْتُ مِنْكُمْ نَافِثًا مِّنْ قَوْمٍ وَّاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیْرٌ یعنی وہ اللہ کہ پیدا کیا تم کو پھر تم میں سے کیا بعض کو کافر اور بعض کو مومن۔ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہو جو کچھ تم کرتے ہو اور بعض مفسرین نے یوں معنی لکھے ہیں کہ وہ اللہ جس نے پیدا کیا تم کو پھر تم میں سے ہر واحد کے بعض جزو ار کو کافر و مثل افعالِ قبیحہ عاداتِ جہنمہ کے اور پیدا کیا تم میں سے ہر واحد کے بعض جزو ار کو مومن (بائند اعمالِ صالحہ و اخلاقِ حسنہ کے) ہر واحد تم میں سے ضم مع ان دو جزو دکا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہو جو شخص جس جزو کا تابع ہے چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کاندرین یک شخص هر دو فعل هست

گاہ ماہی باشد و او گاہ شست

نیم او مومن بود و نیمش کبیر

نیم اوجھل آوری ہمیشہ صبر

كُفْتُ يَزْوَانَتْ فِيمَنْكُمْ مِّنْ

باز میگوئد کافیر و کبرهن

پچوگا دے بیمہ جلد تہ سیاہ

میمہ و بکس سید اور پچھو

ہر کہ این نمیس بہ بتیرو کند

ہر کہ آن نمیس بہ بتیرو کند

از جمال یوسف اخوان بس نفور

لیکن اندر ویدہ یعقوب نور

جبکہ یہ سب کچھ اسکے اندر داخل ہو پس یہی آدم ہی رحمن ہو یہی فرشتہ یہی شیطان ۔ ۵

رحمن و ربیم و رحمت اللہ مائیم

شیطان و ربیم و لعنت اللہ مائیم

ہر نمیک بے کہ در جان مے گذرد

باللہ مائیم ثم باللہ مائیم

جب امر ربی یعنی روح تن خاکی میں پھونکی جاتی ہو تو عقل و فہم و نمیز و اندک و ہوش و حواس مثل ملائکہ اس سجدہ کو سر جھکاتے اور اطاعت بجالاتے ہیں لیکن ہوائے شہوانی اور لذات و خواہشات نفسانی باگل نافرمان و آدم کے شیطان ہیں انکو بے نیازی کے نعیم تقیم سے نکال کر حاجت مندی اور حرص ہوا کی زمین پر لاؤ اتنا ہے ہر چند کہ روح و عقل نفس ہر ایک بجائے خود جدا ہے لیکن ذات انسان سے کوئی خارج نہیں اگر کہا جائے کہ خود انسان ہی روح ہو عقل ہو نفس ہو تو درحقیقت درست ہے اور اگر کہہ جائے کہ صرف روح یا صرف عقل یا صرف نفس تو انسان نہیں یہ بھی صحیح ہو انسان کہتا ہو کہ میری روح ہے میری عقل ہو میرا نفس ہو پس وہ کون ہو جسکی طرف یہ سب مضاف ہیں اگر بغور سوچو تو وہ خود ہی مضاف ہے اور خود ہی مضاف الیہ پھر خود اس کا کہیں تہ نہیں روح بھی ہو عقل بھی ہو نفس بھی ہو لیکن انسان کہتا ہو کہ عقل نہا ہے تو کس کے لیے اور نفس گمراہ کنندہ ہو تو کس کے واسطے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت و ضلالت کا فاعل اپنی ہی ذات کو بتلایا ہے کہما قال اللہ تعالیٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ یعنی پس گمراہ کرتا ہے اللہ جسکو چاہتا ہو اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہو وَ لَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ یعنی اور اگر چاہتا ہو اللہ تو تم سب کو ایک ہی فرقہ بنا دیتا لیکن گمراہ کرتا ہو جسکو چاہتا ہو اور ہدایت کرتا ہو جسکو چاہتا ہے اِنَّ كَوْنَهُنَّ لِلَّهِ لَهْدَى النَّاسِ جَمِيعًا یعنی اگر اللہ چاہے تو راہ پر لائے سب آدمیوں کو وَ لَوْ شِئْنَا لَا تَخْلُكُنَّ نَفْسٌ هَدًىٰ اٰیًا یعنی اگر ہم چاہتے تو ہم دیتے ہر نفس کو سوچ اپنی راہ کی اور حدیث شریف میں ارہو من یہدی اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ہادی لہ یعنی جسکو اللہ

۱۵ سورہ فاطر ع ۲ پ ۲۴ ع ۱۳ ۱۲ ع ۱۳ پ ۳ ع ۱۵ سورہ نحل ع ۱۳ ۱۲ ع ۱۵ سورہ مدثر ع ۴ پ ۳ ع ۱۵

۱۵ پ ۲۱ ع ۱۰ سورہ سجدہ ع ۲ ۱۲

ہدایت کرے کوئی اس کا گمراہ کنندہ نہیں اور جب گمراہ کرے کوئی اس کا ہادی نہیں غرض کیا ہدایت کیا ضلالت ہر فعل کو اپنی ہی طرف منسوب کیا ہو پہر کیا آدم کون فرشتہ کیا شیطان سو کہو جب حضرت موسیٰ کوہ طور سے چالیں روز کے بعد تورات لیکر واپس آئے اور نوم کو گو سالہ پستی و گمراہی میں دیکھا تو عرض کیا اِنَّ هٰی اِلَّا فِتْنَتُكَ نُضِلُّ بِهَا مَنْ نَّشَاءُ وَوَهَّدَ حٰقِّ مَنْ نَّشَاءُ یعنی یہ مگر تیرے ہی کرتوت ہیں گمراہ کرتا ہو تو ساتھ اس کے جبکو چاہے اور ہدایت کرتا ہو جبکو چاہے اگر شیطان و رحمن و فاعل ہوتے جیسے گمراہ و سرا۔ اہرمن و یزدان کہتے ہیں تو خدا کی خدائی آدمی رہ جاتی۔ ایک راہ پر لاتا ایک بھگتا ایک بناتا ایک بگاڑتا پس اس گمنی تانی میں خلقت تمام ہو جاتی۔ کا قال اللہ تعالیٰ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اِلٰهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر ہوتے ان دونوں میں یعنی زمین و آسمان میں اور خدا سوائے اللہ کے تو البتہ دونوں خراب ہو جاتے۔ اس سے ثابت ہو کہ ذات واحد کے دو صفات ہیں ایک صفت جمال دوسری صفت جلال۔ اور یہ دو توصفات حضرت انسان میں موجود ہیں پس وہ خود ہی ہادی ہو خود ہی مضل پس کیا خوب فرمایا ہے وَذٰلِكَ وَدَوٰهُكَ فَيَكْسُوْهُ حٰجًا جَآءُكَ اَنْتَ اُمُّ الْكِتَابِ یعنی خیال توئی در دو غم ہو اور وحدت دیکھا گی دوائے تم جس وقت تجھ کو فکر کرنے سے یہ راز منکشف ہوگا تو ظاہر ہو جائیگا کہ کوئی شے تجھ سے خارج نہیں اور جب انجمنات توحید اس سبب کو بچھڑا تو معلوم ہوگا کہ تو ام الکتاب ہے حضرت شیخ فرید الدین صاحب عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں *

تو بمعنی جان جملہ عالمے	ہر دو عالم خود توئی بنکر دے
لوح محفوظ است در معنی دولت	ہر چہ خواہی شود و حاصلت
در حقیقت خود توئی ام الکتاب	خود خود آیات حق را باز یاب
صورت نقش آہی خود توئی	عارف ہشیار کہا ہی خود توئی
انتخاب نسخہ عالم توئی	سر شناس علم الادم توئی
تو بمعنی برتری از انس و جان	ہر چہ بینی خود توئی بشکر بدان

۱۵ سورہ اعراف پ ۹ - ۸ ع ۱۲ - ۱۵ اہرمن یعنی مضل ۱۲ - ۱۵ یزدان یعنی رحمن ۱۲ - ۱۵ سورہ نبأ

از کمال قدرتش بین بے شک
نقش آدم را رقم نوے زند
در سه گز قالب نماید در میان
بحرمان آمده در کوزه
هست انسان بر رخ نور و ظلم
بر رخ جامع خط موهوم اوست
آنچه مطلوبت جهان در جهان
من عرف زان گفت شاه اولیا
دانش آفاق را از نفس خوان
گو همی خواهی که گردی حق شناس
تا ز راه کشف تحقیق و یقین
گربت خود بیانی تو ره
هم ملک هم نه فلک بشناختی
چون بدانی تو کماهی خویش را
که شود این سر ترا عین یقین
چون عشق دوست گردی جان نشان
نشد مقتدر روح تو در حبس تن
تا نگودی بے خبر از خود تمام
گر بقا خواهی فنا شو کین فنا
گو بجهت خود ترا باشد ره
آنکه بجانی می گفت آن زمان
هم ازین رو گفت آن بحر صفا
آن انا الحق گفت این معنی نمود

هر دو عالم را نماید در یک
هر دو عالم را در و پنهان کند
هر چه بود و هر چه باشد در جهان
کرد عالم از دانش در یوزده
مطلع الفجرش همین گفتند هم
چون نماید و هم تو معلوم اوست
هم تو داری باز جز خود نشان
عارف خود شو که بشناسی خدا
تا که گردی عارف اسرار دان
خویش را بشناس از راه قیاس
عارف خود شو که حق این است بین
هم ز خود تو از خدا هم آبی
چون بجهت خویشتن ره یافتی
علم عالم حاصل آید مر ترا
تا نگودی محقق اے نازنین
پر ز خود بینی همه کون مکان
که توانی کرد فهم این سخن
که خبریابی ز حق اے نیک نام
چون بمعنی بنگری باشد بقا
از خدا و خلق بے شک آبی
این معانی گشته بود او را عیان
نیست اندر جبهه ام غیر از خدا
گر بصورت پیش تو دعوی نمود

یس فی الدارین ان کو گفته است
 هر کس این معنی بنوعی باز گفت
 هر که این ره را بیایان برده است
 گر همی خواهی که یابی زین نشان
 گر با مرش سیر کردی این طریق
 چون نماند از توئی با تو اثر
 سرور اقطاب عالم بایزید
 زو یکج پر سید شیخاوش حسیت
 گفت کرسی چسیت گفتا که منم
 باز پرسید او که چه بود خود قلم
 باز پرسیدش که حق را بست دگان
 که جواب هر هیسم و موعسے اند بدل
 شیخ گفتا آن هم آخر منم
 گفت میگویند حق را در جهان
 قلب شان جبرئیل و میکائیل وار
 گفت صدق آور که آن جمله منم
 بایزیدش گفت هر که در خدا
 در حقیقت هر چه هست لے فرد
 او چو فانی گشت اندر نور رب
 او چو خالی کرد خود را از خودی
 صدر هزاران بحر در قطره نهان
 لا مکان اندر مکان کرده مکان
 که بگنج بحر اندر قطره

در این معنی چو نیکو سفته است
 که نهش و که عیان این را ز گفت
 هم ازین معنی بیائے کرده است
 سر بنه بر خاک پایے کا ملان
 نیست گردی عاقبت هم این حقی
 بے گمان بیائے ازین معنی خبر
 آنکه خود را آبخشان که هست دید
 شیخ گفت اورا منم برطن باست
 موج گفتا گفت وانا که منم
 شیخ گفتش گردانی منم منم
 گفته اند و حال هست مانند زمان
 چون محمد همچو عیسی اند بدل
 هم بمعنی آفتاب روشنم
 بندگان بودند همنند این مان
 باز عرو را ییل و اسرافیل وار
 تانه پنداری من این جان و تنم
 محو گردد از خدا بنود جدا
 خود هم حق است و باطل نیست این
 حق همه خود را به بنیدلے عجب
 دید خود را عین نور ایزدی
 ذره گشته جهان اندر جهان
 بے نشان گشته مقید و نشان
 هر بینهان چون شود در ذره

ابن ابدین ازل آمد نقیسن
پیش حقیقت ہست دریائے روان
عین ابی آب مے جوئی عجب
من کہ آبم تشنہ آبم چسرا
شد بنقش موج مادریا عیان
خویش را از راه خود بردار زد
گنج عالم داری و کدے کنی
بادشاہی از پے مے گردی گدا
جلمہ عالم ہست حاجت مند تو
از تویی دریائے تو خش پوش شد
مانع راہ تو ہم ہستی تست
گشت خورشیدت نہان در زیر میخ
مخزن اسرار ربانی تویی
ہر چہ موجود است در عالم تویی
نظر بسوے خود کن کہ تو جان دل بانی
تو چشم خود نہانی تو کمال خود چہ دانی
بے تیری دوا تجھی میں ہو تجھ کو خبر نہیں
تنہا سا جسم جانتا ہے اپنے آپ کو
ام الکتاب تو ہے کہ جس کے حروف

باطن این جاعین شد ظاہر مبین
دیدہ دانستی ازانی در گمان
نقد خود را نسیمے گوئی عجب
در عطش اندر تب و تابم چسرا
موج ساز و بحر را فاش جهان
کے کنی تا با خودی از خویش سود
خود کہ کردہ آہم با خود مے کنی
گنج ادا داری چسرا بی نوا
تو گدا یا نہ چہ گردی کو بکو
خس نہاند بحر گرد و رجوش شد
نیست شوتارہ بخود بانی درست
قیمت خود را ندانستی درین
مجمع اوصاف رحمانی تویی
دایچہ تو جو یلے آنی ہم تویی
مفلک بجا کہ خود را کہ توا بلند جانی
چو در از صدف بدون آہ کہ تو بس گران بانی
ترا مرض تجھی سے ہو تجھ کو نظر نہیں
پچیدہ تجھ میں عالم کب گز نہیں
ظاہر ہے سب چھپا ہوا کچھ منستر نہیں

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مطلع الفجر شش ازین گفتند ہم
در حقیقت غیبر او دیار نیست

ہست انسان برنخ نور ظلم
عابد و معبود غیبر یار نیست

سر نہبان است در زیر نقاب وید راہ تو توئی آمد بدان نیمست از خود شو کہ تایابی نجات ویدہ حق بین اگر بودے نزا	نہم کن واللہ اعلم بالصواب ورنہ حق پیدا است و کون مکان چون تو بر خیزی نشنید حق بجات اوسخ از ہر ذرہ بنموی ترا
--	--

فصل سوم در بیان صورت تفکر

ہر انسان کو لازم ہے کہ تنہائی میں ٹھیکہ دل کی طرف ہو کر غور سوچے کہ میں کون ہوں اور خدا کیا نشے ہے اور ظہور عالم جو نمودار ہو کیا چیز ہے چند روز میں اسکو خود بخود منکشف ہو جائیگا کہ میں یہ جسم نہیں ہوں کیونکہ جب جسم نہ تھا تو میں موجود تھا اور جب یہ جسم صورت نہ رہی تو بھی میں ہوں گا میں روح اللہ ہوں نفخت فیہ من روحی وہ روح میں ہی ہوں۔ ۵

شد بہ نفس موج ما دریا عیان چون ظہور جملہ اشیاء بہا ست ہر دو عالم شد بنور ما عیان نیمست عالم در حقیقت جز ظلم	آنچہ در عالم تو جویافی منسم منظر اوصاف رحمانی منسم اصل ہر پیدا و پنیافی منسم گنج بے پایان اگر دانی منسم
--	--

تفکر بطریق دیگر

دلائل مذکورہ بالا سے جب تم کو یہ ثابت اور یقین دل و حق یقین متیق ہو گیا کہ بحر ذات خدا کچھ موجود نہیں اور نہ کوئی چیز ذات الہی سے خالی تو اس طریق فکر اس طور پر ہو کہ مثلاً تم نے کسی چیز کو شیا ممکنات سے دیکھا یا سنا یا کہا تو اس وقت سوچنا چاہیے کہ یہ چیز عالم ناسوت یعنی عالم اجسام میں ہے اور ناسوت صورت ملکوت و عالم مثال کی رکھتا ہے اور ملکوت صورت جبروت و عالم ارواح کی رکھتا ہے یعنی حقیقت انسانی اور جبروت صورت لاموت و حقیقت محمدی کی رکھتا ہے اور لاموت صورت ہاموت و احدیت کی ہے تو ناسوت عین ہاموت و ذات بخت ہے پھر تنزل کرے یعنی ہاموت باطن لاموت کا ہے اور لاموت باطن جبروت کا اور جبروت باطن ملکوت کا

اور ملکوتِ باطنِ ناسوت کا پس منظر علیٰ مرتبہ ناسوت کی ہر وجوہِ گراؤ و ظاہر ہے اسی طرح عروج و نزول کرتا رہے اور ہر شے کو اسی خیال سے دیکھے چونکہ ہر ایک چیز ایک خاص اہم الہی کا منظر ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ اَلْظُّمُوتُ اِلٰی اللّٰهِ بَعْدَ اَنْفَاسِ الْخُلُقُوْقَاتِ اس کے یہی معنی ہیں کہ جس چیز کو دیکھو اسی میں راہِ موصل الی المطلوب ہے بطریقِ نزول و عروج جبکہ ہر چیز منظرِ الٰہی ہے اور ہر ذات میں ذاتِ الٰہی موجود ہے تو بس اپنی ذات میں فکر کرنا بہتر فضائل ہے کہ میں کون ہوں کیا ہوں؟ اور کیا تھا۔ اس طرح فکر کر لیا اپنی ذات میں خدا کو پایا گیا ہے۔

بدونِ منتِ صبری کہ توفیٰ شکرستانِ نش	چشمِ است گریہوں و دردِ شکرنداری
شدہ امثالِ صورتِ بشارتِ پرستان	توجہِ یوسفی لیکن سوئے خودِ نظرنداری
بخدا جمالِ خودِ وجودِ آسبہ بہ سببی	مبتِ خویشِ خودِ تو باشی بکسے گزنداری

اس تفکر و تقویٰ میں یہ چارہاؤی پیش آتے ہیں۔ واوی استغناء۔ واوی توحید۔ واوی فقر و فنا۔ واوی بقا۔ چنانچہ حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ہر واوی کی صفت تحریر فرماتے ہیں۔

دراوصافِ چہار واوی (صفتِ واوی ستغنا)

بعد از ان واوی استغنا بود	نئے در معنی و نئے دعوئے بود
می جہد از بے نیازی صرصے	میزند بر ہم بیک دم کشورے
ہشت جنت نیز آںجا مرده است	ہفت دوزخ بہم چونچ افسردہ است
قدرتے تو دار دین جلتے کہن	خواہ اینجا ہیج کن خواہی کن
گردین دریا ہزاراں جانِ فناد	شبنے درجہ بے پایاں فناد
گریک رہ گشت این نہ طشت گم	قطرہ در ہفت دریا گشت گم

یہاں طالبِ مستغنی ہو کر خوشی مناتا ہے۔ سکرامات کا ظہور خاطر خواہ ہوتا ہے۔ جو کم حوصلہ ہوتے ہیں وہ یہاں کل توطن اختیار کرتے ہیں۔ لیکن پیر کامل اپنے مرید کو اس منزل میں زیادہ رہنے نہیں دیتا تا کہ مغرور ہو کر مقامِ الٰہی کے پہنچنے سے نہ ہجائے بجلت تمام واوی توحید میں لا کر سید اسی کی تعلیم فرماتا ہے اور ہر ہجرت کے گرواب میں جا پڑتا ہے۔ یہ منزل نہایت

ہر خوفِ خطر ہے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ بھلا اچا طر سنان میدان میں کس کس جی لگتا ہو اس جنگل میں
شیر کے جگو والا مردہ سکتا ہے دوسرے کی کیا ہستی ہے ؟

صفت وادی توحید

بعد از ان وادی توحید آیدت روئے ہا چوں زیں بیابان و گنبد گر بے بسنی عدد گراند کے چون بے باشد یک اندر یک دم منیت اینک کان احد آید ترا چون برون است این زحد و درعد چون ازل گم شاد باد ہم جادوان چون ہمہ سیچے بود بیچ آن ہمہ	منزلِ نفس بید و تجرید آیدت جملہ سرازیک گریان برکنید ازیکے باشد بدیں دہ دریکے ازیک اندر یک یکے باشد تمام زاں یکے کاند رع و آید ترا از ازل قطع نظر کن و زابد ہر دورا کے میسج ماند در میان کے بود دراصل جز بیچ آن ہمہ
---	---

اور اس وادی توحید میں ایک گرداب حیرت آتا ہے کہ نہایت سخت و شدید عقبتہ ہے کہ دین
ایمان کفر و اسلام کچھ نہیں رہتا نہ اپنی خبر رہتی ہے نہ دوسرے کی ۔

صفت گرداب حیرت

بعد از ان گرداب حیرت آیدت ہر نفس اینجا چوتینے باشدت آہ باشد در دباست سوز ہم آتے باشد فرودہ مرد این مرد حیران چوں رود زیں جا نگاہ ہر چہ زد توحید بر جانش رقم گرید و گویند ہستی یا نہ	کار دایم در دحسرت آیدت ہر دمے اینجا درینے باشدت روز باشد لے شب لے روز ہم بادل و جان سوختہ از درد این در تحیر مردہ و گم کردہ راہ جلہ گرد و دھواں از اوینہ ہم نستی کوئی کہ ہستی یا نہ
---	---

در میانِ یابرونی از میان و نائی یا باقی یا هر دوی	بر کناری یا ہنئی یا عیاں یا نہ ہر دو توئی یا نہ توئی
گوید اصلا من نہ انم خیر من عاشقتم اما نہ انم کیستم	این نہ انم آل نہ انم نیز من نہ مسلمانم نہ کافر حقیتم
لیک از عشقم نہ ادم آگہی	ہم دل پر عشق دارم ہم ہتی

جیٹا لہجہ اپنے پردہ پرزے سے نہ حال لیتا ہے تو پھر شیخ بعلت تمام یہاں سے نکال کر وادی
فنا میں لاتا ہے۔ اس منزل میں فساد فنا و محو کی تعلیم فرماتا ہے یہاں طالب کو بالکل بھجری کا
عالم ہوتا ہے۔ بعض لوگ یہاں پہنچتے ہیں یہ وادی ششم ہے ❖

صفت وادی فقر و فنا

بعد از ان وادی فقر است و فنا عین این وادی فراموشی بود	کے بود این جا سخن گفتن روا گفتگی و کرمی و مہوشی بود
صد ہزاران سایہ جاوید تو بحر نگلی چون بچہ بپش کردی	کم شدہ بینی ز یک خورشید تو نقشبہا در حیر کے ماند بجائے
ہر دو عالم نقش آں دریا بود ہر کہ در دریا کے گل گم ہووے شد	ہر کہ گوید نیست آن سودا بود دائماً گل بود و گل ہووے شد
دل در نیجا نیست در آسودگی گرازیں گم بودگی بارش و ہند	مے نیاید پیچ جز گم بودگی صنع ہیں گرد و بے کارش و ہند

فضل حیا و در بیان تعلیم معرفت و فنا و بقای ملک

معرفت کے معنی ہیں کسی چیز کا پہچاننا جو کہ یہاں شناخت خود و شناخت حق حاصل ہوتی ہے اس لیے اس کا
نام معرفت رکھا ہے جب فنا انم حاصل ہو جاتی ہے تو پھر طالب کو پیر کامل وادی بقا میں لیجا تا ہوا تعلیم
صحیح کی فراہم کر کے بے زوال معرفت کلی میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ وادی ہفتم ہے ❖

وادی فقر و فنا

تعلیم معرفت و بقا و سلوک

صفت وادی بقا

نیت ہرگز گزرنو است و نہ کہن
ہمچنان کا و از دور است از نظر
تا تو ہستی در وجود و عدم
چوں نہ این ماند نہ آن درہ ترا
منزل دور بہت از جان آہ کن
درنگ تا اول و آخر چہ بود
لطفہ پرورہ در صد غمناز
کردہ اورا و اقب اسرار خویش
بعد از شش محو کردہ برگ گل
باز گردانید اورا خاک راہ
پس میان این فنا صد گونہ راز
بعد از ان اورا بقائے داد گل
تا نیابی در فنا کم کاستی
نیت منو تا ہست از پے درید

از بقا و از فن کس را سخن
شرح او دور بہت از وصف خبر
کے توانی زد در ان منزل قدم
از بقا روشن شود آنگہ ترا
جان چور است گشت غم راہ کن
تا با حسہ دانی این آخر چہ ہو
تا شدہ ہم عاقل و ہم کار ساز
داد اورا معرفت در کار خویش
زان ہمہ عزت و افکنہ بدل
باز کردہ فانی اورا چند گاہ
گفتہ با او گفتہ بے اونی باز
عین غمت کردہ بروی عینی ل
در بقا ہرگز نہ بینی راستی
تا تو ہستی بہت و تو کے رسد

فصل پنجم خلاصہ مقدم بطریق تخیل و بقیہ حالات طلسم مذکور

غرض اس صفت وادی غوغا سے بغیر ہر کمال گذر محال ہو اور بعض کالین اپنے مرید کو تارکی میں چلائے ہیں تاکہ گھبراہٹ منازل سے رہ جائے ایسا شخص لاکھوں میں کوئی ایک ہوتا ہو اور بعض مردان غالبیہ زبردست ہوتے ہیں کہ مرید کو اپنی صحبت کی ریل میں بٹھا کر وادی توحید میں لٹاتے ہیں و توحید سے معرفت میں پہنچا دیتے ہیں ایسا مرد خدا کڑوروں میں کوئی ایک ہوتا ہو جیسا انہماک میں جناب قباہ حضرت مولنا سید محمد عوث علی شاہ صاحب قلندہ قادری قدس سرہ تھے جیسا کہ مقام معرفت میں پہنچ جاتا ہو تو سلطان معرفت کو کہ جسکے شوق دیدار میں مصیبتیں اٹھا کر پہنچا ہے

وادی بقا

خلاصہ مقدم بطریق تخیل و بقیہ حالات طلسم مذکور

طلب تلاش کرتا ہی اور جب بغور دیکھتا ہی تو ہر منزل و مقام میں کام و محکوم سپر و مرید رسول و امیت
 بند و خدا شہد شاہ و رعایا اپنے آپ ہی کو پاتا ہی بقول عارفانے کہ جس وقت ذات بیچون مے منوں کے کثرت
 کثراً تَحَفُّظاً قَامَتْ لَبَّتْ اَنْ اَعْرِفَتْ تَخَلَّفَتْ الخلق کا فرمان جاری کیا تو میں بھی تعین و بطون سے تعین ہو
 میں آیا حکم ہوا کہ اس وقت تیرا رہنا یہاں مناسب نہیں۔ جا۔ اور ملک معرفت کی سیر کر وہ یہاں کئی
 منزل ہی ہر منزل میں عقبہ اور ہر عقبہ میں شاہد بسیار و شفقت ہائے بیشمار ہیں و وہ طلسمات سے معمور
 اگر تو صحیح و سلامت پہنچا تو ازل سے ابتدا تک تیری قرار گاہ ہو اور اگر کچھ بھی عہد شکنی کی اور ڈمکایا تو یاد
 رکھ کہ فراق ابدی میں مبتلا رہیگا۔ اب ہمارے وزیر عظم کی خدمت میں جا اور جو کچھ فرماویں اس پر کار بند
 ہو جو موجب حکم تھا اِنَّا لَنَشْكُرُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَبِيْہًا کلام عہد و پیمان کو کہے وزیر عظم کی خدمت میں
 حاضر ہوا جس کا نام حقیقت محمدی ہی یہاں سے بھی یہی حکم ہوا کہ تو ہمارے نائب کے پاس جا اور جو کچھ
 دریافت کر لیا ہو دریافت کر کے اپنی رائے بموجب ارشاد کے وزیر ثانی حقیقت انسانی کی خدمت میں حاضر
 ہوا انہوں نے فرمایا کہ جا اپنے ملک کی سیر کر جو ممکن تیرے آبا و اجداد کا جو میں نے عرض کیا کہ کچھ اس
 ملک کی تعریف اور راہ کی کیفیت تو بیان فرما دیجئے بے جا نہ پہنچے نہ چو نگا کیونکہ فرمایا کہ یہاں سے کچھ
 منازل طو کر کے ملک معمور طلسمات میں پہنچے گا جس کا نام عالم اجسام و انفاس ہے اول تیرا گذر ایک طلسمی
 شہر میں ہوگا جس میں دو دریا ہیں اور سات پہاڑ اور تین منزلیں اور چار طبقے اور سکی و فصیل میں
 ایک ظاہر دوسری باطن ہر ایک فصیل کے پانچ پانچ دروازہ ہیں اور ہر دروازہ پر ایک ایک دربان
 متعین ہے فصیل اول کے پہلے دروازہ کا نام ملنس ہے دربان لا مسہ خون پر بیٹھا ہے صلح و فساد اس کا کام
 ہے اور حاکم شہر اشیاء کی سختی و نرمی کا طلسم اس کے ہاتھ میں ہے دوسرے دروازے کا نام بصر دربان اس کا ہمسرا
 اور ناظم شہر خوبصورت و بے صورت اشیاء کا طلسم لکھا ہے تیسرے دروازے کا نام سمع دربان اس کا سامع ہے
 آگ پر بیٹھا ہوا ہی خوش آوازی بد آوازی کا طلسم اس کے قبضہ میں ہے وہ جاسوس اور مخبر شہر ہے چوتھے
 دروازے کا نام ذوق ہے دربان ہکا ذائقہ خمیر کے چبوترہ پر بیٹھا ہے چیزوں کی خوش و بد گواری کا طلسم لکھا
 ہے اور وکیل شہر ہے پانچویں دروازے کا نام قلم ہے دربان ہکا شائستہ ہوا نشین ہے اور نثر کی صفائی کی جگر کہتا

۱۲ یعنی میں پوشیدہ خزانہ تھا جگہ بجایا کہیں پہچانا جاؤں تو میں نے خلقت کو پیدا کیا۔ ۱۲ سورہ اخلاص ۹۷-۵۶-۱۲

۱۳ طلسمی شہر یعنی جہنم ۱۴ وہ دریا یعنی پانی و خون ۱۵ سات پہاڑ یعنی جنت اندام ۱۶ تین منزلیں یعنی غنی۔ جوانی پیری

۱۷ چار طبقے یعنی اربع عناصر ۱۸

طلسم خوشبو و بدبو اس کے ہتھ میں ہر دوسری ہتھیل کے پہلے دروازہ کا نام حسن مشترک ہو سکے وہاں کا نام حسن مشترک کہ پانی پر چھڑا ہو اسی طبع مائل بطوبہ فرموشی کا طلسم رکھنا یہ عجبات و چھو فرمایاں کرنا ہی پریا و نہیں رکھنا دوسرے دروازہ کا نام خیال ہے سکا وہاں متخیلہ خاک نشین طبع صحتی مائل طلسم رکھنا ہی رکھنا ہو اور جب سمجھ جاتا ہے تو فراموش نہیں کرنا اس وقت نام اسکا ذکر ہے تیسرے دروازہ کا نام وہم ہے وہاں سکا وہم ہو آئین طبع مائل بہ بدروت لذاتی فتنہ پروازی ہو گئی کا طلسم رکھنا یہ چھٹے دروازہ کا نام فکر ہے وہاں سکا کہ آتش نشین طبع مائل بحارث گاہ بصفا تیا ملکی گاہ بصفت شیطانی موصوف ہے عجائب و غرائب طلسمات و شعبات و کیمیا و میا و تہیما و توح و جادو کا طلسم رکھنا یہ طرح کی چیزیں اور رنگ بزرگ کی شیا جمع کر کے جڈ کرنا اس کا کام ہے یہ پانچویں دروازہ کا نام خط ہے وہاں سکا حافظہ یادداشت کا طلسم رکھنا یہ اگر کو جیلہ سپر غالب ہو جائے تو وہ تخمیر پر چھڑا ہو اور بتدبیر مخرج براہین محافظہ شہر ہو اور اس شہر میں مختلف قسم کے لوگ رہتے ہیں کوئی خام کو جلاتا ہو کوئی پکا ماسے کوئی ملنے کوئی تقسیم کنندہ ہے لطیف کو لطیف کثیف کو کثیف پہنچاتا ہے کوئی ایسا ہے کہ جو چیز آست پستی ہو اپنے میں شامل کر لیتا ہے کوئی ہر شیا کو ہمایا و مرتب کر کے شہر کی مرمت میں مشغول ہے اور ایک شخص مسیب صورت خوفناک شکل طریقہ چالوسی رکھنا ہے پھر تلو ایک عجیب عجزہ بڑبہا پیرانہ نامی سکارہ خواہ مخواہ یلگی کہ ہر ابا طرح کی طلسمات و شعبات رکھتی ہے اس سے بچنا اور دشوار ہو نا ہے اگر ان سب بلیات سے سبلا مت گزر گیا تو آگے چلا و مقام و ہفت وادی خوشخوار ہیں ہر ایک بڑے بڑے طلسمات سے معمور ہے اگر خدا نخواستہ کسی طلسم میں پھنس کر رہ گیا تو بس گیا گزرا ہوا اللہ و انالکیراجعون و افاق ابدی میں گرفتار ہو گا۔ ان مقامات و منازل کا طوطی کرنا دل سے ہونا ہے نہ پاؤں سے گمان و دشوار گذار مقامات اور ادویوں سے نکلنا بغیر دہر کمال خیال محال ہے اگر فیضہ تعالیٰ کوئی مروتدا مل گیا تو سب کیلئے سان ہو جائیگی ورنہ اپنی بد قسمتی کو روکا کرنا۔ جاؤ نصرت خدا حافظ ہو جب ارشاد و زبانی کمر ہمت کو چپ کر کے

دین مینے بے پایاں دین طوفان منج افزا | دل افکنہ بسم اللہ مجرب و مرہبا
روانہ ہوا و بعد دہر کمال منازل و مقامات طوطی کرنا ہوا معرفت میں پہنچ کر جب آکھ کھلی اور غور و کجیا تو اول
و آخر ظاہر و باطن حاکم و محکوم و شہنشاہ و وزیر و پیر و مرید منزل و مقام سب کچھ میں ہی میں تھا میرے
سوا دوسرے نہ تھا۔ فہم مکن فہم۔ لب لباب اس قصہ کا ملکہ تمام کتاب کا بقول حضرت

لے شریف حضرت حقیقت معرفت ۱۲ طبع عشق معرفت سہنا۔ ترمید حیرت۔ فقر و فنا و بقا۔ ۱۱

غوث صمدی قطب ربانی سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز یہ بیکہ وہ وجود مطلق تعالیٰ شانہ مستغنی
عن العالمین نہ عاشق نہ معشوق نہ خالق نہ مخلوق نہ صانع نہ مصلوع نہ رازق ہے نہ مزوق
نہ عابد نہ معبود نہ غافر ہے نہ مغفور نہ فاعل ہے نہ مفعول۔ بلکہ قل ھو اللہ احد یعنی اے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ دے خدا ایک نہ ہی اللہ الصمد خالص نیاز ہے کہ یلدا نہ اسے خاؤ کہ کو لدا
اور نہ خایا و لفر یکن لہ کفو احد اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی تعالیٰ شانہ غما یصفون
لیکن یہ قول اکثر آدمیوں کے پیانہ فہم و ادراک سے باہر ہے حضرت ابوبکر واسطیؓ نے فرمایا
کہ طلق در را حق نیست و حق در را خلق نیست یعنی خدا ایک نہ ہے اور اگر گمان ہے تو یہ بھیڑ
بھاؤ کیسی ہے جبکہ اس بن نہیں کوئی موجود | پھر یہ ہنگامہ لے لے خدا کیا ہے اور اگر وہی
بھیڑ بھاؤ ہے تو خدا کا پتہ محال ہے۔ سمجھ میں کیا خاک آئے۔ ایک سمجھنے والا ایک سمجھ۔ ایک وہ جس کو
سمجھے جب یہ ہنگامہ ہے تو یکاکی و توحید کہاں۔ اور اپنا مسلک تو التوحید انقطاع الاضافات ما
سیوی اللہ بر غرض ہم میں تو خدا نہیں اور اگر خدا بالذات موجود ہی تو ہم نہ دار ہیں۔ پس فہم اس امر کا
آسوت ممکن ہی کہ نہ فہم ہے اور نہ صاحب فہم نہ مفہم یا ان میں مراتب سے کسی مرتبہ کی پوری سمجھ
رکھا ہو علم الحقین عین الحقین۔ حق الیقین۔ ورنہ یہ ربانی بابت زندقہ و الحاد و کفر کی ہیں آغوز اللہ
استغفر اللہ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ | بر سب سے بہتر چیز نیست | طلعمہ بر مرعے اچھ نیست
اور یہ بھی یاد رکھو کہ اس تمام کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ میں نے اپنے خیال کے موافق لکھا ہے اس سے
کوئی نہ سمجھے اور نہ آج تک کسی پر یہ راز منکشف ہوا کہ ہمارے حضرت جناب قلبہ مولانا مولوی سید محمد
غوث علی شاہ صاحب قلند قادری قدس سرہ العزیز ہی وجود و شہود و تشبیہ و تنزیہ میں سے کوئی خاص
مسلک رکھتے تھے کیونکہ بحرنا پیدائش کے خواص کو مسلک مقام سے کیا سر و کار وہاں نہ پار لے گشتا
نہ پاسے رفقا نہ ناب فکر البتہ جب متہ بیان میں تعلیم فرماتے تھے تو ہر مسلک مقام کی تشریح و توضیح ہوتی تھی
نہ کسی کا اثبات مقصود تھا نہ کسی کی نفی بلکہ ہر مسلک کو بجائے خود صحیح و درست فرماتے تھے اور جو معاملہ
ورائے مسلک مقام پر وہ تقریر بیان سے خارج ہے اسکو نہ کوئی اتہک کہہ سکا اور نہ آئندہ کہہ سکے گا۔
ع نکستہ دان را نگ با بد شد حرف بد البتہ یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے
حضرت اقدس کا اثر تعلیم اور آپ کے فیضان محبت کا نتیجہ ہے ورنہ میں کہاں اور بحر لائقین کی خواہی
کہاں اور پھر اس میں سے سبائے معارف کا کانا اور عہہ شہودیں لکرا کر انکے بین کیو امیری نامہ طاقت سے
باہر ہے یہ تو اسی صاحب گہر بار کے رشحات اور اسی بحر حجاج کے قطرات ہیں۔ والسلام

خیال شب

ایک رات تنہائی میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہنے جس بے نام و نشان کی سرخ رسانی کے لئے یہ کتاب لکھی ہو اور اس میں حمد ثنا۔ یا تو یہ محفل پر کذب ہر یا یہی برسہو و خطا کیونکہ بغیر کیجے بھالے کسی کے اوصاف حمیدہ و کمالات پسندیدہ و غوثی ہائے حق و جمال و سیرت ہائے خوش خصال سنے سنائے بیان کرنا کہا فک و محنت کے قابل صحیح ہو سکتے ہیں اس لئے کہ اس بے نام و نشان تک کسی کی رسانی ہی نہیں تو حمد و ثنا کیسی اور براہین صاف و مضمون قطعیت کہ زبان زد خلایق ہو کہ وہ ہے اور ضرور ہے مگر بقول شخص ع شفیقہ کے ہوتا منہ دیدہ ۛ ۛ

جو ناویکیوں اپنے بنیاں

میں نہ مانوں گر کے بنیاں

تاکہ لے طیف و قلیج ہو پس اس خیال کے آتے ہی یہ جی بول میں سلیا کہ جب وہ ہو تو اس کے نشان کو کہیں تلاش کروں اور اگر اس سعی و کوشش میں کامیاب ہو کر دیکھ پاؤں تو اس کے سامنے صدق دل سے سیس لٹاؤں اور سچے گن گناؤں ۛ

اُس بے نشان کی تلاش مرتبہ حدیث میں

اول میں نے مرتبہ حدیث ذاتِ بخت و جو مطلق پر کہ ہستی محضہ و ہویت مطلقہ پر نظر ڈالی اور حیرت اور اک فکر محفل نے اُسکی جستجو میں کوشش بیع فرمائی ہمیں شاہین تیر پرواز اور اک عقل فکر کے لنگو نقد میں تک پرواز نہ کر سکا اور ذاتِ مطلق کو مطلق بے نام و نشان پایا۔ اسلئے کہ اس مرتبہ میں کوئی حادہ ہے نہ محمود۔ نہ و اصف ہے نہ موصوف نہ عابد ہے نہ معبود۔ نہ واکر ہے نہ مذکور۔ نہ طالب ہے نہ مطلوب نہ عاشق ہے نہ معشوق۔ نہ محب ہے نہ محبوب۔ نہ کوئی عارف ہے نہ معروف۔ بلکہ وہ ہستی محضہ ہے۔ اب دریافت کروں تو کس سے بھلا جہاں کسی کا بھی کچھ پتہ نہ چلے تو بقول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کان اللہ لکم یکم مَعْدَنِّی یعنی اللہ تھا اور کوئی شے اس کے ساتھ نہ تھی۔ تو یہاں کس کی حمد ثنا اور کون حادہ محمود میں نے یہ دیکھا کہ اس دہائیے ناپید اکنا میں تیری حمد ثنا کی زور ق نہیں مل سکتی بلکہ تم ہلاکت ہو بقول سعدی ۛ

کمزو کس نہر دست کشنی برون

بترسد خرمند ازین بحر خون

کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

درین دوطہ کشنی فرو شد ہزار

ناچار خوف زدہ ہو کر مجبوری تمام بے نیل مرام وہاں سے واپس ہوا۔ ۛ

اغنا شکار کس نشود دم با پس | کین جا ہمیشہ باو دست است دم را

پس میں نے احدیت سے وحدت کی طرف رخ پھیرا۔

اُس مطلوب کی تلاش مرتبہ وحدت میں

جب مجھ کو مرتبہ احدیت سے باہر ہوئی تو میں نے مرتبہ وحدت کی جانب رجوع کیا کہ اگر وہ مطلوب قلبی یہاں مل جائے تو اسکے آگے سر جو کچھ اور اکنا ف عالم میں سکی خوبی ہائے کمال جمال کی وہم و مچاؤں تلاش و تجسس میں سرگرم ہوا اور بغور و تامل و بے نظری غوطہ لگایا یہ بھی بی منت سے رسول نبیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا یہ گوہر بے بہا ہوتا ہے آپا یعنی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں جناب باری سے حکم صادر ہوا کہ **يَسْجُدْ وَاقْبِرْ** یعنی توجہ دے اور ہلکے قریب ہو جا۔ تو آپ نے حکم الہی سجدہ کیا اور مرتبہ وحدت میں پہنچے آپ کی نظر اول توحید فعال پر پڑی اور یہ ایک حجاب ہی اور مانع ترقی تو آپ نے دفع حجاب کے لئے عرض کی کہ **اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ** یعنی میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو و غائبے عفو و غائب ہر دو فعل ہیں پھر یہاں سے ترقی پا کر آپ کی نظر توحید صفات پر پہنچی اور یہ دوسرا حجاب ہی تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ **اَعُوْذُ بِرَوْحِكَ مِنْ سَخِيكَ** یعنی میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کی تیرے عفو سے۔ رضا و عفو ہر دو صفت ہیں پھر یہاں سے ترقی کر کے توحید ذاتی میں پہنچے اور ارادہ حمد و ثنا کیا تو وہاں غریمت جبروت اور جاہ و جلال کبریائی دیکھ کر گھبرائے اور فوراً ہی یہ دعا مانگی کہ **اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَحْوَجِيْ ثَنَاءٍ عَلَيْكَ** گھا اَنْثِيَتْ عَلَيَّ لَفْسَا یعنی تیری ہی پناہ مانگتا ہوں تجھ سے میں پوری نہیں کر سکتا تیری حمد و ثنا جیسا کہ تو خود ہی اپنی حمد و ثنا کرے یعنی اس مرتبہ میں تو خود ہی حمد و ثنا خود ہی محمود پس تو آپ ہی اپنی حمد و ثنا کر سکتا ہر میری قدرت و مجال نہیں کہ میں تیری حمد و ثنا کر سکوں معافی کا خوشنکاح ہوں۔ اب میں نے سوچا کہ اللہ اکبر یہاں بھی تو اسی بحر و غار کی موجی ہو رہی ہے کہ ان سرور نام عالیہ الحجۃ والسلام تعریف الہی میں اپنا عذر و تقصیر بیان فرما رہے ہیں کہ اس مقام پر تو وہ خود ہی حامد ہے اور خود ہی محمود آؤ خود ہی واصف ہے اور خود ہی موصوف اور خود ہی ذاکر ہے اور خود ہی مذکور اور خود ہی مابد ہے اور خود ہی محبوب اور خود ہی طالب ہے اور خود ہی مطلوب اور خود ہی عاشق ہے اور خود ہی معشوق اور خود ہی محب ہے اور خود ہی محبوب اور خود ہی عارف ہے اور خود ہی معارف پس میں نے غور کیا کہ تیری حمد و ثنا کی بائیں ملی اس قلم محیط میں کب لگ سکتی ہے اسے راقم

اس گرداب جانکاہ سے نکل کہ یہاں بھی خوفِ ہلاکت ہے

کھانے دین رہا فرس رانہ اند	بلا اخصی از تنگ فروماندہ اند
----------------------------	------------------------------

چو شبها نشستم درین سیرگم
نخیر گوت آمستینم که تم

۵ برو این دام بر مرغ و گرنه
که عتقار البند است آشیانه

جبکہ اس مرتبہ میں بھی اُس بے نشان کا کچھ سراغ نہ چلا تو آخر کار اسی تلاش میں مرتبہ واحدیت میں آیا

اُس محبوب کی حسرت جو مرتبہ واحدیت میں

جب نجد کو یہ ثابت ہو چکا کہ اس وقت گم گشت کا سرانگ لگنا ان دھرتی مذکورہ بالا میں امر محال ہے تو ہمیں مرتبہ و احاطت کی جانب کہ ہر مرتبہ انسان جو مائل ہوا۔ اور اپنے خیال محقق میری اسیر و کابلند پروا و حقیقت شناس و عقل و دین نتیجہ رس کو اطراف عالم میں ڈوڑا یا کہ جاؤ۔ اور اس صیب قلبی کا نہیں کچھ پتہ لاؤ۔ ایک عرصہ دراز میں سخت حیرانی و پریشانی کے بعد یہ تلبیوں صاحب اپنی تشریف لائے۔ اور تک زمان ہو کر بیان کرنا شروع کیا۔

ہنہیں لگتا ترے ناز کا پتہ بے لیلیٰ
 یہاں بیت انہم خالی ہاں بیت الحرم خالی

چھان مارے ترے مجنوں نے بیا باں کتنے
 پتا لگتا ہنہیں اس کا عرب خالی عجم خالی

ہاں البتہ جس قدر تحقیقات سے ثابت ہوا ہے اسکا اظہار ضروری ہو وہ یہ ہے کہ یہ کمال طلمات علیہ جو دیو و عنود میں رہا یہ سب حضرت انسان کی ذات و صفات کا نور و ظہور ہی۔ اس گرد و پیش میں جہاں بکمال انسان ہی کو بکچا اور انسان ہی کو پایا یا بجز انسان کے کچھ نظر نہ آیا خالق انسان مخلوق انسان انسانی انسان مرزوق انسان صانع انسان صنوع انسان شاہ انسان رعایا انسان حاکم انسان محکوم انسان طالب انسان مطلوب انسان عابد انسان محبوب انسان عارف انسان معروف انسان عاشق انسان معشوق انسان محب انسان محبوب انسان مرشد انسان مرید انسان رسول انسان مرسل الیہ انسان جابجا بعض و متصرف انسان وَ نَحْنُ فِيهِ مِنْ رُوحِيّ الْاِنْسَانِ کی جان وَ فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ انسان کا غنوان وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ جَبَلٍ ثَوْرٍ انسان کی شان وَ هُوَ مَعَكُمْ يَعْنِي اِنِّيْ مَعَكُمْ اَيْنَا كُنْتُمْ یہ کمال معیت کا بیان ہے سب جگہ زمین و آسمان و افریقہا میں انسان ہی کی دوہم و تیسری اور کل شیا پر انسان ہی کا تسلط و قبضہ ہوا و باقی سب مخلوقات طفیلی۔ جو کچھ آپ کو

مطلوب ہو وہ انسان ہی میں ہر صفت ہر سہرات الہیہ انسان میں جو وہیں اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ لَیْ جَمِیْعِہٖ صِفَاتِ جَلّٰلِہٖ وَجَلّٰلِہٖ - وَالْاِنْسَانُ سِیْرَتِیْ وَاَنَا سِیْرَتُہٗ شَاہِدُ حَالِ اور اُنہیں صفتی محبت یہ صفت الہیہ میں سے بدلیل قَاجَلْبَتْ اَوَّل درجہ کی صفت ہو اور انسان صفت شبہ اُنہیں سے مشتق ہے اور رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تم صفت الہیہ میں خود و فکر کرو نہ ذات میں کہ صفت ذات سے منفک نہیں ہو۔ اس ذریعہ سے ذات تک پہنچ جاؤ گے پس انسان اپنی ہی ذات میں غور و تامل کرے تاکہ وَصِفَہٗ عَرَفَتْ کَفَہْمَہٗ فَقَدْ عَرَفَتْ رَیْبَہٗ کا راز منکشف ہو۔ ۷

درگزار ذات و سبک و صفات	تا صفات و نوامید سوسلے ذات
-------------------------	----------------------------

اسی لحاظ سے حضرت جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے فرزند جگر گوشہ کو اپنے ہی اندر خود و فکر کی تعلیم فرمائی ہے یا وَلَدِیْ فَاَلَمْ تَرَ کَیْفَ کَلَّفَکَ اَنْ تَخْرُجَ بِتَرَاتُوْمِہٖ صِفَاتِ الْاِنْسَانِ ہِیَ کَے اندر موجود ہو تو پھر دوسری جانب نظر کو دوڑانا محض خام خیالی اور بالکل خلاف عقل نہیں تو اور کیا ہو۔ اور مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ۷

چہ ہر کسم را منظر آمد ز غیب رسیدند از علم اسماء بعین جہان فرع اصل است انسان و بہر طور اور از طہوریت خاص تو روح جہانی و از روح جیش بدان گر بدانی بالقبائے سبع توئی منعم جامع و مختصر بدانی بہ افنائے قیہ و دوائی	جہاں گشت موجود بے ہیچ ریب شہادت پذیرفت از غیب این جہاں جسم و انسان مگر جان درو کہ دار و درین مرتبت خفیا ص ولیکن ندانستہ قدر خویش کہ کہلین در نشأت است جمع مجوہر چہ جوئی بجائے و گر کہ اول تو بودی و آخر توئی
--	---

اور حدیث قاسمی میں آیا ہے کہ میری گنجائش سب سے بڑا قلب انسانی کے اور کہیں نہیں پس جبکہ ذات الہی انسانی قلب میں ہی ہے۔ چنانچہ مولانا رحم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ۷

گفت ہمیں کہ حق فرمودہ است در زمین و آسمان و عرش و غیر من بچم در زمین و آسمان در دل من بچم لے عجب	من بچم در بال و پست من بچم این بچین دان و عزیز لیک بچم در دل شکستگان گر مرا جوئی درین دلہا طلب
---	---

تو پھر غیر مجاہد تلاش کرنا ہے سود ہے۔ بقول شاعر

دل جسے کہتے ہیں تہلاؤ یہ گھر کسا ہے؟
یوں تو سب کہتے ہیں یہ خانہ حق و تحقیق؟
رات ان شام و سحر ہمیں گزر کسا ہے؟
کیوں نہیں کہتے خدایم میں ہی گھر کسا ہے؟

اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ قلب المؤمن مع من اللہ تعالیٰ یعنی قلب انسان
جلوہ گاہ الہی ہے اور بایزید بطنی کو شیخ نابیل نے جو تعلیم فرمائی ہو اسکو مولانا رحمہ اللہ نے یوں کہا ہے

سوئے مکہ شیخ امت بایزید
اوہر شہر ہے کہ رفتے از خست
گفت حق اندر سفر ہر جاوی
بایزید اندر سفر گشتے بسے
دیدہ فنا بنیاد دل چون آفتاب
بایزید اور چو از آفتاب یافت
گفت غم تو بجا اسے بایزید
گفت غم کعبہ دارم ازولہ
گفت ام از درم نقرہ دوی آت
گفت طوف کن برگرم ہفت با
وان در ہا پیش من نہ ای جواد
عمرہ کردی عسراقی یا ہفتی
حق آن حقے کہ جانت دیدہ آت
کعبہ ہر چندے کہ خانہ تراوست
تا بگرد آن خانہ را درے ز رفت
کعبہ را یکبار ہفتی گفت یار
خدمت من طاعت و حمد و ست
چشم نیکو باز کن در من مگر
چون مرادیدی خدا را دیدہ

از برے حج و عمرہ مے دوید
مرغزیاں را بکڑے باز بست
باید اول طالب مرے شوی
تا بیا بد خضر وقت خود کے
بچو فیلے دیدہ ہندوستان نجواب
مسکنت ہنود و ودھیت شنافت
رخت غربت را کجا خواہی کشید
گفت میں با خود چو داری زادہ
نماک بہ بہتہ سخت برگوشہ روی آت
وین نکو تر از طواف حج شمار
داں کہ حج کردی و حاصل شد مراد
صاف گفتی بر صفا بشت تافتی
کہ مرا بہت خود بگردیدہ است
خلقت من نیز خانہ ستر اوست
واندین خانہ بجز آن حی ز رفت
گفت یا عبدی مرا ہنقاد بار
تا بہ پنداری کہ حق از من جد است
تا بہ بینی نور حق اندر بشر
گر و کعبہ صدق برگردیدہ

اور رسول علیہ السلام سے لیکر تا این زمان جمیع اہل اللہ کا کلام اسی طرز و بیان پر آ رہا ہے چنانچہ ہم

خود ہی اسی کتاب میں لکھ چکے ہو کہ جب انسان کو اپنے نفس کا عرفان ہو جائے تو مَنجِ رَافِی فَقَدْ
 رَأَى الْحَقَّ - وَشَبَّاحَاتِی مَا أَغْظَمَ شَأْنِی وَآثَارَ الْحَقِّ وَغَیْرَہِ وَغَیْرَہِ کے لغزہ لگتا ہے۔ بس ہم کہہ چکے کہ
 بغیر انسان کے آپ کو خدا کا پتہ نہیں ملے گا ہمارے حقیقات میں جو کچھ ثابت ہوا ہے بیان کر دیا
 آئندہ آپ کو اختیار ہے جب ان حقیقتیں نے بدلائل عقلی و نقلی ثبوتِ کامل پہنچا دیا کہ وہ ذاتِ انسان
 میں ہی ہے بقول شخصہ کہ **خدا بندہ میں کر یوں نہیں ہے** [کہ جوں بوجھ کی کل کے درمیان
 الفتح لبرحمی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کا مقولہ ہے کہ فی الْحَقِّ عَالِمٌ الْحَقِّ اِنْ كُنْتَ ذَا عِلْمٍ وَفِي الْحَقِّ
 عِلْمٌ اِنْ كُنْتَ ذَا عَقْلٍ یعنی خلق میں عین حق ہے اگر تو صاحب بصیرت ہو اور حق میں
 عین خلق ہو اگر تو صاحب عقل ہے لَا رَیْبَ فِیْہِ س

اوہر دل من بہت ودل من بدست است	چون آئینہ بدست من و من در آئینہ
خدا بندہ میں اور بہت رہ خدا میں	عجب نسبت پر بندہ اور خدا کی

واہ سبحان اللہ مع دہنڈو وراثت میں لڑکا بغل میں سے

یار نزدیک تر از من بمن است	وین محب تر کہ من از منے دوم
چہ کنم با کہ تو ان گفت کہ او	در کنار من و من مہجورم

مجھ میں سے میں ربط ہو احوالِ شل جو گل	وہ رہا آغوش میں لیکن گریزان ہی رہا
---------------------------------------	------------------------------------

ان بیانات سے یہ توہین نے مان لیا کہ وہ ذاتِ انسان میں مخفی و مستور ہے بلکہ ہر جگہ شکار طور ہے
 کہ اسے بغیر کوئی شوشے کے نام سے نافر وہ نہیں ہو سکتی لیکن میری غرض تو یہ ہے کہ بغیر دیدِ حمد و ثنا قابلِ
 پذیرائی نہیں و ردِ بد امر محال ہے چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ کا مقولہ ہے۔

تن ز جان و جان ز تن مستور نیست	لیک کس را دید جان و مستور نیست
جان ز پائی و نزدیکی است گم	چون شکم میر آب لب خشکے چو تخم

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ الْغَیْبُ الْحَیْثُ
 یعنی اُسکو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں (نہ ظاہری نہ باطنی) اَلَا مَا شَاءَ اللہ اور وہ آنکھوں کو دیکھتی
 آنکھوں کی بینائی کو دیکھتا ہے اور وہ لطیف خبردار ہے جب اُسکو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا تو پھر اسی
 حمد و ثنا شناسی شافی کا کیا اعتبار ہے۔ اور دوسرا مرقا بل غور یہ ہے کہ آنکھیں نہیں دیکھ سکتی مگر زبان
 گویا اندھی یعنی مخیر تو گویا اور حامد یعنی متکلم اندھا اور محمود ہے نام و نشان و ہی و خیالی ثواب فرطی

کہ ایسی حمد و ثنا بجز خیالی پلاؤ کے کیا نتیجہ رکھتی ہو مرتبہ احدیت میں تو نہ کوئی حامد ہو نہ محمود نہ حمد اور تہ
وحدت میں خود ہی حامد ہے اور خود ہی محمود اور خود ہی حمد اور مرتبہ واحدیت میں اسکا
کچھ کھوج اور نشان ملتا نہیں کہ وہ کہاں ہو اور کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ انسان میں ہو اور کوئی کہتا ہے
کہ سب میں ہو اور سب جگہ ہے اور کوئی کہتا ہے کہیں بھی نہیں بہر حال بے نیکی بھلے حمد و ثنا دویم
وہو اس پر دلالت کرتی ہو شائع علیہ السلام کا حکم ناطق ہو کہ عین پر ایمان لاؤ اور یؤمنون بالقیب
کے گروہ میں شامل ہو کر غیبت میں حمد و ثنا کرتے رہو۔ اگرچہ تم اسکو نہیں دیکھ سکتے مگر وہ تم کو دیکھتا ہو
اور تمہاری سب باتیں سنتا ہو اور سب کو جانتا ہو پس حکم حاکم منظور قبول کر کے بے نیکی بھلے حمد و
ثنا کرنے پر مجبور نہیں اسکا نام حمد و ثنا بر شرعی ہو نہ حقیقی اور جن کو عرفان نفس و معرفت الہی حاصل ہو
جاتی ہو تو وہ لَا أَحْصَى ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَىٰ نَفْسِكَ کہہ کر دیدار میں مستغرق و مقنا ہو جائے ہیں
کہاں کی حمد اور کون حامد اور کیا محمود۔

سوچ کے سامنے نہیں شبنم کو کچھ قرار
ہم پاس تم جو گئے تو پھر ہم کہاں رہے

احسنوس صدار احسنوس

(ذوق) اسے پہننے بہت ڈھونڈا اپنا یا
اگر پایا تو کمون اپنا نہ پایا (رباعی)

ڈھونڈا کرے کوئی لاکھ کیا ملتا ہے
دن کا کہیں رات کو پتہ ملتا ہے
جب تک کہ ہے بندگی خدائی کا حجاب
بندہ کہ بھلا کہیں خدا ملت ہے

سوال۔ ان دلائل مذکورہ بالا سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اس ذات بے نام و نشان کو کوئی دیکھ ہی
نہیں سکتا اور بغیر دید حمد و ثنا بھی قابلِ ثوق نہیں لیکن انسان جسکی عالم میں موم و دہم ہو رہی ہو کہنے
اس کا بھید کچھ نہیں کہو لا کہ یہ کیا شے ہو؟ آیا انسان جسم ہے یا جان یا جسم و جان دونوں ملکر انسان
ہو اور اس میں یہ بولتا کیا چیز ہو جو ہمیشہ کہتا رہتا ہو کہ میں ہی ہوں۔ اور میں یا ہوں اور میں یا ہوں وہیں
یہ کرتا ہوں اور میں وہ کرتا ہوں اس کا حال تو کچھ بیان کیجئے کہ یہ کون ہے اور کیا ہے؟

جواب۔ جمیع عقلا و عرفائے زمانہ یہی فرماتے چلے آئے ہیں کہ جسم مکان فرضی ہو اور جان یعنی
روح مکین مجازی اسی کا نام انسان ہو اور جو جسم انسانی میں شکم ہے یعنی روح اسی کو بولتا کہتے ہیں
اور اسکو نفوس و نفس رحمانی بھی کہتے ہیں یعنی اللہ میاں کی بھونک یا آواز جنانچہ کفار نے رسول علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے روح کی بابت سوال کیا کہ روح کیا شے ہو تو سرکار نے رسول علیہ السلام پر حکم صادر فرمایا کہ
قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلٌ یعنی تو کہہ دے (اے محمد) روح میرے

پروردگار کا حکم (یعنی آواز یا پھونک) ہے اور نہ کو بہت ہی محفوظ اس علم دیا گیا ہے یعنی تم اس قدر قلیل علم سے پروردگار کی کارسازی و حکمت عملی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اب سرکاری حکمت عملی اور کارسازی کا حال اور آواز و پھونک کی حقیقت سنئے۔ مخفی نہیں کہ زمانہ حال میں ایک یورپین فلاسفر نے مشین الہی کے کل پرزوں کو دیکھ کر جس کا ذکر عنقریب آتا ہے ایک مشین جس کو فوٹو گراف اور گراموفون کہتے ہیں ایجاد کی جو اور اس کا یہ خاصہ ہے کہ اگر کوئی آواز یا پھونک کسی مٹم کی یا کسی شخص کی اس میں بہرہ دیا جائے اور پھر اس کو کتنے ہی فاصلہ دور دراز پر لیجا کر اس کو لوک دیا جائے تو آپس سے بعینہ اسی شخص کی اور اسی قسم کی آواز لگتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہی شخص اس کے اندر بول رہا ہے یا قرآن شریف پڑھ رہا ہے۔ یا غزل ٹھمری وغیرہ گا رہا ہے۔ حالانکہ وہ بولتا یعنی بولنے والا مکہ مدینہ یا کلاکتہ دہلی۔ اگر وہ بالندن یا مکیہ بیٹھا ہو اور یہاں بول رہا ہو اور اگر اس مشین کو کھوکھو لیا جائے تو بیٹ خالی فقط بویہ پتیل وغیرہ کے چند پرے ہیں اور کچھ بھی نہیں اب فرمائیے کہ وہ بولتا کیسا ہے۔ صرف اس میں بولنے والے کی آواز بھری ہوئی تھی اور کچھ بھی نہ تھا۔ یہ تو نقلی مشین کا حال ہے اب مہنی مشین الہی کی حقیقت سنئے۔

مشین الہی کا بیان

حکیم مطلق نے روزاں میں جسم انسانی کی مشین یعنی بانسری بنائی اور اس کو کل پرزوں سے درست کیا اور اس میں عظیم الشان طلسم قائم کر کے اپنی روح یعنی اپنی آواز اور پھونک اس میں بھردی چنانچہ حکیم قدیم ملائکہ کو حکم فرماتا ہے **وَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعْوْ لَهُ سَجْدًا لِلدِّينِ** یعنی پس جب میں اس کو ٹھیک بنا چکوں (یعنی جسم انسانی کی طلسمی مشین کو) اور پھونکوں اس میں اپنی روح دینی بہرہ دوں اس میں اپنی پھونک و آواز) تو تم گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں یعنی میری اس حیرت انگیز کارسازی و حکمت عملی کو دیکھ کر کہ بنایا کچھ اور کر دکھایا کچھ تو اسی سجدہ کرنا پھر اس مشین کی کوک چڑھا کر اس کو عالم ناسوت میں بھیجا اور یہاں آئے ہی وہی بولی بولنے لگے جو حکیم مطلق نے اس میں بہری تھی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بشنواز نے چون حکایت می کنند	وزجرائی ہاں شکایت می کنند
دودھاں دایم گویا ہجو نے	یکشان نہاں است و رب نے

ایک دہاں نالاں شدہ سوئے شاما
وہ دہاں نامے اردم ہائے اوت
بستر نہاں است اندر زیر و بم
انچے نے میگوید اندر این و باب
لیک و اندر کہ اور انظر است
بر سماع رست ہر تن چہ نیست
در نیابد حال نخت پیچ خام

ہائے ہوئے و رنگندہ در سہا
ہائے ہوئے روع از ہیہائے اوت
فانش اگر گویم جہاں ہر ہم زخم
گر گویم من جہاں گرد و خراب
کاین فغان میں سر ہم زان سر
طعمہ ہر مرغے انجہ نیست
پس سخن کوتاہ باید و سلام

سبحان اللہ! کیا خوب فرمایا ہے حافظ طبر از رحمۃ اللہ علیہ نے

در آسبہ طوطی صفتم دشتہ اند

انچہ ستاد ازل گفت ہماں میگویم

اگر اس شین کو کہو لکڑیچہ تو بجز گوشت و پوست و خون و استخوان رگ و پے وغیرہ کے اور کچھ بھی نہیں
پاؤگے۔ بالاسری کی طرح پیٹ خالی ہے۔ اب تم خود ہی غور کر کے اس میں فیصلہ کر سکتے ہو کہ یہ آواز کس
کی ہے اور اس جسم میں جان یعنی روح کیا شے ہے اور یہ گفت و شنید کون کر رہا ہے۔ یہ اسی طلسم سازی ہے
الشان کی طلسم سازی ہے کہ اس شے سے جسم انسانی میں عالم کبیر کہ جسکی نہ ابتداء ہے نہ انتہا ہر عقل
ملاکہ کو چکر میں ڈال دیا ہے اور وہ پکار اٹھے کہ سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اَلْاَمَامُ عَلَمُنَا اَنْتَ اَنْتَ اَلْعَلِیْمُ
اُنْحِیْکُمْ فَقَطِّطْ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتْبَعَ الْهَدٰی

خاتمہ کتاب بر کلام مولانا عطار رحمۃ اللہ علیہ

صفائش ذات و ذاتش چہ غایت است
نکو گوئی نگو گفتہ است و ذات
چو طالب را طلب آید پدیدار
چو آید لشکر عشق از کین گاہ
غذا بیجا و آں جاد و حساب است
نور رسم عاشقان ہر گز ندانی
بخود ہستی ز بہر دین گرفتار

چونیکو بنگری خود جملہ ذات است
کہ التوحید اسقاط الاضافات
بیاید اول بقدر خویش ہرار
نماند عقل را از میج سوراہ
ہر آن عاشق کہ مرا و اخطا بست
کہ در ماندہ بخود بس نا توانی
حقیقت بت پرستی ہجو کفار

برسوائی قدم زن هر دے تو
 خرابانی تشواین جاد و خرابات
 چون در عشق کے آید پدیدار
 ملاست می کشم در هر دو عالم
 ملاست می کشم در عشق و لدار
 چرا او لعنت حق می گزینی
 چرا ایلیس از تو مردی حق شناس
 اگر مانند شیطان رهبری تو
 غلط این مبد که خود بینی نمود او
 یقین این مبد که سست او بدیده
 حقیقت عاشق چاکب سوار است
 چنان کا نذر جهان او خوار آید
 که در لعنت چنان او استوار است
 تو چون عاشق شدی در آفر کار
 شوا اندر آفر کار است نظر کن
 اگر در کفر آئی عشق بسینی
 اگر از کافری بوی بری تو
 اگر کافر شوی با سنی مسلمان
 اگر از کافری خواهی نشانی
 من اندر کافری عاشق نبودم
 چو کافر گشتم و کشتن ان گزیدم
 من اندر کافری سوار دارم
 من اندر کافری بگزیده ام یار
 همه کفر جهان دارم بیک بار
 چو جانان رخ نمودم را نکشانی
 حقیقت نیست جز ذات در اسرار
 ز سہ آن کس کہ اینجا حق بداند
 دم تو هست میں نفع رحمان
 ازان نامحرمی و مانده غافل

یقین این جاسیگہ نامحرمی تو
 رہا کن مسجد و زہد و مناجات
 کہ لعنت را شود رحمت خریدار
 منم در عشق جانان شاد و خرم
 نینیشم دمی از لعنت یار
 چرا با عاشقان اینجا ستیزی
 ز لعنت در نمود عشق مہراس
 قدم در کفر و لعنت پسری تو
 غمان عشق او کلی ربو داو
 نکرده سجدہ او لعنت گزیدہ
 کہ دائم اندرین سہ پادار است
 یقین در عشق بر خور دار آمد
 کہ دائم اندرین سہ پادار است
 نمودے لعنت آید پدیدار
 دست از کفر روحانی خبر کن
 نمودے عشق ہم از عشق بینی
 ز بورے چرخ و انجم بگذری تو
 ولے گفتن چنین ہر جائے نتوان
 کنون بشنہ زمن مشرح و بیانے
 ہم اندر کافری صادق نبودم
 ز کفر ان روئے خویش خوب دیدم
 نمودے جزو کل دلدار دارم
 ہم اندر کافری من دیدہ ام یار
 شدم کافر چنین در روئے و لدار
 من این لعنت گزیدم در نہانی
 چہ باشد لعنت این جام و شہار
 بجز رحمت و گر لعنت نداند
 کہ این جاحق شناسد عین شیطان
 کہ این معنی نکرہستی تو حاصل

مسلمانی رہا کن گرد و کاف
 دے بھگ تو این رمز و اشارات
 ہنوزم این بیان مانندت بسیار
 غماں را باز کن از راہ اسرار
 بجز من هیچ کس را زم نداند
 بجز من هیچ کس من چون شناسد
 بے جستم درین جا صاحب درد
 کہ تا با او محویم سہ احوال
 محو محویم چو ہمراز سے ندیدم
 بیان من بجز من کس نداند
 برین گھٹا رس جان بر نشان ہاں
 کہ بعد از ما و فاداران بسیار
 تو لرزان مانی اندر راہ ترسان
 اگر خود را ترسانی درین راز
 اگر خود را ترسانی زہر کس
 اگر خود را نہ ترسانی درین سہ
 اگر خود را نہ ترسانی نہ ترسی
 ہمہ یک ذات دان اینجا حقیقت
 نے گنج درین جا کفر و اسلام
 ہر آن عاشق کہ ای جانان نگر دو
 ہمہ من با شتم و جانان نباشد
 دوئی چون نیست اینجا آخر کار
 درین دریا چہ مابی و چہ خرچنگ
 من و تو جملہ یکساںیم سنگ
 یکے چہ است چندینی کتاب است
 ازین معنی کہ میگویم شکے نیست
 نداند بے خبر اسرار تو حید
 حجاب خویش اینجا صورت مست
 حجاب صورت بردار از پیش
 غبا صورت چہ رفت حق یاب

مگر تا چند باشی در پئے سہ
 نمود عشق و مردم در عبارات
 و لیک تا نہ بیستم من خبر یار
 کہ ہر کس نیست خود آگاہ اسرار
 و گرداند بخود حیراں بماند
 کسے باید کہ او چون من شناسد
 کہ باشد بچو من اندر میان فرد
 بنود خویشتن در بین احوال
 خواہم چون ہم آواز سے ندیدم
 ہر آن کو خواند این حیراں بماند
 بمعنی و بصورت بے نشان ہاں
 بنجاک مافر و گرس بسیار
 زہر چہیزے دل خود را مترسان
 بہ بینی ناگہان احبام و آغاز
 رسی اندر خدا این رہ ترا بس
 شود اسرار باطن جملہ ظاہر
 عیان فاش است چندینی چہ پر سی
 نہ کفر است و نہ دین و نہ طریقت
 نے گنج درین جاننگ و باز نام
 حقیقت شمس او خشان نگر دو
 بر این صورت جز این آسان نہاد
 یکے باشند چہ لفظ چہ پر کار
 کہ ہر یک گوہرے دارند در چنگ
 دروین جملہ جانانیم سنگ
 یکے نور است چندینی حجاب است
 کہ در حق ایقین غیر از یکے نیست
 کہ او سے نگر دو جز عین تقلید
 اگر خواہی چو مردان خدا جست
 کہ تا معنی بیابی مرد درویش
 چہ چندین شدی مانند سیاب

تو برداری حجاب ترک گوئی
 تو هستی و دوسے صورت حجاب است
 تو هستی او و او در تو نمودار
 ز صورت چون برون آئی بیک بار
 رست نزدیک تو دوری ز خو و یار
 طلب می کردش تا باز دیدیم
 و صابش را طلب کردم ز هر کس
 گمان بگذار و نیال یقین باس
 تو آئی گر گمان برداری از پیش
 همه درست تو اندر گمانی
 همه درست تو اندر و صالی
 همه درست در عین و صالی
 همه درست بردار این گمان را
 تو از ذاتی و ذات اندر تو موجود
 توئی سلطان سیر لا مکانی
 زمین و آسمان نور تو دارد
 خدا اوست و تو در جستجوی
 تو با اوئی و او بالست همیشه
 چو بودی ست او را می چه چوئی
 و لاحق بین که حق داری تو در خویش
 و لاحق بین که حق خواهی شدن تو
 حقیقت حق عیان و توحیدانی
 معنی یابی چه گویم گر بدانی
 ز جمله فارغ این جا باس و سبگر
 که تو هستی خدا این را یقین دان
 وجود است این جاعین بی چون
 همه باز رست و توحیدانی
 بهر معنی که می گویم ترا باز
 یکے دیدست این جا بگریخت نیست
 خدا دان و خدا این و خدا گرد
 حقیقت جز خدا غیر است در یاب

چونیکو بنگاری خود جمله ادنی
 ز صورت جمله انداد حساب است
 حجاب اکنون پیش خویش بردار
 ترا بر خیز و از هر نقش پندار
 بخود از خود تو مغروری در نیگار
 نموده گم و گم دروے رسیدیم
 چو دیدیم جلگی من بوده ام پس
 چو مردان خدا تو پیش بین باس
 یقین بنجایدت جانان رخ خویش
 ازان اسرار این ایچاندانی
 نه نقصانی که دائم در کمالی
 چرا افکنده خود را در و بالی
 که تابے شک یکے بینی عیان را
 ازان پنهان شبستی نور مقصود
 به معنی برتر از کون و مکانی
 همه ذرات منشورے تو دارد
 درین معنی تو چون نادان روی
 چرا در حستن و جویی همیشه
 چو او اینجاست با تو - تو چه جویی
 طلب کن در بر خود لبس خویش
 و آخر جز و کل خواهی شدن تو
 عجب است می کنی از خود جدائی
 خداے آشکارا و پنهانی
 که این جا که توئی جبار اکبر
 خداے اولین و آخرین دان
 که بنود است رخ از کاف و از نون
 عجب است می کنی از خود جدائی
 کنی یابی ز خود اسباب و آغاز
 حقیقت جز خدایم بے شک نیست
 و گر غیر است از او و سجد گردد
 براه فقر صد سیر است در یاب

خدا شنیدن کہ این متر پے برو او
 بے اسرار گو یا نیندہ اسرار
 دامدوم خصم کن ستر الہی
 بہر شمع کہ مے گویم ندانی
 نہ ہر کس صاحب اسرار گردد
 کہ بچون مصطفیٰ در ستر اسرار
 ز من این راز بشنو بار دیگر
 یقین در عشق کل این جا دم زن
 چو مردان زن انا الحق گرد کا فر
 یقین بر کافری بر گو انا الحق
 چو مردان زن انا الحق تو ہمیشہ
 انا الحق گوئے و بگذر کل اذوین
 چو مردان زن انا الحق تو میندیش
 انا الحق زن چو مردان تا توانی
 انا الحق گو دوزخ حق مہین حق
 دامدوم زن انا الحق با من این جا
 دامدوم زن انا الحق ہجو من تو
 دامدوم زن انا الحق و رہبر راو
 انا الحق گوئے بر مانند عطار
 دامدوم زن انا الحق چون توئی حق
 دامدوم زن انا الحق چون الہی
 بگو این ما حقیقت آشکارا
 ہر آن کو رازین باشد در پیکار
 ہر آن کو بر نہ اندر فطانت
 کہ مے بینی کہ چون منصور و عطار
 چو سر این جا بریدی حق تو با سنی
 چو سر این جا بریدی ہم چو عطار
 چو سر این جا بریدی ہم چو عطار
 مے گویم کہ جان و ربا ز این جا
 کہ این جام معنی در کشیدت
 حقیقت هست این جا سر بریدن

بجز یک کے حقیقت بنگواو
 مے سر گز نباش ہجو عطار
 کہ مے گفتن تر من بے کما ہی
 ہمیں ترسم چنین غافل بہانی
 نہ ہر سرائیق و دیدار گردد
 شود کلی ز خود او تا پدیدار
 کہ مے گویم تر انا اسرار دیگر
 انا الحق با من این جا دم بدم زن
 چو این معنی زن تو گشت بہت ظاہر
 نہ باطل باش الا جملگی حق
 مترس از وہبان چن شیر بیستہ
 ہم اندر حق حقیقت مین حق بین
 کہ در حق مے گنج کفر با کیش
 کہ ہر بہت اسرار معانی
 یقین گفتن تر انا اسرار مطلق
 چو گفتن راز کلی روشن اینجا
 انا الحق و رہبر آفاق زن تو
 درون حق نگر اخبار و آغاز
 کہ آئے ز مدت این جا بر سر وار
 شدہ فاش اندرین جا از مطلق
 سرور گر چون زنان غدرے نخواہی
 انا الحق نگر کنندت پارہ پارہ
 شود و عافیت اندر سردار
 یقین در کشن او حیران بماند
 خواہد بر بریدن زود ناچار
 حقیقت و خدا مطلق تو با سنی
 تو با سنی لفظہ اسرار پرکار
 تر از بر خیزد از ہر نقش پندار
 فنا شود تا بیابی راز این جا
 کہ چون عطار از خود سر بریدت
 وصال خویش در خود باز دیدن

نہ چندان است اینجا سر اسرار
نہ چندان است این جا کہ معانی
وہ لایں راز را محرم بشاید
کہ این دانند نہ ہر ناچسبہ چاہل
ہزاران شرح گفتم از حقیقت
بجہتم با تو اسرار کے کہ دارم
اگر چہ کتبہ رح بسیار است این را
مگر اچھی گوئے این اسرار عطار
عیان است اندرین جا آنچه جستی
بمکودستی تو چہ گم چہ جوئی
گمان بردار اے نمبودہ خود را
ہمہ از نیست و درتست این ہمہ راز
بجز خود ہر چہ بینی بت بود آن
تو خود بشناس چون حق تو در حق
گذر کن ہم زبان و جسم و تھلیلہ
نہ جان است و نہ جسم است خاتمان
تو ہم ہستی بخود خود را طلب گار
بخود از خود نظر کن ہسم توئی تو
ہمہ اندر طلب مطلوب حاصل
حقیقت چیست پیش اندیش بودن
حقیقت بین و بگذر از ہسم باز
بدان این و چنان گم شود برین کار
چنین نخواہی شدن در آخر کار
سخن این باز بے تعلیل و گھتی
کہ می داند کہ این اسرار با چیست
چنین اسرار ہائے برگزیدہ
کہ از دور فلک تا دور آدم
زہر اسرار با اسرار دان کو
بدن کو س معانی بچو عطار

کہ جان آید ز گفت من پدیدار
کہ بتوان کرد و نم اورا بسبب
کہ دریا بدہمان ذات ان کہ باید
کسے باید کہ باشد مرد کامل
تواندستی ہنوز اندر طبیعت
نمودم با تو ہر کارے کہ دارم
ولیکن ہر دے جو بدیقین را
کہ در خواہد حلقہ نیست ہستیار
یقین میدان کہ برگام بخشی
چو گم چیزے بخودی مے چہ جوئی
نکند ہستے ہر نیک و بد را
نہ کس آید نہ کس خواہ شدن باز
جو بت شکست یابی گنج پنهان
شدہ فاش اندرین جارا ز مطلق
کہ تابے شک رسی در دیدن دید
کہ اگر گویم این اسرار پنهان
حقیقت نقطہ در عین پر کار
چرا اکنون توئی اندر دوی تو
ہمہ با جان و دل بے جان و دل
ز خود بگذشتن و با خویش بودن
وجود خویش را اندر ہسم باز
کہ سرگردان شوی مانند پرکار
کہ ویرانی پذیرد نقش پرکار
ز ایمان و زوید و بد گھتی
کہ دل ہر خطہ خون بر جاسے بگوشت
نہ کس گھتہ نہ کس ہر گوشندہ
نہ گھتہ است این معانی تا دین دوم
حقیقت واصلی اندر چہان کو
بر آنگن مرد و از دے اسرار

حق تالیف محفوظ ہے بغیر اجازت مولف کے کسی کو طبع کو انیک حق حاصل نہیں ہو نقطہ

اشتہار

(۱) کتاب ہذا تعلیم غوثیہ الموسوم بہ مراۃ الوجودت مع مرتبہ پیش بہا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ فی الکادریۃ حلیفۃ

قیمت - اعلیٰ بنگال پیپر پر بلا جلد پانچ روپے (۵ روپے) آرٹ پیپر پر جلد آٹھ روپے (۸ روپے) آٹھ آنہ (۱۰ روپے)

(۲) تذکرہ غوثیہ معروف بہ شجرہ معرفت - اس کتاب کو تیسری مرتبہ خصوصیات ذیل

کے ساتھ حسب الارشاد حضرت اقدس مولانا مرشدی مولف مدظلہ العالی طبع کیا گیا ہے اور قیمت بلا جلد تین روپے (۳ روپے) رکھی گئی ہو۔

(۳) چند جدید ارشادات حضرت سلطان العارفین قلند قادری اعجاز ہونی ہیں (ب) دستور العمل سجاد

دو گاہ شریف مکمل (ج) ہوا ہے (ح) حواشی کو حسب طریقہ حال صفحے کے نیچے ثبت کیا گیا ہے (د)

صحف کا اہتمام مکرر اور سہ بارہ مقابلہ سے کیا گیا ہے۔

قرآنیت سب نمبر ۲۰ ہر طرح محفوظ ہے کوئی صاحب بن اجانت مولف قصہ طبع نہ فرمائیں اور نہ جاریہ نمبر ۲۱ کے ہیں

حلا وہ ان کتابوں کے جن کا اشتہار میں نے تذکرہ غوثیہ میں دیا ہے کتب ذیل بھی ملتے دفتر میں برائے

فروخت شائقین کرام اور ذی علم صاحبان کے لئے موجود ہیں اور جو کتاب اور رنگینی جاوے وہ بھی مہیا کر کے

ارسال خدمت کی جائے گی

کتاب مرتب کنانیدہ آنریبل سید محمود صاحب عم پیر سٹراٹ لاج ہائی کورٹ

(۳) کتاب الطلاق طالب کتب مذہب حنفی از شرح مجمع البحرین قیمت علم کتاب الشفع - از بدایہ و مختار و

شرح وقایہ و مجمع البحرین و فتاویٰ قاضی خان و علینی شرح کنز قیمت ایک روپیہ علم

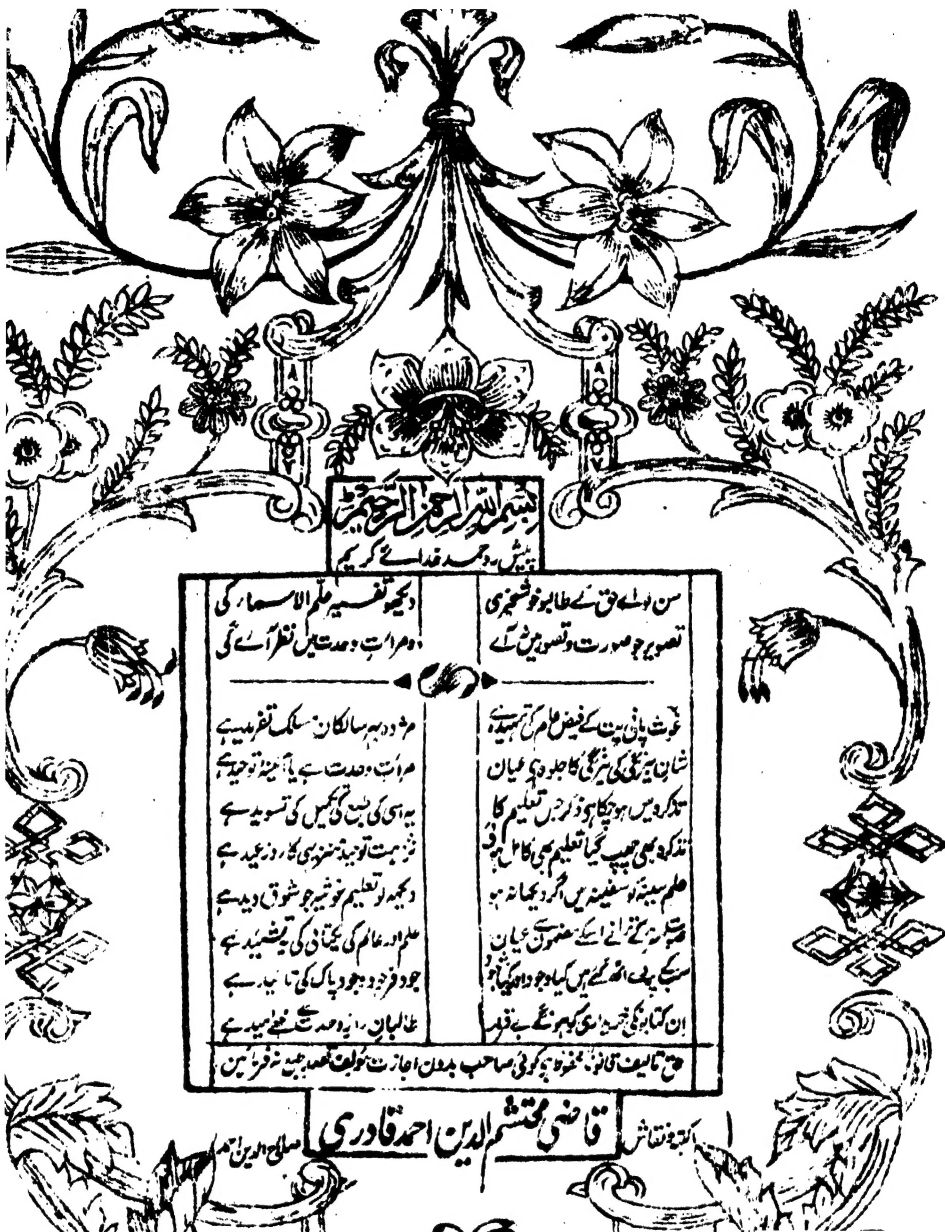
(۴) التذکرہ ہر حصہ اس پر بہت اخبارات نے پسندیدہ ریووی میں نظم و نثر میں نہایت فصاحت

سے بچوں اور بوڑھوں کے لئے نصیل ہے قیمت حصہ اول ۳ روپے دوم ۴ روپے سوم ۳ روپے

جن اصحاب کو ضرورت ہو حسب پتہ ذیل بذریعہ دی پی یا نقد قیمت بھیج کر طلب فرمائیں تا جسراں

ذی شان جو پاس یا سوجلد سے زیادہ کے خریداریں کمیشن کی بابت خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

المستقر قاضی مؤمن الدین احمد عقیل - کوچہ سعد اللہ خان دیبا گنج دہلی



تفسیر علم الاسماء

سن اولے قسے طایر خوشخبری
تصور جم صورت و تصور میں لے

خوش دانی بہت کے فیض نام کی آہستہ
شان پر تھی کی خبری کا جلد ہی عیان
سکروں ہو چکا کہ ذکر میں تعلیم کا
تذکرہ بھی چھپ گیا تعلیم ہی کا نام
علم سیدہ نہ سفینہ میں اگر دیکھانہ ہو
قد سہرا کے ان کے حضور کی بیان
سب کے پہلے اللہ جس کی یاد ہو وہی یاد
ان کا بڑی خبریں کہی کہ سب سے قدرا

مرد و بہر سالکان سلک تفریب ہے
مرآت وحدت ہے یا میرا تو حید ہے
یہ ہی کی بہت کی گیس کی تسوید ہے
نوریت کو تیرہ منہ ہی کا روز عید ہے
دیکھو تو تعلیم تو خیر جو شوق وید ہے
علم اور عالم کی پیمانی کی یہ تفسید ہے
جو دوزخ و جہنم کی تائید ہے
ظاہر ان را یہ حد تک تفسیر ہے

قاضی محمد شمس الدین احمد قادری

